موت اور قبر

کے حیران کن واقعات



تحقیق و تصنیف
محمد انور میمن

ادارہ اشاعت اسلام
0333-2103655

موت اور قبر کے حیران کن واقعات اور جدید تحقیقات

تحقیق و تصنیف

محمد انور بن اختر

شعبہ تحقیق و تصنیف
ادارہ اشاعت اسلام
اردو بازار، کراچی۔ موبائل: 0300-3602654

کتاب کا نام : موت اور قبر کے حیران کن واقعات اور جدید تحقیقات
مؤلف : محمد انور
سن اشاعت : 2009ء
باہتمام : خاور افتخار
ناشر : ادارہ اشاعت اسلام، کراچی
قیمت :

ضروری گزارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور نہیں کرسکتا سہواً جو اغلاط ہوگئی ہوں اس کی تصحیح و اصلاح کا بھی انتہائی اہتمام کیا ہے۔ تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں تو آپ سے گزارش ہے کہ ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔

منجانب: ادارہ اشاعت اسلام

اسٹاکسٹ

نفیس اکیڈمی

قصر مریم، گوالی لین نمبر 3 نزد مسجد مقدس، اردو بازار، کراچی۔ فون 021-2722080

ملنے کا پتہ

کراچی: 1) زمزم پبلشرز، اردو بازار
2) مکتبہ السعید، شاہ فیصل کالونی
3) نور محمد کارخانہ، آرام باغ
4) بیت القرآن، اردو بازار
5) علمی کتاب گھر، اردو بازار
5) ڈسکاؤنٹ بک شاپ، اردو بازار
7) کتاب خانہ مظہری، گلشن اقبال
8) ادارۃ الانوار، بنوری ٹاؤن
9) بیت الکتب، گلشن اقبال
10) مکتبہ العربیہ، بنوری ٹاؤن
11) مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی
لاہور: 12) مکتبہ رحمانیہ، لاہور
13) المیزان اردو بازار، لاہور
14) مکتبہ الحسن، اردو بازار، لاہور
15) اسلامی کتب خانہ، اردو بازار، لاہور
16) مکتبہ الحرمین، انارکلی بازار
17) مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار، لاہور
18) ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور
19) مشتاق بک کارنر، اردو بازار، لاہور
چکوال: 20) کشمیر بک ڈپو، گنگ روڈ، چکوال
21) شمع بک ایجنسی، اردو بازار
حیدرآباد: 22) مکتبہ اصلاح و تبلیغ
23) مکتبہ دارالخیر، اردو بازار
اکوڑہ خٹک: 24) مکتبہ رحیمیہ
25) مکتبہ علمیہ
راولپنڈی: 26) کتب خانہ رشیدیہ
27) مکتبہ صفدریہ
28) اسلامی کتاب گھر 29) مکتبہ محمودیہ
ملتان: 30) مکتبہ امدادیہ
کوئٹہ: 31) مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ۔

فہرست مضامین

موضوعات	صفحہ نمبر

عرض مؤلف ---------- ۳۰

موضوع نمبر ۱

موت کی حقیقت

موت کی حقیقت کیا ہے؟ ---------- ۳۴

ایک وعظ ---------- ۳۴

موت مومن کے لیے تحفہ ہے ---------- ۳۴

موت کی سختیاں ---------- ۳۵

موت کے بعد جسم کی حالت ---------- ۳۵

موت سے پہلے اپنے مقام کا مشاہدہ کرنا ---------- ۳۶

موت کے وقت مومن اور کافر فرشتوں کو دیکھتے ہیں ---------- ۳۶

مرتے وقت آدمی کی زبان کیوں بند ہو جاتی ہے ---------- ۳۶

ہر سال مردوں کا نام لکھا جاتا ہے ---------- ۳۷

- انسان کے تین گھر ---------- ۳۸
- موت کے وقت برے اور اچھے دونوں اعمال پیش کیے جاتے ہیں ---------- ۳۸
- کافر اور گناہگار کو اس کے اچھے کام کی جزا دنیا میں ہی مل جاتی ہے ---------- ۳۸
- موت کے وقت اعمال صالحہ آڑے آتے ہیں ---------- ۳۹
- ۸۰ برس سے موت کی تکلیف سہہ رہا ہوں ---------- ۳۹
- جب کافر کو موت آتی ہے تو وہ دنیا کی طرف واپس آنے کی خواہش کرتا ہے ---------- ۴۰
- موت کے وقت کافر کا ایمان قبول نہیں ہوتا ---------- ۴۰
- خاتمہ بالخیر کی علامت ---------- ۴۰
- موت کے وقت مومن اور گناہگار کی ۶ نشانیاں ---------- ۴۱
- سکرات اور جان کنی کی پہچان و علامات ---------- ۴۱

موضوع نمبر ۲

ملک الموت کی انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقاتوں کے واقعات

- ملک الموت ---------- ۴۳
- ملک الموت کی روح سے بات چیت ---------- ۴۴
- ملک الموت اطراف عالم میں پھیلی ہوئی روحیں کیسے نکالتا ہے؟ ---------- ۴۴
- نابینا بھی ملک الموت کو دیکھتا ہے ---------- ۴۴
- ملک الموت مومنوں پر نرمی کرتا ہے ---------- ۴۵
- ملک الموت کی موت ---------- ۴۵
- ملک الموت پر موت کی سختی کی کیفیت ---------- ۴۵
- ملک الموت سے ایک انسان کی مغفرت کے کلمات ---------- ۴۵
- بیماری کا بیان ---------- ۴۶
- ملک الموت کیسے شکل بدل کر آتے ہیں؟ ---------- ۴۶

- ملک الموت چھپ کر کیوں آنے لگے؟ ---------- ۴۶
- انبیائے کرام اور موت ---------- ۴۷
- حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ملک الموت ---------- ۴۷
- کافر اور مومن کے سامنے ملک الموت کا مشاہدہ ---------- ۴۸
- ملک الموت کا ایک عورت کی روح قبض کرتے ہوئے افسوس کا اظہار ---------- ۴۹
- ایک ظالم کی روح قبض کرنے جب ملک الموت پہنچا ---------- ۴۹
- ایک نیک شخص کی حالت سجدہ میں ملک الموت کا روح قبض کرنا ---------- ۵۰
- بنی اسرائیل کے ایک مالدار شخص کو ملک الموت کا الٹی میٹم ---------- ۵۱
- ایک بادشاہ کی ملک الموت سے ملاقات ---------- ۵۲
- مرتے وقت ملک الموت کے نظر آنے پر موجودہ دور کے واقعات ---------- ۵۳
- ملک الموت کی خوفناک شکل ---------- ۵۴

موضوع نمبر ۳

ملک الموت کا انبیاء علیہ السلام کی روح قبض کرنے کے واقعات

- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک الموت سے ملاقات ---------- ۵۵
- حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ملک الموت کا آنا ---------- ۵۵
- حضرت داؤد علیہ السلام کی ملک الموت جب روح قبض کرنے آیا ---------- ۵۶
- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موت کا منظر ---------- ۵۶
- فرشتے کے بازو پر حضرت ادریس علیہ السلام کی ملک الموت نے روح قبض کی ---------- ۵۷

موضوع نمبر ۴

موت کے وقت فرشتوں کے چھونے اور اعمال کو سونگھنے کے واقعات

- موت سے پہلے فرشتوں کا آنکھوں دیکھا نظارہ ---------- ۵۸
- موت کے وقت فرشتوں کا اعضاء کو چھونا ---------- ۵۸

- فرشتوں کی خوشبو ---- ۵۹
- جنت کا پانی پینے والے ---- ۵۹
- فرشتے کا انسانی جسم سونگھ کر نیک اعمال تلاش کرنا ---- ۵۹
- گناہگار ڈاکو کی تلی میں چھپا ہوا کلمہ فرشتوں کو نظر آ گیا ---- ۶۰

موضوع نمبر ۵

روح کی حقیقت

- روح کیا ہے؟ ---- ۶۲
- مومن اور کافر کی روح کس طرح نکلتی ہے؟ ---- ۶۲
- مومن اور کافر کی روح نکلنے کی نشانی ---- ۶۲
- رگوں سے خون کا اخراج ہونا ---- ۶۳
- کافر کی روح کی کیفیت ---- ۶۳
- مومن کی قبض روح کا ایک نظارہ ---- ۶۳
- کافر کی روح قبض ہونے کا منظر ---- ۶۴
- کیا روح سرچشمۂ علوم ہے؟ ---- ۶۵
- روح کے چار گھر ہیں ---- ۶۵
- روح کا دنیا والوں سے تعلق ---- ۶۶
- اس قول پر تبصرہ کہ مومنوں کی روحیں ساتویں آسمان پر علیین اور کافروں ---- ۶۷
کی روحیں ساتویں زمین پر سجین میں ہیں ----

موضوع نمبر ۶

موت کے بعد حرکت اور کلام کرنے کے واقعات

- موت کے بعد کلام کرنے پر دور صحابہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ---- ۶۹
- مردے کا کلمہ شہادت پڑھنا ---- ۶۹

- موت کے بعد حرکت کرنا ---- ۷۰
- شیخ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے موت کے بعد انگلی اٹھا کر اشارہ کیا ---- ۷۰
- وہ موت کے بعد زندہ ہو کر ایک مہینہ حیات رہے ---- ۷۰
- گجرات کے ولی اللہ کا عجیب واقعہ ---- ۷۱
- موت کے بعد مرید نے بزرگ کا انگوٹھا پکڑ لیا ---- ۷۱
- صالح عمل کے ثمرات ---- ۷۱
- دور جدید کا تازہ واقعہ ---- ۷۲
- ایک بادشاہ کا قبر میں حال ---- ۷۲
- بنی اسرائیل کے ایک شخص کا موت کے تین دن بعد کلام ---- ۷۳
- موت کے بعد گفتگو ---- ۷۳

موضوع نمبر ۷

موت کے اچانک آ جانے کے حیران کن واقعات

- موت اچانک آتی ہے ---- ۷۵
- موت برحق ہے مگر کفن میں شک ہے ---- ۷۶
- رب چاہے تو ڈاکٹر کے سامنے موت دیدے ---- ۷۶
- موت ایسے بھی آتی ہے ---- ۷۷
- زمین اژدھے کی طرح نگلتی چلی گئی ---- ۷۷
- قبر انتظار کر رہی تھی ---- ۷۸
- موت کا پیغام ---- ۷۹

موضوع نمبر ۸

موت کے وقت اچھے اور برے کلمات کہنے والوں کے واقعات

- آنکھوں دیکھا حال ---- ۸۱

موت کے وقت شراب کے گلاس کی تمنا ---------- ۸۱
ایک پیسہ کی ایک گڈی کہتے کہتے موت آ گئی ---------- ۸۱
مرتے وقت کافر کی موت کی تمنا کرنا ---------- ۸۳
مرتے وقت عربی میں کلام ---------- ۸۳
بعد المرگ کلمے کی صدا ---------- ۸۳
مرتے وقت کے آخری کلام پر سات مشاہدات ---------- ۸۴
ایک ڈاکٹر کے آخری کلمات ---------- ۸۴
ایک زمیندار کے آخری کلمات ---------- ۸۵
حافظ قرآن کی بیوی کی موت ---------- ۸۵
وکیل صاحب کے آخری کلمات ---------- ۸۵
مرتے وقت گالیاں نکالنا ---------- ۸۵
ایک نیک آدمی کی موت ---------- ۸۶
مرتے وقت گانا گانا ---------- ۸۶
موت کے وقت شیطان کے ورغلانے کا چشم دید واقعہ ---------- ۸۷
موت کے وقت فرشتوں کا استقبال ---------- ۸۷
موت کے وقت جنت کی خوشبو سونگھنا ---------- ۸۸
ملک الموت کو خوش آمدید کہنا ---------- ۸۸
قرآن کی آیت پڑھتے ہوئے موت ---------- ۸۸

موضوع نمبر ۹

اللہ کے عاشقوں کی موت کے واقعات

ایک پروفیسر صاحب کی حسن خاتمہ پر موت ---------- ۸۹
جنرل واجد علی برکی کے مرنے سے پہلے سوال ---------- ۸۹
کلمہ پڑھنے کے بعد موت ---------- ۸۹

اللہ کے عاشق کو موت کا انتظار ---------- ۹۰
موت کے صحیح وقت کی پیشگوئی ---------- ۹۰
موت کے لیے صحیح جگہ کی تلاش ---------- ۹۱
موت کے وقت عجیب شے کا دیکھنا ---------- ۹۱
عورت کے جال کو توڑ کر ایک نوجوان کا اللہ کے خوف سے انتقال ---------- ۹۲
موت کے وقت شیطان سے ملاقات ---------- ۹۳
اللہ کی راہ میں رضائے الٰہی کی خاطر موت کا واقعہ ---------- ۹۳
زندگی بھر موت کو یاد رکھنے والے بزرگ کا واقعہ ---------- ۹۴
موت کے وقت آسمان کے دروازے کا دیدار ---------- ۹۵
موت کے وقت غیبی آواز نے رضا کا پروانہ جاری کر دیا ---------- ۹۵
غیبی کفن ---------- ۹۵
ایک اللہ کے ولی کا واقعہ ---------- ۹۶
موت کا استقبال ---------- ۹۶
موت کی پیشن گوئی کرنے والا شخص ---------- ۹۶
میں کل مر جاؤں گا ---------- ۹۷
ایک ولی اللہ کی موت کا واقعہ ---------- ۹۷
عرب شہزادے کی موت کا رلا دینے والا واقعہ ---------- ۱۰۰
ایک عبادت گزار غلام کی موت کا واقعہ ---------- ۱۰۵
حضرت ابو ثعلبہ خشنی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی پسند کی موت ملی ---------- ۱۰۸

موضوع نمبر ۱۰

اللہ کے نافرمانوں کی بری موت کے حیران کن واقعات

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کا موت کے وقت قابل عبرت حال دیکھا ---------- ۱۰۹
مردہ تین مرتبہ اٹھ کر بیٹھ گیا ---------- ۱۰۹

- بھائی کی دولت ہتھیانے والی کی عبرتناک موت ---- ۱۱۰
- سانپ سانپ کی آواز نکالتے ہوئے وہ موت کے منہ میں چلی گئی ---- ۱۱۲
- زمین نے تمام لوگوں کو نگل لیا ---- ۱۱۳
- مرتے وقت اپنی محبوب چیز کا طلب کرنا ---- ۱۱۴
- والدین کی بددعا سے بری موت کے مشاہدات ---- ۱۱۵
- ایک نوجوان کی بری موت ماں کو مارنے کی وجہ سے ---- ۱۱۵
- بے نمازی اور فیشن پرستی پر عذاب قبر ---- ۱۱۶
- ٹی وی کے ساتھ دفن ہونے والی لڑکی کا واقعہ ---- ۱۱۷

موضوع نمبر ۱۱

مردے کو اچھا کفن دینا

- مردے کو اچھے کفن میں دفنانا چاہیے ---- ۱۱۹
- قبر کے ذریعے کفن کی منتقلی ---- ۱۱۹

موضوع نمبر ۱۲

جنازوں کے عجائبات

- جنازوں میں فرشتوں کی شرکت ---- ۱۲۱
- قبرستان کے گورکن کی حیران کن باتیں ---- ۱۲۱
- جنازے پر پرندوں کا سایہ ---- ۱۲۲
- حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا غیبی نماز جنازہ ---- ۱۲۲
- نماز جنازہ میں تین لاکھ آدمی ---- ۱۲۳
- جنگل میں کفن ---- ۱۲۳

موضوع نمبر ۱۳

تختۂ غسل پر مردوں کے زندہ ہو کر پھر مرنے کے واقعات

- موت کے غسل میں ہنسنا ---- ۱۲۶
- زوردار قہقہہ ---- ۱۲۶
- جب مردے نے دائیں ہاتھ سے غسل دینے کا اشارہ کیا ---- ۱۲۷
- موت کی عجیب داستان ---- ۱۲۷
- تختۂ غسل پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا تبسم فرمانا ---- ۱۲۸
- تختۂ غسل پر اٹھ کر بیٹھ جانا ---- ۱۲۹

موضوع نمبر ۱۴

مردوں کی موت سے دنیا میں واپسی کے حیران کن واقعات

- مردوں کے زندہ ہونے کا واقعہ ---- ۱۳۰
- موت کے بعد زندہ ہونے کے چند واقعات ---- ۱۳۱
- ام سعد رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا مرنے کے بعد زندہ ہونا ---- ۱۳۲
- مرا ہوا انسان دوبارہ زندہ ہو گیا ---- ۱۳۲
- ایک بزرگ کا موت کے بعد زندہ ہونا ---- ۱۳۳
- روزنامہ جنگ کا واقعہ (مردہ زندہ ہو گیا) ---- ۱۳۴
- ۴ سالہ بچہ برفانی جھیل میں گر کر زندہ بچ گیا ---- ۱۳۴
- روح کی دنیا میں واپسی ---- ۱۳۵
- موت کے منہ سے واپسی ---- ۱۳۵

موضوع نمبر ۱۵

موت کے آخری لمحات میں مشہور شخصیات پر کیا گزری؟

- جب موت کا فرشتہ قریب آیا (آخری وقت میں مشاہیر عالم پر کیا گزری؟) [illegible] ---- ۱۳۹

موضوع نمبر ۱۶

قبر کی حقیقت

- قبر امن یا عذاب کا گھر ہے ---------- ۱۴۲
- قبر کی نار اور بہار ---------- ۱۴۲
- مومن کی قبر قیامت تک کے لیے سرسبزی وشادابی سے بھر دی جاتی ہے --- ۱۴۳
- قبر میں ہر انسان کے سامنے اس کا ٹھکانہ خواہ جنت ہو یا جہنم مسلسل پیش کیا جاتا ہے - ۱۴۴
- قبر کا بھینچنا، جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں ---------- ۱۴۴
- جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب میں مرنے والے عذاب قبر سے محفوظ رہتے ہیں -- ۱۴۴
- وہ لوگ جن کو زمین نہیں کھاتی ---------- ۱۴۵
- قبر میں نیکی بدی کا انجام ---------- ۱۴۶
- قبر میں بدی کا انجام ---------- ۱۴۷
- عذاب قبر کا آنکھوں دیکھا حال ---------- ۱۴۹
- مسلمان کی قبر کشادہ اور کافر کی تنگ کر دی جاتی ہے ---------- ۱۴۹
- چوپائے عذاب قبر کی آواز کو سنتے ہیں ---------- ۱۴۹
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عذاب قبر سے پناہ مانگنا ---------- ۱۵۰

موضوع نمبر ۱۷

انبیاء علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تر و تازہ نعشیں

- حضرت دانیال علیہ السلام کی نعش مبارک تین سو سال بعد بعینہ دیکھی گئی -- ۱۵۱
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے اذان کی آواز ---------- ۱۵۲
- چند اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسموں کی منتقلی ---------- ۱۵۲
- حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی منتقلی ---------- ۱۵۳
- سر سے آواز حق ---------- ۱۵۳

- لاش مبارک کے پاؤں کی چھنگلیوں سے تازہ خون ---------- ۱۵۴
- حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر سے اٹھتا ہوا نور ---------- ۱۵۴
- قبر میں رحمت خداوندی کا ایک واقعہ ---------- ۱۵۵
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی قبروں سے مشک کی خوشبو آنا ---------- ۱۵۵
- غزوہ احد کے شہیدوں کا تازہ خون ---------- ۱۵۶
- صحابہ رضی اللہ عنہ کا نقل کردہ واقعہ ---------- ۱۵۶
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت پر رونے کی آوازیں ---------- ۱۵۶
- ابن عباس رضی اللہ عنہ کے دفن کے وقت سفید پرندے کا نزول ---------- ۱۵۷
- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر کشائی کا واقعہ - ۱۵۷
- حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی جہاز میں وفات کے بعد سات روز تک ---- ۱۵۸
  سفر کرتی ہوئی تر و تازہ نعش ---------- ۱۵۸
- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا پاؤں ---------- ۱۵۹
- حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کشائی ---------- ۱۶۰
- حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو کھدائی کے دوران پھاوڑا لگتے ہی خون جاری ہو گیا - ۱۶۱
- حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی تر و تازہ لاش کا مشاہدہ ---------- ۱۶۱

موضوع نمبر ۱۸

مرنے کے بعد خواب میں مردوں سے ملاقات کے حیران کن واقعات

- خواب کی اہمیت ---------- ۱۶۳
- زندوں اور مردوں کی ملاقات خواب میں ---------- ۱۶۳
- زندوں اور مردوں کی ملاقات پر چند واقعات ---------- ۱۶۴
- بشر بن حافی پر اللہ کے انعامات ---------- ۱۶۷
- خواب میں شرکاء جنازہ کی بخشش کی بشارت ---------- ۱۶۸
- بعد از وصال ملاقات ہونا ---------- ۱۶۸

- قبر کے مناظر ایک بزرگ کی زبانی ---------- ۱۶۹
- خواب میں قرض کی طرف اشارہ ---------- ۱۶۹
- خواب میں اللہ کی طرف جھکنے کا اشارہ میری رہائی کی صورت بن گیا ---------- ۱۷۰
- مردے پر اللہ کے انعامات ---------- ۱۷۱
- خواب میں اونٹنی کا بدلنا ---------- ۱۷۱
- جنتی استقبال ---------- ۱۷۳
- موت کے بعد ملاقات ---------- ۱۷۳
- ایک مجاہد کی شہادت کے بعد ماں سے ملاقات ---------- ۱۷۵
- صبر جمیل پر جنت کا حصول ---------- ۱۷۷
- ایک اور خواب جو سچ ثابت ہوا ---------- ۱۷۷
- خواب میں مردوں سے ملاقات پر انگریزوں کے تین واقعات ---------- ۱۸۰
- (۱) خواب میں مردے کی نشاندہی ---------- ۱۸۰
- (۲) دو انگریز دوستوں میں ایک کی خواب میں موت کے بعد ملاقات ---------- ۱۸۰
- (۳) موت کے بعد قاتل اور اپنی لاش کی نشاندہی ---------- ۱۸۱

موضوع نمبر ۱۹

موت کے بعد بخشش پانے والوں کے حیران کن واقعات

- گناہگار کے اندر ایمان کا نور بخشش کا سبب بن گیا ---------- ۱۸۳
- پروردگار ماں سے زیادہ رحیم ہے ---------- ۱۸۳
- ۲ بے گناہوں کو قتل کرنے والے کی موت کے بعد مغفرت ---------- ۱۸۴
- مرحوم کی بخشش اور خواب کی حقیقت ---------- ۱۸۵
- پرندوں کا جنت کی بشارت دینا ---------- ۱۸۵
- گناہگار کی [illegible] ---------- ۱۸۶
- ایک مرد صالح کی کرامت ---------- ۱۸۶

- گنہگار آدمی کی موت کے بعد ایک بزرگ کو مغفرت کی بشارت ---------- ۱۸۷
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پر بارش کرم ---------- ۱۸۸
- مسلم بن خالد زنگی اور ابن جریج کی بخشش ---------- ۱۸۸
- سلمۃ رحمۃ اللہ علیہ بن کہیل کی بخشش ---------- ۱۸۹
- وقا بن بشر رحمۃ اللہ علیہ کی بخشش ---------- ۱۸۹
- عبداللہ بن ابی حبیبۃ رحمۃ اللہ علیہ کی بخشش ---------- ۱۸۹
- عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بن سلیمان کی بخشش ---------- ۱۸۹
- عامر بن عبد قیس رحمۃ اللہ علیہ کی بخشش ---------- ۱۹۰
- ابو العلاء ایوب رحمۃ اللہ علیہ اور منصور بن زاذان کی بخشش ---------- ۱۹۰
- ایک بچی کی بخشش ---------- ۱۹۰
- چند عورتوں کی بخشش ---------- ۱۹۰
- فضیل رحمۃ اللہ علیہ بن عیاض کی بخشش ---------- ۱۹۱
- مرہ ہمدانی کی بخشش ---------- ۱۹۱
- اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی بخشش ---------- ۱۹۱
- بشر حافی رضی اللہ عنہ اور معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی بخشش ---------- ۱۹۲
- شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی بخشش ---------- ۱۹۳
- میسرہ رحمۃ اللہ علیہ بن سلیمان کی بخشش ---------- ۱۹۳
- سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی بخشش ---------- ۱۹۴
- شعبہ بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ اور مسعر رحمۃ اللہ علیہ کی بخشش ---------- ۱۹۴

موضوع نمبر ۲۰

مردے سے قبر میں فرشتوں کے سوالات

- [illegible] سوال و جواب کب شروع ہوتا ہے؟ ---------- ۱۹۶
- [illegible] فرشتے آتے ہیں ---------- ۱۹۶

- میت کے پاس (قبر میں) آنے والے دونوں فرشتوں کے نام اور ان کی کیفیت - ۱۹۶
- اللہ تعالیٰ مومنوں کو قبر کے سوال و جواب میں ثابت قدم رکھتا ہے -------- ۱۹۷
- جن سے قبر میں نکیرین کا سوال نہ کیا جائے گا -------- ۱۹۷
- کیا ان مردوں سے سوال ہوتا ہے جو دفن نہیں کیے گئے -------- ۱۹۷
- قبر میں مردے سے منکر نکیر کے سوالات کرنے پر ایک واقعہ -------- ۱۹۸
- نکیرین کی لاجوابی -------- ۱۹۹
- بیٹے کے ساتھ قبر میں دفن ہو کر بھاگنے والے شخص کا واقعہ -------- ۱۹۹

موضوع نمبر ۲۱

مردے کی حیران کن باتیں

- موت کے بعد مردہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے -------- ۲۰۰
- مرنے کے بعد آنکھوں کے کھلی رہنے کی وجہ -------- ۲۰۰
- مردے کون کونسے دن اپنے گھروں کے دروازوں پر آتے ہیں؟ -------- ۲۰۱
- مرنے کے بعد روح ایک مہینے تک گھر میں رہتی ہے -------- ۲۰۱
- مردے کا تمام جسم سڑ جاتا ہے -------- ۲۰۱
- مردے کی نصیحت -------- ۲۰۱
- قبر میں مردوں کو ان کی عقلیں لوٹا دی جاتی ہیں -------- ۲۰۱
- مردے کے سامنے زندہ لوگوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں -------- ۲۰۲
- موت کے بعد مردوں پر دنیا والوں کے اسرار کھل جاتے ہیں -------- ۲۰۲
- مردے کا سلام کا جواب دینا -------- ۲۰۲
- مردہ کیا کہتا ہے؟ -------- ۲۰۳

موضوع نمبر ۲۲

قبر سے مردوں کے غائب ہونے کے واقعات

- قبر کھولتے ہی لاش کو غائب پایا -------- ۲۰۴

- بنی اسرائیل کے ایک بزرگ کی لاش اٹھالی گئی -------- ۲۰۴
- حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش غائب ہوگئی -------- ۲۰۵
- پرندے نے مردے کو نگل لیا -------- ۲۰۵
- شہید کی لاش کی حفاظت -------- ۲۰۵
- حضرت ثابت البنانی کی میت ہاتھوں سے غائب ہوگئی -------- ۲۰۷

موضوع نمبر ۲۳

اولیاء اللہ کی خوشبو سے معطر قبروں کے واقعات

- قبروں میں زندہ ہونے کا ثبوت -------- ۲۰۸
- قبر میں فرحت انگیز خوشبو -------- ۲۰۸
- قبر کی خوشبو -------- ۲۰۹
- مولانا موسیٰ روحانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے خوشبو -------- ۲۰۹
- قبر میں جنت کا فرش -------- ۲۱۰
- پھولوں سے بھری ہوئی معطر قبر -------- ۲۱۰
- مردے کے سینے پر پھولوں کا گلدستہ -------- ۲۱۰
- قبر ریحان کے پھولوں سے بھری ہوئی تھی -------- ۲۱۱
- نیک میت کی قبر کی مٹی سے خوشبو -------- ۲۱۱
- حافظ کی قبر کی خوشبو دلوں کو معطر کر گئی -------- ۲۱۱
- قبر کی کشادگی اور اس میں خوشبو کی مہک -------- ۲۱۲
- تلاوت قرآن کی خوشبو -------- ۲۱۲
- قبر میں خوشبودار پانی -------- ۲۱۲
- نیک عورت کا قبر میں تروتازہ جسم -------- ۲۱۳
- گناہ کی دعوت ٹھکرانے والے طالب علم کی میت کی خوشبو -------- ۲۱۵
- ایک نمازی کی قبر کا حال -------- ۲۱۶

موضوع نمبر ۲۴

اولیاء اللہ کی قبروں میں تروتازہ نعشوں کے حیران کن واقعات

- حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح سلامت جسم کی منتقلی ---------- ۲۱۷
- امام مسجد کی قبر کا ۶۰ سال بعد کھولنا ---------- ۲۱۷
- شیخ احمد حسن مرحوم کی قبر کشائی ---------- ۲۱۸
- سفید ریش بزرگ کا تروتازہ جسم ---------- ۲۱۸
- داڑھی منڈے اور داڑھی والے کا قبر میں حال ---------- ۲۱۸
- ایک صالح مرد کی قبر کشائی ---------- ۲۱۹
- سات مردوں کی تروتازہ نعشیں ---------- ۲۲۰
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ۲۳۰ برس بعد قبر میں تروتازہ جسم ---------- ۲۲۰
- قبر کھلتے ہی چہرہ اور کفن صحیح سلامت پایا ---------- ۲۲۰
- حضرت شیخ محمد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا قبر میں تازہ خون ---------- ۲۲۱
- ایک گورکن کا آنکھوں دیکھا واقعہ ---------- ۲۲۱
- عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ شہادت کے بعد بھی آنکھیں کھولے رہے ---------- ۲۲۲

موضوع نمبر ۲۵

عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثواب قبر میں

- جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے والا مرنے سے پہلے ہی اپنا ٹھکانہ جنت -- ۲۲۳
  میں دیکھ لیتا ہے ---------- ۲۲۳
- سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کی وجہ سے قبر میں فرشتوں کی مدد ---------- ۲۲۳
- برکات درود ---------- ۲۲۴
- قبر کا دوست کون؟ ---------- ۲۲۵

موضوع نمبر ۲۶

اللہ والوں پر قبروں میں انعامات کے واقعات

- لاش خود بخود لحد میں اتر گئی ---------- ۲۲۶
- ساتھ والی قبر میں روشنی کی کرنیں ---------- ۲۲۶
- بزرگ کی کرامت، انگریزوں پر پتھروں کی بارش ---------- ۲۲۶
- فرمانبردار بیوی کا قبر میں ریشم کے بستر پر آرام ---------- ۲۲۷

موضوع نمبر ۲۷

قبر میں قرآن کی تلاوت وعبادات کے حیران کن واقعات

- قبر میں تخت پر بیٹھے بزرگ کی تلاوت قرآنی ---------- ۲۲۸
- خوبصورت نوجوان کی قبر میں تلاوت ---------- ۲۲۸
- حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کا قبر میں نماز پڑھنا ---------- ۲۲۹
- قبر میں نورانی بزرگ کی تلاوت قرآن کرنا ---------- ۲۲۹
- قبر میں سے تلاوت قرآن کی سریلی آواز ---------- ۲۲۹
- قبر میں حافظ قرآن بننا ---------- ۲۳۰
- عالم برزخ میں عبادت ---------- ۲۳۰
- قبر میں علوم میں مشغولیت ---------- ۲۳۰
- سبز لباس پہنے ہوئے بوڑھے آدمی کی تلاوت ---------- ۲۳۱
- صحابہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک شخص کی قبر میں سے آواز تلاوت --- ۲۳۱
- اللہ کے نیک بندے قبر میں بھی قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں ---------- ۲۳۱

موضوع نمبر ۲۸

دنیا میں قرآن کی تلاوت کے قبروں میں انوارات پر واقعات

- سورہ ملک اور سورہ سجدہ کی تلاوت کرنے والا عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے --- ۲۳۳

قرآن کی تلاوت کا قبر میں غلبہ ---- ۲۳۳
تین نوروں کی سفارش ---- ۲۳۳
مردے کے سر سے نور کا ظہور ---- ۲۳۴

موضوع نمبر ۲۹

شہیدوں پر اللہ کے انعامات کے حیران کن واقعات

شہید کی موت کی کیفیت ---- ۲۳۵
شہید کی لاش کے قریب جنتی لڑکیاں ---- ۲۳۵
لاشوں سے نور ---- ۲۳۵
دریا کے شہیدوں پر انعام خداوندی ---- ۲۳۶
نورانی چہرہ ---- ۲۳۷
شہید کے منہ میں پھل نما چیز ---- ۲۳۷
شہید کے جسم سے نورانی شعاعیں ---- ۲۳۹
عبدالوہاب کا نور ---- ۲۳۹
آگ کا مسلمانوں کے ہمدرد سکھوں کی لاشوں کو جلانے سے انکار ---- ۲۴۱

موضوع نمبر ۳۰

شہیدوں کے معجزات کے حیران کن واقعات

شہیدوں کے آنکھوں دیکھے مشاہدات ---- ۲۴۲
شہید کے خون سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بنتا چلا گیا ---- ۲۴۲
شہید کی خواب میں اپنے ساتھیوں کی مدد، ذخیرہ وہاں ہے ---- ۲۴۳
میرا بھائی یہاں دفن ہے ---- ۲۴۳
شہید کی داڑھی جو ڈھائی سال بعد پہلے سے لمبی ہوگئی: ایک قبر کشائی کا منظر ---- ۲۴۳
قبروں کی منتقلی کے لیے خواب میں گزارش ---- ۲۴۴

یہاں آؤ! کمیونسٹ میری لاش لے جانا چاہتے ہیں ---- ۲۴۴
خواب میں مجاہد نے اپنی قبر کی نشاندہی کرادی ---- ۲۴۵
شہید کی بیوہ کا شوہر کے ساتھ خواب میں کھانا کھانا ---- ۲۴۵
نماز جنازہ میں شہید کی شرکت ---- ۲۴۶
شہید کا خون ---- ۲۴۷
حیدر علی شہید قبر میں بیٹھے قرآن پڑھ رہے تھے ---- ۲۴۷
شہید کے کٹے ہوئے سر سے تلاوت قرآن ---- ۲۴۸
میرا ساتھی اٹھ کھڑا ہوا اور روسی کی گردن پکڑ لی ---- ۲۴۹
اپنا ہاتھ ہٹالو ---- ۲۴۹
شہادت کے بعد بیٹے کی ماں سے ملاقات ---- ۲۵۰
شہادت کے بعد وہ ہنس رہا تھا ---- ۲۵۱
میجر سرور شہید کا شہادت کے بعد ہوا میں سفر ---- ۲۵۱
سر کا سفر ---- ۲۵۱
شہادت کے بعد مجاہد کی زبان پر اللہ کا ذکر ---- ۲۵۱
موت کے بعد ماں کی دست بوسی ---- ۲۵۳
شہادت کے بعد طواف کعبہ ---- ۲۵۴
ماں کے کہنے پر شہید نے آنکھیں کھول دیں ---- ۲۵۴
ٹھنڈی برف میں گرم شہداء ---- ۲۵۵
سمندر میں قبر ---- ۲۵۵

موضوع نمبر ۳۱

طالبان شہداء کی تروتازہ نعشوں کے چند واقعات

تورابورا: تین ماہ گزرنے کے باوجود کوہ سفید پر ۳۳ عرب شہداء صحیح وسالم پائے گئے ---- ۲۵۷
قندوز: شہید کے جسم سے عجیب وغریب خوشبوئیں ---- ۲۵۸

- طالبان شہداء محفوظ جبکہ امریکی لاشیں گل سڑ جاتی ہیں، امریکی ڈاکٹر ----- ۲۵۸
- پیارے بھائی جان ہم سے بات کرو ---- ۲۵۸
- شہید کی قبر کی بے حرمتی کی سزا ---- ۲۵۸
- خواب میں شہید عرب مجاہد میری گردن دبوچ لیتا ہے، بے خوابی کے ---- ۲۵۹
عذاب میں مبتلا ہوں ---- ۲۵۹

موضوع نمبر ۳۲

شہداء کی تروتازہ نعشوں کے آنکھوں دیکھے واقعات

- شہداء کی کرامت اور تروتازہ اجسام ---- ۲۶۰
- شہداء کی نرالی شان ---- ۲۶۱
- ۱۸ ماہ پرانی خون بہتی لاش ---- ۲۶۲
- ۵ ماہ پرانی تروتازہ لاش ---- ۲۶۲
- شہادت مبارک ہو! لیٹے رہو ---- ۲۶۲
- قبر کی کھدائی اور شہید کے زخم کا تازہ خون ---- ۲۶۳
- شہادت کے بعد بھی زندہ ---- ۲۶۳
- شہید کی بندوق پر گرفت ---- ۲۶۴
- شہید کی خوشبودار قمیض ---- ۲۶۵
- شہید عورت کی قبر کشائی ---- ۲۶۵
- گیارہ ماہ پرانی تروتازہ لاش ---- ۲۶۶
- خانیوال اسٹیشن پر حادثے میں شہید ہونے والے کا واقعہ ---- ۲۶۶
- خوشبودار اور تازہ نعش ---- ۲۶۷
- نیک اور پرہیزگار لوگوں سے ارواح ملاقات کرتی ہیں ---- ۲۶۹
- چین کے آثار قدیمہ کا ایک جدید واقعہ ---- ۲۷۱
- شہید کی آنکھیں کھلیں اور اشک رواں ہو گئے ---- ۲۷۲

- شہید کی قبر سے نکلنے والی خوشبو نے فضا معطر کر دی ---- ۲۷۲
- حیات شہید کا ایک واقعہ ---- ۲۷۳

موضوع نمبر ۳۳

قبر والوں کے حیران کن واقعات

- مردے کی بتائی ہوئی باتیں سچ ہوتی ہیں ---- ۲۷۶
- ضروری مسئلے کی نشاندہی پر ایک مردے کا واقعہ ---- ۲۷۶
- قبرستان کے مردوں کا سلام کا جواب دینا ---- ۲۷۷
- مردے کی معلومات ---- ۲۷۷
- تدفین کے بعد کفن واپس لوٹا دیا جاتا ہے ---- ۲۷۷
- شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے رونے پر قبرستان والوں پر سے عذاب ٹل گیا ---- ۲۷۸
- قبر میں شاہانہ چارپائی ---- ۲۷۸
- دنیاوی کفن باہر، جنتی غیبی کفن اندر ---- ۲۷۹
- جنت کا کفن ایک فقیر کے پاس ---- ۲۷۹
- خانہ خدا کی خدمت کا قبر میں اجر ---- ۲۸۰
- آخرت کے لئے جو بھیجا وہ قبر میں مل گیا ---- ۲۸۰
- قبر سے کفن واپس ---- ۲۸۱

موضوع نمبر ۳۴

مردے کو ایصال ثواب پہنچنے کے حیران کن واقعات

- قبر میں کیا کیا چیزیں میت کے کام آتی ہیں؟ ---- ۲۸۲
- قبر میں مردے حسرت عمل کریں گے ---- ۲۸۳
- آگ کے شعلے کو، ماں کی طاقت نے بجھا دیا ---- ۲۸۳
- قبرستان میں ایصال ثواب کا نور چمک رہا تھا ---- ۲۸۳

- اہلِ قبور کا آپس میں جھگڑنا ---------- ۲۸۴
- دعاؤں کے تحفے کا دسترخوان ---------- ۲۸۴
- اولاد کی تلاوت قرآن پر باپ کے قبر میں مزے ---------- ۲۸۴
- بیٹے کے قرآن مجید پڑھنے اور قبرستان آنے پر ماں کا شکریہ ---------- ۲۸۵
- دعا و ایصال ثواب کا اثر ---------- ۲۸۶
- قبر والوں کے لیے بہترین ہدیہ ---------- ۲۸۶
- بیٹے کی قبر پر حاضری باپ کی خوشی کا باعث بن گئی ---------- ۲۸۷

موضوع نمبر ۳۵

عذاب قبر اور جدید تحقیقات

- عذاب قبر پر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ---------- ۲۸۸
- عذاب قبر اور سائنسی تحقیق ---------- ۲۸۸
- عذاب قبر کی ایک دلیل ---------- ۲۸۸
- عذاب قبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہترین دلیل ---------- ۲۹۰
- مسلمانوں کی لاش نہ جلنے کا معجزہ ایک سکھ کی زبان سے ---------- ۲۹۱
- عذابات قبر پر اکابرین کے تحقیقی دلائل ---------- ۲۹۱

موضوع نمبر ۳۶

عذاب قبر کے حیران کن واقعات

- گردن کو زنجیروں سے جکڑنے کا عذاب ---------- ۲۹۷
- عذاب قبر دیکھنے کے بعد سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے ---------- ۲۹۷
- ابوجہل کو قبر میں عذاب ---------- ۲۹۸
- یہودی پر قبر میں عذاب ---------- ۲۹۸
- کھوپڑی میں [illegible] بھرا ہوا تھا ---------- ۲۹۸

- قبر میں سے گدھے کی آواز ---------- ۲۹۹
- ایک عورت کی قبر کھولنے کے بعد کا دلخراش منظر ---------- ۲۹۹
- عذاب قبر دیکھنے والے شخص کی سزا ---------- ۲۹۹
- بے نمازی عورت کو عذاب ---------- ۳۰۰
- ایک کفن چور کے انکشافات ---------- ۳۰۱
- (۱) آگ کی زنجیریں ---------- ۳۰۱
- (۲) کالا مردہ ---------- ۳۰۱
- (۳) قبر میں باغ ---------- ۳۰۲
- گردن پر کالا سانپ ---------- ۳۰۲
- میرے ایک دوست کی موت کے وقت آنکھیں باہر نکل آنا ---------- ۳۰۲
- قبر سے آگ کے شعلے بھڑک اٹھے ---------- ۳۰۳
- قبر کے شعلوں کی روشنی آسمان تک پھیل گئی ---------- ۳۰۳
- ایک قبر کھودنے والے مزدوروں کا وحشت ناک واقعہ ---------- ۳۰۴
- قبر سے چیخنے کی آواز ---------- ۳۰۴
- مردے کے منہ پر سانپ ---------- ۳۰۴
- عذاب قبر ایک حقیقت ہے ---------- ۳۰۵
- قبر کی پکار ---------- ۳۰۶
- قبر میں گدھا ---------- ۳۰۷
- دفن کے بعد قبر کا گرم ہو جانا ---------- ۳۰۷
- اعمال سانپ کی صورت میں ---------- ۳۰۷
- نماز کی سستی اور قبر میں آگ ---------- ۳۰۸
- قبر کا عذاب، مردہ دفناتے ہی قبر کانپ اٹھی ---------- ۳۰۸
- قبر کا تنگ ہو جانا ---------- ۳۰۹
- بے پردہ عورت کی ٹانگیں سر کے بالوں سے قبر میں بندھی ہوئی تھیں ---------- ۳۰۹

قبر پھٹ گئی ---- ٣١٠
قبر کشائی کے بعد خوفناک منظر ---- ٣١٠
قبر کی آگ سے ہاتھ جل گیا ---- ٣١١
پانچ قبروں کے چشم دید حالات نے گناہگار کو توبہ پر آمادہ کردیا ---- ٣١٣
حافظ، قبر اور روپے ---- ٣١٤
فوجی کی ٹانگ گھٹنے تک گلی ہوئی تھی ---- ٣١٦
تین قبروں کے علاوہ سب قبریں آگ سے بھری پڑی ہیں ---- ٣١٦
ترکی کے گورنر کے لیے کھودی گئی ٢٩ قبروں میں سانپ ---- ٣١٧
زمیندار کا واقعہ ---- ٣١٨
قبر میں آگ کے شعلوں کا دلخراش منظر ---- ٣١٨
قبر میں پچاس ساٹھ سانپ ---- ٣١٩
سانپ مردے کو دفن نہیں کرنے دیتا تھا ---- ٣٢٠
ٹی وی لانے پر عذاب قبر ---- ٣٢٠
عذاب قبر کی وجہ سے مردے کی چیخ و پکار ---- ٣٢٢
قبر میں آگ کا شعلہ ---- ٣٢٣
قبر میں سانپوں نے میت کو دو حصوں میں تقسیم کردیا ---- ٣٢٣
محمد بن عبدالعزیز کا چشم دید واقعہ ---- ٣٢٤
ایک بصری گورکن کا واقعہ ---- ٣٢٤
مردے کا قبر میں ہاتھ کھانے کا واقعہ ---- ٣٢٥
ایک لڑکی کا قبر میں قبلہ سے پھرا ہوا چہرہ ---- ٣٢٥

موضوع نمبر ٣٧

موت اور جدید سائنسی تحقیقات

موت کی تحقیق میں سائیکالوجی کا کردار ---- ٣٢٦

موت کے وقت آوازیں ---- ٣٢٧
موت کی گزرگاہ ---- ٣٢٨
کمپیوٹر کی مدد سے موت کا تجزیہ ---- ٣٢٩
موت کا بائیو کیمیاوی تجزیہ ---- ٣٣٠
ہمارے سیلز کی موت یا زندگی ---- ٣٣١
غیر مادی جسم کیا ہے؟ ---- ٣٣٢

موضوع نمبر ٣٨

موت کے بعد کی زندگی اور جدید سائنسی تحقیقات

اعتراف حقیقت ---- ٣٣٩
مثالی جسم کو موت نہیں آتی ---- ٣٤٠
موت کے بعد زندگی کا سائنسی ثبوت ---- ٣٤١
موت کے بعد زندگی کی پہلی دلیل ---- ٣٤٢
موت کے بعد زندگی پر دوسری دلیل ---- ٣٤٦٦
موت سے زندگی پر چند حیاتیاتی حقائق ---- ٣٤٨
موت کے بعد زندگی کا تصور...... یورپی محقق کی تحقیق ---- ٣٤٩
جسم کے کچھ حصے کٹ کر بھی نہیں مرتے تو کیا مرنے کے بعد زندگی ---- ٣٥١
قائم نہیں رہ سکتی؟ ---- ٣٥١
جسم زندہ، دماغ مردہ ---- ٣٥٢
تین ہزار سال پرانی فرعون کی صحیح سلامت لاش ---- ٣٥٤
ایک جوگی کی قبر میں ٨ دن کی تدفین ---- ٣٦٠
لاش میں زندگی کے آثار ---- ٣٦١

موضوع نمبر ۳۹

موت کے بعد زندگی پر مغربی ماہرین کی جدید تحقیقات

- حیات بعد الموت پر ماہرین کی تحقیقات ---------- ۳۶۲
- پروفیسر شولمان کی تحقیق ---------- ۳۶۳
- والٹائر کی تحقیق ---------- ۳۶۴
- مشہور سائنسدان ایشاگر کی تحقیق ---------- ۳۶۴
- پروفیسر تشار سنگ کی تحقیق ---------- ۳۶۶
- دنیا کے اس پار ---------- ۳۶۷
- مرنے کے بعد انسانی شخصیت کسی پراسرار شکل میں ظاہر رہتی ہے ---------- ۳۷۳
- انسان کبھی فنا نہیں ہوتا، برطانوی ایئر مارشل کی تحقیق ---------- ۳۷۴
- نیویارک کے ماہر نفسیات ڈاکٹر کارلس اورسس کی تحقیق ---------- ۳۷۴
- شکاگو کے ماہر نفسیات ڈاکٹر ایلزبتھ کی تحقیق ---------- ۳۷۵
- انگلستان کے مسٹر ولیم سٹڈ کی ریسرچ ---------- ۳۷۵
- موت کے بعد زندگی پر فرانسیسی ہیئت دان فلی میرین کی رائے ---------- ۳۷۶
- موت کے بعد زندگی......امریکی یونیورسٹی میں تجربات ---------- ۳۷۸

موضوع نمبر ۴۰

آخرت کی زندگی اور جدید تحقیقات

- آخرت ایک سائنٹفک نظریہ ---------- ۳۷۹
- اطلبیت کا سائنٹفک قانون ---------- ۳۸۲
- نظریہ آخرت کی سائنسی تعریف ---------- ۳۸۴
- کیا انسان روز محشر زندہ نہیں ہوسکتا؟ ---------- ۳۸۵
- زندگی کا خاتمہ قبر پر نہیں ہوتا، جدید تحقیق ---------- ۳۸۵

- آخرت کی فطری ضرورت ---------- ۳۸۶
- آخرت کی فطری ضرورت اور رونو وریڈی کی تحقیق ---------- ۳۸۷
- دوسری زندگی کی عقلی دلیل ---------- ۳۸۸

موضوع نمبر ۴۱

انسان کو زندہ رکھنے کی سائنس کی ناکام کوششیں

- موت کی گرفت ---------- ۳۹۰
- ہمیشہ زندہ رہنے کی سائنس کی ناکام کوششیں ---------- ۳۹۱
- انسانی خلیے کو بنانے کی سائنس کی ناکام کوششیں ---------- ۳۹۲
- موت سے واپسی......چند سائنسی تجربات ---------- ۳۹۹

عرض مؤلف

قارئین کرام کتاب "موت اور قبر کے حیران کن واقعات" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔اس کتاب کو تالیف کرنے کا داعیہ بندے نے کچھ عرصہ پیشتر اپنے بھائی کی جواں مرگ کے بعد کیا۔ واقعی موت ایک ایسا انجام ہے جس سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ ہر انسان کو ہر حال میں مرنا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الذی خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً وھو العزیز الغفور (الملک۔۲)

(ترجمہ) "اللہ تعالیٰ نے موت و حیات کو خلق کیا تا کہ دیکھے تم میں سے کون اچھے اعمال بجالاتا ہے، وہ بڑا طاقتور اور معاف کرنے والا ہے۔"

اللہ نے موت وحیات کو اس لیے خلق فرمایا تا کہ دیکھے کہ اعمال صالح کون بجالاتا ہے۔یہ دنیا ایک امتحان گاہ بنادی گئی ہے۔

موت ایک ایسی راہ ہے جس سے ہر ذی روح کو گزرنا ہے۔ابتدائے آفرینش سے قضاء و قدر کا سلسلہ جاری ہے اور ہر ذی روح کو موت کے ذائقے سے ہمکنار ہونا ہے۔

موت ایک اٹل حقیقت ہے، جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔لیکن ہر شخص کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موت کیا ہے؟ روح کیا ہے؟ اور مرتے وقت انسان پر کیا گزرتی ہے اور مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟ ہمارے مذہب اسلام میں ان باتوں کے جوابات موجود ہیں۔جن کا آگے کچھ ذکر ہے۔اس وقت دنیا کے تقریباً تمام ترقی یافتہ ممالک کے بہت سے ڈاکٹر، سائنس دان اور دیگر ریسرچ کرنے والے موت پر تحقیقات کررہے ہیں۔انہوں نے ہزاروں قریب المرگ لوگوں کے تجربات اور بیانات جمع کیے اور ان کی چھان بین وتجزیہ کررہے ہیں۔

موت کے بعد ہر شخص کو اپنے اعمال کے موافق اللہ کی جزا وسزا کا مزا چکھنا ہے۔چاہے وہ قبر میں ملے یا روز آخرت میں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"سو ان میں سے بعض تو شقی (بدبخت) ہیں اور بعض سعید (نیک بخت) ہیں۔وہ

لوگ جو بدبخت ہیں وہ دوزخ میں جائیں گے اور ان کے لیے گدھے کی اول آواز اور آخر آواز کی طرح (یعنی کبھی لمبے سانس کے ساتھ کبھی تھک کر) چلانا اور دھاڑنا ہے۔ (ھود۔۱۰۶)

محترم قارئین! ہم میں سے ہر شخص کو قبر میں بھی اپنے اچھے اور برے اعمال کی جوابدہی کے لیے تیار ہونا ہے، ہر گناہ گار شخص کو قبر میں عذاب ہوتا ہے اور ہر نیک شخص پر قبر میں انعامات الٰہی نازل ہوتے ہیں۔اگرچہ انسانی آنکھ اسے دیکھ نہیں سکتی۔

مگر بعض دفعہ اللہ تعالیٰ جزاء وسزا کا حال اہل دنیا پر منکشف کرنے کے لیے خود انہی کے ہاتھوں ان پر کسی قبر کی حالت بھی کھول دیتے ہیں۔مثلاً کسی کفن چور نے کوئی قبر کفن چرانے کی غرض سے کھولی تو قبر میں راحت وعذاب کا حال دیکھ کر یا تو خوف ودہشت سے مرگیا یا پھر راحت وخداوندی کا نمونہ دیکھ کر توبہ کرلی۔یا پھر کسی قبر کی منتقلی میں اللہ نے قبر والے کا حال دکھلا دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردہ کی ہڈیاں توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندگی میں اس کی ہڈی توڑ دی جائے۔ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن حزم رضی اللہ عنہ کو ایک قبر سے تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا دیکھ کر فرمایا کہ قبر والے کو تکلیف نہ دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ مرنے والا زندہ ہے۔لیکن ہم اسے مردہ سمجھتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ زندہ ہوتا ہے۔گو اس کی زندگی ہماری اس زندگی سے مختلف ہوتی ہے۔بظاہر تو انسان مرجاتا ہے، لیکن اصل میں وہ ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہوجاتا ہے۔

محترم قارئین آج ہم اس میٹھی دنیا میں آکر اپنے مالک کو بھول گئے، اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ہم اپنی اصل آخری منزل کو بھول گئے۔ہم اس دنیا میں آنے کا مقصد بھول گئے۔ہم اپنی موت اور قبر کو بھول گئے۔ہم قبر میں منکر نکیر کے سوالات اور وہاں کی بے بسی اور قبر کی تنگی وتاریکی کو بھول گئے۔ہم اپنے خدا تعالیٰ کے حضور میں کھڑے ہونے اور اپنے حساب کتاب کو بھول گئے۔

غفلت بھرے انسان تو سن لے، اس بات کو یاد رکھ کوتو رات اور دن موت کے قریب ہو رہا ہے، تو آج جن کو اپنا ساتھی سمجھ رہا ہے، جن کے ساتھ تو اپنا دل بہلا رہا ہے، یہ تیرے کچھ کام نہ آئیں گے، سب اکیلے کو اندھیری قبر میں چھوڑ آئیں گے، اس لیے آج اس دنیا کے لیے تنہائی میں بیٹھ کر نہ رو، دنیا کی حرص وطمع کی نہیں بلکہ اپنی قبر وحشر میں نجات کی سوچ، لہٰذا آج وقت ہے

کچھ سوچنے اور کرنے کا نہ کہ کل۔

موجودہ زمانے میں ہر خاص و عام شخص میں جو محبت دنیا پیدا ہوگئی ہے وہ ہم سب کے سامنے ہے۔ حالانکہ قرآن و حدیث میں دنیا کی محبت پر کس قدر وعیدیں بتائی گئی ہیں۔ چنانچہ اس سے نجات صرف اور صرف موت کی فکر اور روز قیامت کو یاد کرنے میں ہے۔ اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مقدس ہے۔

اذکرو اھاذم اللذات ای الموت

''یاد کرو تم لذت کی زائل کرنے والی چیز، یعنی موت کو۔''

دنیا میں ہر قسم کے لوگ ملتے ہیں، مگر موت کا منکر کوئی نہیں ملتا۔ دنیا میں آنے والا ہر شخص موت کو برحق سمجھتا ہے، کیونکہ یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ دنیا کی ہر چیز، چاہے جاندار ہے یا بے جان، فنا کی طرف رواں دواں ہے، موت کے بعد انسان کے ساتھ کیا معاملہ پیش آنے والا ہے، قبر میں اس کا کیا حال ہوگا اور پھر یوم حساب کو یہی انسان کیونکر دوبارہ اٹھ کھڑا ہوگا، یہ ایسی باتیں ہیں جو ہمارے مشاہدے میں نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں مبعوث ہونے والے ہر نبی علیہ السلام نے اور سب سے آخر میں خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب مراحل کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔

قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے بار باران کا ذکر فرمایا۔ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر اور یوم حساب پر دل سے ایمان لانا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ آج کل کے ماحول میں اگر کسی سے قبر و حشر کی بات کی جائے تو اول تو وہ سنتا ہی نہیں، اگر سنتا ہے تو توجہ نہیں دیتا یا پھر ایسا تاثر ملتا ہے کہ گویا یہ قبر و حشر کا معاملہ کسی دوسرے کے ساتھ پیش آنا ہے۔

زیر نظر کتاب مختلف واقعات کا مجموعہ ہے۔ جن میں احوال برزخ، قبروں کے حالات، قبروں کی زیارت اور میت کے ایصال ثواب سے متعلقہ امور، نیز سوال قبر اور عذاب و راحت قبر پر مشتمل واقعات ترتیب دیئے گئے ہیں۔

ان واقعات کو لکھنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ عوام الناس ان کو پڑھ کر نصیحت و عبرت حاصل کریں۔ **"ان فی ذالک عبرۃ"**

یہ تمام واقعات اس چیز کی گواہی دیتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی قبر کی زندگی ہے، جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور احادیث کی کتب میں محفوظ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر زندگی گزارنے کی توفیق دے اور جو لوگ حیاۃ بعد الممات کے قائل نہیں، انہیں ان چشم دید واقعات کے بعد سچی توبہ کر کے اللہ سے ڈرنا چاہئے۔ آمین۔

اور آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ احقر کی اس کوشش کو شرف قبولیت بخشے اور جو مسلمان اس کتاب کو پڑھے اس کو دار فانی سے متنفر اور دار الباقی کا گرویدہ بنائے۔ آمین۔

والسلام

محمد انور بن اختر

کان اللہ لہ عوضا عن کل شیء

موضوع نمبر ۱

موت کی حقیقت

موت کی حقیقت کیا ہے:

اہل علم کا ارشاد ہے کہ موت عدم محض اور فناءِ صرف کا اسم نہیں ہے۔ موت تو روح کے تعلق کے خاتمے کا نام ہے اور ایک حجاب ہے جو روح اور بدن کے مابین قائم ہو جاتا ہے اور ایک گھر سے دوسرے گھر کی جانب انتقال کر جانے کا نام موت ہے۔

ایک وعظ:

ابو الشیخ نے اپنی تفسیر میں اور ابو نعیم نے بلال بن سعد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنے وعظ میں کہا:

''اے دائمی زندگی کے طالبو! تم فنا کے لیے تخلیق نہیں کیے گئے تم ابدی حیات کے لیے تخلیق کیے گئے ہو۔ ایک گھر سے دوسرے گھر کی جانب منتقل ہونے کے لیے تخلیق کیے گئے ہو۔''

طبرانی میں کبیر میں، حاکم نے مستدرک میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

''تم ہمیشہ کے لیے تخلیق کیے گئے ہو۔ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف انتقال کر جاتے ہو۔''

موت مومن کے لیے تحفہ ہے:

موت مومن کے لیے اللہ کی طرف سے تحفہ ہے، کیونکہ مومن موت کے باعث آخرت کے اجر و ثواب کا حقدار بن جاتا ہے۔

عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تحفة المؤمن الموت

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کے لیے موت تحفہ ہے۔'' (شعب الایمان)

ابن ابی شیبہ نے اپنی تصنیف میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:

''دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔ جب مومن وصال کر جاتا ہے تو اس کا راستہ کشادہ کر دیا جاتا ہے۔ وہ بہشت میں جہاں چاہتا ہے سیر و سیاحت کرتا ہے۔''

موت کی سختیاں:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کے سوا کوئی معبود (حقیقی) نہیں، بے شک موت کی بہت سختیاں ہیں۔''

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، حدیث ۴۴۴۹)

موت کے بعد جسم کی حالت:

(۱)...... جندب بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ موت کے بعد سب سے پہلے انسان کا پیٹ سڑ کر بدبودار ہوتا ہے۔ (بخاری)

(۲)...... وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ اگر اللہ نے جسم مردہ کا سڑنا مقدر نہ کیا ہوتا تو لوگ مردہ کو گھر میں رکھ لیتے۔ (ابو نعیم)

(۳)...... زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ اللہ نے فرمایا، میں نے تین باتیں مقدر کر دی ہیں۔ میں نے مردہ پر کیڑوں کو مقرر کر دیا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو لوگ اپنے بادشاہوں کو سونے چاندی کی طرح خزانے میں رکھتے اور جسم بے روح کا بگڑنا اور سڑنا بھی مقدر کر دیا ہے، اگر یہ بات نہ ہوتی تو کوئی عزیز اپنے کسی عزیز کو دفن نہ کرتا اور میں نے غمگین کا غم دور کر دیا ہے، اگر یہ نہ ہوتا تو کسی کو اپنے عزیز کی موت کے غم سے کبھی رہائی نہ ملتی۔ (ابن عساکر)

(۴)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا، موت کے بعد ہر عضو گل جاتا ہے، صرف ایک ہڈی باقی رہتی ہے، اسی سے قیامت کے دن تخلیق ہوگی۔ (مسلم)

موت سے پہلے اپنے مقام کا مشاہدہ کرنا:

ابن مردویہ اور ابن مندہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جب تک کوئی آدمی اپنا مقام جنت یا دوزخ میں نہ دیکھ لے تب تک وہ دنیا سے رخصت نہیں ہوتا۔''

پھر فرمایا کہ: ''جب آدمی عالم نزع میں ہوتا ہے تو ملائکہ کی دو صفیں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ ان کے چہرے سورج کی طرح روشن ہوتے ہیں تو وہ مردہ انہیں دیکھتا ہے اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اگرچہ تم یہی سمجھتے ہو کہ مردہ تمہاری جانب دیکھتا ہے۔''

موت کے وقت مومن اور کافر فرشتوں کو دیکھتے ہیں:

علامہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ موت کے وقت مومن فرشتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ وہ فرشتے کہتے ہیں کہ اگر تمہاری خواہش دنیا میں رہنے کی ہو تو ہم تمہیں دنیا میں رہنے دیں۔ مومن کہتا ہے نہیں نہیں، میں دنیا میں رہنا نہیں چاہتا۔ مجھے تو خدا کے ہاں لے چلو اور کافر سے جب یہی بات کہی جاتی ہے تو وہ خواہش کرتا ہے کہ اگر دنیا میں واپس چلا جاؤں تو نیک عمل کروں۔

مرتے وقت آدمی کی زبان کیوں بند ہو جاتی ہے؟

روایت ہے کہ مرتے وقت فرشتوں کو دیکھ کر آدمی کی زبان بند ہو جاتی ہے تو چار فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور سلام کرتے ہیں۔ پہلا فرشتہ سلام کرنے کے بعد کہتا ہے۔ اے اللہ کے بندے میں تیرے رزق پر موکل تھا، میں تمام زمین پر تلاش کر آیا ہوں، مجھے تیرے رزق کا لقمہ کہیں نہیں ملا۔ اس کے بعد دوسرا فرشتہ سلام کے بعد کہتا ہے کہ میں تیرے پانی پر موکل تھا۔ میں تمام زمین پر تلاش کر آیا مگر تیرے نصیب کا ایک قطرہ پانی مجھے نہیں ملا۔ تیسرا فرشتہ کہتا ہے کہ میں تیری سانس پر موکل تھا، مگر اب زمین پر کہیں بھی ایک سانس نظر نہیں آیا۔ پھر چوتھا فرشتہ کہتا ہے کہ میں

تیری عمر پر موکل تھا۔ اب زمین پر تیری عمر کا کوئی حصہ موجود نہیں۔ اس کے بعد نامۂ اعمال اس کو دکھاتے ہیں۔ اس وقت میت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ وہ دائیں بائیں دیکھتا ہے اور نامۂ اعمال پڑھنے سے ڈرتا ہے۔ اس کے بعد ملک الموت اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔

ہر سال مردوں کا نام لکھا جاتا ہے:

(۱)...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شعبان سے اگلے شعبان تک سال بھر میں مرنے والوں کے نام لکھ دیئے جاتے ہیں۔ ایک آدمی شادی کرتا ہے، پھر اولاد بھی پیدا ہوتی ہے لیکن اسے یہ معلوم نہیں کہ اس کا نام بھی اسی سال مرنے والوں میں لکھا جا چکا ہے۔ (دیلمی)

(۲)...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان میں ایک دو دن چھوڑ کر باقی پورے مہینے کے روزے رکھتے تھے۔ میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ ان تمام لوگوں کا نام لکھ دیتا ہے، جو سال بھر میں وفات پائیں گے۔ اس لیے میری خواہش ہے کہ جب مرنے والوں کی فہرست میں شامل کیا جاؤں تو روزہ کی حالت میں ہوں۔ (ابویعلی)

(۳)...... حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شعبان کی پندرہویں رات ملک الموت کو ایک صحیفہ دیا جاتا ہے اور حکم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کے نام اس صحیفے میں درج ہیں، ان کی روحیں قبض کرو، لوگ باغ لگاتے ہیں، شادیاں کرتے ہیں، مکانات تعمیر کرتے ہیں، حالانکہ ان کا نام بھی مرنے والوں کی فہرست میں لکھا جا چکا ہوتا ہے۔ (ابن ابی الدنیا)

(۴)...... حضرت راشد بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شعبان کی پندرہویں رات کو اللہ تعالیٰ ملک الموت کی طرف ایک وحی نازل کرتا ہے، جس میں یہ حکم ہوتا ہے کہ فلاں فلاں اشخاص کی روحیں اس سال قبض کرلو۔'' (دینوری)

(۵)...... حضرت محمد مجادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کے نیچے ایک درخت پیدا کیا ہے، تمام مخلوقات میں سے ہر ہر فرد کے لیے اس درخت میں ایک ایک پتہ متعین ہے۔ جب کوئی پتہ گرتا ہے تو جس فرد کے نام کا وہ پتہ ہوتا ہے اس کی روح فوراً قبض کر لی جاتی ہے۔

(تفسیر ابوالشیخ از مولانا احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ)

انسان کے تین گھر:

حضرت علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے تین گھر بنائے ہیں۔ پہلا دنیا، دوسرا برزخ اور تیسرا گھر دارالقرار، ہر گھر کے لیے الگ الگ امور مخصوص فرما دیئے ہیں، اور ہر ایک کے لیے مخصوص احکام ہیں۔ دنیا کے احکام بدن پر وارد ہوئے ہیں اور روح بدن کی تابع قرار دی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت کے احکام اعضائے ظاہری سے تعلق رکھتے ہیں اور اسی پر کفر واسلام کا حکم لگایا جاتا ہے، اور برزخ کے جو احکام ہیں وہ روحوں پر وارد ہوتے ہیں، اور بدنوں کو اس کے تابع کیا گیا ہے، جس طرح دنیا کے اندر روحیں بدنوں کے تابع ہیں، اور بدنوں کی راحت وکلفت سے روحوں کو بھی راحت وکلفت ہوتی ہے، اور بدن ہی ثواب وعذاب کے اسباب سے تعلق رکھتے ہیں۔

موت کے وقت برے اور اچھے دونوں اعمال پیش کیے جاتے ہیں:

حضرت حنظلہ بن اسود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ''میرا ایک غلام تھا، جب وہ مرنے کے قریب ہوا تو اس نے یہ عجیب حرکت شروع کی کہ ایک بار منہ ڈھانکتا اور پھر منہ کھولتا تھا، میں نے اس کی حرکت کو مجاہد رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مومن جب موت کے قریب ہوتا ہے تو اس کے اچھے اور برے اعمال اس پر پیش ہوتے ہیں، اچھے اعمال دیکھتا ہے اور برے اعمال سے نظر بچاتا ہے۔'' (ابن ابی الدنیا)

کافر اور گنہگار کو اس کے اچھے کام کی جزا دنیا میں ہی مل جاتی ہے:

وہیب بن درد رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث قدسی مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''جس بندے کو میں دنیا سے اٹھا کر اس پر رحم کا ارادہ کرتا ہوں اس کے ساتھ میرا یہ برتاؤ ہوتا ہے کہ اس بندے نے جتنے گناہ دنیا میں کیے ہیں ان کی پاداش میں جسمانی مرض، آل واولاد کی مصیبت اور رزق ومعاش کی تنگی پیدا کرتا ہوں، اور اگر ان دنیاوی بدلوں کے باوجود اس کے کچھ گناہ باقی بھی رہ جاتے ہیں تو میں اس پر موت کی سختی پیدا کر دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو کر میرے پاس آتا ہے جیسے پیدائش کے وقت بے گناہ تھا، قسم ہے میری عزت کی، جب میں کسی

بندے کو دنیا سے اٹھا کر عذاب دینا چاہتا ہوں تو اس کی ہر نیکی کی جزا دنیا ہی میں دے دیتا ہوں۔ جسمانی صحت، رزق میں کشادگی اور عیش میں فراوانی پیدا کر دیتا ہوں۔ اگر ان سب کے باوجود اس بندے کی کچھ نیکیاں باقی رہ جاتی ہیں تو ان کا بدلہ اس طرح چکا دیتا ہوں کہ اس پر موت کو آسان کر دیتا ہوں۔ پھر اس حال میں وہ میرے پاس آتا ہے کہ جہنم سے بچنے کے لیے اس کے پاس کوئی نیکی نہیں رہ جاتی۔ (مجالسۂ دینوری)

موت کے وقت اعمال صالحہ آڑے آتے ہیں:

حدیث میں ہے کہ جب ملک الموت کسی مومن کی روح قبض کرنے جاتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ منہ کی طرف سے اس کی روح قبض کرلوں تو فوراً ذکر الٰہی سامنے آ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور ملک الموت کو قریب آنے سے باز رکھتا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ بندہ ہمیشہ ذکر الٰہی کرتا رہا ہے۔ لہٰذا تم منہ کے راستے سے اپنا کام نہیں کر سکتے۔ ملک الموت بارگاہ ربوبیت میں سارا حال سنا کر حکم حاصل کرتا ہے کہ جاؤ کسی دوسرے عضو کے راستے سے اپنا کام کرو۔ ملک الموت ہاتھ کی طرف سے روح قبض کرنا چاہتا ہے، اس وقت صدقہ سامنے آ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اس شخص نے ہمیشہ صدقہ دیا ہے۔ اس شخص نے یتیموں کے سروں پر ہاتھ پھیرا ہے۔ اس شخص نے کفار پر جہاد کیا ہے۔ جاؤ ہاتھوں پر تمہارا کوئی چارہ نہیں۔ پھر پیروں کی طرف آنا چاہتا ہے تو پیر آڑے آ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان پیروں سے یہ شخص پڑھنے پڑھانے یا جہاد کرنے جاتا رہا ہے۔ پھر کان اور ناک کی طرف سے آنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر یہ اعضاء اپنے اپنے اعمال وعبادت کا حوالہ دے کر موت کو آنے سے روک دیتے ہیں۔ ملک الموت مجبور ہو کر بارگاہ خداوندی میں عرض گذار ہوتا ہے کہ اب کیا کروں۔ حکم ہوتا ہے کہ اپنے ہاتھ پر میرا نام لکھ کر لے جاؤ اور اس بندے کو دکھا دو۔ روح خدا کا نام دیکھتے ہی فوراً جسم سے نکل جاتی ہے۔

۸۰ برس سے موت کی تکلیف سہہ رہا ہوں:

روایت ہے عمر بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ سے کہ دو آدمی بنی اسرائیل کے نہایت عابد تھے، مدتوں تک عبادت کرتے کرتے اپنی جگہ سے گھبرا گئے تھے۔ ایک روز دونوں نے اتفاق کیا کہ قبرستان جائیں اور وہاں رہ کر عبادت کریں۔ شاید کسی میت سے کلام کرنے کا موقع مل جائے۔

پھر دونوں قبرستان میں قیام کر کے عبادت کرتے رہے۔ ایک روز ایک مردہ قبر سے نکلا اور کہا کہ میں اسّی برس سے مرا ہوا ہوں۔ لیکن اب تک موت کی تکلیف باقی ہے۔

جب کافر کو موت آتی ہے تو وہ دنیا کی طرف واپس آنے کی خواہش کرتا ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

حتى إذا جآء أحدهم الموت قال رب ارجعون O لعلي أعمل صالحا فيما تركت كلا إنها كلمة هو قائلها ومن ورآئهم برزخ إلى يوم يبعثون O

(المومنون ۲۳: آیت ۹۹، ۱۰۰)

”حتیٰ کہ جب ان (کافروں) میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے:“ اے میرے رب! مجھے واپس لوٹا دے تا کہ میں اس دنیا میں جا کر نیک اعمال کروں جسے میں چھوڑ کر آیا ہوں۔“ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے) ہرگز نہیں! یہ تو صرف ایک کلمہ ہے جسے وہ کہہ رہا ہے اور اس کے پسِ پشت ایک پردہ ہے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک۔“

موت کے وقت کافر کا ایمان قبول نہیں ہوتا:

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تو وہ کہنے لگا ”میں اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ اس ہستی کے سوا کوئی معبود (حقیقی) نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔“ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ”اے محمد! اگر (آپ وہاں ہوتے تو) مجھے دیکھتے کہ میں دریا کی سیاہ بدبودار مٹی لے کر اس کے منہ میں گھسیڑ رہا تھا کہ کہیں اللہ کی رحمت اسے آغوش میں نہ لے لے۔“

(ترمذی، کتاب تفسیر القرآن حدیث ۳۱۰۷، حدیث حسن/ رقم الحدیث: ۵۰۸۲ فی صحیح الجامع)

خاتمہ بالخیر کی علامات:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جس شخص کی موت کا وقت قریب ہو تو اس میں تین علامتیں غور سے دیکھو۔

۱...... اگر اس کی پیشانی عرق آلود ہو۔

۲...... آنکھیں پرنم ہو جائیں۔ (یعنی آنکھوں میں آنسو ہوں)

۳...... اور ناک کے نتھنے پھول جائیں۔

تو سمجھو کہ اس پر اللہ کی رحمت ہوگئی۔ (گویا یہ اچھی علامتیں ہیں)

موت کے وقت مومن اور گناہگار کی ۶ نشانیاں:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کی موت قریب آئے تو اس میں تین علامتوں کو غور سے دیکھو۔

(۱)...... اگر اس کی پیشانی عرق آلود ہو۔

(۲)...... اس کی آنکھیں پرنم ہو جائیں۔

(۳)...... اور اس کے نتھنے پھول جائیں تو سمجھ لو اس پر اللہ کی رحمت ہوئی۔ اور

۱...... اگر اس طرح خرخر کرنے لگے جیسے اونٹ گلا گھونٹنے کے وقت کرتا ہے۔

۲...... اور اس کا رنگ سرخ ہو جائے۔

۳...... اور اس کی باچھیں راکھ کے رنگ کی ہو جائیں تو سمجھ لو اس پر اللہ کی طرف سے عذاب نازل ہوا۔ (نوادر الاصول)

سکرات اور جان کنی کی پہچان و علامات:

❁...... مریض کا چہرہ زرد پڑ جاتا ہے۔

❁...... سانس جلدی جلدی چلنے لگتا ہے۔

❁...... ناک کا بانسہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔

❁...... آنکھیں اوپر کو چڑھ جاتی ہیں۔

❁...... ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔

❁...... ٹانگیں کمزور پڑ جاتی ہیں اور ان کے کھڑے ہونے کی طاقت ختم ہو جاتی ہے۔

❁...... ہونٹ خشک ہو جاتے ہیں۔

⁂......داڑھی کے بال بکھر جاتے ہیں۔یعنی کھل جاتے ہیں۔

جب مریض پر اس قسم کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو حاضرین مجلس یا مرنے والے کے ورثاء کو چاہئے کہ مریض کا منہ قبلے کی طرف کردیں اور جس طرح زندگی میں سیدھی کروٹ پر لیٹنا مستحب ہے اسی طرح مرنے والے کو بھی لٹادیں، بشرطیکہ اس کو تکلیف نہ ہو، یا چت لٹا کر اس کے پاؤں قبلے کی طرف کردیں اور سر کے نیچے پاک تکیہ رکھ کر سر ذرا اونچا کردیں، تاکہ منہ قبلے کی طرف ہوجائے۔

مریض میں جب یہ کیفیات ظاہر ہوں تو سمجھ لینا چاہئے کہ اب موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔اس وقت اوپر لکھی ہوئی ہدایات پر عمل کرنا چاہئے۔

موضوع نمبر۲

ملک الموت کی انبیاء علیہ السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقاتوں کے واقعات

ملک الموت:

روح قبض کرنے والے فرشتے کو ملک الموت یعنی ''موت کا فرشتہ'' کہتے ہیں۔جب کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو یہ فرشتہ اس کے پاس جا کر جان نکال لیتا ہے۔اسی وقت انسان کا جسم مردہ ہوجاتا ہے۔اسے موت کا طاری ہونا یا جان کنی کہا جاتا ہے۔ملک الموت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم الی ربکم ترجعون

''آپ فرمادیجئے کہ جب موت کا فرشتہ تمہاری جان قبض کرے گا جو تم پر مقرر ہے، پھر تم لوٹ کر اپنے رب کی طرف جاؤ گے۔'' (پ۲۱،سجدہ۱۱)

ملک الموت کا نام عزرائیل ہے، جس کا مطلب ہے اللہ کا بندہ۔ ہر انسان کی روح وہی قبض کرتا ہے۔خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔عام طور پر جب ملک الموت کافروں کی روح قبض کرتا ہے تو اس وقت اس کی شکل بڑی خوفناک ہوتی ہے اور اس کا رویہ بڑا سخت ہوتا ہے۔مگر مومن کی روح قبض کرتے وقت ملک الموت کا رویہ بڑا نرم ہوتا ہے۔حدیث پاک میں ملک الموت کے بارے میں یوں بیان ہوا ہے:

عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنه، قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم متیٰ تنقطع معرفة العبد من الناس قال اذا عاین

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا ''بندہ لوگوں کو پہچاننا کب چھوڑ دیتا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب ملک الموت کا مشاہدہ کرتا ہے۔'' (ابن ماجہ)

ملک الموت کے بارے میں دیگر روایات حسب ذیل ہیں۔

ملک الموت کی روح سے بات چیت:

حدیث میں ہے کہ جب ملک الموت کسی مومن کی روح قبض کرنے جاتا ہے تو روح اس کے حکم کی تعمیل کرنے سے انکار کرتی ہوئی کہتی ہے کہ جب تک تمہارے پاس خدا کی طرف سے آنے کی سند نہ ہو، میں تمہاری بات ماننے کو تیار نہیں۔ مجھے جس وقت حق تعالیٰ نے جسم میں ڈالا تھا، اس روز تمہارا وجود بھی نظر نہ آیا تھا۔ آج تم مجھے بلانے آئے ہو۔ بلا کسی سند کے تمہاری کوئی بات نہیں مانی جائے گی۔

ملک الموت یہ سن کر بارگاہ الوہیت میں عرض گزار ہوتا ہے کہ فلاں بندے کی روح ایسا ایسا کہہ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جاؤ جنت میں سے ایک سیب لے آؤ اور وہ سیب اس بندے کو دکھا دو۔

ملک الموت جنت سے ایک سیب لے آتا ہے۔ اس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوتا ہے۔ روح اسم الٰہی کو دیکھتے ہی چشم زدن میں جسم سے جدا ہو جاتی ہے۔

ملک الموت اطراف عالم میں پھیلی ہوئی روحیں کیسے نکالتا ہے:

روایت ہے اشعث بن سلیم سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے پوچھا (جس کا نام عزرائیل ہے اور اس کی دو آنکھیں چہرے میں ہیں اور دو گدی میں) تم کس طرح قبض کرتے ہوئے ارواح کو جب کہ کسی شہر میں وبا ہو اور جب کہ لڑائی میں دونوں طرف کے لشکر میں قتل و خونریزی شروع ہو؟

ملک الموت نے کہا، اللہ کے حکم سے ارواح کو میں پکارتا ہوں تو وہ میری دو انگلیوں کے درمیان میں آ جاتی ہیں اور زمین سمٹ کر میرے سامنے ایک طشت کے برابر کر دی جاتی ہے تو میں جہاں سے چاہتا ہوں ارواح کو قبض کرتا ہوں۔

نابینا بھی ملک الموت کو دیکھتا ہے:

حضرت حکم بن ابان رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت [illegible] رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا

گیا کہ ایک ایسا شخص جو کہ دنیا میں نابینا رہا ہو، کیا موت کے وقت وہ بھی ملک الموت کو دیکھتا ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ ہاں۔ روح قبض کرنے کے وقت وہ بھی ملک الموت کو دیکھتا ہے۔

(ابن ابی الدنیا)

ملک الموت مومنوں پر نرمی کرتا ہے:

ایک انصاری سکرات موت میں مبتلا تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سرہانے تشریف فرما تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک الموت کو دیکھ کر فرمایا۔ اے ملک الموت، یہ میرا رفیق ہے۔ اس کے ساتھ نرمی برتنا۔

ملک الموت نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اطمینان رکھئے۔ میں ہر مومن سے نرمی کا برتاؤ کرتا ہوں۔

ملک الموت کی موت:

ابن ابی الدنیا نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا کہ:

”سب سے آخر میں ملک الموت کی موت ہوگی۔ اس سے کہا جائے گا مر جائیے۔ ملک الموت ایسی چیخ ماریں گے کہ جسے اہل ارض و سموات سن لیں گے اور گھبراہٹ میں ان کا دم نکل جائے گا۔“

ملک الموت پر موت کی سختی کی کیفیت:

ابن ابی الدنیا نے زیاد نمیری سے روایت کیا کہ:

”ملک الموت پر موت کی سختی تمام مخلوق کی موت کی مجموعی سختی سے زیادہ ہوگی۔“

ملک الموت کے نزدیک انسان کی مغفرت کے کلمات:

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ میرے باپ نے کہا کہ مجھے ایک حدیث یاد آئی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ مسلمان کو جائز نہیں کہ وہ اپنی وصیت اپنے سرہانے رکھے بغیر تین راتیں گزارے۔ تو میں نے قلم دوات منگائی تا کہ وصیت

لکھوں۔ مگر میں ان سب چیزوں کو اپنے سرہانے رکھ کر سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص سفید لباس والے جن کے جسم سے خوشبو مہک رہی تھی تشریف لائے۔ میں نے کہا کون؟ کہا ملک الموت۔ میں یہ سن کر ان سے پہلوتہی کرنے لگا۔ انہوں نے کہا مجھ سے اعراض نہ کرو، میں تمہاری روح قبض کرنے کو نہیں آیا۔ میں نے کہا کہ میرے لیے جہنم کی آگ سے نجات کا پروانہ لکھ دو۔ انہوں نے کہا کہ قلم دوات لاؤ۔ میں نے انہیں قلم دوات اور کاغذ اٹھا کر دے دیا، جو سرہانے رکھ کر سو گیا تھا تو انہوں نے لکھا ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔'' اور اسی سے کاغذ کے دونوں حصے بھر دیئے اور کاغذ مجھے دے دیا اور کہا کہ یہ ہے تمہارا نجات نامہ۔ میں گھبرا کر اٹھا اور چراغ منگا کر وہ کاغذ اٹھا کر دیکھا جو سرہانے رکھا تھا اور اس پر یہی تحریر موجود تھی۔

بیماری کا بہانہ:

مروزی، ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ نے حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

''موت کا فرشتہ (عزرائیل) پہلے لوگوں کی جان بغیر کسی تکلیف کے نکالتے تھے تو لوگ ان پر لعن طعن کرتے اور گالی گلوچ کرتے۔ چنانچہ فرشتے موت نے اللہ کی جناب میں گلہ کیا تو اللہ رب العزت نے بیماری کو تخلیق کیا۔ اب عوام کا کہنا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں مرض میں وفات پائی۔ عزرائیل کا کوئی نام تک نہیں لیتا۔''

ابونعیم نے اعمش سے بھی ایسے ہی روایت کیا۔

ملک الموت کلمے کی تلقین کب کرتے ہیں؟

ایک روایت میں ہے کہ ملک الموت نمازوں کے اوقات میں آدمیوں کی جستجو کرتے ہیں، خبر رکھتے ہیں۔ اگر کسی شخص کو نماز کے اوقات کا اہتمام رکھنے والا پاتے ہیں تو مرتے وقت اس کو کلمہ طیبہ تلقین کرتے ہیں اور شیطان کو اس کے پاس سے ہٹا دیتے ہیں۔

ملک الموت چھپ کر کیوں آنے لگے؟

روایت کی ہے احمد اور بزار اور حاکم رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ملک الموت پہلے آدمی کی صورت میں لوگوں کے پاس آتے اور روح

قبض کرتے تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ علیہ السلام بہت غصے والے پیغمبر تھے۔ ملک الموت کو گھونسا مارا، ایک آنکھ ان کی جاتی رہی۔ ملک الموت نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی کہ اللہ تیرے بندے موسیٰ نے میری آنکھ اندھی کر دی، اگر تو نے ان کو اپنی بزرگی نہ عطا فرمائی ہوتی تو میں بھی ان پر تکلیف ڈالتا۔

حکم ہوا کہ میرے بندے موسیٰ کے پاس جاؤ اور کہو کہ اگر وہ ابھی زندہ رہنا چاہتے ہوں تو ایک گائے کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیں۔ جس قدر بال ان کے ہاتھ کے نیچے ہوں گے، اتنے برس دنیا میں زندہ رکھوں گا۔

ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا، آپ نے فرمایا اس کے بعد کیا ہوگا؟ کہا، پھر موت ہے۔ آپ نے فرمایا تو ابھی قبض کرو۔ ملک الموت نے آپ کو سونگھا اور روح قبض کی۔ اللہ تعالیٰ نے آنکھ درست کر دی۔ اس کے واقعے کے بعد سے ملک الموت چھپ کر آنے لگے۔

انبیائے کرام اور موت:

خثیمہ سے روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ جب میری موت قریب ہو، مجھ کو خبر دینا۔ ملک الموت نے کہا میں آپ سے زیادہ نہیں جانتا۔ جس طرح آپ کو اپنی موت کی خبر نہیں، اسی طرح مجھ کو بھی خبر نہیں۔ جب عرش کے نیچے سے مجھے کاغذ ملتا ہے، اس میں جس شخص کا نام لکھا ہوتا ہے، اس کی روح قبض کر لیتا ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ملک الموت:

ابن ابی شیبہ نے اسی سند سے روایت کی کہ ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں آئے اور ان کے ساتھیوں میں سے ایک کو بڑے گھور کر دیکھنے لگے۔ جب آپ چلے گئے تو اس شخص نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ شخص کون تھے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ ملک الموت تھے۔ اس نے عرض کی، سرکار ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ میری روح نکالنے کا ارادہ رکھتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ پھر تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اس نے عرض کی کہ حضرت ہواؤں کو حکم دیں کہ وہ مجھے سرزمین ہند میں پہنچا دیں۔ آپ نے حکم دیا اور ہوائیں اس شخص کو سرزمین ہند میں چھوڑ

آئیں۔ پھر ملک الموت تشریف لائے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا کہ تم میرے ایک ساتھی کو گھور کر کیوں دیکھتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت! اس پر تعجب کر رہا تھا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کی روح ہند میں قبض کروں اور یہ آپ کے پاس بیٹھا ہے، یہ کیسے ہند پہنچے گا؟

حضرت خثیمہ سے روایت ہے کہ ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں آئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا کہ اے ملک الموت! تم ایک گھر میں رہنے والے تمام انسانوں کو مار ڈالتے ہو اور اس کے پڑوس والوں پر آنچ تک نہیں آتی؟

ملک الموت نے جواب دیا کہ مجھے تو کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ کسے مارنا ہے۔ میں تو عرش الٰہی کے نیچے ہوتا ہوں تو مجھے مرنے والوں کے ناموں کی فہرست دے دی جاتی ہے۔ اس میں جس کا نام ہوتا ہے اسے موت دیتا ہوں اور جس کا نام نہیں ہوتا اسے موت نہیں دیتا۔ (ابن ابی شیبہ)

کافر اور مومن کے سامنے ملک الموت کا مشاہدہ:

حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے یوں مروی ہے کہ:

”حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا کہ اے ملک الموت! آپ مجھے وہ شکل دکھائیں جس میں آپ کافروں کی ارواح نکالتے ہیں۔ تو ملک الموت نے کہا یہ آپ کی قوت سے بڑھ کر ہے۔ لیکن آپ کے اصرار پر ملک الموت نے وہ شکل بنائی تو آپ نے دیکھا کہ ایک سیاہ شخص ہے جس کے سر سے آگ کے شعلے نمودار ہو رہے ہیں۔ اس کے جسم سے بال کے بجائے منہ میں آگ لیے ہوئے انگارے نکل رہے ہیں۔ اس کے کانوں سے بھی آگ نکل رہی ہے۔ یہ دیکھ کر آپ بے ہوش ہو گئے۔ اب جو دیکھا تو آپ اپنی شکل میں موجود تھے۔

آپ نے ملک الموت سے کہا کہ اگر کافر کو محض تمہاری صورت ہی دیکھنے کی تکلیف برداشت کرنی پڑے تو یہ بہت بڑی تکلیف ہے۔ اب یہ بتائیے کہ مومن کی جان کس قالب میں ہو کر نکالتے ہیں۔ ملک الموت نے کہا کہ ذرا منہ پھیریئے۔ آپ نے منہ پھیر کر جو دیکھا تو آپ کے سامنے ایک خوبصورت جوان تھا، جس کا جسم خوشبودار تھا، جو سفید کپڑے پہنے تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر مومن کو صرف آپ کا دیدار ہی ہو جائے تو کافی ہے۔

ملک الموت کا ایک عورت کی روح قبض کرتے ہوئے افسوس کا اظہار:

وہب رحمۃ اللہ علیہ بن منبہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ملک الموت ایک بہت بڑے ظالم جابر کی روح قبض کر کے لے گئے کہ دنیا میں اس سے بڑا ظالم کوئی نہ تھا۔ وہ جا رہے تھے، فرشتوں نے ان سے پوچھا کہ تم نے ہمیشہ جانیں قبض کیں، تمہیں کبھی کسی پر رحم بھی آیا؟ انہوں نے کہا سب سے زیادہ ترس مجھے ایک عورت پر آیا جو تنہا جنگل میں تھی، جب ہی اس کے بچہ پیدا ہوا تھا۔ مجھے حکم ہوا کہ اس عورت کی جان قبض کر لوں۔ مجھے اس کے بچے کی تنہائی پر بڑا ترس آیا کہ اس بچے کا اس جنگل میں جہاں کوئی دوسرا نہیں ہے کیا بنے گا؟ فرشتوں نے کہا کہ یہ ظالم جس کی تم روح لے جا رہے ہو، وہی بچہ ہے۔ ملک الموت حیرت میں رہ گئے۔ کہنے لگے مولا تو پاک ہے، بڑا مہربان ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص مر جاتا ہے اور اس کے گھر والے رونا شروع کر دیتے ہیں تو ملک الموت اس مکان کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ میں نے اس کی روزی نہیں کھالی (یہ اپنی روزی ختم کر چکا تھا) میں نے اس کی عمر کم نہیں کر دی، مجھے تو اس گھر میں پھر آنا ہے اور بار بار آنا ہے۔ جب تک سب ختم نہ ہو جائیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر گھر والے اس وقت اس فرشتے کو دیکھیں اور اس کی بات سن لیں تو مردہ کو بھول جائیں اور اپنی فکر میں پڑ جائیں۔

ایک ظالم کی روح قبض کرنے جب ملک الموت پہنچا:

یزید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ظالموں میں سے ایک ظالم اپنے گھر میں بیٹھا ہوا اپنی بیوی سے تخلیہ کر رہا تھا، اتنے میں دیکھا کہ گھر میں ایک اجنبی آدمی دروازے سے چلا آ رہا ہے۔ یہ شخص نہایت غصے میں اس کی طرف لپکا، اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور گھر میں آنے کی تجھے کس نے اجازت دی؟

اس نے کہا کہ مجھے اس گھر کے مالک نے اندر آنے کو کہا اور میں وہ شخص ہوں جس کو نہ کوئی پردہ روک سکتا ہے، نہ بادشاہوں کے پاس جانے کے لیے مجھے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے، نہ کسی ظالم کے دبدبے سے ڈرتا ہوں، نہ کسی مغرور و متکبر کے پاس جانے سے مجھے کوئی چیز مانع

ہوتی ہے۔

اس کی یہ گفتگو سن کر وہ ظالم خوفزدہ ہوگیا، بدن میں کپکپی آ گئی اور اوندھے منہ گر گیا اور اس کے بعد نہایت عاجزی سے کہنے لگا، پھر تو آپ ملک الموت ہیں۔ اس نے کہا میں وہی ہوں۔ صاحب مکان نے کہا، آپ مجھے اتنی مہلت دے دیں کہ میں وصیت نامہ لکھ دوں۔ فرشتے نے کہا کہ اب اس کا وقت دور چلا گیا۔ افسوس کہ تیری مدت ختم ہو چکی ہے۔ سانس پورے ہو گئے اور تیرا وقت ختم ہو گیا۔ اب تیرے لیے ذرا سی تاخیر کی بھی گنجائش نہیں۔

صاحب مکان نے پوچھا، آپ مجھے کہاں لے جائیں گے؟ فرشتے نے کہا تیرے اعمال جو آگے گئے ہوئے ہیں، ان کے پاس لے جاؤں گا (جیسے عمل کیے ہوں گے ویسا ہی ٹھکانا ملے گا) اور جس قسم کا گھر تو نے اس جہان میں بنا رکھا ہو گا وہی تجھے ملے گا۔ اس نے کہا کہ میں نے تو نیک اعمال کچھ بھی نہیں کیے اور نہ کوئی عمدہ گھر اپنے لیے اب تک بنا رکھا ہے۔

فرشتے نے کہا کہ پھر تو لظی نزاعة للشوی کی طرف لے جاؤں گا۔ یہ سورۂ معارج کی آیت کی طرف اشارہ ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بے شک وہ آگ ایسی دہکتی ہوئی ہے جو کھال تک کھینچ لے گی۔ اور اس شخص کو جس نے (دنیا میں حق سے) منہ پھیرا اور بے توجہی کی وہ آگ خود ہی بلا لے گی۔ (اپنی طرف کھینچ لے گی) اس کے بعد اس فرشتے نے اس کی جان نکال لی۔ گھر میں کہرام مچ گیا۔ کوئی رو رہا تھا، کوئی چلا رہا تھا۔

یزید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ مردہ پر اس وقت کیا گزر رہی ہے تو اس کے مرنے سے زیادہ آہ و بکا اس حالت پر ہونے لگے جو اس پر گزر رہی ہے۔

ایک نیک شخص کی حالت سجدہ میں ملک الموت کا روح قبض کرنا:

ملک الموت ایک نیک شخص کی روح قبض کرنے کے لیے گیا۔ یہ نیک بندہ کہیں سفر میں جا رہا تھا۔ ملک الموت نے اس کے پاس جا کر سلام کیا۔ اس نے جواب میں وعلیکم السلام کہا۔ ملک الموت نے اس نیک بندے سے کہا، مجھے تیرے کان میں ایک بات کہنی ہے۔ اس نے کہا کہو۔ اس نے کان میں کہا، میں ملک الموت ہوں۔

اس نے جواب دیا، بہت اچھا کیا۔ آپ کا آنا مبارک ہے، ایسے شخص کا آنا جس کا آنا بہت طویل ہو گیا تھا اور مجھے جتنے آدمی دور ہیں ان میں سے کسی سے ملاقات کا اتنا اشتیاق نہ تھا جتنا تم

سے ملاقات کا شوق تھا، ملک الموت نے کہا تم جس کام کے لیے گھر سے نکلے ہو، اس کو جلدی پورا کر لو۔ اس نیک بندے نے کہا، مجھے حق تعالیٰ شانہ سے ملنے سے زیادہ محبوب کوئی کام نہیں۔ ملک الموت نے کہا کہ تم جس حالت پر مرنا پسند کرتے ہو میں اسی حالت میں تمہاری روح قبض کروں گا۔

اس نیک بندے نے کہا تمہیں اختیار ہے۔ ملک الموت نے کہا۔ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ تمہاری مرضی اور خوشی کا اتباع کروں۔ اس نیک بندے نے کہا، اچھا تو مجھے وضو کر کے نماز پڑھنے دو، جب میں سجدے میں جاؤں تو میری روح قبض کر لینا۔ چنانچہ اس نے نماز شروع کی اور سجدے کی حالت میں اس کی روح قبض کر لی گئی۔

بنی اسرائیل کے ایک مالدار شخص کو ملک الموت کا الٹی میٹم:

ابوبکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے بہت زیادہ مال جمع کیا تھا، جب مرنے کے قریب ہو گیا تو اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرا سارا مال میرے سامنے تو کر دو۔ وہ سب جلدی جلدی جمع کیا گیا۔ بہت سے گھوڑے، اونٹ، غلام وغیرہ، سب چیزیں سامنے لائی گئیں۔ وہ ان کو دیکھ کر (حسرت سے) رو رہا تھا کہ یہ سب چھوٹ رہا ہے۔ اتنے میں ملک الموت سامنے آ گئے اور کہنے لگے، رونے سے کیا فائدہ ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے یہ سب نعمتیں تجھ کو عطا کیں، اب تیری جان لے کر جاؤں گا۔ اس نے درخواست کی کہ تھوڑی سی مہلت اگر دے دی جائے تو میں ان چیزوں کو تقسیم کر دوں۔ فرشتے نے کہا، اب مہلت کا وقت افسوس ہے کہ جاتا رہا۔ کاش اس وقت سے پہلے تو تقسیم کر دیتا۔ یہ کہہ کر اس کی جان نکال لی۔

ایک اور واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے بہت سا مال جمع کیا تھا اور کوئی چیز بھی ایسی نہ چھوڑی جو اپنے یہاں نہ منگالی ہو اور ایک بہت بڑا عالیشان محل تیار کیا، جس کے دو دروازے تھے، ان پر غلام محافظ مقرر کیے اور مکان کی تیاری کے بعد بہت بڑی دعوت کی، جس میں اپنے سب عزیز واحباب کو جمع کیا اور ایک بڑے عالی شان تخت پر ایک ٹانگ کھڑی کر کے دوسری ٹانگ اس پر رکھے بیٹھا تھا۔

لوگ کھانا کھا رہے تھے، اور وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ ہر چیز کا ذخیرہ اتنا جمع ہو گیا ہے کہ کئی سال تک تو اب خریدنا نہ پڑے گا۔ یہ خیال دل میں گزر ہی رہا تھا کہ ایک فقیر پھٹے کپڑے گردن میں (فقیروں جیسا) جھولا پڑا ہوا، دروازے پر آیا اور اس زور سے دروازہ کو پیٹنا شروع

کیا کہ اس کے تخت تک آواز پہنچی۔ غلام دوڑے ہوئے باہر آ گئے کہ یہ کون نامعقول ہے۔ اس نے جا کر پوچھا، یہ کیا بات ہے۔؟ اس فقیر نے کہا اپنے سردار کو میرے پاس بھیج دو۔ غلاموں نے کہا ہمارے آقا تجھ جیسے فقیر کے پاس آئیں گے؟ اس نے کہا کہ ضرور آئیں گے، جا کر کہہ دو۔

وہ آقا کے پاس گئے اور اسے قصہ سنایا۔ اس نے کہا کہ تم نے اس کو کہنے کا مزہ نہ چکھایا۔

اتنے میں اس فقیر نے دوبارہ پہلے سے بھی زور سے دروازے کو پیٹا۔ جس پر دربان دوڑے ہوئے پھر دروازے پر آئے تو اس فقیر نے کہا کہ اس اپنے آقا سے کہہ دو کہ میں ملک الموت ہوں۔ یہ سن کر ان کے ہوش اڑ گئے اور آقا سے جا کر کہا تو اس کے بھی ہوش اڑ گئے اور بہت عاجزی سے کہنے لگا کہ اس سے یہ کہہ دو کہ میرے فدیے میں کسی دوسرے کو قبول کر لے۔

اتنے میں یہ فقیر اندر پہنچ گیا اور اس سے کہا کہ تجھے جو کچھ کرنا ہے کر لے، میں تیری روح قبض کیے بغیر واپس نہیں جا سکتا۔ اس نے اپنا سب مال جمع کرایا اور مال سے کہنے لگا کہ اللہ کی تجھ پر لعنت ہو کہ تو نے اور تیری مشغولی نے مجھے اپنے مولیٰ کی عبادت سے روک دیا اور اتنا وقت نہ دیا کہ میں کسی وقت یکسوئی سے اللہ تعالیٰ شانہ کو یاد کر لیتا۔

حق تعالیٰ شانہ نے اپنی قدرت سے مال کو گویائی عطا کی۔ اس نے کہا کہ مجھے لعنت کیوں کرتا ہے۔ میری ہی وجہ سے تو بڑے بڑے بادشاہوں تک ایسے وقت پہنچ جاتا تھا جبکہ نیک لوگ ان کے دروازوں سے ہٹا دیئے جاتے تھے۔ میری ہی وجہ سے تو نازک نازک عورتوں کی لذتیں حاصل کرتا تھا۔ میری وجہ سے تو بادشاہوں کی طرح رہتا تھا۔ تو مجھے برائی کے موقعوں پر خرچ کرتا تھا اور میں انکار نہیں کر سکتا تھا، اگر تو مجھے خیر کے مواقع پر خرچ کرتا تو میں تیرے کام آتا۔ اس کے بعد ملک الموت نے ایک دم اس کی روح قبض کر لی۔

ایک بادشاہ کی ملک الموت سے ملاقات:

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ ایک بادشاہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بادشاہ تھا، جس کا اپنی مملکت کی زمین کی سیر کرنے کا ارادہ ہوا، اس کے لیے شاہانہ جوڑا منگایا، ایک جوڑا لایا گیا وہ پسند نہ آیا، دوسرا منگایا، غرض بار بار منگانے کے بعد ایک جوڑا پسند آیا، اس کے بعد سواری کے لیے ایک گھوڑا لایا گیا، وہ پسند نہ آیا، اس کو واپس کر کے دوسرا، پھر تیسرا گھوڑا منگایا گیا۔ جب وہ بھی پسند نہ آیا تو سب گھوڑے بادشاہ کے سامنے لائے گئے، ان میں سے بہترین گھوڑا پسند کر کے اس پر

سوار ہوا۔

شیطان مردود نے اس وقت اس کے کانوں میں نخوت و تکبر کی ہوا بھر دی اور تکبر سے سوار ہوا، حشم و خدم، فوج پیادہ ساتھ چلے، مگر بادشاہ ان کی طرف دیکھنا بھی گوارانہ کرتا تھا۔ راستے میں چلتے چلتے ایک شخص نہایت خستہ حال پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ملا۔ اس نے بادشاہ کو سلام کیا، تو اس نے اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا بھی نہیں۔

اس خستہ حال نے بادشاہ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی، بادشاہ نے اس کو ڈانٹا اور کہنے لگا، گھوڑے کی لگام چھوڑ، تجھے میرے گھوڑے کی لگام پکڑنے کی جرأت کیسے ہوئی؟ اس غریب نے بادشاہ سے کہا۔ مجھے تجھ سے ایک کام ہے۔ بادشاہ نے کہا، اچھا جب میں سواری سے اتروں گا تو اس وقت کہہ لینا۔ اس نے کہا، نہیں ابھی کہنا ہے اور یہ کہہ کر زبردستی لگام چھین لی۔

بادشاہ نے کہا، کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا راز کی بات ہے کان میں کہنی ہے۔ بادشاہ نے کان اس کے قریب کر دیا۔ اس نے کہا میں ملک الموت ہوں اور تیری جان لینے آیا ہوں۔ یہ سن کر بادشاہ کا چہرہ فق ہو گیا، زبان لڑکھڑا گئی۔ پھر کہنے لگا، اچھا مجھے اتنی مہلت دے دے کہ میں گھر جا کر اپنے سامان کا کچھ بندوبست کر دوں، گھر والوں سے مل لوں۔

یہ غریب آدمی کی شکل میں ملک الموت تھا۔ ملک الموت نے کہا، بالکل مہلت نہیں، اب تو اپنے سامان اور گھر کو بھی نہیں دیکھ سکے گا۔ یہ کہہ کر اس کی روح گھوڑے پر ہی قبض کر لی اور بادشاہ گھوڑے سے لکڑی کی طرح زمین پر گر پڑا۔

مرتے وقت ملک الموت کے نظر آنے پر موجودہ دور کے واقعات:

(۱)...... میرے ہمسائے میں ایک شخص کی حالت بگڑ گئی تو مجھے بلایا گیا۔ میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ مریض پر نزع کی کیفیت طاری ہے اور وہ ایک سمت میں اشارہ کر کے کہہ رہا تھا کہ یہ مجھے لینے کے لیے آیا ہے اور لے جائے گا۔ لیکن میری لڑکی کا کیا بنے گا؟ یہ کلمات اس نے تین مرتبہ دہرائے اور پھر اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

(۲)...... میری ایک عزیزہ علاج کے لیے میرے پاس ملتان آئی ہوئی تھیں، ایک دن ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک وہ ایک طرف دیکھ کر کہنے لگیں کہ یہ کون آیا ہے؟ پھر کہنے لگیں کہ مجھے جلدی گھر پہنچاؤ، میرے دنیا سے جانے کا وقت قریب ہے۔ چنانچہ ان کو گھر پہنچایا گیا، تھوڑی دیر

بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

(۳)..... روجھان روڈ پر ایک بس تیزی سے اپنی منزل کی طرف جا رہی تھی۔ اچانک ڈرائیور نے بریک لگائی اور کنڈیکٹر سے کہا کہ سواری چڑھا لو۔ کنڈیکٹر نے گیٹ کھول کر دیکھا تو باہر کوئی بھی مسافر نہ تھا۔ چنانچہ اس نے چلو چلو کی آواز لگا دی۔ لیکن ڈرائیور نے بس نہ چلائی۔ ڈرائیور کے قریب جا کر دیکھا تو اس کا سر اسٹیئرنگ پر ڈھلکا ہوا تھا اور اس کی روح پرواز کر چکی تھی۔

یہ واقعہ اس بس کے ایک مسافر نے سنایا۔ (از ڈاکٹر نور احمد)

ملک الموت کی خوفناک شکل:

ابن ابی الدنیا نے عبید بن عمیر سے روایت کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک دن اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ اچانک گھر میں ایک حسین وجمیل شخص آیا۔ آپ نے دریافت کیا، اے عبداللہ! تجھے اس گھر میں آنے کے لیے کس نے کہا؟ اس نے کہا، اہل خانہ نے۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک گھر والوں کو اختیار ہے۔ یہ بتاؤ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں موت کا فرشتہ ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری چند نشانیاں بتائی گئیں ہیں مگر تم میں ایک بھی نظر نہیں آتی۔

موت کے فرشتے نے پیٹھ پھیر لی۔ اب جو آپ نے دیکھا تو اس کے جسم پر آنکھیں ہی آنکھیں نظر آنے لگیں اور جسم کا ہر بال نوکدار تیر کی طرح کھڑا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام نے تعوذ پڑھا اور ان سے کہا کہ آپ اپنی پہلی ہی صورت میں آجایئے۔ ملک الموت نے کہا، اے ابراہیم جب اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو موت دیتا ہے جو اس کی ملاقات کو بہتر جانتا ہے تو ملک الموت کو اسی صورت میں بھیجا جاتا ہے جس میں، میں حاضر ہوا۔

موضوع نمبر ۳

ملک الموت کا انبیاء علیہ السلام کی روح قبض کرنے کے واقعات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک الموت سے ملاقات:

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مرض الموت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام مزاج پرسی کے لیے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تکلیف زیادہ ہے۔ اسی دوران میں ملک الموت نے دروازے پر آواز دی اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔

جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ حضور ملک الموت خدمت اقدس میں حضوری کی اجازت چاہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ان کو اندر آنے دو۔ ملک الموت نے سامنے آکر سلام عرض کیا۔ کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو روح قبض کر لینا۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا۔ اے ملک الموت حکم الٰہی کی تعمیل کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ملک الموت کا آنا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرشتوں نے کہا، اے اللہ! تیرے بندے ابراہیم علیہ السلام کو موت سے بہت ڈر لگتا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ جب دوستوں کو ملے ہوئے زیادہ عرصہ گزر جاتا ہے تو ایک دوسرے کی ملاقات کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ اطلاع ملی تو آپ نے بارگاہ قدوس میں عرض کیا کہ اے مولیٰ میں تیری ملاقات کا مشتاق ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک پھول ان کی طرف بھیجا۔ آپ نے وہ سونگھا اور سونگھتے

ہی روح قبض ہو گئی۔ (کتاب الشدائد)

حضرت داؤد علیہ السلام کی ملک الموت جب روح قبض کرنے آیا:

روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نہایت شرم وحیا والے تھے۔ جب باہر جاتے تو دروازہ بند کر دیتے تھے۔ ایک دن گھر سے دروازہ بند کر کے نکلے، جب واپس آئے اور دروازہ کھولا تو دیکھا کہ گھر کے اندر ایک شخص کھڑا ہے۔ آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ کہا میں وہ شخص ہوں کہ بادشاہوں سے نہیں ڈرتا اور دربان مجھ کو اندر جانے سے نہیں روک سکتے۔ آپ نے فرمایا، قسم خدا کی، تم ملک الموت ہو۔ تم اللہ تعالیٰ کا حکم لائے ہو۔ یہ کہہ کر اسی جگہ چادر اوڑھ کر لیٹ گئے اور ملک الموت نے آپ کی روح قبض کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موت کا منظر:

احمد، بزار اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:

"حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال سے قبل حضرت عزرائیل علیہ السلام لوگوں کے پاس بلا روک ٹوک تشریف لاتے تھے۔ لیکن جب بارگاہ کلیم اللہ میں آئے تو آپ نے انہیں ایک تھپڑ رسید کیا اور ان کی آنکھ نکال دی تو وہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے، الٰہی تیرے بندے موسیٰ نے میری آنکھ نکال دی۔ اگر وہ آپ کے صاحب تکریم بندے نہ ہوتے تو میں ان پر سختی کرتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اے عزرائیل جاؤ میرے بندے سے کہو کہ وہ اپنا ہاتھ بیل کی پیٹھ پر رکھ دیں تو ان کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے، ہر بال کے عوض ان کی عمر میں ایک سال کا اضافہ کر دیا جائے گا۔

عزرائیل نے پیغام الٰہی بارگاہ کلیم اللہ میں پہنچا دیا۔ کلیم اللہ علیہ السلام نے عزرائیل سے پوچھا، پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ حضرت عزرائیل نے کہا، پھر بھی "موت"۔ فرمایا، اگر پھر بھی موت کا یہی مزا چکھنا ہے تو پھر ابھی ہی جان نکال لو۔ چنانچہ فرشتہ موت نے انہیں سونگھا اور روح قبض کر لی۔ بس پھر اسی دن سے حضرت ملک الموت پوشیدہ حالت میں آنے لگے۔

فرشتے کے بازو پر حضرت ادریس علیہ السلام کی ملک الموت نے روح قبض کی:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک فرشتے نے خدا سے حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات کی اجازت حاصل کی۔ اجازت ملنے کے بعد وہ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس آیا۔ سلام کیا۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا۔ تمہاری ملک الموت سے بھی ملاقات ہو جاتی ہے یا نہیں۔

فرشتے نے جواب دیا، جی ہاں۔ وہ تو میرے دوست ہیں۔ ادریس علیہ السلام نے فرمایا، تم ان کے ذریعے مجھے کچھ نفع پہنچا سکتے ہو۔ فرشتے نے کہا۔ موت کے معاملے میں، میں دخل نہیں دے سکتا۔ لیکن میں ان سے بات چیت کروں گا، تاکہ موت کے وقت آپ پر آسانی ہو جائے۔

فرشتے نے کہا آپ میرے بازو پر سوار ہو جائیے۔ آپ سوار ہو گئے۔ ساتویں آسمان پر پہنچ کر ملک الموت سے ملاقات ہوئی اور ان سے کہا مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔ ملک الموت نے جواب دیا۔ ہاں ادریس کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہو۔ ان کا نام تو زندوں کی فہرست سے کاٹ دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرشتے کے بازوؤں پر ہی حضرت ادریس علیہ السلام انتقال فرما گئے۔

موضوع نمبر۴

موت کے وقت فرشتوں کے چھونے
اور اعمال کو سونگھنے کے واقعات

موت سے پہلے فرشتوں کا آنکھوں دیکھا نظارہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب مرنے والے کو فرشتے اور ملک الموت نظر آنے لگتے ہیں تو اس وقت دنیا کے لوگوں کی جان پہچان جاتی رہتی ہے۔

حضرت عمر بن عبداللہ نے وفات سے چند منٹ پہلے سر اٹھا کر بہت تیز نگاہوں سے دیکھنا شروع کیا۔ لوگوں نے کہا، آپ کیا دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا میں ان لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو نہ تو جن ہیں اور نہ ہی انسان ہیں (یعنی فرشتے ہیں)۔

حضرت محمد بن واسع مرنے سے چند منٹ پہلے کہنے لگے۔ میرے اللہ کے فرشتوں! آ جاؤ۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ مجھے ایسی خوشبو سنگھائی گئی ہے کہ اس جیسی خوشبو دنیا میں نہیں۔ یہ کہتے ہی آنکھیں بند کر لیں اور واصل بحق ہو گئے۔

موت کے وقت فرشتوں کا اعضاء کو چھونا:

ابن ابی الدنیا نے کتاب من عاش بعد الموت میں روایت کیا کہ داؤد بن ہند بیمار ہوئے تو وہ دیکھنے لگے کہ ایک آدمی بڑے سر والا، چوڑے کاندھوں والا میری جانب آ رہا ہے۔ میں نے اسے دیکھ کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اور اس سے کہا کہ کیا تو مجھے مارنا چاہتا ہے؟ کیا میں کافر ہوں؟ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ کافر کی روح ایک سیاہ رنگ کا فرشتہ نکالے گا۔

ابھی میں یہی دیکھ رہا تھا کہ اچانک گھر کی چھت پھٹی، میں نے آسمان کی جانب نظر کی تو ایک سفید کپڑوں والا شخص میری جانب آ رہا ہے اور پھر دوسرا۔ ان دونوں نے سیاہ شخص کو چیخ کر پکارا تو وہ دور بھاگ گیا اور دور سے دیکھنے لگا اور وہ اسے ڈانٹتے رہے۔ اب ان میں سے ایک سر

کے پاس اور دوسرا قدموں کے پاس بیٹھ گیا۔ سر والا پاؤں والے سے بولا کہ چھو کر دیکھو تو اس نے میری انگشتان کو چھوا اور کہا کہ اس کے ذریعے یہ آدمی بکثرت نمازوں کے لیے جاتا تھا، پھر پاؤں والے نے سر والے سے کہا کہ تم چھوؤ، اس نے سر کے جبڑے کے قریب کا حصہ چھوا اور بولا یہ ذکر الٰہی زیادہ سے زیادہ کیا کرتا تھا۔

فرشتوں کی خوشبو:

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے عطار رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا کہ سلیمان کو مشک حاصل ہوا۔ جس کو انہوں نے اپنی بیوی کے پاس رکھ چھوڑا۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو بیوی سے کہا، وہ مشک لاؤ اور پانی سے تر کر کے میرے بستر کے چاروں طرف چھڑک دو، کیونکہ میرے پاس اس وقت اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی مخلوق حاضر ہو رہی ہے جو کچھ کھاتی پیتی نہیں ہے، مگر خوشبو سونگھ لیتی ہے۔ (سنن سعید بن منصور)

جنت کا پانی پینے والے:

حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ "میرے بھائی علی بن صالح کی وفات جس رات کو ہوئی اسی رات میں انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے بھائی، ذرا مجھے پانی پلاؤ، میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اس لیے نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں نے پانی پیش کیا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں تو ابھی پی چکا ہوں۔ میں نے دوبارہ پینے کو کہا تو انہوں نے پھر یہی جواب دیا۔ میں نے حیرت سے پوچھا، اس بالا خانے میں میرے اور آپ کے علاوہ کوئی تیسرا آدمی نہیں، پھر کس نے پلایا؟ میرے بھائی نے جواب دیا۔ ابھی ابھی جبرائیل علیہ السلام پانی لے کر تشریف لائے اور مجھے پانی پلانے کے بعد انہوں نے خوشخبری دی کہ تو، تیرا بھائی اور تیری ماں ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام کیا، یعنی نبیین، صدیقین اور شہداء وصالحین کے ساتھ۔ (ابن مندہ وغیرہ)

فرشتے کا انسانی جسم سونگھ کر نیک اعمال تلاش کرنا:

روایت ہے، ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے کہ میرا ایک بھتیجا بدکار تھا۔ وہ بیمار ہوا اور عرصے تک مریض رہا۔ مگر میں اس کو دیکھنے کو نہ گیا۔ ایک روز بازار گیا، دل میں خیال ہوا کہ وہ میرا بھتیجا ہے۔

اس کا کام اللہ کے اختیار میں ہے، میں اس کے پاس گیا اور تمام رات اس کے نزدیک رہا۔ اچانک دیکھا کہ دو سیاہ فرشتے کلہاڑی لیے ہوئے چھت سے اترے، ایک نے دوسرے سے کہا اس کے پاس جا کر دیکھو کچھ نیک عمل ہے یا نہیں۔ وہ میرے بھتیجے کے قریب آیا اور اس کے سر کو سونگھا سر میں قرآن شریف کو نہ پایا اور اس کے پیٹ کو سونگھا۔ ایک دن بھی اس کو روزہ دار نہ پایا اور اس کے پاؤں کو سونگھا اور اس کو بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھتے نہ پایا، نہ نماز کے واسطے مسجد کی طرف جاتے پایا۔

اس کے بعد اس کا دوسرا ساتھی آیا اور اس کے سر کو سونگھا اور پیٹ کو سونگھا اور دونوں پاؤں کو سونگھا اور اپنے ساتھی سے کہنے لگا۔ ہائے تعجب کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہے اور اس میں ایک صفت بھی ان صفتوں میں سے نہیں ہے، اس کو دوبارہ دیکھا اور اس کا منہ کھول کر زبان کو دبایا اور اپنے ساتھی سے کہا، سبحان اللہ، اس نے ایک بار شہر انطاکیہ میں صدق دل سے اللہ اکبر کہا تھا اور اس کی خوشبو نکلتی ہے۔

بعد اس کے دونوں فرشتے باہر دروازے پر کھڑے ہو گئے اور ملک الموت آئے اور اس کی روح کو قبض کیا اور جاتے وقت ان دونوں فرشتوں سے کہا تم چلے جاؤ۔ اس کے ساتھ جانے کا تم کو راستہ نہیں ہے۔ جب صبح ہوئی تو ابو قلابہ نے اس واقعے کو لوگوں سے بیان کیا۔ لوگوں نے کہا اس نے مقام ساکنہ میں اللہ اکبر کہا ہے۔ ابو قلابہ نے کہا، قسم ہے اس ذات کی، جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، میں نے فرشتے کے منہ سے سنا ہے کہتے تھے کہ انطاکیہ میں اللہ اکبر کہا ہے۔ پھر سب لوگ نماز جنازہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ اس روایت کو حکیم ترمذی نے نوادر میں ذکر کیا ہے۔

لالکائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعے کی تفصیل یوں بیان کی ہے کہ فرشتے دو سفید پرندوں کی شکل میں آئے تھے، نیز یہ بھی لکھا ہے کہ ابو قلابہ رضی اللہ عنہ بہت بزرگ آدمی تھے، لیکن ان کا یہ بھتیجا محارم و ممنوعات کے ارتکاب میں بہت جری تھا، لیکن پر خلوص تکبیر کی وجہ سے فرشتوں نے ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے کہا یہ جنتی ہے۔ اس کی نماز جنازہ پڑھ کر دفن کرو، چنانچہ اس جنازے میں اتنے آدمی شریک ہوئے کہ اس سے پہلے اس سے زیادہ آدمی دیکھنے میں نہیں آئے تھے۔

گناہگار ڈاکو کی تلی میں چھپا ہوا کلمہ فرشتوں کو نظر آ گیا:

حضرت میمون مرادی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ہمارے نزدیک ایک خبیث ڈاکو تھا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو لوگوں نے نفرت کے ساتھ اس کو ایک راستے میں ڈال کر کنارہ کشی کر لی۔ میمون

کہتے ہیں کہ میں ایک جگہ بیٹھ کر اس کا منظر دیکھتا رہا اور غور و فکر کرتا رہا۔ اچانک مجھے نیند کی گھیری آئی اور اسی عالم میں، میں نے دیکھا کہ دو سفید پرندے اترے، ایک نے دوسرے سے کہا جا کر دیکھ اس میں کوئی نیکی ملتی ہے۔ چنانچہ وہ اس کے منہ سے گھس کر نیچے نکل آیا اور کہنے لگا، میں نے کوئی نیکی نہیں دیکھی۔ دوسرے پرندے نے کہا، ابھی جلدی نہ کر، ذرا میں بھی دیکھ لوں۔ چنانچہ وہ اس کے تالو سے گھس کر اس کے تلوے سے نکل کر کہنے لگا، اللہ اکبر، میں نے دیکھا کہ اس کی تلی میں کلمہ اشھد ان لا الہ الا اللہ چپکا ہوا ہے اور اس کی تلی متحرک ہے۔ پرندوں کی گفتگو سن کر میں نے منادی کر دی کہ لوگو آؤ اور اس شخص کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرو۔

موضوع نمبر ۵

روح کی حقیقت

روح کیا ہے؟

اس مسئلے پر سب ہی محققین کا اتفاق ہے کہ روح ایک غیر مرئی چیز ہے۔ جس کا نہ کوئی جسم ہے نہ شکل و صورت۔ وہ اپنے جسم سے جب الگ ہوتی ہے تو ایک نیا وجود جسے "ETHERIAL BODY" کہتے ہیں اختیار کرلیتی ہے۔ اور ایک دنیا میں اپنا کام ختم کرنے کے بعد کسی اور دنیا میں بودوباش اختیار کرلیتی ہے۔

مومن اور کافر کی روح کس طرح نکلتی ہے؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
"مومن کی روح پسینے کے ساتھ نکلتی ہے اور کافر کی جان اس طرح کھینچی جاتی ہے جس طرح گدھے کی، مومن سے جو گناہ سرزد ہو چکے ہیں موت کی سختی ان کا کفارہ ہو جاتی ہے اور کافر نے جو نیکیاں کی ہیں، ان نیکیوں کا بدلہ اس کو اس طرح دے دیا جاتا ہے کہ موت اس پر آسان کر دی جاتی ہے۔"
(طبرانی، کبیر، ابونعیم)

مومن اور کافر کی روح نکلنے کی نشانی:

علقمہ رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے بھتیجے کے پاس گئے، جبکہ وہ موت کی حالت میں تھا اور اس کی پیشانی سے پسینہ نکلتا تھا۔ علقمہ رحمتہ اللہ علیہ ہنسے، لوگوں نے پوچھا، کیوں ہنسے؟ کہا کہ میں نے سنا، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے، فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی روح پسینہ دے کر نکلتی ہے، اور بدکار اور کافر کی روح اس کے منہ سے نکلتی ہے۔ جیسے گدھے کی جان منہ سے نکلتی ہے اور مومن پر گناہ کے سبب سے موت کے وقت سختی کی جاتی ہے تا کہ گناہ کا کفارہ ہو جائے اور کافر اور بدکار پر گناہ کے سبب سے موت کے وقت آسانی کی جاتی

ہے تا کہ نیکی کا کفارہ ہو جائے۔

رگوں سے روح کا اخراج ہونا:

ابن ابی الدنیا اور طعمہ بن غیلان جعفی سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"اللہ تو پٹھوں اور پوروں کی بھی روح نکالتا ہے۔ اے اللہ مجھ پر موت کو آسان فرما۔"

کافر کی روح کی کیفیت:

ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا کہ:
"جب کافر کی روح خارج ہوتی ہے تو ملائکہ اسے لے کر زمین پر پٹخ دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ آسمان کی جانب اٹھتی ہے، جب وہ آسمان کی جانب اٹھتی ہے تو آسمان کے فرشتے اسے مارتے ہیں تو وہ زمین کے سب سے نچلے طبقے میں پہنچ جاتی ہے۔"

مومن کی قبض روح کا ایک نظارہ:

بیہقی نے براء بن عازب سے مرفوعاً ایک طویل روایت نقل کی ہے، جس کے ایک حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن کی قبض روح سے پیشتر آسمان سے سفید صورت شکل کے فرشتے اترتے ہیں، ان کے ہاتھوں میں جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے اور وہ میت کے اردگرد اس طرح بیٹھ جاتے ہیں کہ جہاں تک نظر کام کر سکتی ہے یہی فرشتے بیٹھے نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد ملک الموت روح قبض کرنے آتا ہے اور میت کے سرہانے بیٹھ کر روح کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ اے روح اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف نکل آ۔

اس حکم کو سنتے ہی روح اس طرح جسم سے نکل آتی ہے جیسے مشک کے دہانے سے پانی کا قطرہ ٹپک جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ روح ان فرشتوں کے حوالے کر دی جاتی ہے۔ وہ اس روح کو جنت کے کفن اور خوشبو میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اس وقت اس روح میں سے مشک کی سی خوشبو پھوٹ پڑتی ہے، پھر یہ فرشتے اس روح کو لے کر آسمان کی طرف پرواز کرتے ہیں۔ راہ میں ان فرشتوں کا گذر فرشتوں کی جس جس جماعت پر ہوتا ہے وہ کہتے ہیں واہ کیا اچھی خوشبو ہے۔

یہ فرشتے میت کا نام تعظیم وتکریم سے لے کر تعارف کراتے ہیں۔ یہاں تک کہ دنیا کے آسمان پر پہنچ جاتے ہیں۔ دروازہ کھلواتے ہیں، پہلے آسمان کے فرشتے مشایعت کرتے ہوئے دوسرے آسمان پر پہنچا دیتے ہیں۔ اسی طرح چھ آسمان طے کرنے کے بعد جب روح ساتویں آسمان پر پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔ میرے بندے کا نام علیین میں لکھ دو اور اس کو زمین پر واپس لے جاؤ۔ زمین سے ہی میں نے اسے پیدا کیا تھا اور اب زمین پر ہی واپس لوٹا رہا ہوں اور زمین سے ہی قیامت کے دن دوبارہ زندہ کروں گا۔

اس کے بعد یہ روح زمین پر واپس آتی ہے اور میت کے جسم میں داخل کر دی جاتی ہے۔ اس کے بعد دو فرشتے اس کو قبر میں بٹھا کر سوال کرتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون تھے؟ میت ان سوالات کے صحیح صحیح جواب دیتی ہے تو فرشتے کہتے ہیں، بے شک تو نے سچ کہا۔ اسی وقت آسمان سے ندا آتی ہے، میرے بندے کے لیے جنت کا فرش بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہناؤ اور اس طرف جنت کا ایک دروازہ کھلتے ہی جنت کی روح پرور ہوا اور خوشبو آنے لگتی ہے اور قبر میں حد نگاہ تک کشادگی کر دی جاتی ہے۔ اس کے بعد میت کے نیک اعمال ایک حسین وجمیل شخص کی صورت میں میت کے سامنے آ کر رفاقت کا وعدہ کرتے ہیں۔

کافر کی روح قبض ہونے کا منظر:

اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ کافر کی روح قبض کرنے کے وقت سیاہ چہروں والے فرشتے آسمان سے آ کر اس کے اردگرد حد نظر تک بیٹھ جاتے ہیں۔ اس کے بعد ملک الموت میت کے سرہانے بیٹھ کر روح کو حکم دیتا ہے۔ اے خبیث روح، اللہ کی ناراضگی اور غضب کی طرف نکل آ۔ یہ سنتے ہی روح ڈر کے مارے سارے بدن میں دوڑنے پھرنے لگتی ہے۔ مگر طرح طرح کی سختی سے اس کی روح جسم سے نکال لی جاتی ہے۔ اور وہ فرشتے اس روح کو ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اس وقت اس روح سے مردار سڑے ہوئے جانور کی سی بدبو پھوٹنے لگتی ہے۔

فرشتے اس روح کو لے کر آسمان کی طرف پرواز کرتے ہیں۔ دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں مگر نہیں کھلتا۔ حکم ہوتا ہے اس کا نام سجین میں لکھ دو۔ اس کے بعد یہ روح زمین پر پھینک دی جاتی ہے اور جسم میں داخل کر کے سوال کرتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے مجھے معلوم نہیں۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ اس کے جواب میں بھی لاعلمی ظاہر کرتا ہے۔ پھر حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ وہ اس کا بھی یہی جواب دیتا ہے، مجھے معلوم نہیں۔

اس وقت آسمان سے ندا آتی ہے، میرے بندے نے جو کچھ کہا، بالکل ہی جھوٹ کہا۔ اس کے نیچے آگ کا بستر بچھا دو اور دوزخ کا ایک دروازہ کھول دو۔ دروازہ کھلتے ہی دوزخ کی گرمی اور آگ کی لپٹیں آنی شروع ہو جاتی ہیں۔ پھر اس کو قبر اس زور سے دبوچتی ہے کہ ادھر کی پسلیاں ادھر اور ادھر کی پسلیاں ادھر ہو جاتی ہیں۔

کیا روح سرچشمۂ علوم ہے؟:

بعض کے نزدیک روح میں تمام علوم پائے جاتے ہیں، لیکن اسے عالم کی مصروفیتوں نے ان کے مطالعے سے روک رکھا ہے۔ پھر جب نیند کی وجہ سے روح آزاد ہو جاتی ہے تو اپنی صلاحیت کے مطابق ان میں سے کسی بات کا مشاہدہ کر لیتی ہے اور چونکہ موت سے پوری آزادی مل جاتی ہے اس لیے اب روح کے علوم ومعارف بھی کمال پر پہنچ جاتے ہیں۔

مگر یہ بات کچھ صحیح بھی ہے اور کچھ غلط بھی۔ کیونکہ روح کی آزادی روح کو ان علوم و معارف سے آگاہ کرتی ہے جن پر آگاہی بلا آزادی کے محال ہے۔ لیکن اگر روح پوری طرح آزاد ہو جائے تو پھر بھی اللہ کے اس علم پر مطلع نہیں ہو سکتی جسے اس نے اپنے رسولوں کو عطا فرما کر مبعوث فرمایا ہے اور نہ ان تفصیلات پر جن کی اللہ نے خبر دی ہے۔ یعنی گزرے ہوئے نبیوں کی اور ان کی قوموں کی تفصیلات پر۔

اسی طرح معاد پر۔ شروط قیامت پر، اچھے برے کاموں پر، اسمائے حسنیٰ پر، صفات وافعال پر۔ غرضیکہ شریعت کی تمام جزئیات پر آگاہ نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ تمام باتیں وحی سے معلوم ہوتی ہیں۔ ہاں روح کی آزادی ان باتوں کی معرفت پر روح کی معاون ضرور بن جاتی ہے، لیکن انہیں بدن کی مصروفیتوں میں دبی ہوئی روح کی حاصل کردہ معلومات کی بہ نسبت ان کے معدن سے حاصل کرنا زیادہ آسان، قریب اور کثرت سے ہے۔

روحوں کے چار گھر ہیں:

روحوں کے چار گھر ہیں اور ہر لاحق گھر، ہر سابق گھر سے بڑا ہے۔ پہلا گھر ماں کا پیٹ ہے جو محدود، تنگ وتاریک اور تین تین اندھیروں سے گھرا ہوا ہے، دوسرا گھر دنیا ہے، جہاں انسان خیر

وشر اور سعادت وشقاوت کی کھیتی کرتا ہے اور ان کے اسباب فراہم کرتا ہے۔ تیسرا گھر برزخ ہے جو دنیا سے وسیع اور بہت بڑا ہے بلکہ ان دونوں کی نسبت وہی ہے جو سابقہ دو گھروں میں تھی۔ چوتھا گھر آخرت ہے۔ یعنی جنت یا جہنم۔ آگے کوئی گھر نہیں۔

حق تعالیٰ بتدریج انسان کو ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل کرتا ہوا آخری گھر (آخرت) میں لے جاتا ہے۔ جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا تھا اور جس کی تخلیق سے غرض اس گھر کی شقاوت وسعادت کا حصول تھا۔ ہر گھر کے حالات واحکام جداگانہ ہیں۔ مبارک ہیں وہ جو دنیا میں آ کر سعادت کے اسباب فراہم کرتے ہیں اور شقاوت کے کانٹوں سے دامن بچا کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ توحید اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خواہشات سے بچنے سے حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا شریعت کی باتیں سچی ہیں اور اس کے خلاف ہر بات جھوٹی ہے۔

اس قول پر تبصرہ کہ مومنوں کی روحیں ساتویں آسمان پر علیین میں ہیں

اور کافروں کی روحیں ساتویں زمین سجین میں ہیں:

اگلے پچھلے علماء کا یہی قول ہے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول ''اللھم الرفیق اعلیٰ'' ''اے اللہ بلند ساتھیوں میں پہنچا'' میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ روحیں رب کے آگے پیش کی جاتی ہیں۔ پھر وہ ان میں اپنا فیصلہ فرما کر انہیں اہل علیین یا اہل سجین میں سے لکھتا ہے۔ پھر روح سوال وجواب کے لیے قبر کی طرف لوٹتی ہے۔ پھر جہاں اس کے ٹھکانے کا فیصلہ ہوا ہے اسی کی طرف لوٹ آتی ہے۔ یعنی مومنوں کی روحیں حسب مراتب علیین میں اور کافروں کی روحیں سجین میں ٹھہر جاتی ہیں۔

روح کا دنیا والوں سے تعلق:

ہماری زندگی صرف اسی مادی دنیا تک محدود نہیں ہے بلکہ اسلامی عقیدہ کے مطابق مرنے کے بعد روحوں کو حیات دوام حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ ہے اسلام کا عقیدہ۔ اسلام بعض دیگر مذاہب کی طرح اس بات کا قائل نہیں کہ مرنے کے بعد انسان کی روح کسی دوسرے قالب میں منتقل ہو جاتی ہے بلکہ اسے جسم کی قید سے ہمیشہ کے لیے آزادی حاصل ہو جاتی ہے اور یہی زمانہ حاضرہ

کے ماہرین ارواح کی بھی رائے ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی روح زندہ اور برقرار رہتی ہے۔ علمائے اسلام کی مستند کتب کے حوالوں سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ مرنے کے بعد مرنے والے مومنوں کی روح کا تعلق اس دنیا سے اپنے گھر اور گھر والوں سے باقی رہتا ہے اور روحیں اس بات کی متمنی رہتی ہیں کہ ان کے متعلقین ان کی جانب سے برابر صدقات اور نیک کاموں میں حصہ لیتے رہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ مشکوٰۃ کی شرح ''اشعۃ المعات'' میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''بعض روایتوں میں آیا ہے کہ میت کی روح اپنے گھر میں جمعہ کی رات میں آتی ہے اور یہ دیکھتی ہے کہ اس کی جانب سے اس کے متعلقین صدقہ وخیرات کرتے ہیں یا نہیں۔''

اور یہی بات دوسرے علمائے اسلام نے بھی تحریر فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ الاسلام اپنی کتاب ''کشف الغطا'' کی فصل ششم میں لکھتے ہیں:

> ''غرائب اور خزانہ میں نقل کیا گیا ہے کہ مومنوں کی روحیں اپنے گھروں میں ہر جمعہ کی رات کو، عید کے دن، عاشورہ کے دن اور شب برأت میں آتی ہیں اور غمگین انداز میں ندا کرتی ہیں کہ اے میرے اہل اور میری اولاد اور رشتہ دار، فقراء اور مساکین کو صدقہ دے کر ہم پر مہربانی کرو۔''

گویا روحیں سب سے زیادہ اس بات کی متمنی ہوتی ہیں کہ ان کے نام سے راہ خدا میں صدقہ دیا جائے۔ امام النفسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''دستور القضاۃ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ

> بے شک مومنوں کی روحیں ہر جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن میں آتی ہیں اور ہر ایک اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑے ہو کر ملتجی ہوتی ہے۔ ''اے میرے اہل، اے میری اولاد اور رشتہ دارو، ہمارے نام پر صدقہ کر کے مہربانی کرو، ہمیں نہ بھلاؤ۔''

اسی طرح ''خزائنۃ الروایات'' میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

> ''جب عید، جمعہ اور عاشورہ کا دن ہوتا ہے اور نصف شعبان کی رات ہوتی ہے تو مرنے والوں کی روحیں آتی ہیں اور اپنے گھروں کے دروازوں پر صدقے کی امید میں کھڑی ہوتی ہیں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی روحوں کی اپنے گھروں پر آمد کی تصدیق فرمائی ہے۔ ان اقوال اور روایات سے مومنوں کی روحوں کا آزاد ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ روحیں اپنے گھروں پر آتی ہیں، صدقات کے لیے ملتجی ہوتی ہیں اور اہل خانہ کی حرکات وسکنات کا مشاہدہ کرتی ہیں اور خصوصیت کے ساتھ اس بات کو دیکھتی ہیں کہ ان کے گھر والے ان کی طرف سے فقیروں اور مسکینوں پر صدقہ کرتے ہیں یا نہیں اور اہل خانہ کے دلوں میں ان کی یاد باقی ہے یا وہ انہیں بھول چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک کی روایت کے الفاظ ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک دنیا کافر کی جنت اور مومن کا قید خانہ ہے، جب مومن کی جان نکلتی ہے تو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو قید خانے میں تھا مگر جب آزاد کر دیا گیا تو وہ آزادانہ زمین پر گشت کرنے لگا اور آزادی کے ساتھ چلنے پھرنے لگا۔"

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث میں نے آخر میں اس لیے پیش کر دی ہے تاکہ اوپر بیان کی ہوئی تمام روایتوں کی تصدیق ہو جائے اور ہر مسلمان اس بات کو سمجھ جائے کہ مومنوں کی روحوں کو یقیناً اس بات کی آزادی حاصل ہوتی ہے کہ وہ جہاں چاہیں جائیں، جبکہ کافروں کی روحوں کو یہ بات حاصل نہیں ہوتی کیونکہ انہیں سجین میں مقید کر کے عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

بہر کیف مندرجہ بالا روایات اور اقوال سے یہ بات صاف طور پر واضح ہے کہ مومنوں کی روحیں مرنے کے بعد اپنے گھروں کی طرف آتی ہیں، انہیں بڑی حد تک آزادی حاصل ہوتی ہے اور یہ روحیں اس بات کی خواہشمند رہتی ہیں کہ ان کے گھر والے پاکبازانہ اور نیکیوں کی زندگی گذاریں، صدقات میں پیش پیش رہیں اور ان کے نام سے بھی صدقات ادا کرتے رہیں اور انہیں دنیا سے جانے کے بعد بھی فراموش نہ کریں۔

موضوع نمبر ۶

موت کے بعد حرکت اور کلام کرنے کے واقعات

موت کے بعد کلام کرنے پر دور صحابہ رضی اللہ عنہم کا واقعہ:

ابو نعیم نے ربعی سے روایت کیا، انہوں نے کہا کہ:

"ہم چار بھائی تھے اور میرا ایک بھائی جو ہم سب سے بڑھ کر نماز روزہ کا پابند تھا، وہ وفات پا گیا۔ ہم لوگ اس کے اردگرد تھے کہ اچانک اس نے کپڑا اٹھا کر کہا۔ السلام علیکم۔ ہم نے کہا، وعلیکم السلام۔ کیا موت کے بعد بھی۔ اس نے کہا، جی ہاں! اس نے کہا کہ تمہارے بعد میں نے اپنے رب سے ملاقات کی جو مجھ پر بے حد خوش تھا۔ تو اس نے مجھ پر اپنی رحمت عطا کی اور استبرق کا لباس پہنایا۔ سنو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے میرے انتظار میں ہیں، جلدی کیجئے۔ اتنا کہہ کر وہ پہلے کی طرح چپ ہو گیا۔ یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک پہنچ گئی تو آپ یہ سن کر فرمانے لگیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میری امت میں ایک شخص مرنے کے بعد بھی کلام کرے گا۔"

ابو نعیم نے کہا یہ حدیث بہت معروف ہے۔ بیہقی نے اس حدیث کو "دلائل النبوۃ" میں ذکر کیا اور کہا کہ یہ صحیح ہے اور اس کی صحت شک سے پاک ہے۔

مردہ کا کلمہ شہادت پڑھنا:

لالکائی نے "مسند" میں میمون مرادی سے روایت کیا کہ:

"ہمارے گھر میں ایک برے آدمی کی موت واقع ہوئی، تو لوگوں نے اسے سرراہ پھینک دیا اور اس کے قریب جانے سے پرہیز کیا۔ میں نے اس کے متعلق غور وخوض کیا۔ اتنے میں مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا۔ دیکھا کہ میرے پاس دو سفید پرندے آئے، ایک دوسرے سے بولا کہ دیکھو، کیا اس میں کچھ بھلائی ہے تو وہ اس کی کھوپڑی سے داخل ہو کر اس کی شرم گاہ سے نکلا اور بولا کہ مجھے تو اس میں کچھ بھی بھلائی نہ دکھائی دی۔ پرندہ بولا، جلدی نہ کیجئے، اب دوسرا پرندہ اس کے سر سے داخل

ہو کر پاؤں سے باہر آیا اور بولا اللہ اکبر۔ ایک کلمہ اس کی تلی سے چپکا ہوا ہے۔ اتنے میں صاحب میت گویا ہوا کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ میں نے لوگوں کو بلا کر یہ منظر دکھایا۔

موت کے بعد حرکت کرنا:

مغیرہ بن خلف سے مروی ہے کہ:

"بے جان کی لڑکی روبہ نامی نے وصال کیا، لوگوں نے اسے غسل دیا اور کفن پہنا دیا، پھر انہوں نے دیکھا کہ وہ حرکت کر رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ خوش ہو جاؤ، جیسا تم سمجھتے تھے میں نے اس سے آسان معاملہ پایا اور میں نے معلوم کیا کہ جنت میں قطع رحمی کرنے والا اور شراب کا عادی اور شرک کرنے والا داخل نہ ہوگا۔"

شیخ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے موت کے بعد انگلی اٹھا کر اشارہ کیا:

شیخ عبدالغفار رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو قاضی بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی کہ وہ شیخ معین الدین جبرئیل کے ساتھ سفر کر رہے تھے، راستے میں قاہرہ کی حدود میں داخل ہونے سے پہلے شیخ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا، جب ہم ان کی میت کو لے کر قاہرہ کے دروازے پر پہنچے تو قاہرہ والوں نے میت کو شہر میں داخل ہونے سے منع کیا، اس وقت شیخ معین الدین نے اپنی انگلی اٹھا کر اشارہ کیا اور ہم شہر میں داخل ہو گئے۔

وہ موت کے بعد زندہ ہو کر ایک مہینہ حیات رہے:

ابن ابی الدنیا اور حاکم نے "مستدرک" میں اور بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں اور ابن عساکر نے اپنی سند سے روایت کیا کہ:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کسی مرض میں بے ہوش ہو گئے، لوگوں نے خیال کیا کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ چنانچہ سب چلے گئے اور آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹ دیا۔ پھر اچانک آپ کی بے ہوشی ختم ہو گئی اور فرمایا کہ میرے پاس دو سخت طبع فرشتے آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ چلو تا کہ بارگاہ خداوندی میں فیصلہ کرائیں۔ وہ مجھے لے کر چل دیئے۔

راستہ میں دو مہربان ملائکہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا کدھر جا رہے ہو؟ وہ بولے

بارگاہ الٰہی میں فیصلہ کروانے جا رہے ہیں۔ مہربان ملائکہ بولے اسے چھوڑ دو، کیونکہ پہلے ہی سے یہ سعید لکھے جا چکے ہیں۔ یہ ماں کے شکم سے ہی نیک اور سعید پیدا ہوئے ہیں۔ اس کے بعد آپ ایک مہینہ حیات رہے اور پھر وصال فرما گئے۔

گجرات کے ولی اللہ کا عجیب واقعہ:

گجرات کے ایک ولی اللہ صالح خانجیو صدیقی کو گجرات کے ظالم حاکم نے پھانسی کا حکم دیا، جونہی آپ کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالا گیا، آپ نے کلمہ شہادت پڑھنا شروع کیا۔ آپ کا بدن زمین سے اٹھایا گیا اور روح پرواز کر گئی مگر جب پھندا نرم ہونے کے بعد بدن زمین پر آ لگا تو آپ کے بدن میں روح کا اعادہ ہوا اور آپ نے کلمہ شہادت کا باقی حصہ بھی پڑھ لیا۔

(نزھۃ الخواطر، ج ۴، صفحہ ۱۰۲)

موت کے بعد مرید نے بزرگ کا انگوٹھا پکڑ لیا:

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرید کو غسل دیا۔ اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا، میں نے کہا میرا انگوٹھا چھوڑ دے، مجھے معلوم ہے کہ تو مرا نہیں ہے۔ یہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال ہے۔ اس نے میرا انگوٹھا چھوڑ دیا۔

شیخ ابن الجلا رحمۃ اللہ علیہ مشہور بزرگ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا اور ان کو نہلانے کے لیے تختے پر رکھا تو وہ ہنسنے لگے۔ نہلانے والے چھوڑ کر چل دیئے۔ کسی کو ہمت ان کو نہلانے کی نہ پڑتی تھی۔ ایک اور بزرگ ان کے رفیق آئے اور انہوں نے غسل دیا۔

صالح عمل کے ثمرات:

ابن عساکر نے قرہ بن خالد سے روایت کیا کہ:

"ہمارے اہل خانہ میں ایک مستور نے وفات پائی، لیکن ہم نے اسے دفن نہ کیا، کیونکہ اس کی ایک رگ حرکت کرتی تھی، جو بولنے لگی کہ جعفر بن زبیر نے کیا کیا، حالانکہ جعفر کی وفات ایسے دور میں ہوئی تھی جو دور اس مستور نے نہ دیکھا تھا۔ میں نے کہا وہ تو وفات پا گیا۔ مستور نے کہا، بخدا میں نے انہیں ساتویں آسمان پر دیکھا اور ملائکہ اسے بشارت دے رہے ہیں اور میں انہیں اور

ان کے کفن کو بخوبی پہچان رہی ہوں کہ ملائکہ محو گفتگو تھے کہ صالح عامل آیا صالح عامل آیا۔"

دور جدید کا تازہ واقعہ:

ڈاکٹر بقا مرحوم کالج آف ٹیکنالوجی میں کام کرتے تھے۔ بہت ہی نیک آدمی تھے، انہیں دل کا دورہ پڑا اور فوری طور پر انتہائی نگہداشت کے شعبے میں داخل کر دیا گیا۔ میں ان کے بستر کے قریب موجود تھا۔ ان کا دل یکا یک بند ہو گیا۔ چنانچہ بجلی کا جھٹکا لگایا گیا۔ انہوں نے فوراً کلمہ طیبہ پڑھا، جب دوسرا جھٹکا لگایا گیا تو انہوں نے بلند آواز میں درود شریف پڑھا اور دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

ایک بادشاہ کا قبر میں حال:

ابن جوزی نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جا رہے تھے، راستے میں کسی مردے کی ایک کھوپڑی نظر آئی۔ آپ کے ساتھیوں نے درخواست کی کہ اے روح اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اس کھوپڑی کو قوت گویائی عطا فرما دے اور یہ کھوپڑی گذرے ہوئے عجیب واقعات ہم کو سنا دے، ہم کو عبرت حاصل ہوگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور کھوپڑی بول اٹھی کہ اے روح اللہ! پوچھئے کیا پوچھتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں آپ کی باتوں کا جواب دوں۔

آپ نے پوچھا تو اس دنیا میں کونسی شخصیت رکھتا تھا؟ کھوپڑی نے جواب دیا، میں اس دنیا کا بادشاہ تھا، ہزار برس زندہ رہا، ہزار اولادیں مجھ سے ہوئیں، ہزار شہر فتح کیے، ہزاروں لشکروں کو شکست دی اور ہزاروں بادشاہوں کو قتل کیا۔ بالآخر اس فاتح زمانہ کو موت آئی، میں نے اچھی طرح معلوم کر لیا کہ زہد وتقویٰ سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں اور حرص وطمع میں ہلاکت ہی ہلاکت ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنے میں سب سے بڑی عزت ہے۔ (مختصر مدہش)

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے آپ سے درخواست کی کہ اے روح اللہ! ہمارے دادا سام بن نوح علیہ السلام کا دیدار کرا دیں تاکہ ہمیں علم ویقین حاصل ہو۔

چنانچہ آپ ان کو سام بن نوح علیہ السلام کی قبر پر لے گئے اور کہا اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا۔ وہ کھجور کے تنے کی طرح کھڑے ہو گئے۔ آپ نے ان سے دریافت کیا، اے سام! تم کتنی مدت تک زندہ رہے؟ جواب ملا، میں چار ہزار برس زندہ رہا، دو ہزار برس تعمیر میں گذارے اور دو ہزار برس آباد کرنے میں گذر گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا، آپ نے دنیا کی کیا حقیقت پائی؟ سام نے جواب دیا، دنیا کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک گھر ہے جس کے دو دروازے ہیں، ایک دروازے سے داخل ہوا، دوسرے دروازے سے نکل گیا۔

بنی اسرائیل کے ایک شخص کا موت کے تین دن بعد کلام:

بنی اسرائیل کے ایک شخص نے عہدہ قضا سنبھالا۔ یہ ایک مرض میں مبتلا ہوا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ میں اپنے اس مرض میں وفات پا جاؤں گا۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو تم چار پانچ دن مجھے اپنے ہی پاس رکھنا۔ اگر تم مجھ میں کوئی خاص بات دیکھو تو تم میں سے کوئی ایک مجھے آواز دے دے۔ پس جب وہ فوت ہوا تو لوگوں نے اسے ایک تابوت میں رکھ لیا۔ جب تین دن گزر رہے تو اس میں سے ایک ہوا آئی تو ایک شخص نے اس کا نام لے کر آواز دی کہ یہ ہوا کیسی ہے؟ تو اسے بولنے کی اجازت ملی اور وہ گویا ہوا کہ اے لوگو! میں نے تم میں چالیس روز تک عہدہ قضا کو نبھایا تو مجھے دو آدمیوں کے علاوہ کسی نے شک میں نہ ڈالا، ان میں سے ایک میرا دوست تھا، اس کی بات اس کان سے زیادہ سنتا تھا جو اس کے قریب تھا۔ یہ ہوا اسی سے آ رہی ہے۔ اتنی بات کر کے پھر وفات پا گیا۔ (ابن ابی الدنیا)

موت کے بعد گفتگو:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت زید بن خارجہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کے بعض راستوں میں ظہر وعصر کے درمیان چلے جا رہے تھے کہ ناگہاں گر پڑے اور اچانک ان کی وفات ہو گئی۔ لوگ انہیں اٹھا کر مدینہ منورہ لائے اور ان کو لٹا کر کمبل اوڑھا دیا۔

جب مغرب وعشاء کے درمیان کچھ عورتوں نے رونا شروع کیا تو کمبل کے اندر سے آواز آئی۔ "اے رونے والیو! خاموش رہو۔"

یہ آواز سن کر لوگوں نے ان کے چہرے سے کمبل ہٹایا تو وہ بے حد دردمندی سے نہایت ہی

بلند آواز سے کہنے لگے۔ ''حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی امی خاتم النبیین ہیں اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے۔''

اتنا کہہ کر کچھ دیر تک بالکل ہی خاموش رہے، پھر بلند آواز سے یہ فرمایا:

''سچ کہا، سچ کہا ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں، قوی ہیں، امین ہیں، گو بدن میں کمزور تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کے کام میں قوی تھے۔ یہ بات اللہ کی پہلی کتابوں میں ہے۔''

اتنا فرمانے کے بعد پھر ان کی زبان بند ہوگئی اور تھوڑی دیر تک بالکل خاموش رہے، پھر ان کی زبان سے یہ کلمات جاری ہوگئے اور زور زور سے بولنے لگے:

''سچ کہا، سچ کہا، درمیان کے خلیفہ اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں نہیں لاتے تھے، نہ اس کی کوئی پرواہ کرتے تھے اور وہ لوگوں کو اس بات سے روکتے تھے کہ کوئی قوی کسی کمزور کو کھا جائے، اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔''

اس کے بعد پھر وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے، پھر ان کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوگئے اور زور زور سے بولنے لگے۔

''سچ کہا، سچ کہا حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) نے جو امیر المومنین ہیں اور مومنوں پر رحم فرمانے والے ہیں۔ دو باتیں گزر گئیں اور باقی چار ہیں، جو یہ ہیں:

١۔۔۔۔۔لوگوں میں اختلاف ہوجائے گا اور ان کے لیے کوئی نظام نہ رہ جائے گا۔
٢۔۔۔۔۔سب عورتیں رونے لگیں گی اور ان کی پردہ دری ہوجائے گی۔
٣۔۔۔۔۔قیامت قریب ہوجائے گی۔
٤۔۔۔۔۔بعض آدمی بعض کو کھا جائے گا۔

اس کے بعد ان کی زبان بالکل بند ہوگئی۔

(طبرانی والبدایہ والنہایہ، ج ٦ صفحہ ١٥٦ اور اسد الغابہ، ج ٢ صفحہ ٢٢٧)

موضوع نمبر ٧

موت کے اچانک آجانے کے حیران کن واقعات

موت اچانک آتی ہے:

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ کسی ملک کا بادشاہ بڑا عابد تھا۔ دن رات اللہ کی عبادت میں مصروف رہتا تھا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد اس کی طبیعت میں دنیوی عیش و عشرت کا میلان بھڑک اٹھا اور وہ دنیا کے شوق میں مبتلا ہوگیا۔ ایک عالیشان محل تعمیر کرایا، اس میں قیمتی فرش فروش بچھوائے اور اسے ہر طرح آراستہ پیراستہ کر کے دعوت کا اہتمام کیا۔ جو بھی وہاں آتا انواع و اقسام کے کھانے کھاتا اور محل کی خوبصورتی، نوادرات و عجائبات دیکھتا اور تعریف کرتا ہوا جاتا۔ یہ سلسلہ کئی روز تک چلتا رہا۔

بادشاہ نے ایک روز اپنے مصاحبین سے کہا کہ اس مکان کی خوبصورتی تم لوگوں نے دیکھ لی۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسے ہی مکانات اپنے لڑکوں کے لیے تعمیر کراؤں۔ تم لوگ مجھے اس بارے میں مشورہ دو۔ ایک روز سب اسی کی باتیں کر رہے تھے کہ مکان کے ایک خالی گوشے سے کسی نے موت کی یاد دلانے والے اشعار پڑھے۔ جن میں سے ایک یہ ہے:

یاایھا البانی الناسی منیتہ
لاتامنن فان الموت مکتوب

(اے موت کو بھول کر مکان کی تعمیر کرنے والے، بے خوف نہ ہو کیونکہ موت تو قسمت میں لکھی ہوئی ہے۔)

یہ سن کر بادشاہ اور حاضرین پر خوف طاری ہوگیا۔ بادشاہ نے پوچھا کیا تم لوگوں نے بھی کچھ سنا؟ سب نے کہا، ہاں! ہم نے بھی سنا۔ بادشاہ نے کہا اس آواز نے میرے دل کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ لگتا ہے یہ موت کی آہٹ ہے۔ مصاحبین نے تسلی دی۔ مگر بادشاہ کی کیفیت بدل چکی تھی۔ اس نے شراب گروادی، مزامیر تڑوادیے اور فوراً صدق دل سے توبہ کی اور ''الموت! الموت!'' اس کی زبان پر جاری تھا، اسی حالت میں اس کی روح نکل گئی۔

اس واقعے سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ موت یکدم آجاتی ہے، اسی لیے موت کے

آنے سے پہلے ہی انسان کو راہ راست اختیار کر لینا چاہئے۔ کیونکہ اسی میں انسان کی بھلائی ہے۔
(ریاض امریا جبین)

موت برحق ہے، مگر کفن میں شک ہے:

دیہات میں سے ایک لاش ملی، لاش پھول گئی تھی اور پہچانی نہیں جاتی تھی۔ پولیس والوں نے سوچا کہ جو کوئی بھی ہے، مسلمان ہے، غسل کفن تو دیا جائے۔ چنانچہ دیہات کے مولوی صاحب سے غسل کروایا گیا، مولوی صاحب نے غسل تو دے دیا مگر ان کے پاس کفن کا انتظام نہیں تھا۔ دیہات میں لوگوں کے پاس کھانے کو گندم تو ہوتی ہے خرچ کرنے کے لیے پیسے نہیں ہوتے۔ چنانچہ لاؤڈ اسپیکر پر اعلان ہوا کہ ایک لاوارث لاش ہے، اس کے کفن کے لیے چندہ جمع کریں۔ کسی نے روپیہ دیا، کسی نے پانچ روپے دیئے، الغرض کفن کے پیسے چندے سے پورے کر کے جنازہ کر دیا گیا اور لاش دفنا دی گئی۔ تین مہینے بعد پتہ چلا کہ وہ سرگودھا کے ایک زمیندار کی لاش تھی، جس کی دو محل نما کوٹھیاں، چار جوان بیٹے، چودہ مربع زمین اور کروڑوں کا بینک بیلنس تھا۔ اس نے سوچا بھی نہیں ہوگا کہ جب میری موت آئے گی تو چندے کے کفن میں دفنایا جاؤں گا۔

رب چاہے تو ڈاکٹر کے سامنے موت دیدے:

لاہور میں ایک اسپیشلسٹ تھا جو ملک کے صدر کا بھی معالج تھا۔ سوچیں وہ اپنے فن میں کتنا ماہر ہوگا۔ ایک شخص اس کے پاس آیا، کہنے لگا کہ چاہے کتنے پیسے خرچ ہو جائیں میرا چیک اپ کر لیں۔ اس نے ہر طرح سے چیک کیا، جب رپورٹیں آئیں تو اس نے لکھا کہ Your heart is functioning as a young man آپ کا دل ایک جوان آدمی کی طرح کام کر رہا ہے۔ اس نے اسے فائل دی، وہ اسے پیسے دے کر جانے کے لیے مڑا، ابھی ایک قدم ہی چلا تھا کہ اسے ہارٹ اٹیک ہو گیا اور اس نے جان ڈاکٹر کے سامنے ہی دے دی۔

تو نے منصب بھی گر پایا تو کیا
گنج سیم و زر بھی ہاتھ آیا تو کیا
قصر عالی شان بھی بنوایا تو کیا
دبدبہ بھی اپنا دکھلایا تو کیا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

موت ایسے بھی آتی ہے:

گوکرت کے قریب قومی شاہراہ پر کوئٹہ سے صادق آباد جانے والی مسافر کوچ کی چھت پر سوار چار مسافروں کو زہریلے سانپ نے ڈس لیا۔ جس کے باعث وہ موقع پر ہی ہلاک ہو گئے۔ تفصیلات کے مطابق مسافروں سے بھری ہوئی ایک کوچ کوئٹہ سے صادق آباد جا رہی تھی، گوکرت کے قریب کوئٹہ سبی قومی شاہراہ پر ایک شاہین زہریلے سانپ کو اپنے پنجوں میں دبائے فضا میں اڑ رہا تھا کہ اچانک سانپ بس کی چھت پر آ گرا اور یکے بعد دیگرے چھت پر سوار چار مسافروں کو ڈس لیا۔ مسافروں کی چیخ و پکار سن کر ڈرائیور نے گاڑی روکی، جس کے بعد مسافروں نے سانپ کو ہلاک کر دیا۔

زمین اژدھے کی طرح نگلتی چلی گئی:

میرا ایک دوست اپنی بستی میں رشتے داروں کو ملنے گیا، وہاں ایک واقعہ ہوا تھا جو درج کر رہا ہوں۔ اس بستی میں ایک کسان کے گھر اس کی ماں اور اس کی بیوی کے درمیان ہمیشہ جھگڑا رہتا تھا۔ کئی دفعہ اس کی بیوی ناراض ہو کر چلی گئی۔ بہت منت سماجت سے وہ اس کو واپس لے آتا تھا۔ اس کی بیوی نے یہ شرط آخری بار رکھی کہ اگر تو اپنی ماں کو ختم کر دے تو میں پھر تمہارے گھر آؤں گی۔

اس کسان نے روزانہ کے جھگڑے سے تنگ آ کر ماں کو ختم کرنے کا پروگرام بنایا، وہ کسان روزانہ کماد کھیت سے کاٹ کر بازار میں بیچا کرتا تھا۔ ایک دن اپنی ماں کو کھیت میں اس بہانے سے لے گیا کہ وہ کماد کا گٹھا اس کے سر پر رکھ دے گی۔ چنانچہ والدہ کو ساتھ کھڑا کیا اور کماد کاٹنے شروع کر دیئے اور یکدم اپنی کلہاڑی سے اپنی ماں کو ختم کرنے کے ارادے سے حملہ کیا تو زمین نے اس کے پاؤں پکڑ لیے، کلہاڑی دور جا پڑی اور اس کی ماں چلاتی ہوئی اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ گئی۔

اس دوران زمین نے آہستہ آہستہ کسان کو نگلنا شروع کر دیا تو کسان نے چلانا شروع

کردیا۔ اونچی آواز سے اپنی ماں کو پکارتا رہا اور معافی مانگتا رہا۔ مگر کھیت دور ہونے کی وجہ سے لوگوں تک آواز بہت دیر کے بعد پہنچی۔ جب لوگ وہاں پہنچے تو چھاتی تک زمین اس کو نگل چکی تھی اور اس کا سانس بھی بند ہو رہا تھا۔ اسی حالت میں آہستہ آہستہ زمین میں دفن ہوتا گیا۔ لوگوں نے اس کو نکالنے کی بہت کوشش کی مگر زمین نے اس کو نہ چھوڑا اور وہیں مر گیا۔ یہ چند ماہ پہلے کا واقعہ ہے اور تحقیق شدہ ہے۔ (از ڈاکٹر نور احمد)

قبر انتظار کر رہی تھی:

یہ واقعہ میرے بچپن کے ساتھی اور بہت گہرے دوست حاجی محمد صدیق سے متعلق ہے۔ میرا اور اس کا ساتھ تقریباً چالیس سال پرانا ہے۔ ہم ایک ساتھ اسکول میں پڑھتے تھے، کالج میں بھی ساتھ رہے اور پھر روزگار کے سلسلے میں سعودی عربیہ میں تقریباً پندرہ سولہ برس ساتھ رہے۔ میں ۱۹۹۱ء میں دل کا مریض بن کر دیارِ غیر سے وطن آ گیا۔ کچھ عرصے بعد میرا دوست بھی وطن واپس آ گیا اور یہاں ایک کمپنی میں ملازمت اختیار کر لی۔

صدیق نے کئی حج کیے، روزے نماز کا پابند تھا، اس میں خدمتِ خلق کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ کسی بھی حالات میں گھبراتا نہیں تھا۔ بہت مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔ ایک مرتبہ اس نے ٹرین کے حادثے میں انسانوں کے ٹکڑے جو جگہ جگہ بکھرے ہوئے تھے، اپنے ہاتھوں سے جمع کیے۔ اس کا قد چھ فٹ سے زیادہ تھا۔ صحت بہت اچھی تھی۔

اب میں اصل واقعے کی طرف آتا ہوں۔ صدیق کے پڑوس میں ایک صاحب مقیم تھے۔ وہ یہاں کراچی میں اپنی دوسری شریکِ حیات کے ساتھ مقیم تھے، جبکہ پہلی شریکِ حیات صوبہ پنجاب میں مقیم تھیں۔ ایک دن اچانک ان صاحب کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد یہاں قریبی قبرستان میں ان کی قبر کھودی گئی۔ قبر میرے دوست محمد صدیق نے اپنی نگرانی میں کھدوائی اور خود قبر میں لیٹ کر گورکن کو ہدایت دی کہ بھئی مرنے والے کی جسامت مجھ جیسی ہے اس لیے قبر بھی کشادہ ہونی چاہیے۔

بہرحال پھر یوں ہوا کہ مرحوم کی پہلی شریکِ حیات جو صوبہ پنجاب میں مقیم تھیں، انہوں نے اصرار کیا کہ مرحوم کی میت پنجاب بھیج دیں، ہم انہیں یہاں دفنائیں گے۔ بالآخر میت پنجاب روانہ کر دی گئی۔ جب میت کو بکس میں پیک کیا جا رہا تھا تو میں اور صدیق ساتھ ہی موجود

تھے اور ساری کارروائی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر میرے دوست نے مجھ سے کہا کہ دیکھو اس کا نصیب، انتقال یہاں ہوا (مرحوم عرصہ بیس سال سے یہیں مقیم تھے) اور دفن کہاں ہوں گے۔ بہرحال میت پنجاب روانہ کر دی گئی اور جو قبر مرحوم کے لیے کھودی گئی تھی وہ پتھروں سے ڈھانپ دی گئی۔

عرض کرتا چلوں کہ میں جس علاقے میں مقیم ہوں وہ ہاکس بے روڈ پر نیول کالونی کے نام سے مشہور ہے۔ قریب ہی کیماڑی کالونی فیز I اور فیز II اور تھوڑے ہی فاصلے پر ماری پور ویلیج ہے۔ ساتھ ہی کسٹم کالونی ہے۔ اس علاقے کی آبادی تقریباً پچیس تیس ہزار نفوس پر مشتمل ہے اور اس آبادی کے لیے یہی ایک قبرستان ہے۔

آپ یقین جانیے بیس دنوں تک اس علاقے میں کسی کا انتقال نہیں ہوا، قبر اسی طرح پتھروں سے ڈھکی رہی۔ پھر وہ ہوا جو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اچانک ہی میرے دوست کو بخار ہوا، میں اس کے گھر گیا۔ اس کی طبیعت پوچھی، دوائی وغیرہ سے متعلق پوچھا۔ معلوم ہوا کہ ڈاکٹر کو دکھا چکا ہے، معمول کا بخار ہے، ٹھیک ہو جائے گا۔

اگلے دن بخار نے شدت اختیار کر لی۔ طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو ہم لوگ اسے فوراً اسپتال لے گئے۔ یہاں ڈاکٹروں نے اسے فوری طور پر داخل کر لیا۔ اس کے مختلف ٹیسٹ لیے گئے۔ رپورٹ میں جس بیماری کا انکشاف کیا گیا وہ گردن توڑ بخار تھا۔ تین دن تک ڈاکٹر پوری کوشش کرتے رہے، لیکن میرا دوست جانبر نہ ہو سکا اور اپنے گھر والوں، دوستوں اور اہلِ محلہ کو چھوڑ کر مالکِ حقیقی سے جا ملا۔

شاید وہ قبر اس کا انتظار کر رہی تھی جسے اس نے اپنی نگرانی میں متعدد بار لیٹ کر کھدوایا تھا۔ شاید قبر کو اس کی کوئی ادا بھا گئی تھی۔ ہم سب حیران تھے کہ صدیق صحت مند انسان تھا، اسے کوئی بیماری نہیں تھی، صرف بخار آیا اور تین دن بعد اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا۔ اللہ پاک کی ذات عظیم ہے وہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔ (عبدالوقار خان۔ کراچی)

موت کا پیغام:

کہتے ہیں کہ موت کا ایک دن متعین ہے۔ موت کا دن ہی نہیں وقت بھی مقرر ہے۔ موت اپنے وقت پر آتی ہے، نہ ایک لمحے پہلے، نہ ایک لمحے بعد۔ جہاں موت کا وقت مقرر ہے وہاں یہ

بات بھی طے ہوتی ہے کہ موت کہاں آئے گی اور کیسے آئے گی؟ قبر کی مٹی بندے کو اپنے پاس کھینچ لاتی ہے۔

یہ ایک عجیب وغریب واقعہ ہے۔ اس کا تعلق موت سے ہے۔ یہ واقعہ میرے تجربے میں دوبارہ آیا۔ ایک واقعے کا تو میں خود شاہد ہوں، دوسرا واقعہ میرے ایک دوست نے سنایا۔

میرا دوست سلیم بینک میں ملازم ہے، اس نے اس حیرت انگیز واقعے کو سنانے کے لیے میرے دفتر فون کیا اور بولا۔ ''یار ایک عجیب وغریب بات ہوئی ہے، ہمارے پڑوس میں۔

میں نے پوچھا۔ ''کیا ہو گیا بھائی؟''

وہ بولا ''پرسوں کوئی چار بجے کے وقت ہمارے پڑوس میں ایک شخص آیا۔ اس نے ہمارے برابر والے فلیٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ زبیر احمد کی بیگم نے دروازہ کھولا۔ انہوں دیکھا کہ ایک معمر شخص جس کی بھنویں تک سفید تھیں اور شکل وصورت سے دیہاتی لگتا تھا، اپنی بغل سے ایک پوٹلی نکالی اور بولا۔ ''یہ کچھ سامان ہے، اپنے پاس رکھ لیں۔ اس کے اوپر والی منزل پر جو فلیٹ ہے، وہ اس وقت بند ہے۔ میں رات کو آ کر لے جاؤں گا۔'' یہ کہہ کر اس نے زبیر احمد کی بیگم کے جواب کا بھی انتظار نہ کیا۔ ان کے ہاتھ پر وہ پوٹلی رکھی اور تیزی سے زینہ اتر گیا۔ خیر وہ اس پوٹلی کو اندر لے گئیں اور بغیر اسے دیکھے گھر میں ایک طرف احتیاط سے رکھ دی کہ وہ معمر شخص آئے گا تو لے جائے گا۔''

میں نے پوچھا۔ ''اس پوٹلی میں ہیروئن ہوگی؟''

وہ بولا۔ ''نہیں یار، اس میں ہیروئن ہوتی تو بھی صبر کر لیا جاتا۔''

میں نے کہا۔ ''تو پھر اس میں ایسی کیا چیز تھی؟''

سلیم نے کہا۔ ''بتاتا ہوں۔ صبر سے سنو۔ زبیر احمد سرکاری ملازم ہیں، وہ کوئی آدھے گھنٹے پہلے دفتر سے گھر پہنچے تھے۔ کھانا کھا کر آرام کر رہے تھے کہ لیٹے لیٹے ایک دم سینے میں درد اٹھا اور بس وہ دیکھتے ہی دیکھتے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان کی موت کا بہت افسوس ہوا۔ وہ ایک نہایت شریف انسان تھے اور ابھی ان کی عمر بھی نہ تھی، مشکل سے چالیس سال کے رہے ہوں گے۔''

''اوہ، اب میں سمجھ گیا کہ اس پوٹلی میں کیا ہوگا؟'' میں نے بڑے یقین سے کہا۔

''تم کیسے سمجھ سکتے ہو؟''

''میں نہ صرف یہ بتا سکتا ہوں کہ اس پوٹلی میں کیا تھا بلکہ یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ وہ بڑے میاں

اس پوٹلی کو واپس لینے نہ آئے ہوں گے۔''

''ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے۔ وہ واقعی واپس نہ آئے اور جب اس پوٹلی کو اوپر والے فلیٹ میں پہنچانے کی کوشش کی گئی تو ان لوگوں نے اسے لینے سے صاف انکار کر دیا۔''

''انہوں نے کہا ہوگا کہ اس شکل وصورت کا ہمارا کوئی رشتہ دار نہیں ہے۔''

''ہاں، بالکل، یہی کہا۔''

''زبیر مرحوم کی بیگم نے جب پوٹلی کھول کر دیکھا ہوگا تو اس میں پان ہوں گے، تھوڑا سا گڑ اور کچھ کافور کی گولیاں۔''

''یار، تم نے بالکل صحیح کہا، لیکن تم نے یہ سب کچھ کیسے جان لیا؟'' سلیم نے پوچھا۔

''یہ موت کا پیغام میں خود وصول کر چکا ہوں۔ جب میرے دادا کا انتقال ہوا تو میں دس بارہ سال کا تھا۔ شام کو دادا کا انتقال ہوا تھا تو اسی دن کوئی بارہ بجے کے وقت ایک شخص سیاہ کپڑے پہنے ہمارے گھر کے دروازے پر آیا اور بولا۔ میں فلاں جگہ آیا تھا، وہ شخص گھر میں ہے نہیں تو بیٹا تم یہ پوٹلی رکھ لو۔ میں شام کو آ کر لے جاؤں گا۔ میں نے وہ پوٹلی اس سیاہ پوش شخص سے لے لی اور اپنی امی کو لے جا کر دے دی۔ امی اس پوٹلی کو دیکھ کر کچھ پریشان ہوئیں۔ پھر انہوں نے پوٹلی کھول کر دیکھی، اس میں پان، گڑ اور کافور کی گولیاں موجود تھیں۔ امی نے پوٹلی گھر میں ایک طرف رکھوا دی۔ شام کے وقت دادا کا انتقال ہو گیا اور اس پوٹلی کو لینے وہ شخص لوٹ کر نہ آیا۔ میری امی نے تین دن انتظار کر کے اس پوٹلی کو گھر سے دور میدان میں گڑھا کھدوا کر دفن کروا دیا۔''

''اس کا مطلب ہے کہ میں بھی بیگم زبیر سے یہی کہہ دوں کہ وہ اس پوٹلی کو دفن کروا دیں۔''

''یہ سب کیا ہے؟'' سلیم نے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم کہ یہ سب کیا ہے؟ لیکن اتنا ضرور سمجھتا ہوں کہ پانوں کا موت سے ضرور کوئی تعلق ہے۔ موت کا پیغام دینے والا کون ہوتا ہے؟ یہ پیغام ہر مرنے والے کے گھر کیوں نہیں پہنچتا، یہ میں نہیں جانتا۔'' (از احسان خالد۔ سکھر)

موضوع نمبر ۸

موت کے وقت اچھے اور برے کلمات
کہنے والوں کے واقعات

آنکھوں دیکھا حال:

ڈاکٹر نور احمد کہتے ہیں کہ میں نے تقریباً ایک سو مسلمانوں کو اپنے سامنے مرتے دیکھا اور میں اس جستجو میں رہا کہ اس مرنے والے کے آخری الفاظ کیا ہیں، سو مسلمانوں میں سے صرف تین کو آخری وقت کلمہ نصیب ہوا، اس کے علاوہ باقی تمام دنیا کی باتیں کرتے ہوئے چلے گئے۔ مثلاً کسی نے ملک شیک مانگا تو کوئی گانے گا رہا تھا، کوئی فلمی کرداروں کا نام بار بار لے رہا تھا اور کوئی ریڈرز ڈائجسٹ مانگ رہا تھا اور کوئی شفعہ اور زمین داری کے معاملات کا ذکر کر رہا تھا۔

میری پچھلی چالیس سالہ زندگی میں جو کہ مریضوں کے علاج سے منسلک رہی ہے، چند ایسے واقعات دیکھنے اور سننے میں آئے ہیں جن کو تحریر کرنا ضروری سمجھتا ہوں، تا کہ پڑھنے والے کے لیے مفید ثابت ہوں۔ اللہ عزوجل ہم سب کو آخرت کی کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

موت کے وقت شراب کے گلاس کی تمنا:

ربیع بن برزہ رحمۃ اللہ علیہ ایک عبادت گزار آدمی بصرہ میں تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص مرنے لگا، لوگ اس کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کر رہے تھے اور اس کی زبان سے نکل رہا تھا کہ (شراب کا گلاس) تو بھی پی اور مجھے بھی پلا، تو بھی پی اور مجھے بھی پلا۔ اسی طرح اہواز میں ایک شخص کا انتقال ہو رہا تھا۔ لوگ اس کو لا الہ الا اللہ کہتے تھے اور وہ کہہ رہا تھا دس روپیہ، گیارہ گیارہ، بارہ بارہ۔

ایک پیسہ کی ایک گڈی کہتے کہتے موت آ گئی:

روایت ہے کہ ایک شخص بھنگ بیچا کرتا تھا۔ جب مرنے لگا اور لوگوں نے کلمہ طیبہ کی تلقین کی

تو کہنے لگا، ایک پیسہ کی ایک گڈی۔ ایک پیسہ کی ایک گڈی۔

مرتے وقت کافر کی موت کی تمنا کرنا:

ایک دوست کے بھائی کے متعلق شکایت سنا کرتا تھا کہ وہ ہندو مت کا مطالعہ کرتا رہتا ہے اور اس مذہب کو پسند کرتا ہے۔ یہ بات اس کے بھائی بہن جانتے تھے، کیونکہ وہ دمہ کے مریض تھے تو اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ مرنے سے پہلے یہ بات بار بار کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے کہ مجھے دفن نہ کرنا، بلکہ ہندوؤں کی طرح جلا دینا۔ تمام رشتے دار مرنے کے وقت موجود تھے اور بہت پریشان تھے کہ ہندوؤں کی طرح مرنا چاہتا ہے اور مجھے بھی اس لیے بلایا کہ اس کو سمجھاؤ۔ میرے سمجھانے کا بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ چنانچہ یہی بات کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوا کہ مجھے ہندو مت پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مسلمان کی موت نصیب فرمائے۔ آمین۔

مرتے وقت عربی میں کلام:

چند سال قبل میں ایک فالج کے مریض کو دیکھنے کے لیے گیا، مریض کی حالت کافی خراب تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چند گھڑی کا مہمان ہے۔ بہرحال میں نے اس کا معائنہ کیا۔ دوران معائنہ بات چیت کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ پھر میں نے مریض سے عربی میں اس کا نام پوچھا۔ اس نے جواب دے دیا۔ عربی میں منہ کھولنے کو کہا تو مریض نے منہ کھول دیا۔ عربی میں آنکھیں کھولنے کو کہا تو اس نے آنکھیں بھی کھول دیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد مریض کا انتقال ہو گیا۔ لواحقین سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ مریض بالکل جاہل تھا۔ عربی تو کیا اردو بھی نہیں جانتا تھا۔ علمائے کرام سے سن رکھا تھا کہ برزخ اور آخرت کی زبان عربی ہو گی اور قبر کے سوال و جواب بھی عربی میں ہوں گے۔ غالباً اسی چیز کا اللہ نے اپنی قدرت سے مشاہدہ کروایا تھا۔

بعد المرگ کلمے کی صدا:

ڈاکٹر نوازش علی بھٹہ بی۔ وی ہسپتال بہاولپور میں آنکھوں کے سرجن تھے۔ بہت ہی نیک انسان تھے، ان کو جگر کی بیماری کی وجہ سے یرقان ہو گیا۔ بیماری اتنی بڑھی کہ ان کا آخری وقت آن

پہنچا۔ میں ان کے پاس ہی موجود تھا، دیکھا کہ ان کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل گئی ہیں، دل کی دھڑکن بند ہو چکی ہے اور سانس بھی ختم ہو چکا ہے۔ طبی علم کے مطابق ان کی موت واقع ہو چکی تھی۔

ان کے بیوی اور بچوں نے جو اس وقت کمرے میں موجود تھے، رونا شروع کر دیا۔ میں نے ان کے بڑے بھائی اور بیوی کو کلمہ پڑھنے کی تلقین کی اور یہ بتایا کہ ڈاکٹر بھٹہ اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں، اس موقعے پر رونے کے بجائے کلمہ پڑھنا چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے بلند آواز سے کلمے کا ورد شروع کر دیا۔ اچانک ڈاکٹر بھٹہ نے آنکھیں کھول دیں، بستر پر اٹھ بیٹھے، کلمہ پڑھا اور کہا کہ ڈاکٹر نور تم گواہ رہنا میں کلمہ پڑھ کر اللہ کے ہاں جا رہا ہوں۔ اس کے بعد وہ دوبارہ بستر پر لیٹ گئے اور ان کا انتقال ہو گیا۔

مرتے وقت کے آخری کلام پر سات مشاہدات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک صحابی قریب المرگ تھے اور کلمہ ان کی زبان پر نہیں آ رہا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق کرو، کوئی ان سے ناراض تو نہیں۔ چنانچہ تحقیق پر معلوم ہوا کہ ان کی والدہ ان سے ناراض ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے والدہ کو ترغیب دی، بی بی نے اپنے لڑکے کو معاف کیا تو اس صحابی نے مرنے سے پہلے کلمہ پڑھ لیا۔

آج ہم اپنا سوچیں کہ اور کتنے لوگ ہوں گے جن کی وجہ سے یہ نعمت ہمیں مرتے وقت نصیب نہیں ہوتی۔ ایک جائزے کے مطابق میں نے ایک فیصد مسلمانوں میں سے صرف تین کو آخری وقت کلمہ پڑھتے سنا۔

مندرجہ ذیل احوال پیش خدمت ہے۔

۱......ایک ڈاکٹر کے آخری کلمات:

آخری وقت میں وہ ریڈرز ڈائجسٹ طلب کر رہا تھا اور اس کی بیگم اس کے قریب کھڑی ہوئی کلمے کی تلقین کر رہی تھی۔ جب وہ اللہ کو پیارے ہوئے تو میں نے ان کی بیگم سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ڈاکٹر مرحوم کو ریڈرز ڈائجسٹ پڑھنے کا بہت شوق تھا، کیونکہ یہ آپ کی محبوب چیز تھی۔ اس لیے مرتے وقت اس کی طلب تھی۔

۲......ایک زمیندار کے آخری کلمات:

ایک زمیندار بار بار یہی دریافت کر رہا تھا کہ بھینس کو چارہ ڈالا ہے؟ یہ شکایت جب اس کے رشتے داروں نے مجھے آ کر کی تو میں چونک اٹھا، میں نے سمجھ لیا کہ یہ اس کا آخری وقت ہے، کیونکہ اس کی ساری عمر بھینسوں اور چارے میں گزری اس لیے وہ چیز اس کو مرتے وقت سامنے آ گئی اور کلمے جیسی نعمت سے محروم ہو گیا۔

۳......حافظ قرآن کی بیوی کی موت:

ہمارے ایک حافظ قرآن کی بیوی کو گردن توڑ بخار ہو گیا اور وہ میرے وارڈ میں داخل ہوئے۔ علاج سے کافی افاقہ ہو رہا تھا۔ ایک دن شام کے وقت مجھے وارڈ کی نرس نے ٹیلی فون پر بتایا کہ وہ بی بی اونچے اونچے کلمے پڑھ رہی ہیں۔ میں گھر سے بھاگا۔ جب وارڈ میں پہنچا تو میرے پہنچنے سے پہلے اللہ کو پیاری ہو چکی تھیں۔ یہ مرحومہ دریافت کرنے پر نماز، روزے کی پابند بتائی جاتی تھیں اور خود بھی حافظ تھیں۔

۴......وکیل صاحب کے آخری کلمات:

ملتان کے ایک وکیل جو میرے زیر علاج تھے، میرے وارڈ میں داخل ہوئے، چند دن علاج کے بعد رشتے داروں نے بتایا کہ ہر وقت شفعہ کی بات کر رہے ہیں، میں جب ان کے قریب گیا تو دائیں کروٹ بدلی اور پوچھا شفعہ نمبر ۶ کا کیا بنا؟ پھر بائیں کروٹ بدلی اور پوچھا شفعہ نمبر ۳ کا کیا بنا؟...... تھوڑی دیر بعد یہ صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے۔

۵......مرتے وقت گالیاں نکالنا:

ایک مریض جو میرے وارڈ میں تھا، اس کا مرض یکدم شدید ہو گیا۔ میں نے دیکھنے کے بعد نرس کو ٹیکہ لگانے کے لیے کہا۔ جب نرس نے ٹیکہ لگایا تو اس کو بہت گندی گالی دی۔ دوسرا ٹیکہ نرس نے لگانے سے انکار کر دیا تو میں نے لگایا، ٹیکہ لگانے کے فوراً بعد اس نے مجھے ایک گندی گالی دی اور تھوڑی دیر بعد مر گیا۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ گالی نکالنا اس کا تکیہ کلام تھا، جب کبھی کسی سے مخاطب

ہوتا تو گالی دے کر بلایا کرتا تھا اور آخری وقت یہ چیز نصیب ہوئی۔

۶......ایک نیک آدمی کی موت:

ملتان کے ایک مشہور بزرگ زمیندار ۱۹۵۰ء سے دعوت وتبلیغ والا کام کر رہے تھے۔ دنیا کے کئی ممالک میں جا کر کام کیا۔ جب بھی کوئی دین کا تقاضا پیش ہوتا، سب سے پہلے کھڑے ہو کر اعلان کرتے کہ دین کے لیے ساری زندگی حاضر ہے۔ بڑھاپا آ جانے کی وجہ سے ان کا دل بیمار ہو گیا اور دل کا شدید دورہ پڑا۔ ہم لوگوں نے علاج اور مکمل آرام کے لیے تاکید کی۔ بستر پر آرام کر رہے تھے کہ یکدم اٹھ بیٹھے، کلمہ کا ورد شروع کر دیا، اپنی بیوی سے کلمے پڑھنے کو کہا اور بتایا کہ میرے جانے کا وقت ہے۔ آسمان کی طرف دیکھ کر بتا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے استقبال کے لیے کیا کیا انتظام کیا ہے۔ وہ دیکھو کتنے فرشتے گلدستے لے کر میرے انتظار میں کھڑے ہوئے ہیں۔ کلمے کا ورد کرتے کرتے اللہ کو پیارے ہو گئے۔

ایسی موت اللہ تعالیٰ اسے نصیب فرماتے ہیں جس نے اللہ کے دین کی محنت کی ہو، جو نبیوں کی محنت ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے یہ محنت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نے کرنی ہے، جو اس محنت میں لگے رہے، ایسی موت مرے کہ لوگ رشک کرتے رہے۔

۷......مرتے وقت گانے گانا:

ایک نوجوان دل کے مرض سے داخل تھا اور میرے وارڈ میں میرے زیر علاج تھا۔ جب میں اس کو دیکھنے جاتا، ریڈیو اس کے ساتھ رکھا ہوتا تھا اور گانے سننے میں مشغول ہوتا۔ مجھے پتا تھا کہ یہ لاعلاج مرض ہے۔ میں نے قرآن کریم پڑھنے کی ترغیب دی تو اس نے بتایا کہ میں حافظ قرآن ہوں گانے بھی سنتا ہوں اور قرآن بھی پڑھتا ہوں۔ تو میں نے پوچھا کہ کونسا کام زیادہ کرتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ گانے کو زیادہ وقت دیتا ہوں۔ جب مر رہا تھا تو گانے کی آواز منہ سے آ رہی تھی، کلمے کی توفیق نہ نصیب ہوئی۔ کتنی بدنصیبی ہے کہ اللہ کے کلام کو گانوں سے کم تر سمجھا تو کلمے کی نعمت سے محروم رہا۔

موت کے وقت شیطان کے ورغلانے کا چشم دید واقعہ:

روایت ہے کہ جس وقت ابوزکریا زاہد مرنے کے قریب ہوئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس گئیں اور کلمہ شہادت کی تلقین کی۔ دو مرتبہ تو انہوں نے کلمہ سن کر منہ پھیر لیا اور تیسری مرتبہ سن کر صاف انکار کر دیا، میں نہیں کہوں گا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہ کو اس بات سے اس قدر صدمہ ہوا کہ بے ہوش ہو گئیں۔ کچھ دیر بعد افاقہ ہوا تو ابوزکریا نے بھی سنبھالا لیا۔ کچھ حواس بحال ہوئے تو پوچھا تم لوگوں نے مجھ سے کچھ کہا تھا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے تمہیں تین مرتبہ کلمہ شہادت کی تلقین کی۔ دو مرتبہ تو تم نے سن کر منہ پھیر لیا اور تیسری مرتبہ انکار کر دیا۔ ابوزکریا نے جواب دیا کہ شیطان میرے پاس پانی کا بھرا ہوا پیالہ لے کر آیا تھا اور اس نے میری داہنی طرف کھڑے ہو کر کہا، پانی پیو گے۔ میں نے کہا ہاں۔

پھر میں نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ میرے بائیں ہاتھ پر آ کر کھڑا ہوا۔ ادھر بھی اس نے وہی بات کہی۔ میں نے پھر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ تیسری مرتبہ شیطان نے کہا۔ اچھا لا الہ کہہ لے۔ میں نے اس کو ڈانٹ کر جواب دیا۔ میں نہیں کہوں گا۔ یہ سن کر شیطان پانی کا پیالہ زمین پر پھینک کر بھاگ گیا۔

موت کے وقت فرشتوں کا استقبال:

امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو جب ابن ملجم نے زخمی کیا تو کئی دن تک آپ کا علاج معالجہ ہوتا رہا۔ اسی اثناء میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ عیادت کے لیے آ گئے۔ مزاج پرسی کے بعد زخم دیکھنے کی خواہش کی۔ خود آپ نے اپنے ہاتھ سے پٹی کھول کر دکھایا۔ انہوں نے زخم دیکھ کر عرض کیا کہ اب تو ماشاء اللہ بہت فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ امید ہے کہ جلد ہی اچھے ہو جائیے گا۔

امیر المومنین نے جواب دیا۔ ”اب یہ زخم ٹھیک نہیں ہونے والا ہے۔ عنقریب میں تم لوگوں کو چھوڑ کر چل دوں گا۔“

یہ الفاظ سن کر صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہ بیوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو پردے کی آڑ میں بیٹھی ہوئی تھیں، رونے لگیں۔ ان کی آواز سنتے ہی آپ کہنے لگے ”قسم ہے رب کعبہ کی، اس

وقت جو مناظر میری آنکھوں کے سامنے پیش ہیں، اگر تم دیکھ لیتیں تو رونے کا نام بھی نہ لیتیں۔"

یہ سن کر ان صحابی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا۔ "امیر المومنین! آپ کیا دیکھ رہے ہیں؟ ذرا ہمیں بھی بتا دیجئے۔"

تو آپ نے جواب دیا۔ "میں اس وقت فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کی ایک بڑی بھاری جماعت کو دیکھ رہا ہوں جو میرے استقبال کو آئی ہوئی ہے اور لو یہ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے ہیں اور خوشخبری سنا رہے ہیں کہ اے علی اب اس سے بہت اچھی حالت کی طرف تم پہنچنے والے ہو۔"

ان باتوں کے بعد آپ نے لوگوں کو سلام کیا اور دعا کے لیے ہاتھ بلند کر دیئے۔ پھر کلمہ شہادت کا ورد فرماتے ہوئے اپنے استقبالیوں سے جا کے مل گئے۔ (سوانح علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ)

موت کے وقت جنت کی خوشبو سونگھنا:

روایت ہے فضالہ رضی اللہ عنہ سے کہ میں محمد بن واسع کے پاس گیا۔ اس وقت یہ موت کی حالت میں تھے۔ اچانک کہنے لگے۔ مبارک ہو میرے رب کے فرشتوں کو لاحول ولا قوۃ الا باللہ میں نے اس وقت ایسی اچھی خوشبو پائی کہ آج تک ایسی خوشبو کبھی نہیں پائی تھی۔ اس کے بعد آسمان کی طرف دیکھا اور انتقال کیا۔

ملک الموت کو خوش آمدید کہنا:

حسن سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ:

ایک شہر میں ایک عابد سکونت رکھتا تھا، وہ مسجد سے نکلا، جب عابد نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو فوراً ملک الموت کی آمد ہوئی تو وہ عابد کہنے لگا۔ "خوش آمدید! میں آپ کا بہت ہی مشتاق تھا۔" ملک الموت نے عابد کی یہ بات سماعت کر کے اس کی روح قبض کر لی۔

قرآن کی آیت پڑھتے ہوئے موت:

بعض مشائخ سے منقول ہے کہ جب ایک مرد کا وقت وفات آیا اور اس کے پاس لوگوں نے کلمہ پڑھنا شروع کیا تو اس نے بھی پڑھنا شروع کر دیا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم طٰہٰ ما انزلنا علیک القران لتشقی وہ اس آیت کو بار بار پڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر گئی۔

موضوع نمبر ۹

اللہ کے عاشقوں کی موت کے واقعات

ایک پروفیسر صاحب کی حسن خاتمہ پر موت:

ایک پروفیسر صاحب کو دل کا دورہ پڑا، دورہ اتنا شدید تھا کہ بچنا محال تھا اور ان کی والدہ ان کے بستر کے قریب بیٹھی یہ دعا کر رہی تھیں، جو ہم سب نے سنی۔

"باری تعالیٰ میں اپنے اس لڑکے سے راضی ہوں، تو بھی راضی ہو جا۔"

ہم لوگ تو علاج میں مشغول تھے اور وہ بی بی دعاؤں میں مستغرق تھیں۔ جب پروفیسر صاحب کا آخری وقت آیا تو انہوں نے بلند آواز سے کلمہ پڑھا اور مسکرائے اور پھر اللہ کو پیارے ہو گئے۔

جنرل واجد علی برکی کے مرنے سے پہلے سوال:

جنرل برکی صاحب کو تو سارے پاکستان والے جانتے ہیں۔ مرحوم ایوب خان کے دور میں وزیر صحت تھے۔ ریٹائر ہونے کے بعد پاکستان کالج آف فزیشن اینڈ سرجن کے پریذیڈنٹ رہے۔ میں قریباً بیس سال تک جنرل صاحب کو ملتا رہا۔ اس دوران ان سے کوئی خاص دین کی بات نہیں سنی گئی۔

جنرل صاحب فوت ہونے سے چند گھنٹے پہلے کالج آف فزیشن اینڈ سرجن کی کونسل کی میٹنگ کی صدارت کر رہے تھے۔ صدارت کے دوران انہوں نے ہمارے ایک ڈاکٹر کو بلایا اور پوچھا کہ قبر میں کونسے تین سوال ہوں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے تینوں سوال بتا دیئے۔ پھر جواب پوچھے، اس کے بعد جنرل صاحب نے فرمایا۔ ٹھیک ہے۔ جنرل صاحب کی زبان سے ایسا سوال سن کر سب حیرت زدہ تھے۔ چنانچہ میٹنگ کے ختم ہونے پر جنرل صاحب کا سانس پھول گیا اور مالک حقیقی کو پیارے ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

کفن پہننے کے بعد موت:

روایت ہے کہ بوقت وفات حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے تمام اقربا اور دوستوں کو اپنے

پاس سے علیحدہ کر دیا اور دروازہ بند کر کے لیٹ گئے۔ صبح کو ان کی بیوی نے دیکھا کہ آپ کفن پہنے ہوئے روبہ قبلہ لیٹے ہیں۔

اللہ کے عاشق کو موت کا انتظار:

ابوسعید موصلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فتح بن سعید رحمۃ اللہ علیہ عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھ کر عیدگاہ سے دیر میں واپس ہوئے، واپسی میں دیکھا کہ مکانوں کے اندر سے قربانی کے گوشت پکنے کا دھواں ہر طرف سے نکل رہا ہے تو رونے لگے اور کہنے لگے کہ لوگوں نے قربانیوں سے آپ کا تقرب حاصل کیا، میرے محبوب کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ میں قربانی کس چیز کی کروں؟ یہ کہہ کر بے ہوش ہو کر گر گئے۔

میں نے پانی چھڑکا، دیر میں ہوش آیا۔ پھر اٹھ کر چلے، جب شہر کی گلیوں میں پہنچے تو پھر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہنے لگے کہ میرے محبوب تجھے میرے رنج و غم کا طویل ہونا بھی معلوم ہے اور میرا یہ گلی گلی پھرنا بھی تجھے معلوم ہے۔ میرے محبوب تو مجھے یہاں کب تک قید رکھے گا۔ یہ کہہ کر بے ہوش ہو کر گر گئے۔ میں نے پھر پانی چھڑکا، پھر افاقہ ہو گیا اور چند روز بعد انتقال ہو گیا۔

موت کے صحیح وقت کی پیشنگوئی:

ابوالحسین مالکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت خیر نورباف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کئی سال رہا۔ انہوں نے اپنے انتقال سے آٹھ یوم پہلے کہا کہ میں جمعرات کی شام کو مغرب کے وقت مروں گا اور جمعہ کی نماز کے بعد دفن کیا جاؤں گا۔ بھول نہ جانا۔ لیکن میں بھول گیا۔ جمعہ کی صبح کو ایک شخص نے مجھے ان کے انتقال کی خبر سنائی۔ میں فوراً گیا کہ جنازے میں شرکت کروں۔ راستے میں لوگ ملے جو ان کے گھر سے واپس آ رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ جمعہ کے بعد دفن ہوں گے۔

مگر میں ان کے گھر پہنچ گیا۔ میں نے وہاں جا کر ان کے انتقال کی کیفیت پوچھی۔ تو مجھ سے ایک شخص نے جو انتقال کے وقت ان کے پاس موجود تھے بتایا کہ رات مغرب کی نماز کے قریب ان کو غشی سی ہوئی۔ اس کے بعد ذرا سا افاقہ سا ہوا، تو گھر کے ایک کونے کی طرف منہ کر کے کہنے لگے کہ تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ، تمہیں بھی ایک کام کا حکم ہے اور مجھے بھی ایک کام کا حکم ہے، لیکن تمہیں جس کام کا حکم ہے وہ تو فوت نہیں ہوگا اور مجھے جس کام کا حکم ہے وہ رہ جائے گا۔ اس لیے

تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ۔ اس کو پورا کر لوں جس کا مجھے حکم ہے۔

اس کے بعد انہوں نے پانی منگایا، تازہ وضو کیا، نماز پڑھی اور اس کے بعد آنکھیں بند کر کے پاؤں پسار کر لیٹ گئے اور چل دیئے۔ کسی نے ان کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کیا حال ہے؟ کہنے لگے، بس یہ نہ پوچھ۔ تمہاری سڑی ہوئی بدبودار دنیا سے خلاصی مل گئی۔

ابوسعید خزاز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں تھا۔ باب بنی شیبہ سے نکل رہا تھا۔ دروازے سے باہر میں نے ایک نہایت خوبصورت آدمی کو مرے ہوئے پڑے دیکھا۔ میں جو اس کو غور سے دیکھنے لگا تو وہ میری طرف دیکھ کر ہنسنے لگا اور کہنے لگا کہ ابوسعید تمہیں معلوم نہیں کہ (محبت والے) دوست مرا نہیں کرتے، ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

موت کے لیے صحیح جگہ کی تلاش:

ایک شخص کہتے ہیں کہ میں حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک فقیر آیا اور کہنے لگا، یہاں کوئی پاک صاف ایسی جگہ ہے جہاں کوئی مر جائے۔ انہوں نے ایک جگہ اشارہ کیا، جہاں پانی کا چشمہ بھی تھا وہ اس کے قریب گیا، وضو کیا اور نماز پڑھی اور اس کے بعد پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا اور مر گیا۔

موت کے وقت عجیب شے کا دیکھنا:

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ابراہیم بن ہانی رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے لڑکے اسحٰق سے دریافت کیا کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ ابھی نہیں ہوا۔ لیکن ابا جان ایسی سخت بیماری میں تو فرض روزہ کھولنے کی بھی اجازت ہے۔ آپ کا تو نفل روزہ ہے، اس کو کھول دیجئے۔ فرمانے لگے، ارے ٹھہر جا، اس کے بعد (نہ معلوم کیا دیکھا) فرمانے لگے، اس جیسی چیزوں کے لیے آدمی کو چاہیے کہ نیک عمل کرتا رہے۔ (یہ قرآن پاک کی آیت والصفت ع ۲ کی طرف اشارہ ہے، جس میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ بے شک یہی بڑی کامیابی ہے۔ ایسی ہی کامیابی حاصل کرنے کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے۔) اس کے بعد روح پرواز کر گئی۔

عورت کے جال کو توڑ کر ایک نوجوان کا اللہ کے خوف سے انتقال:

حضرت یحییٰ بن ایوب خزاعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک پرہیزگار جوان تھا، وہ مسجد میں گوشہ نشین رہتا تھا اور اللہ کی عبادت میں مصروف رہتا، وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت پسند تھا، اس جوان کا بوڑھا باپ زندہ تھا۔ اور وہ شخص عشاء کے بعد اپنے بوڑھے باپ سے ملنے روزانہ جایا کرتا تھا۔ راستے میں ایک عورت کا مکان تھا، وہ اس جوان پر فریفتہ ہوگئی اور بہکانے لگی۔ روزانہ دروازے پر کھڑی رہتی اور جوان کو دیکھ کر بہکایا کرتی۔

ایک رات اس شخص کا گذر ہوا تو اس عورت نے بہکانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ شخص اس کے پیچھے ہولیا۔ جب وہ اس عورت کے دروازے پر پہنچا تو پہلے عورت اپنے مکان میں داخل ہوگئی، پھر یہ شخص بھی داخل ہونے لگا۔ اچانک اس نے اللہ کو یاد کیا، اور یہ آیت اس کی زبان سے بے ساختہ جاری ہوگئی:

ان الذین اتقوا اذا مسھم طآئف من الشیطن تذکروا فاذاھم مبصرون

(بے شک جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں، جب انہیں شیطان چھوتا ہے وہ چونک جاتے ہیں اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔)

اور پھر غش کھا کر وہیں دروازے پر گر پڑا۔ اندر سے عورت آئی، یہ دیکھ کر کہ جوان اس کے دروازے پر بے ہوش پڑا ہے، اس کو اپنے اوپر الزام آنے کا اندیشہ ہوا، چنانچہ اس نے اپنی ایک لونڈی کی مدد سے اس جوان مرد کو وہاں سے اٹھا کر اس کے دروازے پر ڈال دیا۔

ادھر بوڑھا باپ اپنے لڑکے کی آمد کا منتظر تھا۔ جب بہت دیر تک وہ نہ آیا تو اس کی تلاش میں گھر سے باہر نکلنے لگا۔ دیکھا کہ دروازے پر بے ہوش پڑا ہے، بوڑھے نے اپنے گھر والوں کو بلایا، سب اٹھا کر اپنے گھر کے اندر لے گئے۔ رات گئے تک اس جوان کو ہوش آیا، پھر باپ نے پوچھا، بیٹا تجھے کیا ہوگیا ہے؟ اس نے جواب دیا، خیریت ہے۔

باپ نے واقعے کی حقیقت دریافت کی تو اس نے پورا واقعہ بیان کر دیا۔ پھر باپ نے پوچھا وہ کونسی آیت تھی جو تو نے پڑھی تھی۔ یہ سن کر بیٹے نے مذکورہ بالا آیت پڑھ کر سنادی اور پھر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس کو ہلایا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ مر چکا ہے۔ چنانچہ اس کو رات ہی میں دفن کر دیا گیا۔ جب صبح ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے انتقال کی خبر ملی تو مرحوم کے بوڑھے باپ

کے پاس تعزیت کو گئے۔ تعزیت کے بعد شکایت کی کہ مجھ کو کیوں نہ خبر دی۔

اس نے کہا اے امیر المومنین! رات ہونے کی وجہ سے اطلاع نہ دی جاسکی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھ کو اس کی قبر پر لے چلو۔ قبر پر جا کر فرمایا۔ اے شخص! ولمن خاف مقام ربہ جنتان (اور اس شخص کے لیے جو خدا سے ڈرتا ہے دو باغ ہیں) یہ سن کر اس شخص نے قبر کے اندر سے جواب دیا۔ یا عمر قد اعطانیھما ربی فی الجنۃ. یعنی اے عمر رضی اللہ عنہ اللہ نے مجھ کو دو جنتیں دے دی ہیں۔ (ابن عساکر)

موت کے وقت شیطان سے ملاقات:

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد کا جب انتقال ہونے لگا تو میں ان کے پاس بیٹھا تھا، کپڑا میرے ہاتھ میں تھا تاکہ انتقال کے بعد جبڑا باندھ دوں۔ ان کو غشی ہو جاتی تھی جس سے ہمیں یہ خیال ہوتا تھا کہ انتقال ہوگیا، پھر افاقہ ہو جاتا تھا اور اس وقت وہ کہتے تھے ابھی نہیں۔

جب تیسری مرتبہ یہی صورت پیش آئی تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ یہ کیا فرماتے ہیں۔ کہنے لگے، بیٹا تمہیں خبر نہیں۔ شیطان ملعون میرے پاس کھڑا ہے اور رنج اور غصے سے اپنی انگلی منہ سے دبا رہا ہے کہ احمد تو میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ جب وہ یہ کہتا ہے تو میں اس سے کہتا ہوں کہ ابھی نہیں چھوٹا (اتنے جان نہ نکل جائے، اتنے تجھ سے اطمینان نہیں ہے)۔

اللہ کی راہ میں رضائے الٰہی کی خاطر موت کا واقعہ:

ایک بزرگ فرماتے ہیں، میں ایک دفعہ حج کو چلا۔ راستے میں چاندنی رات میں سو گیا کہ یکا یک ایک مرد ضعیف کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا اے ابو اسحاق، میں کل سے تیرا منتظر ہوں۔ میں نے قریب جا کر دیکھا تو ایک مرد لاغر اندام بالکل دبلا پتلا موت کے قریب ہے۔ اردگرد اس کے پھولوں کا انبار ہے۔ بعض پھول میں پہچانتا تھا اور بعض نہیں پہچانتا تھا۔

میں نے پوچھا تم کہاں رہتے ہو؟ اس نے شہر کا نام لیا اور کہا میں دولت و عزت میں تھا۔ میرے جی نے تنہائی کی خواہش کی۔ میں حیران و پریشان جنگل بیابان میں کھڑا ہوا اور اب میں موت کے قریب ہوں اور میں نے خدا سے دعا کی تھی کہ کوئی ولی، اللہ کا دوست میرے پاس مقرر

ہو جائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ تم ہی ہو۔ پھر میں نے کہا، کیا تمہارے ماں باپ ہیں؟ کہا ہاں ہیں اور بھائی بہن بھی ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کیا تم ان سے ملنے کے مشتاق ہو یا تم کو وہ لوگ یاد آتے ہیں؟ کہا نہیں۔ مگر آج یاد آتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ ان کی بو سونگھوں۔ جنگلی درندوں اور وحشیوں نے میرے حال زار پر رحم کھایا اور مجھے اس باغیچے میں اٹھا لائے۔

ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بڑا سانپ منہ میں خوشبودار پھول لیے ہوئے سامنے آتا نظر آیا۔ اس سانپ نے مجھ سے کہا۔ اپنے شر کو اس کے پاس سے دفع کر۔ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں اور فرمانبرداروں کے حال سے مطلع ہے۔ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں بے ہوش ہو گیا اور کچھ خبر نہ رہی۔ جب سنبھلا تو دیکھتا ہوں کہ جوان کا طائر روح پرواز کر چکا تھا، پھر میں بے خودی کے عالم میں رہا اور سو گیا۔

جب جاگا تو اپنے آپ کو راہ راست پر پایا اور بعد ادائے ارکان حج اس جوان کے وطن میں گیا۔ ایک عورت ملی۔ اس کے ہاتھ میں پانی کا چھاگل تھا اور اس جوان کے بہت مشابہ تھی۔ جب مجھے دیکھا تو کہا اے ابو اسحاق، تو نے جوان کو کیسا دیکھا۔ میں تین دن سے تیری منتظر ہوں۔ میں نے سارا قصہ ذکر کیا۔ یہاں تک کہ جوان کا جو قول (میں نے چاہا کہ ان کی بو سونگھوں) تھا، ذکر کیا۔ اس عورت نے چیخ ماری اور کہا ہائے بو پہنچ گئی اور اس عورت کی بھی جان نکل گئی۔ پھر چند ہم عمر عورتیں نکلیں جو عمدہ پوشاک پہنے اور نفیس پٹکے باندھے ہوئے تھیں۔ انہوں نے اس عورت کی تجہیز و تکفین کی۔

زندگی بھر موت کو یاد رکھنے والے بزرگ کا واقعہ:

ابوالحسن مزنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابو یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نہر جوری کا جب انتقال ہونے لگا، نزع کے وقت میں نے لا الہ الا اللہ تلقین کیا تو میری طرف دیکھ کر ہنسے اور کہنے لگے، مجھے تلقین کرتے ہو، اس ذات کی عزت کی قسم جس کو کبھی موت نہیں آئے گی، میرے اور اس کے درمیان صرف اس کی بڑائی اور عزت کا پردہ ہے اور بس۔ یہ کہتے ہی روح پرواز کر گئی۔ مزنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی داڑھی پکڑ کر کہتے تھے کہ مجھ جیسا اولیاء کو تلقین کرے، کیسی غیرت کی بات ہے اور جب اس واقعہ کو ذکر کرتے تو رویا کرتے۔

موت کے وقت آسمان کے دروازے کا دیدار:

ابو علی رحمۃ اللہ علیہ رودباری کی ہمشیرہ فاطمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتی ہیں کہ جب میرے بھائی کا انتقال ہونے لگا تو ان کا سر میری گود میں تھا۔ انہوں نے آنکھ کھولی اور فرمانے لگے کہ آسمان کے دروازے کھل گئے اور جنت مزین کر دی گئی اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ ابو علی اگرچہ تم اتنے اونچے درجے کی خواہش نہیں کر رہے تھے، مگر ہم نے تمہیں اونچے درجے پر پہنچا دیا۔ پھر انہوں نے شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ تیرے حق کی قسم، میں نے کبھی تیرے سوا کسی کی طرف محبت کی نگاہ سے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تو مجھے اپنی بیمار آنکھوں سے بے چین کر رہا ہے اور ان رخساروں سے جو حیاء کی وجہ سے سرخ ہو گئے۔

موت کے وقت غیبی آواز نے رضا کا پروانہ جاری کر دیا:

ایک بزرگ کا انتقال ہونے لگا تو اپنے خادم سے کہا کہ میرے دونوں ہاتھ باندھ دے اور میرا منہ زمین پر رکھ دے۔ اس کے بعد وہ کہنے لگے کہ کوچ کا وقت آ گیا، نہ تو میں گناہوں سے بری ہوں نہ میرے پاس کوئی عذر ہے جو معذرت میں پیش کر دوں، نہ کوئی طاقت ہے جس سے مدد چاہوں، بس میرے لیے تو تُو ہی ہے۔ یہی کہتے کہتے ایک چیخ ماری اور انتقال ہو گیا۔ غیب سے آواز آئی کہ بندے نے اپنے مولیٰ کے سامنے عاجزی کی، اس نے قبول کر لیا۔

غیبی کفن:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ ایک سائل نے مسجد میں آ کر کچھ سوال کیا، مگر کسی نے اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ یہ بے چارہ کئی دن کا سخت بھوکا تھا۔ جب کسی طرح برداشت نہیں ہو سکا تو دست دراز کرنے کے لیے مجبور ہوا تھا۔ مگر اس میں بھی ناکامی ہوئی اور تھوڑی دیر کے بعد مسجد ہی میں ملک الموت نے آ کر اس کی روح قبض کر لی۔

صبح کو جب موذن مسجد میں آیا تو اسے مرا ہوا پایا۔ پہلے تو وہ بہت گھبرایا مگر جب پہچان گیا کہ یہ وہی رات والا سائل ہے تو محلے کے لوگوں کو بلا لایا اور سب اس کی تجہیز و تکفین کے لیے چندہ جمع کرنے لگے۔ ابھی اس کی میت مسجد ہی کے اندر پڑی ہوئی تھی، جب لوگ اسے باہر لانے کے

لینے گئے تو یہ دیکھ کر سب حیرت میں رہ گئے کہ محراب میں ایک پرچے کے ساتھ کفن سلا سلایا رکھا ہوا ہے، پرچے پر لکھا تھا:

"تم لوگ بڑے بدبخت اور کمینے ہو، تمہارا دیا ہوا کفن ہم اپنے کسی دوست کے لیے ہرگز نہیں قبول کر سکتے۔ اس نے بھوک سے بے تاب ہو کر تم سے کھانا مانگا مگر تم نے ایک لقمے سے بھی اس کی مدد نہیں کی۔ یاد رکھو جو شخص ہمارا ہو جاتا ہے ہم بھی اس کے لیے کسی غیر کا کوئی احسان وغیرہ لینا گوارہ نہیں کرتے۔"

ایک اللہ کے ولی کا واقعہ:

مولانا محمد فاضل عثمانی مہاجر مکی کے بارے میں لکھا ہے کہ وفات سے پہلے دل کا دورہ پڑا۔ ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔ فوت ہونے سے پہلے نماز پڑھنے کے لیے کہا۔ چنانچہ تیمم کر کے نماز پڑھی اور ہاتھ جس طرح نماز کے لیے باندھے تھے وہیں بندھے رہے۔ غسل دیتے وقت بھی ہاتھ کھل نہ سکے اور تدفین کے وقت دونوں ہاتھ نماز کی طرح بندھے ہوئے تھے اور اسی حالت میں دفن کر دیے گئے۔

موت کا استقبال:

علی ابن سہل رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ تھے، ایک دن اپنے مریدین اور معتقدین کے حلقے میں کہنے لگے کہ میں تم لوگوں کی طرح نہ مروں گا کہ پہلے بیمار ہوں اور پھر بیماری کی تکلیفیں وغیرہ اٹھاؤں، بلکہ اس طرح مروں گا کہ جیسے ہی میری طلبی کا وقت آئے گا میں لبیک لبیک کہتا ہوا خود موت کے منہ میں داخل ہو جاؤں گا۔

یہ واقعہ گزرے ہوئے چند ہی دن ہوئے تھے کہ ایک دن اچانک انہوں نے لبیک لبیک کہتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔ لوگ جب تک متوجہ ہوئے ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ (صفۃ الصفوۃ)

اپنی موت کی پیشن گوئی کرنے والا شخص:

ڈاکٹر نور احمد کہتے ہیں کہ میرے جاننے والے ایک پروفیسر کے عزیز جو کافی دنوں سے بیمار

تھے، عیدالفطر سے چند دن پہلے انہوں نے بتا دیا کہ وہ عید والے دن فوت ہو جائیں گے اور یہ بھی کہا کہ بہت سارے لوگوں کو اکٹھا نہ کرنا اور میت کو جلد زمین کے حوالے کر دینا۔ مرنے سے چند دن پہلے اپنے ہمسایے کو رقم بھی دی کہ میرے مرنے پر لوگ آئیں گے ان کے لیے کھانے کا بندوبست کر دینا۔

عیدالفطر کے دن رشتہ دار عید کی تیاری میں تھے، مگر یہ اللہ کا ولی اللہ تعالیٰ سے ملنے کی تیاری میں تھا۔ علیحدہ کمرے میں ذکر و اذکار میں مشغول تھے کہ مالک حقیقی کا بلاوا آ گیا۔ عزیز و اقارب اب نماز عید سے فارغ ہو کر ان کے کمرے میں گئے تو یہ اللہ کو پیارے ہو چکے تھے اور ہمسایے نے کھانا بھی پکا لیا تھا۔

میں کل مر جاؤں گا:

خواجہ ابو یعقوب سوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان مکہ مکرمہ میں آیا اور مجھ سے کہا، میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا۔ یہ ایک دینار ہے، یہ آپ لے لیں، آدھے دینار سے میری قبر بنوائیں اور آدھے سے میرا کفن خرید لیں۔ پھر جب دوسرے دن ظہر کا وقت ہوا تو وہ عزیز آیا اس نے طواف کیا اور پھر پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا اور وہیں فوت ہو گیا۔ میں نے اسے غسل دیا اور کفن پہنا کر قبر میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے پوچھا، اے عزیز کیا مرنے کے بعد بھی زندگی ہے؟ اس نے کہا، میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر ولی زندہ ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

(ریاض الریاحین، صفحہ ۲۰۴)

ایک ولی اللہ کی موت کا واقعہ:

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ بغداد شہر کی جامع مسجد میں حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ ہو رہا تھا۔ ایک خوشحال، خوش پوشاک جوان اپنے دوستوں کے ساتھ آیا اور وعظ سننے لگا۔ دوران وعظ حضرت سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "حیرت ہے کہ کمزور کیسے قوی کی نافرمانی کرتا ہے۔" یہ سنا تھا کہ جوان کا رنگ فق ہو گیا اور وہ چلا گیا۔ دوسرے دن جب سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ اسی مقام پر تشریف فرما ہوئے، جوان پھر آیا، سلام کیا، دو رکعت نماز پڑھی اور عرض کیا کہ کل میں نے آپ سے یہ جملہ سنا تھا "حیرت ہے کہ کمزور کیسے قوی کی نافرمانی کرتا ہے۔" ذرا اس کا مطلب

مجھے بتائیں۔

فرمایا، مولا سے زیادہ قوی کوئی نہیں اور بندے سے کمزور کوئی نہیں، پھر بھی بندہ اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ یہ سن کر وہ چلا گیا۔

دوسرے دن پھر حاضر ہوا، اب اس کے جسم پر صرف دو سفید کپڑے تھے اور اس کے ساتھ اس کا کوئی دوست نہ تھا۔ عرض کیا، خدا ترسی کی راہ سے مجھے باخبر فرمائیں۔ فرمایا، اگر عبادت کرنا چاہتے ہو تو دن کو روزہ رکھو، رات کو نوافل میں مشغول رہو اور اگر اللہ عزوجل کے طالب ہو تو ہر ماسوا کو ترک کر دو، اسے پالو گے۔ اور رہنے کے لیے مسجدوں، ویرانوں اور قبرستانوں کو اختیار کرو۔ یہ سن کر اس نے کہا، خدا کی قسم! میں تو وہی راہ اختیار کروں گا جو سب سے مشکل اور دشوار ہے۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ کچھ دنوں کے بعد میرے پاس کچھ لڑکے آئے اور انہوں نے پوچھا کہ حضرت! احمد یزید کاتب کا کیا بنا؟ اس پر حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تو اس نام کے آدمی کو نہیں جانتا۔ البتہ ایسی ایسی عادت وصورت کا ایک آدمی یہاں آیا تھا اور اس نے مجھ سے یہ یہ باتیں دریافت کیں، پھر چلا گیا، مجھے معلوم نہیں، اب وہ کہاں ہے؟

اس پر ان لڑکوں نے کہا کہ یا حضرت! جب وہ شخص آپ کے پاس آئے تو ہمیں خبر کر دیں۔ پھر اس نوجوان کا سال بھر تک کوئی سراغ نہ ملا۔ آخر ایک روز عشاء کے بعد شیخ اپنے حجرے میں تھے کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ شیخ نے اندر آنے کی اجازت دی تو وہی نوجوان اندر آیا۔ اس نے شیخ کی پیشانی چوم کر کہا کہ یا شیخ! آپ نے جس طرح مجھے دنیا کی غلامی سے آزاد فرمایا ہے اسی طرح اللہ آپ کو آتش دوزخ سے آزاد کرے۔

بظاہر یہ جملہ بڑا حیران کن تھا۔ مگر شیخ نے نوجوان کے آنے پر ایک آدمی کو اشارہ کیا کہ اس کے گھر جا کر خبر کر دے۔ تھوڑی دیر بعد ایک عورت بچوں کو لیے ہوئے آن پہنچی۔ اس کا ایک بچہ زیور اور کپڑوں سے آراستہ تھا۔ عورت نے اسے شوہر کی گود میں ڈال دیا اور کہا کہ آپ نے تو اپنے جیتے جی مجھے بیوہ بنا دیا اور اپنے بچوں کو داغ یتیمی دے دیا۔ نوجوان نے شیخ سری کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ آپ نے یہ کیا کیا؟

اس کے بعد اپنے بیوی بچوں سے کہا کہ بخدا تم لوگ مجھے دل سے محبوب اور پیارے ہو۔

میری اولاد مجھے مخلوقات میں سب سے عزیز ہے، مگر کیا کروں؟ انہوں (یعنی حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ) نے ہی مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہو تو ماسوائے اللہ سے قطع تعلق کرو۔ پھر بچے کے زیور کو اتار دیا اور بیوی سے کہا کہ یہ زیور غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دو اور میرے کمبل کا ایک ٹکڑا اس کو پہنا دو۔

بیوی نے کہا، واللہ! میں اپنے بچے کو اس حالت میں نہیں دیکھ سکتی۔ بیوی کو کشیدہ دیکھ کر نوجوان کھڑا ہو گیا اور بولا آج شب تو نے مجھے اپنے رب کی یاد سے بھی غافل کر دیا اور وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی اس کے گھر والے سب رونے لگے۔

اس کی بیوی نے جاتے ہوئے پھر شیخ سری سے عرض کی، اب اگر وہ پھر آئیں تو مجھے ضرور خبر فرمائیں۔ شیخ نے ان شاء اللہ فرمایا۔ بعدازاں ایک عرصہ گزر گیا، مگر اس نوجوان کا کوئی پتہ نہیں چلا۔

ایک روز ایک بوڑھی خاتون شیخ سری کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پیغام دیا کہ مقام شونیزیہ میں ایک لڑکا آپ کو یاد کر رہا تھا۔ شیخ شونیزیہ گئے تو وہی احمد یزید کاتب زمین پر پڑا تھا۔ زیر سر ایک اینٹ رکھی تھی۔ شیخ کا سلام سن کر آنکھیں کھولیں اور کہا کہ یا شیخ کیا خیال ہے کہ رب تعالیٰ کے حضور میری غلطیاں معاف ہو جائیں گی؟

اس پر حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے وہ معاف فرمائے گا۔ احمد یزید نے حضرت کے جواب میں کہا کہ مجھ سے حقوق العباد کی حق تلفی ہوئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک طرح کا گناہ ہے۔ یہ سن کر حضرت سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس نے توبہ کر لی بروز حشر اسے اور اس کے حقداروں کو بلایا جائے گا اور انہیں یہ حکم ہوگا کہ تم اسے معاف کر دو اور اس کی جانب سے اللہ تعالیٰ اجر عطا کرے گا۔ آخر نوجوان احمد یزید کاتب نے کہا کہ میرے پاس گٹھلیوں کی فروخت کے چند درہم ہیں، میں مر جاؤں تو اسی سے کفن اور ضرورت کی چیزیں خرید لیے گا۔ میرے اہل خانہ کو نہ بتائیے گا، ورنہ وہ حرام کمائی کے کفن سے میرا یہ کفن تبدیل کر دیں گے۔

شیخ سری فرماتے ہیں کہ میں تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھا رہا۔ اس کی آنکھیں کھلی رہیں۔ اس کے بعد اس نے پڑھا۔ لمثل ھذا فلیعمل العملون. (عمل کرنے والوں کو ایسے ہی اجر کے لیے عمل کرنا چاہیے)۔ اور انتقال کر گیا۔ میں نے کفن خریدنے کے لیے بازار کا رخ کیا۔ واپس ہونے لگا تو میں نے دیکھا کہ لوگ بے تحاشا اسی جانب چلے آ رہے ہیں۔ میں نے وجہ

پوچھی تو بتایا کہ ایک ولی اللہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ہم اس کی نماز جنازہ کے لیے دوڑے جا رہے ہیں۔اس طرح ہم لوگوں نے نماز جنازہ پڑھ کر اسے دفن کردیا۔

کچھ دنوں بعد اس کے اہل خانہ اس کی خبر گیری کرنے آئے تو میں نے انہیں بتادیا کہ احمد یزید کا انتقال ہو چکا ہے۔ بیوی نے جب یہ سنا تو رونے پیٹنے لگی۔اس کی قبر کا پتہ دریافت کیا۔ عورت نے دو گواہوں کی موجودگی میں سب باندیوں کو آزاد کردیا اور ساری زمینیں جائیداد اللہ کے نام پر وقف کردی۔مال و دولت خیرات کردی اور عمر بھر کے لیے شوہر کی قبر کے پاس بیٹھ گئی۔بالآخر وہیں اس کا انتقال ہوگیا۔(روض الریاحین)

عرب شہزادے کی موت کا رلا دینے والا واقعہ:

شہر بصرہ کے نواحی ویرانوں میں ایک نہایت حسین وجمیل اور شکیل و رعنا سولہ سالہ نوجوان جس کے خدوخال سے شرافت ونجابت کا نور ٹپک رہا تھا۔موت وحیات کی کشمکش میں پڑا ہوا ہے۔ نہ کوئی دوست ہے نہ یار رفیق ہے، نہ دمساز بستر ہے نہ تکیہ، گھر ہے نہ چوکھٹ، زمین کا فرش ہے اور اینٹ کا تکیہ۔

بصرہ کا ایک باشندہ ابوعامر ویرانے میں موت کی ہچکیاں لیتے ہوئے اس روشن پیشانی والے نوجوان کے قریب پہنچا تو احساس درد سے اس کے بھی آنسو نکل گئے۔نوجوان بالکل بے سدھ پڑا ہوا تھا۔ابوعامر کے سلام کی آواز سن کر اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ابوعامر نے نوجوان کا سر اپنی آغوش میں رکھ لینا چاہا، مگر نوجوان نے اشارے سے روکا اور ہلکی آواز میں چند اشعار پڑھے، جن میں سے دو شعر یہ ہیں:

یا صاحبی لاتغترر بتنعم
فالعمر ینفد والنعیم یزول
واذا حملت الی القبور جنازۃ
فاعلم بانک بعدھا محمول

(اے دوست! نعمت پر ہرگز اترانا نہیں چاہیے۔کیونکہ زندگی ختم ہونے والی ہے اور نعمت زوال پذیر ہے۔آج تو کسی کا جنازہ اٹھا کر قبرستان کی طرف جا رہا ہے تو یاد رکھ کہ آنے والے وقت میں اسی طرح تیرا جنازہ کوئی اور اٹھا کر قبرستان کی طرف چلا

جائے گا۔)

اشعار پڑھنے کے بعد نوجوان نے کہا کہ اے ابوعامر! اب میرا آخری وقت قریب ہے۔ میں تجھے چند وصیتیں کرنا چاہتا ہوں، اور وہ یہ ہیں کہ میرا انتقال ہو جائے تو مجھے میرے انہی کپڑوں میں دفنا دینا۔

اس پر ابوعامر نے کہا اے دوست! ایسا کرنے کے لیے کیوں کہہ رہے ہو؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تمہیں نیا کفن بھی نہیں دے سکتا؟

شہزادہ بولا، نہیں۔ نئے کپڑوں کی ضرورت مردوں کی بہ نسبت زندوں کو زیادہ ہوتی ہے۔ مجھے تو بس انہی میرے کپڑوں میں لپیٹ کر سپرد خاک کرنا۔ جب پوری زندگی انہی کپڑوں میں گزار دی ہے تو اب نئے کپڑوں کی حاجت کیا ہے۔ اگر تم نے مجھے نئے کپڑوں کا کفن دیا بھی تو آخر ان کپڑوں کو بھی خاک ہی ہونا ہے۔ باقی رہنے والی چیز صرف عمل صالح ہے اور یہ لو میری زنبیل اور تہبند گورکن کو دے دینا اور یہ مصحف شریف اور انگشتری میں تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ یہ امیر المومنین ہارون الرشید کی خدمت میں پہنچا دینا، اس بات کا خیال رکھنا کہ یہ امانتیں تم نے خود اپنے ہاتھوں سے پہنچانی ہیں۔ امیر المومنین کی خدمت میں یہ امانتیں پہنچانے کے بعد مجھ مسکین و عاجز کی جانب سے عرض کردینا کہ امیر المومنین! کہیں اسی عالم غفلت میں وقت اخیر نہ آن پہنچے۔ یہ سب باتیں کرتے کرتے نوجوان نے آنکھیں بند کرلیں اور کچھ دیر کے بعد نہایت سکون و طمانیت سے جان شیریں جان آفریں کے سپرد کردی۔

نوجوان کی وصیت کے مطابق ابوعامر نے اس کی تجہیز و تکفین کی۔ روشن و تابناک پیشانی والے اس شکیل و صالح نوجوان کو سپرد لحد کرتے وقت ابوعامر کو اس نوجوان کی چند ملاقاتیں یاد کر رہی تھیں۔ جن کو بار بار سوچ کر ابوعامر کی پلکیں آنسوؤں سے بھیگ جاتیں۔

ابوعامر تو بصرہ کے بازار میں اپنے مکان کی ٹوٹی ہوئی دیوار کی مرمت کروانے کے لیے مستری اور مزدور کو تلاش کرنے گیا تھا۔ مزدوروں میں اسے یہ جوان ملا تھا۔ ابوعامر کا دل خود بخود اس کی جانب کھنچتا چلا گیا اور اس نے پوچھا کیا تم کام کرو گے؟ نوجوان نے اثبات میں سر ہلایا اور کہا کہ کام ہی کرنے کے لیے تو پیدا ہوا ہوں۔ لیکن تم کیا کام کروانا چاہتے ہو۔

ابوعامر نے کہا کہ میں تم سے مکان کی تعمیر کروانا چاہتا ہوں۔ نوجوان نے جواب دیا، کام تو میں کروں گا۔ مگر ایک شرط ہے، وہ یہ کہ مزدوری ایک درہم اور ایک دانگ لوں گا اور نماز کے وقت

کام نہیں کروں گا، نماز ادا کروں گا۔ ابو عامر راضی ہو گیا اور چلنے کو کہا۔ نوجوان نے اپنی زنبیل اٹھائی، مصحف گلے سے لگایا اور چل پڑا۔ ابو عامر نے گھر آ کر نوجوان کو کام کی نوعیت سمجھائی، اینٹ، گارہ اور سامان دکھایا اور خود اپنی ضرورت سے چلا گیا۔

مغرب کے وقت لوٹا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس اکیلے لڑکے نے دس آدمیوں کا کام کر ڈالا ہے۔ ابو عامر خوش ہو گیا اور اس نے دو درہم مزدوری پیش کی۔ مگر اس نے قبول نہیں کئے اور کہا کہ میں نے ایک درہم اور ایک دانگ پر بات طے کی تھی اور اس سے زیادہ نہیں لوں گا اور بالآخر اتنا ہی لے کر چلا گیا۔

ابو عامر دوسرے روز پھر اس کی تلاش میں بازار پہنچا مگر اسے وہاں نوجوان نہیں ملا۔ دوسرے مزدوروں سے اس کی تفتیش کرنے پر پتہ چلا کہ وہ لڑکا صرف شنبہ کے دن کام کرتا ہے۔

ابو عامر نے نہ جانے کیا سوچ کر اپنا کام بند کر دیا اور شنبہ کے دن کا انتظار کرنے لگا۔ دوسرے شنبہ کو بازار پہنچا تو نوجوان کو اسی جگہ پایا اور وہ اسی روز کی طرح شرط کر کے پھر کام پر آیا۔ ابو عامر حیران تھا کہ اس نے گزشتہ ہفتے ایک ہی دن میں اتنا زیادہ کام اکیلے کیسے کر لیا تھا۔ چنانچہ لڑکے کو کام پر لگا کر ابو عامر ایک خفیہ جگہ بیٹھ گیا۔

ابو عامر نے دیکھا کہ نوجوان نے گارا اٹھا کر بچھایا، اس کے بعد اینٹ، پتھر خود بخود اٹھ کر ایک دوسرے سے لگتے چلے جا رہے تھے۔ ابو عامر سمجھ گیا کہ یہ خدا رسیدہ نوجوان ہے اور اس کے سر پر تائید غیبی کا سایہ ہے۔ شام ہوئی تو ابو عامر نے تین درہم مزدوری دینی چاہی مگر پھر نوجوان نے ایک درہم اور ایک دانگ قبول کیے اور چلا گیا۔

اور آج جبکہ ابو عامر تیسرے ہفتے نوجوان کی تلاش میں بازار گیا تو مزدوروں نے نوجوان کی سخت علالت اور ویرانے میں اس کی موجودگی کا حال بتایا، جسے سن کر ابو عامر وہاں پہنچا۔ جس کے بعد اب اس کی مرقد پر کھڑا تاسف کے آنسو بہا رہا ہے۔ ابو عامر کو نوجوان کا چہرہ اور اس کی عادات و اطوار بار بار یاد آ رہے تھے۔

بغداد عروس البلاد کی شاہراہوں پر ”قصر الرشید“ کے سامنے لشکر اسلامی کے ایک ہزار سواروں کا رسالہ گزر رہا ہے۔ عام لوگوں نے دو رویہ کھڑے ہو کر رسالے کو گزرنے کا راستہ دے رکھا ہے۔ اس کے پیچھے بھی ایسی ہی فوج کا دوسرا دستہ آ رہا ہے۔ اس میں بھی ہزار سوار ہیں۔ اسی طرح نو فوجی رسالوں کے بعد فوج کا دسواں دستہ رونما ہوا لوگ جوش و خروش سے نعرے لگا رہے

ہیں۔ سلام و تحیہ پیش کر رہے ہیں۔ دسویں رسالے کے جلو میں امیر المومنین ہارون رشید کی سواری نظر آئی۔ دیکھنے والوں میں جوش و خروش اور بڑھ گیا اور لوگ سلام و تحیہ گزارنے لگے۔

زائرین و ناظرین کی اس بھیڑ میں بصرہ کا باشندہ ابو عامر بھی تھا جو امیر المومنین کے پاس اس نوجوان کی امانت پہنچانے آیا ہوا تھا۔ بھیڑ اور اژدہام اتنا کہ ابو عامر کا امیر المومنین تک پہنچنا دشوار تھا۔ کھوے سے کھوا چھل رہا تھا۔ ابو عامر سخت اضطراب میں تھا کہ میں کسی طرح امیر المومنین تک رسائی حاصل کروں۔ انسانوں کے امنڈتے ہوئے سیلاب میں ابو عامر گویا ایک تنکے کی مانند بہہ رہا تھا۔ بغداد کی شاہراہوں پر امیر المومنین کا جلوس دیکھنے کے لیے لوگ امنڈ کر آ گئے تھے۔ امیر المومنین کی سواری جب ابو عامر کے قریب سے گزرنے لگی تو اس نے پوری قوت سے چیخنا شروع کیا۔ ”اے امیر المومنین! آپ کو قرابت رسول کا واسطہ! ذرا توقف تو فرمائیں“۔

امیر المومنین ہارون رشید کے کانوں تک ابو عامر کی چیخ و پکار پہنچی تو انہوں نے سواری روک لی اور ابو عامر کو قریب آنے کا موقع دیا۔ ابو عامر نے امیر المومنین کو مصحف اور انگشتری سپرد کی اور کچھ کہنا چاہا۔ مگر امیر المومنین نے ابو عامر کو اپنے دربان کی نگرانی میں دیتے ہوئے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اس وقت امیر المومنین کی آنکھیں نمناک ہو گئی تھیں۔ جلوس سے واپسی کے بعد دربان نے ابو عامر کو خلیفہ کی خدمت میں حاضر کیا۔ ہارون رشید ابو عامر کو لے کر خلوت میں گئے، دروازے بند کرا دیئے۔ دربان نے ابو عامر کو سمجھایا کہ امیر المومنین غمگین اور اداس ہیں، لہٰذا جہاں تک ممکن ہو کم باتیں کرنا۔

امیر المومنین: ابو عامر! آؤ میرے قریب بیٹھو، بتاؤ کیا تم میرے لڑکے کو جانتے تھے؟

ابو عامر: حضور! وہ آپ کے شہزادے تھے، یہ کسی کو کیا معلوم؟

امیر المومنین: بتاؤ وہ کیا کام کرتا تھا؟

ابو عامر: گارے مٹی کا۔

امیر المومنین: کیا تم نے بھی اس سے محنت مزدوری کروائی؟

ابو عامر: جی حضور!

امیر المومنین! اے ابو عامر! میرے جگر گوشے سے ایسا کام اور ایسی خدمت لیتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آئی؟ کم از کم تم نے قرابت رسول کا تو کچھ پاس و لحاظ کیا ہوتا؟

ابو عامر: امیر المومنین! مجھے معاف فرمائیں۔ میں با[illegible] تھا، البتہ وقت وصال

مجھے اس بات کا پتہ چلا کہ وہ آپ کے نور چشم اور پارۂ جگر ہیں۔

امیر المومنین: کیا تو نے میرے لال کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیا۔

ابو عامر: جی ہاں! میں نے اپنے انہی ہاتھوں سے آپ کے نور نظر کو غسل و کفن دے کر سپرد لحد کیا ہے۔

امیر المومنین: لاؤ اپنا ہاتھ میرے ہاتھوں میں دو (یہ کہہ کر ہارون رشید نے ابو عامر کے ہاتھوں کو تھام لیا اور اپنے سینے پر رکھ کر زار و قطار رونے لگے اور کہا، تو نے میرے اس فرزند کو کس طرح مٹی کے اندر دبا دیا۔ اس پر کس دل سے خاک ڈالی۔ اپنے فرزند صالح کے غم میں امیر المومنین نے رو رو کر اپنے دامنِ عبا کو تر کر لیا۔)

حضرت شیخ یافعی یمنی فرماتے ہیں کہ امور خلافت میں مشغولیت سے پہلے ہارون رشید کے گھر اس فرزند کی ولادت ہوئی تھی۔ اسے زاہدوں اور درویشوں کی صحبت بہت پسند تھی۔ قرآن مجید اور دیگر ضروری علوم کی تعلیم کے بعد اس کے دل سے دنیا کی محبت جاتی رہی۔ ماں کا نہایت خدمت گزار تھا۔ اس پر آخرت کا خوف طاری تھا۔ اس کا یہ حال تھا کہ قبرستان میں چلا جاتا اور مردوں سے مخاطب ہوتا اور کہتا، تم ہم سے پہلے موجود تھے اور دنیا کے مالک تھے اور اب تم قبروں میں محصور ہو۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تم لوگوں سے کیا کہا کرتے تھے۔ اور لوگ تمہیں کیا جواب دیا کرتے تھے اور حسرت و یاس کی باتیں کہہ کہہ کر پھوٹ کر رو دیا کرتا تھا۔

حضرت ہارون رشید جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو اس نے ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ دنیا کے مال و متاع میں سے کچھ بھی اپنے ساتھ نہیں لیا۔ ہارون رشید نے ایک انگوٹھی اس کی ماں کے توسط سے اسے دی۔ جسے محض ماں کی محبت و اطاعت میں اس نے اپنے پاس رکھ لیا۔ اس کا یاقوت بڑا ہی قیمتی تھا۔ مگر اسے فروخت کر کے اپنے مصرف میں نہیں لگایا۔ اور دمِ نزع ہارون کو دینے کے لیے ابو عامر کے حوالے کیا۔

ایک دن کی بات ہے کہ ہارون رشید اپنے دربار میں امراء و مصاحبین کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ یہ شہزادہ جسم پر پرانا کمبل اوڑھے ہوئے دربار میں آیا۔ حاضرین دربار نے دیکھا تو ان میں سے بعض کہنے لگے۔ اس سے تو خلیفہ کی رسوائی ہوتی ہے۔ خلیفہ کو اس کے ساتھ سختی کرنی چاہیے تا کہ اپنی یہ حالت بدل دے اور خلیفہ کی رسوائی کا سبب نہ بنے۔ امیر المومنین نے مصاحبین کی ناگواری محسوس کر کے بیٹے سے کہا:

بیٹا! تو نے مجھے رسوا کر ڈالا۔

شہزادے نے خلیفہ کی طرف دیکھا اور جواب میں ایک لفظ نہیں کہا۔ البتہ دربار کے عین سامنے قصر کے کنگورے پر ایک پرندہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کو اشارہ کر کے کہا: "اے پرندے! تجھے تیرے خالق و مالک کی قسم، آ اور میرے ہاتھ پر بیٹھ۔" وہ پرندہ یہ سن کر محل سے اتر کر شہزادے کے ہاتھ پر آ بیٹھا۔ پھر کچھ دیر کے بعد شہزادے نے اسے اپنی جگہ چلے جانے کا حکم دیا۔ تو وہ اڑ کر چلا گیا اور شہزادے نے کہا، تجھے تیرے پیدا کرنے والے کی قسم، امیر المومنین کے ہاتھ پر نہ آنا۔

اس کے بعد شہزادہ ہارون رشید سے مخاطب ہوا۔

"ابا جان! اب میں جا رہا ہوں، آپ کو رسوا کرنے نہیں آؤں گا۔"

امیر المومنین ابو عامر کے ہمراہ بصرہ کے اس ویرانے میں آئے، جہاں ان کا سولہ سالہ نوجوان شہزادہ آسودۂ خاک تھا۔ قبر کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑے اور ہوش میں آئے تو حسرت و غم کے اشعار زبان پر جاری تھے۔

اسی شب کی بات ہے کہ ابو عامر اپنے اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر سوئے تو انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک نور کا قبہ ہے، جس کے اوپر نورانی ابر چھایا ہوا ہے۔ ناگاہ وہ چادر ابر شق ہوئی اور اس میں سے وہی شہزادہ یہ کہتا ہوا برآمد ہوا:

"اے ابو عامر! رب تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ تم نے واقعی میری وصیتوں کو نہایت خوبی سے پورا کیا۔" ابو عامر نے پوچھا۔ "صاحبزادے! آپ پر کیا گزری اور آپ کا مقام کہاں ہے؟" جواب دیا۔ "اپنے رحیم و کریم پروردگار کے قرب میں ہوں اور وہ مجھ سے راضی ہے، کچھ بھی ناراض نہیں اور اس نے مجھے ایسی ایسی نعمتیں عطا کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی کے وہم و گمان میں آئیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ قسم فرمایا ہے کہ جو بندہ دنیا کی نجاستوں سے تیری طرح نکل آئے گا تو اس کو میں ایسی ہی نعمتیں دوں گا جیسی تجھے دی ہیں۔"

ایک عبادت گزار غلام کی موت کا واقعہ:

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حجاز میں قحط پڑ گیا۔ مکہ معظمہ میں چھوٹے بڑے، پیر و جوان، صلوۃ استسقاء پڑھنے کے لیے گھر سے باہر نکل آئے تھے۔ مسجد حرام لوگوں سے بھر گئی تھی۔ حضرت

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بھی باب بنی شیبہ کے قریب ایک مقام پر موجود تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ اچانک ایک حبشی غلام وہاں آیا، جس کے جسم پر معمولی لنگی اور چادر تھی۔ ایک پوشیدہ جگہ پر بیٹھا اور آہستہ سے دعا کرنے لگا:

''رب ذوالجلال! کثرت معاصی اور شامت اعمال سے لوگوں کی صورتیں فرسودہ ہوگئی ہیں اور تو نے ہم سے بارش روک دی ہے تاکہ خلق خدا اس سے سبق لے اور آگاہ ہو، اے حلم و بردباری والے مولا! اے وہ کریم جس کے بندوں کو اس کے احسان وکرم ہی سے آشنائی ہے۔ میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ ابھی پانی برسادے، اپنے بندوں کو ابھی سیراب کردے۔''

وہ جوان دعا کے یہی الفاظ بار بار کہتا رہا۔ حتیٰ کہ جھوم کر گھٹا اٹھی اور مکہ معظمہ جل تھل ہوگیا اور وہ اپنی جگہ بیٹھا ذکر و تسبیح میں مصروف رہا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ حبشی غلام کا یہ سوز دل دیکھ کر روتے رہے۔ وہ چلا تو اس کے پیچھے پیچھے ہوگئے اور اس کی رہائش گاہ دیکھ کر آ گئے۔ پھر ملول خاطر حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے آ کر سارا ماجرا کہہ دیا۔ شیخ فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے جوان صالح کا حال سن کر چیخ ماری اور کہا مجھے جلد اس جوان باخدا کے پاس لے چلو۔ رات زیادہ گزر گئی تھی۔ اس لیے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں جانا مناسب نہیں سمجھا۔

صبح ہوئی تو اس کی تلاش میں اس کے مکان پر دستک دی۔ وہاں ایک ضعیف مرد سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو پہچانا اور آنے کی غرض اور غایت پوچھی۔ انہوں نے کہا، مجھے ایک سیاہ فام غلام چاہئے، اس کے پاس کئی اور بھی غلام تھے۔ ایک ایک کر کے ضعیف مرد نے اپنے سب غلاموں کو بلوایا۔ جب وہ غلام سامنے آیا تو حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نہایت خوش ہوئے اور اسے خریدنا چاہا۔ ضعیف مرد نے اولاً تو انکار کیا۔ مگر حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عبداللہ بن مبارک کی خواہش جان کر مجبوراً فروخت کردیا۔ ضعیف مرد نے کہا۔

''اس غلام سے میرے گھر میں برکت ہے، اس پر میرا کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ یہ خود ری بٹتا ہے، کم و بیش نصف دانگ روز کماتا ہے۔ یہی اس کی روزی ہے، میرے اور غلام کہتے ہیں، یہ رات بھر نہیں سوتا، تنہا رہتا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اسے لے کر حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ کی طرف چلے۔ راستے میں غلام نے کہا اے میرے آقا، حضرت عبداللہ نے کہا، لبیک! اس نے کہا، اے میرے آقا آپ لبیک نہ فرمائیں۔ لبیک تو مجھے آپ کے بلانے پر کہنا چاہئے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا تم میرے غلام نہیں دوست ہو۔ میں نے تمہیں اپنی خدمت کے لیے نہیں خریدا۔ میں تمہارے لیے ایک مکان خریدوں گا، تمہارا نکاح کروں گا اور خود تمہاری خدمت کروں گا۔ وہ رونے لگا اور بولا، ضرور آپ کو میرے رب تعالیٰ سے تعلقات کی خبر ہوگئی ہے ورنہ ان غلاموں کو چھوڑ کر آپ مجھے پسند نہ کرتے۔

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ سچ ہے، میں نے تمہاری دعا قبول ہوتے دیکھی ہے۔ پھر اس نے کہا، کیا یہ ہوسکتا ہے کہ کچھ دیر مجھے موقع دیں تاکہ میں رات کی کچھ بقیہ رکعتیں ادا کرلوں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہاں سے فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ دور نہیں ہے۔ وہاں چلتے ہیں اور تم وہاں جا کر نوافل پڑھ لینا۔ مگر غلام نے کہا، اے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ! نہیں! میں یہیں پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ خدا کے کام میں تاخیر مناسب نہیں۔

اس کے بعد ایک مسجد میں گیا اور نماز پڑھنے لگا۔ نماز سے فارغ ہوکر پوچھا اے میرے آقا، کیا آپ کو کوئی کام ہے؟ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا، اے نیک بندے! تم اس طرح کیوں کہہ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں اب اس دنیا سے کوچ کر جانا چاہتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایسا نہ کرو۔ میں تمہاری زندگی سے اپنی مسرت چاہتا ہوں۔ اس پر غلام نے عرض کیا کہ میں پھر کیا کروں۔ جب تک میرا اور رب کائنات کا معاملہ مخفی تھا زندگی اچھی تھی۔ اب تمہیں معلوم ہوگیا۔ تم سے اور لوگوں کو معلوم ہوگا، مجھے ایسی زندگی کی تمنا نہیں۔ غلام یہ کہہ کر سجدے میں گرا اور عرض گذار ہوا کہ یاالٰہی! مجھے اپنے پاس بلالے۔ غلام کی دعا اسی وقت قبول ہوگئی اور اس کے جسم سے روح پرواز کرگئی۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اس کے قریب پہنچے تو وہ واصل بحق ہوچکا تھا۔ فرماتے ہیں، واللہ العظیم! میں جب بھی اسے یاد کرتا ہوں تو میرا غم بڑھ جاتا ہے اور دنیا میری نظر میں خوار ہوجاتی ہے۔ (روض الریاحین)

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کو اپنی پسند کی موت ملی:

اکثر کہا کرتے تھے اور دعائیں بھی مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ! مجھ کو عام لوگوں کی طرح ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اور دم گھٹ گھٹ کر مرنا پسند نہیں ہے، مجھے ایسی موت ملے کہ اس میں دم گھٹنے اور ایڑیاں رگڑنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ چنانچہ ان کی یہ کرامت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کے دوران یہ آدھی رات گزرنے کے بعد نماز میں مشغول تھے کہ ان کی صاحبزادی نے یہ خواب دیکھا کہ ان کے والد صاحب کا انتقال ہوگیا ہے۔ وہ اس پریشان کن خواب سے گھبرا اٹھیں اور آواز دی تو دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد دوسری مرتبہ آواز دی تو کوئی جواب نہ ملا۔ پاس جا کر دیکھا تو سر سجدے میں تھا اور روح پرواز کر چکی تھی۔

(اسد الغابہ واصابہ)

موضوع نمبر ۱۰

اللہ کے نافرمانوں کی بری موت کے حیران کن واقعات

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کا موت کے وقت قابل عبرت حال دیکھا:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں ایک شخص کا بڑا قابل عبرت واقعہ لکھا ہے، فرماتے ہیں کہ:

میں ایک شخص کی عیادت کو گیا، وہاں پہنچ کر میں نے دیکھا۔ اس کے انتقال کا وقت قریب ہی ہے۔ میں نے اس پر توجہ ڈالی تو اس کے دل کو ظلمتوں سے بھرا ہوا پایا۔ ہر چند میں نے توجہ کی مگر اس کے دل پر یہ ظلمتیں اہل کفر سے دوستی کی وجہ سے پیدا ہوئیں، یہ توجہ سے زائل نہ ہوں گی، جہنم کے عذاب سے ہی زائل ہوں گی۔

(مکتوبات دفتر اول، حصہ چہارم، بحوالہ الاعتدال فی مراتب الرجال شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

المرء مع احب

آدمی (قیامت کے دن) اس کے ساتھ ہوگا، جس سے دنیا میں محبت کرتا ہوگا۔ (بخاری)

اس لیے دنیا میں جتنا ممکن ہو نیک لوگوں اور بزرگان دین کی صحبت میں بیٹھنے کی کوشش کرے، مشہور ہے:

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

کہ نیک لوگوں کی صحبت تجھے نیک بنائے گی، برے لوگوں کی صحبت برا بنائے گی۔

مردہ تین مرتبہ اٹھ کر بیٹھ گیا:

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ کو ایک پولیس افسر کا جنازہ قبرستان میں لایا گیا، جب اسے قبر میں اتارا جانے لگا تو اس کی قبر یکایک ٹیڑھی ہوگئی۔ پہلے پہل تو لوگوں نے اسے گورکن کا قصور قرار

دیا۔ اس لیے دوسری جگہ قبر کھودی گئی۔ جب جنازے کو دوسری قبر میں اتارنے لگے تو قبر ایک بار پھر ٹیڑھی ہوگئی۔ اب لوگوں میں خوف وہراس پھیلنے لگا۔ تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا۔ قبر حیرت انگیز حد تک اس قدر ٹیڑھی ہو جاتی کہ تدفین ممکن نہ رہتی۔

بالآخر شرکائے جنازہ نے مل جل کر میت کے لیے دعائے مغفرت کی اور پانچویں قبر میں ہر حال میں تدفین کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ پانچویں بار قبر ٹیڑھی ہونے کے باوجود زبردستی پھنسا کر میت کو اتار دیا گیا۔ اس کے بعد لوگوں نے اس کے رشتے داروں سے اس کے متعلق پوچھ گچھ کی تو معلوم ہوا کہ یہ افسر رشوت لیتا تھا۔ جس کا اس کو مرتے وقت انجام ملا اور اب آگے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس نے اس افسر کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہوگا۔

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے جو شخص کسی قوم کا والی اور قاضی مقرر ہو وہ قیامت کے دن اس حالت میں پیش ہوگا کہ اس کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہوگا۔ پھر اگر وہ رشوت لینے والا نہ تھا اور اس کے فیصلے بھی حق پر مبنی تھے تو وہ آزاد کر دیا جائے گا۔ اگر وہ رشوت خور تھا اور لوگوں سے مال لے کر حق کے خلاف فیصلے کرتا تھا تو اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور وہ پانچ سو برس کی راہ کے مثل گہرائی میں جا پڑے گا۔ اس حدیث مبارکہ سے رشوت خور کے انجام کے متعلق خوب عبرت حاصل ہوتی ہے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ جو حیدرآباد "ٹنڈو آدم" کے ایک کپڑے کے تاجر کے ساتھ ہوا، اس سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔

اخباری اطلاع کے مطابق قبرستان میں ایک جنازہ لایا گیا۔ امام صاحب نے جوں ہی نماز جنازہ کی نیت باندھی، مردہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ امام صاحب نے بھی نیت توڑ دی اور کچھ لوگوں کی مدد سے اس کو پھر لٹا دیا۔ تین مرتبہ مردہ اٹھ کر بیٹھا۔ امام صاحب نے مرحوم کے رشتے داروں سے پوچھا، کیا مرنے والا سود خور تھا۔ انہوں اثبات (یعنی ہاں) میں جواب دیا۔ اس پر امام صاحب نے نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے جب لاش قبر میں رکھی تو قبر زمین کے اندر دھنس گئی۔ اس پر لوگوں نے لاش کو مٹی وغیرہ سے دبا کر بغیر فاتحہ ہی گھر کی راہ لی۔

بھائی کی دولت ہتھیانے والی کی عبرتناک موت:

قرآن حکیم میں فرمان ہے جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور راہ خدا میں اس کو

خرچ نہیں کرتے، انہیں عذاب الیم کی بشارت دے دو۔ قیامت کے دن وہ سانپ کی شکل میں ان کی گردنوں میں ڈال دیا جائے گا جو ان سے کہے گا کہ ہم وہی خزانہ ہیں جسے تم جمع کر کے رکھتے تھے اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ یہاں اگر کسی بھائی نے کسی کی بالشت بھر زمین بھی ہتھیالی تو قیامت کے دن سات زمینوں کا بوجھ ہتھیانے والے کی گردن پر ہوگا، یا یہ کہ اونٹ اور بکری قیامت کے روز غاصب کی گردن پر سوار ہوں گے اور کہیں گے کہ ہمارا مالک فلاں ابن فلاں تھا، لیکن اس ظالم نے ہمیں چرایا (ہتھیا لیا) تھا۔ ان اقوام مقدس کا تعلق ایمان بالغیب اور آخرت سے ہے، لیکن بسا اوقات انسان اس دنیا میں بھی اپنی چشم تر سے ان فرمودات میں پوشیدہ حقیقتوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ قانون شہادت مجریہ ۱۸۷۲ء کی روشنی میں دو واضح مشاہدے میں نے بھی کیے ہیں جو نذر قارئین کیے جاتے ہیں۔

سرگودھا کی ایک پڑھی لکھی اور انتہائی حسین و جمیل لڑکی کے والدین وفات پا گئے، جب کہ اس کا اکلوتا بھائی کم سن تھا۔ حقیقی خالہ نے نوجوان لڑکی اور کمسن لڑکے کو سنبھال لیا۔ لڑکی بی اے کرنے کے بعد جھنگ کے ایک بڑے زمیندار سے اپنی پسند کا نکاح کر بیٹھی، جبکہ لڑکا خالہ کے پاس رہ گیا۔ لڑکی خوبصورت اور پڑھی لکھی ہی نہ تھی بلکہ بہت تیز طرار اور ہوشیار بھی تھی۔ اس نے دیکھا کہ چھوٹا بھائی سیدھا سادا اور بدھو سا ہے تو وہ کھل کر کھیلی اور ماں باپ کی کروڑوں کی جائیداد پر قبضہ جما کر بیٹھ گئی۔

جھنگ سیال کے نواح کی جائیداد شوہر کی طرف سے موجود تھی اور سرگودھا کی زرخیز کھیتیاں اور انتہائی قیمتی شہری جائیداد والدین کی طرف سے ہاتھ آ گئی۔ تاہم ہوس زر اور ھل من مزید کا تو کوئی ٹھکانہ نہیں۔ خالہ سمجھاتی رہی لیکن اس خدا کی بندی نے کسی کی نہ مانی اور سادہ لوح بھائی اس کے شاطرانہ ہتھکنڈوں کا مقابلہ نہ کر سکا اور قیام پاکستان کے آس پاس بالکل پاگل ہو کر سڑکوں پر نکل گیا اور پھر اسے بے بسی اور کسمپرسی کی موت نے آ لیا۔ سرگودھا کی شہزادی نے جھنگ آ کر شوہر کے نوابی محلات آباد کیے اور انہیں اپنی اور اپنے مظلوم بھائی کی بے پناہ دولت سے چار چاند لگا دیئے۔ اس کی گود میں یکے بعد دیگرے دو لڑکوں اور ایک لڑکی نے جنم لیا۔

امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ اور عیش کے باوجود تن آسانی اور ہوس دنیا سے جنم لینے والی ناآسودگی نے شہزادی کو وقت سے پہلے بوڑھا کر دیا۔ وہ ذیابیطس کی مریضہ تھی۔ جبکہ ۱۹۶۷ء میں اس کے گردے بھی جواب دے گئے۔ دونوں لڑکے ایچی سن کالج لاہور میں زیر تعلیم تھے، جبکہ بچی کو تین

میری اسکول کی طالبہ تھی۔ اس کے شوہر نامدار اس کی ڈھلتی جوانی اور دولت کو بھول کر ایک مزارع کی بیٹی بیاہ لائے تھے اور اسے ہنی مون کے لیے مری لے گئے تھے۔

شہزادی کی خالہ سے ہماری خاندانی جان پہچان تھیں۔ یوں شہزادی اور اس کی زندگی کے نشیب و فراز میری نگاہ میں تھے۔ مئی ۱۹۶۷ء کے لگ بھگ میں پی اے ایف ہسپتال سرگودھا کی پرانی بلڈنگ میں اس کی تیمارداری کے لیے گیا تو اس وقت اس کا عالم نزع تھا۔ خالہ بے چاری پلنگ کے ساتھ لگی بیٹھی تھی۔ مجھے اور میری بیوی کو دیکھ کر اس نے ٹھنڈا سانس بھرا۔ میں نے دیکھا کہ سکرات موت کے باوجود ادھیڑ عمر شہزادی کے حسین چہرے پر اجڑے حسن کی یادگاریں موجود تھیں۔ موٹی سیاہ آنکھیں، گول چہرہ، انتہائی گورا رنگ، صاف شفاف رخسار، پتلے ہونٹ اور خوبصورت سفید دانت آج بھی دلربائی اپنے اندر لیے ہوئے تھے۔ تاہم وہ اس وقت بے پناہ بے چینی میں مبتلا تھی۔ خدا معلوم اس آخری گھڑی میں بھی اس نے سرخ لباس اور بانہوں اور گلے میں سونے کے زیورات کیوں پہن رکھے تھے۔

میرے سامنے وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں پلنگ پر اٹھ بیٹھی اور اپنے تینوں بچوں اور شوہر کے نام لے کر انہیں بلانے لگی۔ بوڑھی خالہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ اسے تسلی دینے لگی۔ چند منٹ بعد وہ کرب کی حالت میں لیٹ گئی اور پھر اٹھ بیٹھی۔ اب اس کی آنکھیں پتھرانے لگیں اور اس کے چہرے پر خوف و اضطراب کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ اس کے جسم سے ایئر کنڈیشنڈ کمرے کی سردی کے باوجود پسینہ پھوٹ بہا۔ اس نے چھت کی طرف گھبرائی ہوئی نگاہوں سے دیکھا اور خالہ کو مخاطب کیا:

”وہ دیکھو، میرا بے وقوف بھائی مجھے لینے آیا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی اور خوفناک شخص بھی ہے۔ خالہ، انہیں میری چوڑیاں دے دو۔ انہیں میرے جھمکے اور گانی بھی دے دو۔ لیکن ان سے کہو کہ مجھے نہ لے جائیں۔ خالہ میرے بھائی کو منائیں۔ وہ غضبناک نظروں سے مجھے دیکھ رہا ہے۔ خالہ جلدی کریں۔ میرا زیور اس کے حوالے کر کے میری گلوخلاصی کرا دیں۔“

یہ کہہ کر اس نے پوری قوت سے اپنے جھمکوں اور گانی کو اتارنے کی کوشش کی، لیکن خالہ نے اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔ اسی وحشت و اضطراب کی حالت میں شہزادی کا قلب بند ہو گیا۔ پندرہ منٹ بعد نرس نے اعلان کیا کہ اس کی حرکت قلب بند ہو گئی ہے۔ یوں وہ اپنے ناراض بھائی اور اس کے خوفناک ہمراہی کی معیت میں کسی اور جہان کی طرف سدھار گئی۔ (از محمد اکرم رانجھا)

باپ سانپ کی آواز نکالتے ہوئے وہ موت کے منہ میں چلی گئی:

ایک زمیندار گھرانے کی صاحب حیثیت ماں باپ کی اکلوتی بیٹی کو ورثے میں بہت بڑی جائیداد، ڈھیروں سونا اور نقد روپے ملے۔ روپیہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اسے سخت کوفت ہوتی۔ اگر کوئی خاتون اسے مسجد، مدرسہ وغیرہ بنوانے یا کسی یتیم اور بیوہ کی مدد کرنے کو کہتی تو اس کا چہرہ مکدر ہو جاتا۔ میں نے اسے آخری بار ۱۹۶۸ء میں بستر مرگ پر بے ہوشی کی حالت میں سول ہسپتال لاہور کے انتہائی نگہداشت (I.C.U.) کے وارڈ میں دیکھا۔ اس کی نبضیں ڈوب چکی تھیں، سانس رک رک کر وقفوں وقفوں سے آ رہی تھی اور آنکھیں پتھرا چکی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب قریب کھڑے تھے تا کہ اس کی موت کا سرٹیفکیٹ دے کر رخصت ہوں۔

اچانک اس کے بدن نے حرکت شروع کر دی۔ اس کے چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہوئے، رونگٹے کھڑے ہو گئے، جسم سے پسینہ بہہ نکلا اور اس کے ہونٹ ہلنے لگے۔ سب لوگوں نے سنا کہ وہ تھرائی ہوئی آواز میں ”سانپ سانپ“ کہہ کر اس سے بچنے کے انداز میں ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔

میں یہ مشاہدہ کر کے خوفزدہ ہو گیا اور ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ طبی نقطہ نظر سے آپ اس کی آخری حرکت کو کیا نام دیں گے؟ ڈاکٹر صاحب نے بھی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میرے لیے یہ مشاہدہ کسی طبی معجزے سے کم نہیں۔ یہ حرکت اور سانپ سانپ کی آوازیں بلاشبہ ایک میت کے منہ سے نکلی ہیں۔ اس گہری بے ہوشی کے عالم میں وہ بول سکتی تھی نہ حرکت کر سکتی تھی۔

زمین نے تمام لوگوں کو نگل لیا:

محب طبری ریاض النضرہ میں لکھتے ہیں:

ایک جماعت اہل حلب کی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخیاں کرتی اور سب و شتم کو روا رکھتی تھی۔ امیر مدینہ کے پاس آئی اور بہت مال و اسباب، عمدہ عمدہ کپڑے اور مختلف قسم کے تحفے تحائف اور سیم و زر ساتھ لائی اور امیر مدینہ کے سامنے یہ سارے تحائف جو ایک اہل دنیا کو موہ لینے کے لیے بہت تھے، پیش کر کے عرض رساں ہوئی کہ یہ تحفے تحائف اور سیم و زر کی پیشکش قبول کر لی جائے اور اس کے صلے میں اتنا کیا جائے کہ حجرہ شریف

اور روضہ اطہر کا دروازہ کھلوا دیا جائے کہ وہ جماعت جسد اطہر، حضرات شیخین حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو وہاں سے نکال لے جائے۔

امیر مدینہ خالص دنیا دار اور زر پرست تھا۔ اس سودے کے لیے تیار ہو گیا اور حرم شریف کے دربان کو بلا کر حکم دیا کہ دیکھو جب اور جس وقت یہ لوگ آئیں دروازہ حرم شریف کا کھول دینا اور جو کچھ کریں منع نہ کرنا۔

دربان کہتا ہے کہ جب تمام لوگ عشاء کی نماز پڑھ کر رخصت ہو گئے اور دروازے حرم شریف کے حسب دستور بند ہو گئے۔ باب السلام پر دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔ میں نے حسب حکم امیر دروازہ کھول دیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ چالیس آدمی کدال اور مشعل لیے کھڑے ہیں۔ یہ لوگ اندر داخل ہوئے اور میں نے مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھ کر رونا شروع کیا کہ یاالٰہی یہ کیا قیامت نازل ہو گئی۔

سبحان اللہ! اللہ کی قدرت اور صحابہ رضی اللہ عنہ کی جلالت شان نظر آ گئی۔ جب میں نے دیکھا کہ ابھی یہ لوگ منبر شریف کے قریب بھی نہیں پہنچے تھے کہ زمین ان تمام لوگوں کو مع ان کے مال و اسباب کے نگل گئی۔ امیر مدینہ کو قدرتاً انتظار تھا کہ جب یہ ناہنجار اپنے کام سے فراغت پا چکیں گے تو اس کے پاس ضرور جائیں گے۔ جب بہت زیادہ دیر ہو گئی تب امیر نے مجھے بلا کر حال پوچھا۔ میں نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا۔

امیر کہنے لگا تو دیوانہ ہو گیا ہے۔ سمجھ کے کہہ کیا کہتا ہے۔ میں نے کہا، اے امیر، جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا تو چل کر خود دیکھ لے۔ ان کے بعض کپڑے نمودار ہیں۔

اس روایت کو بسند معتبر جذب القلوب الی دیار المحبوب میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے۔

تاریخ کے ان عبرت انگیز اور دلخراش واقعات کو محسوس کر کے بھلا کس مسلمان کا دل گردہ ہے کہ وہ مقدسین اسلام کے خلاف سوء ظن کا ارتکاب کر سکے۔

مرتے وقت اپنی محبوب چیز کا طلب کرنا:

ایک ڈاکٹر کہتے ہیں کہ میرا ایک عزیز جو خورد و نوش کا بہت شوقین تھا، نتیجتاً اسے شوگر (ذیابیطس) اور دل کا مرض لاحق ہو گیا۔ بیماری کی شدت کی وجہ سے وہ میرے وارڈ میں داخل

ہو گیا۔ اس کی حالت بگڑتی گئی۔ موت سے چند لمحے پہلے اس نے پکوڑے، برفی اور دودھ وغیرہ کی خواہش ظاہر کی۔ یہ ساری چیزیں اس کو مہیا کی گئیں۔ ابھی اس نے پہلا لقمہ بھی منہ میں نہ ڈالا تھا کہ بستر میں ڈھیر ہو گیا۔ دیکھا تو انتقال ہو چکا تھا۔

والدین کی بددعا سے بری موت کے مشاہدات:

میرے والد صاحب کے ایک دوست کے متعلق مشہور تھا کہ جب ان کی والدہ قریب المرگ تھی تو انہوں نے اس کے ساتھ بدتمیزی کی اور وہ بے چاری اکیلی پڑی رہی اور اس میں مر گئی۔
میں اس جستجو میں تھا کہ جو والدین کے ساتھ برا سلوک رکھے اس کا خاتمہ کیسے ہوتا ہے؟ زندگی کے ایام گذرتے گئے۔ قریباً اس واقعے سے تیس سال بعد یہ صاحب جو اپنی والدہ کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتے تھے، بیمار ہوئے اور بہت کمزور ہو گئے۔
میرے والد صاحب مجھے ان کے علاج کے لیے لے گئے۔ میں نے دیکھا تو یہ بہت کمزور تھے اور رو رہے تھے۔ میں نے ان کو غذا بتائی تو رونے لگے اور بتایا کہ ان کے تین لڑکے ہیں، مگر ان کی پرواہ نہیں کرتے۔ کئی دنوں سے بیمار ہوں، مگر ایک دفعہ بھی ملنے نہیں آئے۔
چنانچہ اسی حالت میں ان کی موت واقع ہو گئی۔ وہ شخص رات کو تنہائی میں انتقال کر گیا۔ صبح کے وقت جب محلے والوں نے دیکھا تو چیونٹیاں اس کو کاٹ رہی تھیں اور وہ خدا کو پیارا ہو چکا تھا۔ واقعی والدہ سے زیادتی کرنے والے کو اسی دنیا میں سزا مل کر رہتی ہے۔

ایک نوجوان کی بری موت ماں کو مارنے کی وجہ سے:

میرے وارڈ میں ایک نوجوان گردے فیل ہو جانے کی وجہ سے مرا۔ تین دن تک حالت نزع میں رہا۔ اتنی بری موت مرا کہ آج تک ایسی موت میں نے پچھلے ۴۰ سال کے عرصے میں نہیں دیکھی۔ اس کا منہ نیلا ہو جاتا تھا۔ آنکھیں نکل آتی تھیں اور منہ سے دردناک آوازیں نکلتی تھیں جیسے کوئی اس کا گلا دبا رہا ہو۔
مرنے سے ایک دن قبل یہ کیفیت زیادہ ہو گئی، آواز اور زیادہ ہو گئی اور وارڈ سے دوسرے مریض بھاگنے شروع ہو گئے۔ چنانچہ اس کو وارڈ سے دور کے ایک کمرے میں منتقل کر دیا گیا تاکہ آواز کم ہو جائے، مگر پھر بھی یہ حالت جاری رہی۔ اس کا والد مجھے یہ کہنے کے لیے آیا کہ اس کو زہر کا

ٹیکہ لگا دیں تاکہ مر جائے، ہم سے ایسی حالت دیکھی نہیں جاتی۔

میں نے اس کے والد صاحب سے پوچھا کہ اس نے کیا خاص غلطی کی ہے؟ اس کا والد فوراً بول اٹھا، یہ شخص اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے ماں کو مارا کرتا تھا اور میں اس کو بہت روکا کرتا تھا۔ یہ بری موت اسی کا نتیجہ ہے۔

بے نمازی اور فیشن پرستی پر عذاب قبر:

مجھے میرے ایک دوست نے یہ عجیب حیرت ناک وعبرتناک واقعہ سنایا کہ کویت وعراق کی جنگ سے پہلے میں کویت میں مقیم تھا۔ وہاں میں مردوں کی تجہیز وتکفین اور دفن وغیرہ کے امور سے وابستہ تھا اور لوگوں میں اسی حیثیت سے معروف تھا۔ جنگ کے دوران مصر آ گیا۔ اسی دوران مجھ سے ایک دن ایک خاندان کے لوگوں نے رابطہ قائم کیا اور خاندان کی ایک عورت کی تکفین کے سلسلے میں بات کی۔ چنانچہ میں قبرستان گیا اور مردوں کے غسل دینے کی جگہ جا کر بیٹھ گیا، انتظار میں تھا کہ جنازہ تیار ہو کر نکلے کہ اتنے میں چار باپردہ عورتوں کو غسل دینے کی جگہ سے تیزی سے نکلتے ہوئے دیکھا، ان پر گھبراہٹ طاری تھی، مگر میں نے ان سے کچھ پوچھا نہیں کہ ہو گی کوئی وجہ۔

تھوڑے وقفے کے بعد وہ عورت نکلی جو مردہ عورتوں کو غسل دیتی ہے۔ اس نے مجھ سے میت کو غسل دینے میں مدد طلب کی۔ میں نے اس سے کہا کہ کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی عورت کو غسل دے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میت کا جسم بہت وزنی ہے جو عام طور پر نہیں ہوتا۔

میرا جواب سن کر پھر وہ اندر چلی گئی۔ کسی طرح غسل دیا اور کفن پہنایا، پھر ہم جنازہ اٹھانے کے لیے اندر گئے۔ ہم گیارہ آدمی تھے، جنازہ اتنا وزنی تھا کہ ہم سب نے مل کر جنازہ اٹھایا۔ جب ہم قبرستان پہنچے اور جیسا کہ مصر میں رواج ہے کہ ان کی قبریں کمروں کی طرح ہوتی ہیں، وہ بلندی سے سیڑھی کے ذریعے کمرے میں اترتے ہیں، جہاں مردوں کو بغیر مٹی ڈالے رکھتے ہیں۔

جب ہم نے لاش کو اپنے کندھوں سے اتارا تو لاش کمرے کے اندر پھیلنے اور گرنے لگی۔ اس منظر کو دیکھ کر ہم سب گھبرا گئے اور وہ ہمارے قابو سے باہر ہو گئی۔ اتنے میں ہم نے اس کی ہڈیوں کی چرچراہٹ سنی جیسے ہڈیاں ٹوٹ رہی ہوں۔ ہم نے دیکھا کہ کفن کا کچھ حصہ ہٹ گیا۔ میں تیزی سے لاش کی طرف بڑھا اور اس کا منہ ڈھک دیا۔ پھر بڑی مشکل سے اس کو قبلہ رخ کر سکا۔ دوبارہ کفن چہرے کی طرف کھل گیا۔ اس وقت میں نے عجیب منظر دیکھا۔

ہم نے دیکھا کہ آنکھیں جیسے باہر کی طرف نکل رہی ہوں اور چہرہ کالا ہو چکا تھا۔ ہم منظر کی ہولناکی سے ڈر گئے اور تیزی سے باہر آ گئے اور کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ جب میں اپنی قیام گاہ پر پہنچ گیا تو مجھ سے مرنے والی عورت کی اولاد میں سے ایک لڑکی ملی اور اس نے مجھ کو قسم دے کر پوچھا کہ اس کی والدہ کے ساتھ قبر میں داخل کرنے کے دوران کیا پیش آیا۔ میں نے جواب نہ دینے کی بہت کوشش کی لیکن وہ اس بات پر مصر رہی کہ میں اس کو میت کی حالت سے باخبر کروں۔ حتیٰ کہ میں نے اسے سب کچھ بتا دیا۔

اس وقت اس نے مجھ سے کہا اے شیخ! جس وقت آپ نے ہم کو غسل کی جگہ سے تیزی سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا، اس کا سبب یہ تھا کہ ہم نے اپنی والدہ کے چہرے کو کالا ہوتے دیکھا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری والدہ نے کبھی نماز نہیں پڑھی اور ان کی موت اس حال میں ہوئی کہ وہ بہت فیشن ایبل رہتی تھیں۔ شرم وحیا نام کی کوئی چیز ان میں تھی ہی نہیں۔

کبھی کبھی اللہ تعالیٰ ایسے مناظر دکھا دیتا ہے کہ لوگ ان سے سبق حاصل کریں۔ ہر موت کے حالات کو اس دنیا میں دکھانا حکمت خداوندی کے خلاف ہے کہ پھر ایمان بالغیب کی مصلحت ختم ہو جائے گی۔

ٹی وی کے ساتھ دفن ہونے والی لڑکی کا واقعہ:

واقعہ یہ ہے کہ رمضان المبارک کی بات ہے کہ افطاری سے کچھ دیر پہلے ماں نے بیٹی سے کہا کہ آؤ میرے ساتھ مل کر افطاری کے لیے تیاری میں میری مدد کرو۔ بیٹی نے جواب دیا، امی مجھے تو ٹی وی پر پروگرام دیکھنا ہے، وہ دیکھ لوں تو پھر کام کروں گی۔ یہ کہہ کر اوپر چھت پر چلی گئی۔ کمرے میں ٹی وی رکھا تھا۔ اس لڑکی نے ماں کے ڈر سے کہ کہیں مجھے زبردستی کام کے لیے نہ اٹھا کر لے جائے دروازہ بھی اندر سے بند کر لیا۔

ادھر ماں بیٹی کو آوازیں دیتی رہی۔ بیٹی نے ایک نہ سنی۔ کافی وقت گذر گیا، گھر میں سب مرد بھی آ گئے، افطار ہو گیا، لیکن لڑکی ابھی تک کمرے سے نکلی نہیں۔ ماں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے آواز نہ آئی۔ دل ڈر گیا۔ اس کے باپ اور بھائیوں سے کہا۔ انہوں نے دروازہ توڑا اور اندر داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ لڑکی زمین پر اوندھے منہ پڑی ہے، اس کو دیکھا تو وہ مر چکی تھی۔ اب حالت یہ ہوئی کہ لڑکی زمین کے ساتھ چمٹی ہوئی تھی۔ اٹھانے سے اٹھتی نہیں تھی۔

سب اس کو اٹھا اٹھا کر تھک گئے۔اب حیران کہ کیا کریں۔کسی کے ذہن میں اچانک ایک بات آئی کہ اس کے ساتھ ٹی وی بھی اٹھاؤ۔جب ٹی وی کو اٹھایا تو لڑکی بھی اٹھی۔اب تو یہ ہوا کہ اگر ٹی وی اٹھاتے تو لڑکی اٹھتی ورنہ بالکل کوئی اس کو نہ اٹھا سکتا۔آخرانہوں نے لڑکی کے ساتھ ٹی وی کو بھی اٹھایا اور اس کو نیچے لائے اور غسل دے کر کفن پہنا کر جب جنازہ اٹھایا تو حیران رہ گئے کہ چارپائی تو ٹس سے مس نہیں ہوتی۔

بالآخرانہوں نے ٹی وی کو اٹھایا اور قبرستان تک لے گئے۔اب انہوں نے لڑکی کو قبر میں دفن کیا اور ٹی وی کو اٹھا کر گھر لانے لگے،جونہی انہوں نے ٹی وی کو اٹھایا تو میت قبر سے باہر آپڑی۔انہوں نے پھر اس کو دفن کیا اور ٹی وی کو اٹھایا تو پھر میت باہر آپڑی۔اب تو سب کو بہت پریشانی ہوئی۔انہوں نے لڑکی کو ٹی وی سمیت قبر میں دفن کر دیا۔اب اس کا جو حشر ہوا ہوگا وہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

(بحوالہ احقر کی کتاب ''ناقابل یقین سچے واقعات'')

موضوع نمبر ۱۱

مردے کو اچھا کفن دینا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب تم کسی جنازے کے وارث یا والی ہو تو اس کو اچھا کفن دو، کیونکہ مردے اپنے کفنوں میں ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔''

مردے کو اچھے کفن میں دفنانا چاہیے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی میت کے سرپرست یا والی ہو تو چاہیے کہ اپنے مومن بھائی کو اچھا کفن دو۔ (مسلم)

علماء نے اس طرح کی روایتوں کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اچھا کفن دینے سے مراد سفید، پاک وصاف اور میل کچیل سے مبرا کفن دینا مراد ہے۔اس سے قیمتی کفن دینا مراد نہیں، کیونکہ یہ تو ممنوع ہے۔

ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ اچھے کفن کو پسند کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ مردے اپنا کفن اوڑھ کر ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔اس لیے اچھا کفن دینا چاہیے۔(ابن ابی شیبہ)

قبر کے ذریعے کفن کی منتقلی:

علامہ ابن جوزی نے عیون الحکایات میں فریابی سے روایت کی ہے کہ شہر قیساریہ میں ایک عورت نے انتقال کیا۔اس کی لڑکی نے خواب میں دیکھا کہ وہ کہتی ہے کہ تم لوگوں نے مجھ کو تنگ کفن دیا، میں اپنے ساتھیوں میں شرمندہ ہوں۔گھر میں فلاں جگہ دینار رکھے ہیں، اس سے میرے واسطے کفن خرید کر فلاں عورت فلاں روز ہمارے پاس آئے گی، اس کے ساتھ وہ کفن بھیج دو۔

لڑکی کہتی ہے۔صبح کو میں گھر میں اس جگہ گئی، دیکھا تو چار دینار موجود ہیں۔اس

کے بعد لڑکی اس عورت کے پاس گئی، دیکھا کہ وہ صحیح سالم ہے۔ لڑکی نے اس سے کہا کہ آج تیری موت آئے تو مجھے خبر دینا۔ تیرے ذریعے سے ماں کے پاس مجھ کو کچھ بھیجنا ہے۔ یہ عورت اسی روز مر گئی۔ لڑکی نے کفن خرید کر اس کے کفن میں رکھ دیا۔ رات کو لڑکی نے خواب دیکھا کہ ماں کہتی ہے کہ فلاں عورت نے تیرا کفن مجھ کو دیا، اللہ تعالیٰ تجھ کو جزائے خیر دے۔

موضوع نمبر ۱۲

جنازوں کے عجائبات

جنازوں میں فرشتوں کی شرکت:

مالک بن علی قلانسی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں مذکور ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی اور جنازہ تیار ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ جنگل اور پہاڑ اور جہاں تک نظر جاتی تھی، ہر جگہ سفید پوش آدمیوں سے بھری ہوئی تھی۔ گویا یہ تمام لوگ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے تھے۔ انہوں نے تمام لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ (سر الصدور)

حضرت ابوخالد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ جب عمرو بن قیس ملائی کی وفات ہوئی تو پورا جنگل سفید پوش آدمیوں سے بھرا ہوا نظر آیا۔ ان سفید پوش لوگوں نے تمام لوگوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی۔ جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد وہ سفید پوش مخلوق غائب ہو گئی۔ گویا یہ اللہ کے فرشتے جنازے میں آئے تھے۔

قبرستان کے گورکن کی حیران کن باتیں:

روایت ہے عمرو بن مسلم رضی اللہ عنہ سے کہ ایک مرد قبر کھودنے والے نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے دو قبریں کھود کر تیار کیں اور تیسری قبر کھود رہا تھا کہ مجھے آفتاب کی گرمی معلوم ہوئی۔ میں نے قبر کے اوپر اپنی چادر پھیلا دی اور اس کے سائے میں کھودنے لگا۔ اتفاقاً میں نے دیکھا کہ دو شخص گھوڑے پر سوار آئے اور پہلی قبر پر کھڑے ہوئے، ایک نے دوسرے سے کہا کہ لکھو۔ اس نے پوچھا کہ کیا لکھوں، کہا تین میل لمبی اور تین میل چوڑی۔ پھر دوسری قبر میں آئے اور کہا لکھو، اس نے پوچھا کہ کیا لکھوں؟ کہا جہاں تک نگاہ پہنچتی ہے۔ پھر تیسری قبر میں آئے جس کو میں کھود رہا تھا اور کہا لکھو، اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ کہا کلمہ کی انگلی اور انگوٹھے کے درمیانی فاصلے کے برابر۔

یہ سن کر میں بیٹھ گیا اور جنازے کا انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں چند آدمی ایک جنازہ لے کر آئے اور پہلی قبر پر گئے۔ میں نے پوچھا یہ مردہ کیسا ہے؟ لوگوں نے کہا، یہ شخص پانی پلاتا تھا، اس

کی اولاد بہت ہے لیکن اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ ہم لوگوں نے اس کے واسطے چندہ جمع کیا ہے۔ میں نے کہا میں اس کی مزدوری نہ لوں گا یہ اس کی اولاد کو دے دو اور میں دفن میں شریک ہو گیا۔ اس کے بعد دوسرا جنازہ آیا جس میں سوائے چار آدمی جنازہ لانے والوں کے دوسرا کوئی نہ تھا۔ اس کو دوسری قبر پر لے گئے۔ میں نے پوچھا یہ مردہ کیسا ہے؟ انہوں نے کہا ایک مسافر گھوڑے پر سوار مرا پڑا تھا۔ اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ میں نے اس کی بھی مزدوری نہ لی اور دفن میں شریک ہو گیا۔ اس کے بعد تیسرے جنازے کے انتظار میں عشاء تک قبرستان میں بیٹھا رہا۔ پھر ایک سردار کی عورت کا جنازہ آیا۔ میں نے ان سے اپنی مزدوری طلب کی۔ انہوں نے مجھے بہت مارا اور اس کو دفن کر کے چلے گئے۔

جنازے پر پرندوں کا سایہ:

حضرت ذوالنون مصری ہر وقت بحر محبت میں غرق رہتے تھے اور بہت کم بات چیت کیا کرتے تھے۔ لوگ انہیں دیوانہ سمجھنے لگے۔ اتفاقاً موسم گرما میں ان کا وصال ہو گیا۔ گرمی کی شدت کی وجہ سے لوگ ان کے جنازے پر شریک نہ ہوئے۔ چند کامل الایمان حضرت کا جنازہ لے کر چلے۔ جونہی حضرت کا جنازہ روانہ ہوا، پرندوں نے آپ کے جنازے پر سایہ کر دیا۔ یہ حال دیکھ کر اہل شہران کے جنازے کے ساتھ ہو گئے۔

راستے میں ایک مسجد میں نماز کے لیے جنازہ رکھا گیا۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ مؤذن نے اذان دی۔ جب مؤذن نے اشھد ان لا الہ الا اللہ کہا تو آپ نے کفن سے ہاتھ نکال کر انگشت شہادت بلند کر کے اشھد ان لا الہ الا اللہ پڑھا۔ لوگوں نے سمجھا کہ آپ زندہ ہیں۔ کفن کھول کر دیکھا تو آپ مردہ تھے۔ لیکن آپ کی شہادت کی انگلی اسی طرح رہی۔ آخر آپ کو دفن کر دیا گیا۔ دوسرے دن لوگوں نے دیکھا، آپ کی قبر مبارک پر نورانی خط سے لکھا ہوا تھا کہ ذوالنون حبیب اللہ نے اللہ ہی کے ذوق و شوق میں جان نثار کی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا غیبی نماز جنازہ:

جب امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے تمام عزیز و اقارب اور دوست آشناؤں کو علیحدہ کر کے دروازہ بند کر دیا۔ جب صبح کو ان کی بیوی

نے اندر جا کر دیکھا کہ وہ کفن پہنے ہوئے رو بہ قبلہ بیٹھے ہیں تو یہ دیکھ کر ان کو بڑی حیرت ہوئی اور علمائے وقت کو بلا کر حال معلوم کیا تو ان کو بتایا گیا کہ اللہ کے نزدیک پرہیزگاری اور تقویٰ کی بڑی قدر ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

ان اکرمکم عنداللہ اتقکم

''یعنی تم میں سے جو شخص خدا سے زیادہ ڈرتا ہے، وہی خدا کے نزدیک زیادہ عزت والا ہے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔ اس لیے فرشتوں نے خدا کے حکم سے غسل دے کر ان کو حلۂ بہشتی پہنا دیا ہے۔ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ ہاں اگر تم چاہو تو تم بھی ان کو غسل دے سکتی ہو۔ یہ اور بھی افضل ہے۔ چنانچہ جب غسل کے بعد نماز کی تیاری ہوئی اور صف آراستہ ہو کر امامت کے لیے مسلمہ بن عبدالملک بن مروان آگے بڑھا تو اچانک کسی نے اس کو زمین پر پٹخا۔

اس کے بعد الیاس بن حبیب کو امام بنایا گیا تو وہ بھی سینے میں دھکا لگنے سے گر گئے۔ یہ ماجرا دیکھ کر لوگ حیرت میں رہ گئے کہ آخر کیا تدبیر کی جائے۔ امیر المومنین کا جنازہ بغیر نماز کے دفن کرنا پڑے گا اور پھر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ امامت کے لیے آگے بڑھے۔

اتنے میں تکبیر کی آواز آئی۔ مگر امام کوئی نظر نہیں آیا۔ اب لوگوں نے مل کر نماز ادا کی۔ اس سے سب لوگوں پر عجیب ہیبت طاری ہو گئی۔ تو علماء وقت نے بتایا کہ غالباً امیر المومنین کے جنازے کی امامت حضرت خضر علیہ السلام نے فرمائی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا درجہ بہت بلند مقام تھا۔ اب ان کی تجہیز و تکفین کے تین یوم بعد ان کی قبر پر ایک رقعہ ملا جس میں لکھا تھا کہ اللہ بزرگ و برتر کی جانب سے یہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نجات کی چٹھی ہے۔

اس واقعے نے لوگوں کو اور بھی حیرت میں ڈال دیا اور وہ چٹھی خلیفہ وقت کے سامنے پیش کی گئی، جس کو دیکھ کر خلیفہ وقت نے اپنے وقت کے علماء اور صلحاء کو جمع کر کے دریافت کیا کہ یہ چٹھی کس چیز پر لکھی ہوئی ہے؟ مگر کسی کے ذہن نے وہاں تک رسائی نہیں کی۔ لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہماری امت میں اصغر نامی ایک شخص کے لیے جنت کے درخت کے پتے پر نجات کا رقعہ لکھا جائے گا کہ ان کا خاتمہ

ایمان پر ہوا۔" (حکایات الصالحین)

سبحان اللہ! اللہ کے نیک بندوں کے کیسے عالی درجات ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین۔

نماز جنازہ میں تین لاکھ آدمی:

قدوۃ المحدثین ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد اپنے دور طالب علمی میں اتنے مفلس تھے کہ جب یہ کوفہ پہنچے تو ان کے پاس صرف ایک درہم تھا۔ انہوں نے ایک درہم کا تمیں باقلہ خریدا اور تھوڑا تھوڑا کھاتے رہے اور حدیثیں لکھتے رہے۔ یہاں تک کہ تمیں ہزار حدیثیں لکھتے لکھتے باقلاء ختم ہوگیا اور مجبوراً انہیں شیخ کی درسگاہ چھوڑ کر آنا پڑا۔ مگر یہ اس پائے کے محدث ہوئے کہ "امام اہل عراق" کا لقب پایا اور بادشاہ وقت نے ان کے لیے ایک منبر تیار کرایا تھا، جس پر بیٹھ کر یہ احادیث بیان فرماتے تھے اور ان کی درسگاہ میں خلق خدا کا کثیر ہجوم جمع ہوتا تھا۔

بہت ہی زاہد و عابد بھی تھے۔ ان کی یہ کرامت ہے کہ ان کے جنازے پر تین لاکھ آدمیوں نے نماز پڑھی اور اسی مرتبہ ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ ذی الحجہ سن ۳۱۶ھ میں دنیا سے رخصت فرمائی۔ بوقت وفات ۸۷ برس کی عمر شریف تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ صفحہ نمبر ۳۰۶)

اس حکایت سے جہاں امام ممدوح کی کرامت سمجھ میں آ رہی ہے وہاں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو اپنے علماء سے کتنی بے پناہ والہانہ عقیدت تھی۔ کاش اس دور کے مسلمان بھی اپنے علماء کی قدر کرتے!

جنگل میں کفن:

روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو ان کی بیوی صاحبہ رونے لگیں۔ آپ نے پوچھا۔ "بیوی تم روتی کیوں ہو؟"

بیوی نے جواب دیا۔ "میں کیوں نہ روؤں، جنگل میں آپ وصال فرما رہے ہیں اور ہمارے پاس نہ کفن ہے نہ کوئی آدمی۔ مجھے یہ فکر ہے کہ اس جنگل میں آپ کی تجہیز و تکفین کا میں کہاں سے اور کیسے انتظام کروں گی؟"

آپ نے فرمایا "تم مت روؤ اور نہ کوئی فکر کرو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

تمہارے صحابہ رضی اللہ عنہ میں سے ایک شخص جنگل میں وصال فرمائے گا اور اس کے جنازے میں مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہو جائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ جنگل میں وصال کرنے والا صحابی میں ہی ہوں۔ اس لیے تم فکر نہ کرو اور انتظار کرو، ممکن ہے کہ کوئی جماعت آ رہی ہو۔"

یہ کہہ کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے۔ ان کی بیوی کا بیان ہے کہ وصال کے تھوڑی ہی دیر کے بعد بالکل اچانک چند سوار آ گئے اور ایک نوجوان نے اپنی گٹھڑی میں سے ایک نیا کفن نکالا اور آپ اسی کفن میں مدفون ہوئے اور سواروں کی اس جماعت نے نہایت ہی اہتمام کے ساتھ تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ و دفن کا انتظام کیا۔

(الکلام المبین و کنز العمال، ج ۱۵ صفحہ ۲۸۴ مطبوعہ حیدرآباد)

موضوع نمبر ۱۳

تختۂ غسل پر مردوں کے زندہ ہو کر پھر مرنے کے واقعات

موت کے غسل میں ہنسنا:

ابن ابی الدنیا نے حارث غنوی سے روایت کیا کہ:

''ربیع بن حراش نے قسم کھائی کہ ہنستے میں ان کے دانت اس وقت تک نہ نظر آنے پائیں گے جب تک کہ ان کو آخرت میں اپنا ٹھکانہ معلوم نہ ہو جائے تو وہ موت کے بعد ہنسے۔ ان کے بھائی ربعی نے ان کے بعد قسم کھائی کہ وہ نہ ہنسیں گے، حتیٰ کہ انہیں پتہ نہ چل جائے کہ وہ جنت میں جائیں گے یا جہنم میں۔ تو راوی کا کہنا ہے کہ انہیں غسل دینے والے نے مجھے بتایا کہ جب تک ہم انہیں غسل دیتے رہے وہ ہنستے رہے۔''

زوردار قہقہہ:

ابوعبداللہ بن جلا رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب میں نے اپنے والد کو انتقال کے بعد غسل دینے کے لیے تختے پر لٹایا اور منہ کھولا تو دیکھا کہ وہ ہونٹوں کی جنبش کے ساتھ ہنس رہے تھے۔ اس واقعے کو دیکھ کر کچھ لوگ فوراً قریب کے طبیب کو بلا لائے۔ طبیب نے نبض وغیرہ دیکھ کر صاف جواب دے دیا کہ ان کا دم ٹوٹے کافی دیر ہو چکی ہے اور اب کسی قسم کی علامت حیات باقی نہیں ہے۔

چنانچہ پھر غسل دینے کے لیے منہ کھولا گیا تو انہوں نے طبیب کی طرف منہ کر کے بڑے زور سے قہقہہ لگایا۔ اس سے حاضرین تو حاضرین خود طبیب بھی سٹ پٹا گیا اور عاجز ہو کر کہنے لگا۔ ''ان باتوں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔'' غرض کہ جو لوگ بھی ان کے قریب آتے وہ یہ باتیں دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوتے۔ حسن اتفاق کہ اسی دوران حضرت فضل بن حسین رحمۃ اللہ علیہ آ گئے اور انہوں نے اپنے ہاتھوں سے نہلا دھلا کر نماز جنازہ پڑھی اور دفن کیا۔

(از مولانا عبدالمومن فاروقی)

جب مردے نے دائیں ہاتھ سے غسل دینے کا اشارہ کیا:

حضرت قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن شیبان رحمۃ اللہ علیہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نیک اور جوان شخص میرا ہم سفر ہوا۔ راستے میں اس انتقال ہو گیا اور میں اس کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گیا۔ میں نے جب اس کو غسل دینا شروع کیا تو مارے خوف کے میں نے بائیں ہاتھ سے غسل شروع کر دیا۔ اس مردے نے مجھ سے بایاں ہاتھ چھڑا کر دایاں ہاتھ بڑھایا۔ میں نے کہا، بیٹا تو نے سچ کہا، میں ہی غلطی پر تھا کہ بائیں ہاتھ سے شروع کر رہا تھا۔

موت کی عجب داستان:

ابن ابی الدنیا نے اپنی سند سے روایت کیا کہ:

ہم اپنے ایک مریض کے قریب بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک وہ ٹھنڈا ہو گیا اور مر گیا۔ ہم نے اسے کپڑوں میں لپیٹ دیا اور تجہیز و تکفین کا سامان منگوانے کے لیے آدمی بھیج دیا۔ جب ہم اسے غسل دینے گئے تو اس میں حرکت پیدا ہوئی۔ ہم نے کہا کہ سبحان اللہ! ہم تو یہی سمجھے تھے کہ تم وفات پا چکے ہو، وہ کہنے لگا کہ واقعی میں نے وفات پائی اور مجھے قبر میں پہنچایا گیا۔ ایک حسین و جمیل شخص نے مجھے قبر میں رکھ کر کاغذات سے ڈھک دیا۔

پھر ایک بدبودار سیاہ عورت آئی اور اس نے اس بزرگ آدمی کے سامنے میرے گناہ شمار کرنے شروع کر دیئے کہ بخدا اس نے ایسا کیا، ویسا کیا۔ مجھے شرم آئی۔ میں نے اس نیک آدمی سے کہا کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے اور اسے اکیلا چھوڑ دیں۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر اس نے کہا کہ چلو میں تمہارے ساتھ مقدمہ لڑوں گی، وہ ایک کشادہ مکان میں لے گئی۔ جس میں ایک جانب تو چاندی کا آبشار تھا اور دوسرے کونے میں مسجد تھی۔ وہاں ایک آدمی کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا تھا۔

اس نے سورہ نحل تلاوت کی، اس میں اسے کچھ تشابہ ہوا، میں نے اسے لقمہ دیا تو وہ فوراً میری جانب خیال کر کے کہنے لگا کہ کیا تمہیں یہ سورت یاد ہے۔ میں نے کہا، ہاں۔ تو اس نے کہا کہ یہ تو بڑی نعمتوں والی سورت ہے اور اپنے قریب ہی سے ایک تکیہ اٹھایا اور صحیفہ نکال کر اسے دیکھنے لگا۔ اتنے میں وہ سیاہ مستور دوڑتے ہوئے آئی اور آ کر گویا ہوئی کہ اس نے ایسا کیا ویسا کیا اور حسین و جمیل چہرے

والے آدمی نے میری نیکیاں گننی شروع کر دیں تو اس نمازی آدمی سے کہا کہ یہ تو یہ خادم کہ اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔ اس کی وفات کا وقت ابھی نہیں، اس کی موت بروز دوشنبہ ہوگی۔

یہ کہہ کر اس آدمی نے کہا کہ اگر میں پیر کے دن ہی وفات پاؤں تو سمجھ لینا کہ یہ بات سچی تھی۔ ورنہ خیال کرنا کہ یہ سب کچھ ہذیان تھا۔ جب پیر کا روز آیا تو آدمی بالکل تندرست تھا، لیکن جونہی دن ختم کے قریب ہوا تو اس نے اچانک وفات پائی۔

تختۂ غسل پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا تبسم فرمانا:

حضرت علامہ بدرالدین سرہندی خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی شیخ سرہندی قدس سرہ النورانی کے وصال مبارک کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

حضرت قطب ربانی مجدد الف ثانی شیخ سرہندی قدس سرہ النورانی کے وصال شریف کے بعد آپ کے بھتیجے شیخ بہاءالدین رحمۃ اللہ علیہ غسل دے رہے تھے اور میں ساتھ پانی دے رہا تھا۔ میں نے آپ کے پائے مبارک کو بوسہ دیا اور پھر اپنی آنکھوں پر ملا۔ جس وقت لوگوں نے چاہا کہ غسل کے لیے آپ کے کپڑے اتاریں اور آپ کے اوپر سے بالا پوش کو اٹھائیں تو میں نے دیکھا کہ آپ نے دونوں ہاتھ ناف پر باندھے ہیں اور اپنے ہاتھ کا انگوٹھا چھنگلیا کے ساتھ حلقہ کیے ہوئے ہیں، جیسا کہ نماز میں کچھ لوگ کیا کرتے ہیں، حالانکہ بوقت وصال آپ کے ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیئے گئے تھے۔ جیسا کہ رواج ہے۔

حاضرین نے اس حالت کو دیکھا اور ہاتھ کشادہ کر دیا۔ مگر وہ پھر اسی حالت میں ہو گئے۔ جب لوگوں نے آپ کی حالت کو سمجھ لیا تو پھر اسی حالت پر چھوڑ دیا۔ لوگ کفن دفن میں مشغول ہو گئے اور جب غسل کے لیے کپڑے اتارے گئے اور دستار مبارک کو سر سے ہٹایا گیا اور تختۂ غسل پر لٹایا گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ تبسم فرما رہے ہیں، جیسا کہ ظاہری حیاتی میں آپ کا معمول تھا۔ اور جب تک آپ تختۂ غسل پر رہے، تبسم فرماتے رہے۔

حاضرین متعجب ہوئے۔ اس کے بعد آپ کو وضو کرایا گیا اور ہاتھوں کو پھر کشادہ کیا گیا اور آپ کو بائیں پہلو لٹا دیا گیا۔ اتنے میں آپ نے پھر سیدھا ہاتھ الٹے ہاتھ پر باندھ لیا۔ ہاتھوں کو پھر کشادہ کر کے تختے پر لایا گیا۔ اور تمام حاضرین نے دیکھا کہ سیدھا ہاتھ سیدھی طرف سے اور الٹا ہاتھ الٹی طرف سے دھیرے دھیرے چل کر ایک دوسرے سے مل گئے اور سیدھے ہاتھ نے الٹے

ہاتھ کو پکڑ لیا۔ چنانچہ سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلیا نے الٹے ہاتھ کے پہنچے کو حلقہ کر لیا۔ حاضرین آپ کی اس کرامت کو دیکھ کر بہت متعجب ہوئے۔

تختۂ غسل پر اٹھ کر بیٹھ جانا:

ابن عساکر نے ابو معشر سے روایت کیا کہ "مدینہ منورہ میں ایک آدمی نے وصال کیا۔ جب اسے تختۂ غسل پر لٹایا گیا تو وہ سیدھا بیٹھ گیا اور ہاتھ سے آنکھ کی طرف اشارہ کر کے تین دفعہ کہا کہ میری آنکھ دیکھ رہی ہے عبدالملک بن مروان اور حجاج بن یوسف کی جانب کہ ان کی آنتیں آگ میں کھینچی جا رہی ہیں۔ یہ کہہ کر وہ اپنی پہلی حالت میں آ گیا۔"

موضوع نمبر۱۴

مردوں کی موت سے دنیا میں واپسی کے حیران کن واقعات

مردوں کے زندہ ہونے کا واقعہ:

اس کا واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت جو حضرت حزقیل علیہ السلام کے شہر میں رہتی تھی، شہر میں طاعون کی وبا پھیل جانے سے ان لوگوں پر موت کا خوف سوار ہوگیا اور یہ لوگ موت کے ڈر سے سب کے سب شہر چھوڑ کر ایک جنگل میں بھاگ گئے اور وہیں رہنے لگے تو اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کی یہ حرکت بہت زیادہ ناپسند ہوئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک عذاب کے فرشتے کو اس جنگل میں بھیج دیا۔ جس نے ایک پہاڑ کی آڑ میں چھپ کر اور چیخ مار کر بلند آواز سے یہ کہہ دیا کہ "موتوا" یعنی تم سب مر جاؤ اور اس مہیب اور بھیانک چیخ کو سن کر بغیر کسی بیماری کے اچانک یہ سب کے سب مر گئے، جن کی تعداد ستر ہزار تھی۔

ان مردوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ لوگ ان کے کفن و دفن کا کوئی انتظام نہیں کر سکے اور ان مردوں کی لاشیں کھلے میدان میں بے گور و کفن آٹھ دن تک پڑی پڑی سڑنے لگیں اور بے انتہا تعفن اور بدبو سے پورے جنگل بلکہ اس کے اطراف میں بدبو پیدا ہوگئی۔ کچھ لوگوں نے ان کی لاشوں پر رحم کھا کر چاروں طرف سے دیوار اٹھا دی تاکہ یہ لاشیں درندوں سے محفوظ رہیں۔

کچھ دنوں بعد حضرت حزقیل علیہ السلام کا اس جنگل میں ان لاشوں کے پاس سے گزر ہوا۔ تو اپنی قوم کے ستر ہزار انسانوں کی اس موت ناگہانی اور بے گور و کفن لاشوں کی فراوانی دیکھ کر رنج و غم سے ان کا دل بھر آیا۔ آبدیدہ ہوگئے اور باری تعالیٰ کے دربار میں دکھ بھرے دل سے گڑگڑا کر دعا مانگنے لگے کہ یااللہ! یہ میری قوم کے افراد تھے جو اپنی نادانی سے غلطی کر بیٹھے کہ موت کے ڈر سے شہر چھوڑ کر جنگل میں آ گئے۔ یہ سب میرے شہر کے باشندے ہیں، ان لوگوں سے مجھے انس حاصل تھا اور یہ لوگ میرے دکھ سکھ میں شریک رہتے تھے۔ افسوس کہ میری قوم ہلاک ہوگئی اور میں بالکل اکیلا رہ گیا۔

اے میرے رب! یہ وہ قوم تھی جو تیری حمد کرتی تھی اور تیری توحید کا اعلان کرتی تھی اور تیری

کبریائی کا خطبہ پڑھتی تھی۔ آپ بڑے سوز دل کے ساتھ دعا میں مشغول تھے کہ اچانک آپ پر یہ وحی اتر پڑی کہ اے حزقیل! آپ ان بکھری ہوئی ہڈیوں سے فرما دیجئے کہ اے ہڈیو! بے شک اللہ تعالیٰ تم کو حکم فرماتا ہے کہ تم اکٹھا ہو جاؤ۔ یہ سن کر بکھری ہوئی ہڈیوں میں حرکت پیدا ہوئی اور ہر آدمی کی ہڈیاں جمع ہو کر ہڈیوں کے ڈھانچے بن گئے، پھر یہ وحی آئی کہ اے حزقیل! آپ یہ فرما دیجئے کہ اے ہڈیو! تم کو اللہ کا یہ حکم ہے کہ تم گوشت پہن لو۔ یہ کلام سنتے ہی فوراً ہڈیوں کے ڈھانچوں پر گوشت چڑھ گئے۔

پھر تیسری بار یہ وحی نازل ہوئی، اے حزقیل! اب یہ کہہ دو کہ اے مردو! خدا کے حکم سے تم سب اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔ چنانچہ یہ فرما دیا تو آپ کی زبان سے یہ جملہ نکلتے ہی ستر ہزار لاشیں ایک دم یہ پڑھتے ہوئے کھڑی ہو گئیں کہ سبحنک اللھم وبحمدک ولا الہ الا انت۔ پھر یہ سب لوگ جنگل سے روانہ ہو کر اپنے شہر میں آ کر دوبارہ آباد ہو گئے اور اپنی عمروں کی مدت بھر زندہ رہے۔ لیکن ان لوگوں پر اس موت کا اتنا نشان باقی رہ گیا کہ ان کے اور ان کی اولاد کے جسموں سے سڑی ہوئی لاش کی بدبو برابر آتی رہی اور یہ لوگ جو کپڑا بھی پہنتے تھے وہ کفن کی صورت میں ہو جاتا تھا اور قبر میں جس طرح کفن میلا ہو جاتا ہے ایسا ہی میلا پن ان کے کپڑوں پر نمودار ہو جاتا تھا۔ چنانچہ یہ اثرات آج تک ان یہودیوں میں پائے جاتے ہیں جو ان لوگوں کی نسل سے باقی رہ گئے ہیں۔ (تفسیر صاوی۔ ج۱ صفحہ ۱۰۱ اور روح البیان، ج۲ صفحہ ۳۷۰)

موت کے بعد زندہ ہونے کے چند واقعات:

مشہور محدث، مفسر اور مؤرخ اسلام علامہ ابن الجوزی نے اپنی مقبول اور مشہور ترین کتاب المنتظم میں کئی نادر واقعات کا ذکر فرمایا ہے، جن میں سے صرف چند درج کیے جاتے ہیں۔

محمد بن یحییٰ نامی ایک شخص فوت ہوگیا، اس کو دفن کر دیا گیا۔ رات کو کفن چوروں نے اس کی قبر کھودی تو وہ اچانک بیٹھ گیا اور دوڑتا ہوا گھر آ پہنچا۔ کافی زمانہ زندہ رہا۔ اس کو حامل کفنہ کہا جاتا تھا۔ (یعنی وہ آدمی جو اپنا کفن اٹھا کر لے آیا۔)

اسی طرح ایک آدمی کو دفن کے بعد جب کفن چوروں نے اس کی قبر کھودی تو وہ زندہ ہو کر بھاگ آیا۔ پھر کافی زمانہ زندہ رہا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا بھی دیا جس کا نام مالک تھا۔

ام سعد رضی اللہ عنہا کے بیٹے کا مرنے کے بعد زندہ ہونا:

ام سعد رضی اللہ عنہا کا بیٹا فوت ہو گیا۔ جب ان کو پتہ چلا کہ بیٹا فوت ہو گیا تو آئیں، میت کو غسل دیا گیا تھا، اس میت کے پاؤں کی طرف آ کر بیٹھ گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ساتھ تشریف فرما تھے۔ ان سے کچھ نہیں کہا، خاموشی سے دعا کرنا شروع کی۔ امنت بک طوعا وھاجرت الیک رغبة یا اللہ تیری محبت میں کلمہ پڑھا، تیری محبت میں گھر چھوڑا، اور تیرے حبیب کے گھر آئی اور یہ میرا بیٹا تم نے لے لیا۔ فلا تشمت بی الاعدآء. یا اللہ آپ دشمن کو کیوں موقع دیتے ہیں کہ وہ کہیں گے باپ دادا کا مذہب چھوڑا، بیٹا گیا۔ یا اللہ میری عزت رکھ۔ صرف اتنا ہی کہا کہ فلا تشمت بی الاعداء میرے دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دیں، تو حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اس کے الفاظ ہی پورے نہ ہوئے تھے کہ میت میں حرکت ہوئی اور اپنے اوپر سے کفن کو کھولا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔

یہ تعلق ہم بھی اللہ سے بنا سکتے ہیں۔ اللہ کے رسول سامنے ہیں، ان سے نہیں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کریں، خود دعا کی۔ مسلمان کا مسلمان کے لیے دعا کرنا سنت ہے اور دعا کی طلب بھی سنت ہے، لیکن ہمارے معاشرے میں رواج پڑ گیا کہ کرنا کچھ نہیں، آپ میرے لیے خصوصی دعا کر دیں، خصوصی دعا یہ تو یوں ہوا کہ مولانا صاحب میرے پیٹ میں درد ہے، آپ میرے لیے ہائے ہائے کر دیں، میں کیوں ہائے کروں، پیٹ میں آپ کے درد ہے، میں ہائے ہائے کروں؟

مرا ہوا انسان دوبارہ زندہ ہو گیا:

ایک میت کو جلا کر اس کی راکھ کچھ ہوا میں اڑا دی گئی اور کچھ دریا میں بہا دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے منتشر اجزاء کو اکٹھا کر کے دوبارہ زندہ کر لیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی نے اپنی جان پر ظلم کیا (یعنی بہت گناہ کیے) جب اس کی موت کا وقت قریب آیا (تو اپنے گناہوں کو یاد کر کے اور اپنے انجام سے خوف سے) اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب وہ مر جائے تو اس کی لاش کو جلا کر راکھ بنا دیا جائے اور اس راکھ کا نصف حصہ خشکی (ہوا) میں بکھیر دینا اور نصف حصہ سمندر میں بہا دینا (تا کہ میرا نشان بھی باقی نہ رہے، اور جزا و سزا کے لیے دوبارہ نہ اٹھایا جاؤں

اور کہا کہ میں ایک سیاہ کار ہوں) کہ خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے پکڑ لیا تو وہ مجھے ایسا عذاب دے گا کہ جہانوں میں ایسا عذاب کسی کو نہیں دے گا۔

جب وہ مر گیا تو اس کی اولاد نے اس کی وصیت پر عمل کیا (اسے جلا کر اس کی راکھ کچھ ہوا میں اڑا دی اور کچھ دریا میں بہا دی) پھر اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم کیا اور اس کے اندر جو اس کے منتشر اجزاء تھے جمع کر لیے اور خشکی کو حکم دیا اور اس کے اندر جو اس کے منتشر اجزاء تھے جمع کر لیے (اور اسے زندہ کر کے اپنے سامنے کھڑا کر لیا) اور پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا، میرے پروردگار تجھے اس کا بخوبی علم ہے کہ میں نے یہ کام تیرے ڈر کی وجہ سے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ (بخاری، مسلم)

یہ زمانہ ماضی کا ایک سچا واقعہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ واقعہ سنایا۔ اس واقعے سے ایک چیز یہ ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کا خوف بہت ہی مبارک اور نافع چیز ہے۔ اگرچہ اس گناہگار نے اپنے سادے پن سے اپنی میت کو جلا کر راکھ بنا کر ہوا اور دریا میں بہا دینے کا اپنے بیٹوں کو حکم دیا اور بیٹوں نے اس پر عمل کیا۔ یہ کام غلط تھا مگر اس کی بنیاد خشیت الٰہی یعنی اللہ کا خوف تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم فرماتے ہوئے اس کے بھولے پن کی قدر کرتے ہوئے اسے معاف فرما دیا اور بخش دیا۔

ایک بزرگ کا موت کے بعد زندہ ہونا:

ہمارے ایک بہت ہی مشہور بزرگ کو معدے کے السر کی وجہ سے پاخانے کے راستے خون آنا شروع ہو گیا۔ چنانچہ ان کی حالت خاصی تشویشناک ہو گئی۔ ساتھ ہی دل کی دھڑکن بھی بے قاعدہ ہو گئی۔ جس کی وجہ سے سرجن نے آپریشن کرنے سے انکار کر دیا۔ سارے متعلقین اور معالج مایوس ہو گئے۔

میں ان کے بستر کے پاس ہی کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ انہوں نے چھ کلمے پڑھے اور پھر خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد ان کے دل کی حرکت بند ہو گئیں، نبضیں ختم ہو گئیں اور طبی لحاظ سے موت واقع ہو گئی۔ ان پر آٹھ منٹ تک یہ کیفیت طاری رہی۔ جس کے بعد انہوں نے پھر کلمے کا ورد شروع کر دیا، میں کھڑا ہوا حیرانگی سے ان کی یہ حالت دیکھتا رہا، ہوش میں آنے کے بعد ان کے دل کی حرکت باقاعدہ جاری ہو گئی۔

چنانچہ ان کا کامیاب آپریشن کیا گیا اور پانچویں دن وہ چھٹی لے کر چلے گئے۔ جب وہ ہسپتال سے رخصت ہونے لگے تو میں نے علیحدگی میں موت نما بے ہوشی کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ دو فرشتے مجھے جنت البقیع میں لے گئے اور مجھے میری قبر کی جگہ دکھائی۔ اسی اثناء میں ایک تیسرا فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ اللہ جل جلالہ نے اس کو مزید مہلت دے دی ہے۔ چنانچہ مجھے واپس نشتر ہسپتال لایا گیا۔

روزنامہ جنگ کا واقعہ (مردہ زندہ ہو گیا):

اسی طرح کا ایک واقعہ ۲۰ نومبر ۱۹۹۲ء کے روزنامہ جنگ میں چھپا تھا۔ ستر سالہ مردہ زندہ ہو گیا۔ خبر کے مطابق فلسطین کا ایک ستر سالہ مردہ عین اس وقت زندہ ہو گیا جب اس کی تدفین کی تیاریاں کی جا رہی تھیں۔ اس بوڑھے کاشتکار نے زندہ ہونے کے فوراً بعد کھانے کے لیے کچھ مانگا۔ اسے دل کے دورے کے باعث ہسپتال لے جایا گیا تھا جہاں ڈاکٹروں نے اس کو مردہ قرار دے دیا تھا۔ اس کی لاش گھر لے آئے۔ اسے آخری غسل دینے کے لیے تخت پر لٹایا گیا تو وہ اچانک زندہ ہو گیا۔

اس طرح کے اکا دکا واقعات آپ نے ضرور سنے ہوں گے کہ کسی شخص کی موت کا اعلان کر دیا گیا۔ جنازہ تیار ہوا، میت کو قبر میں اتارنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ اچانک مردہ زندہ ہو گیا۔ پاکستان میں ایسے بے شمار واقعات ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ پرانے وقتوں میں لوگ اسے سکتہ کی بیماری کہتے تھے، جس میں آدمی پر گہری بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے یا وہ لمبی مدت کے لیے سو جاتا ہے، بظاہر اس کے دل اور پھیپھڑے کام نہیں کرتے مگر حقیقت میں وہ زندہ ہوتا ہے۔

۴ سالہ بچہ برفانی جھیل میں گر کر زندہ بچ نکلا:

برفانی جھیل مشی گن میں ڈوب جانے کے باوجود ایک چار سالہ لڑکا جمی ٹانطلیوک زندہ رہا ہے۔ یہ لڑکا ۱۵ جنوری کو اس جھیل میں گرا اور برف کی تہہ کے نیچے چلا گیا جہاں وہ بیس منٹ سے زیادہ دیر رہا۔

اگر ایسا واقعہ سات سال پہلے ہوتا تو وہ مر گیا ہوتا، لیکن وہ بتدریج صحت یاب ہو رہا ہے۔ ریسرچ کرنے والوں کا کہنا ہے کہ اگر کوئی ایک گھنٹے تک بھی برف کے نیچے رہے تو ضروری

نہیں کہ وہ مر جائے۔ اب علاج کے ایسے طریقے بھی دریافت کر لیے گئے ہیں کہ دماغ پر بھی کوئی برا اثر نہ پڑے۔ جمی کو جب دوبارہ سطح پر لایا گیا تو اس کے جسم کا درجہ حرارت ۸۰ رہ گیا تھا۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ جب انہوں نے جمی کا علاج شروع کیا تو اس میں زندگی کے کوئی آثار نہیں تھے۔ اس کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا اور آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں، نبض چل رہی تھی، نہ ہی دل دھڑک رہا تھا۔

روح کی دنیا میں واپسی:

ابن عساکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ماجشون کا انتقال ہوا تو ان کے لڑکے نے بیان کیا کہ ہم نے غسل کے لیے ان کو تخت پر رکھا۔ جب غسل دینے والا آیا تو اس نے دیکھا کہ دونوں قدم کے نیچے آگ حرکت کرتی ہے تو اسی حالت میں چھوڑ دیا، چوتھے روز اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہا ستو لاؤ، ستو پانی میں گھول کر دیا گیا۔ وہ پی گئے، پھر ہم لوگوں نے کہا، اپنا حال بیان کرو اور جو کچھ دیکھا ہے ہم سے کہو۔ اس نے کہا کہ میری روح کو فرشتے قبض کر کے لے چلے اور جب آسمان طے کر کے ساتویں آسمان پر پہنچے تو ایک شخص نے فرشتوں سے پوچھا، تمہارے ساتھ یہ کون شخص ہے، کہا ماجشون ہے، انہوں نے کہا، ابھی اس کے لانے کا وقت نہیں آیا، ابھی تو اس کی عمر اتنے برس اتنے مہینے باقی ہے۔ پھر مجھ کو وہاں سے نیچے اتار دیا۔

موت کے منہ سے واپسی:

یہ واقعہ بناوٹ سے بالکل پاک ہے۔ اس کے ثبوت موجود ہیں۔ زندہ انسان اس کے عینی شاہد ہیں۔

مجھے شکار کا شوق ۵ سال کی عمر سے رہا ہے۔ عمر کے اب تک ۵۰ سال گزار چکا ہوں۔ جس میں صرف ۲ گھنٹے کم کر لیجئے، کیونکہ اس عرصے میں، میں زندہ نہ تھا۔ بقول دوستوں کے مردہ جسم کو اٹھا کر لانا ان کے لیے مصیبت ہو گیا تھا۔ اس شکار کے شوق نے شکاری دوستوں میں اضافہ کر دیا۔ ۱۹۴۷ء کا سال گزرا۔ ایک قیامت تھی جو آئی۔ مسلمانوں کے گھر لٹے، زندگیاں ختم ہو گئیں۔ گھر جلے، برباد ہوئے، یہ سب کو معلوم ہے۔ اس دوران ہم لوگ بھی مشرقی پنجاب کی تحصیل کھروے سے نکلے اور لاہور میں مقیم ہو گئے۔ ہم لوگ سیالکوٹ آ گئے۔

اسی دوران قیوم قریشی ضلع گورداس پور سے آ کر ہمارے قریب ہی رہنے لگے۔ ان سے بہت قربت ہو گئی۔ ہم دونوں روزانہ شکار پر شام کے وقت نکل جاتے۔ دنیا و مافیہا سے بے نیاز۔ ایک دھن تھی تو صرف شکار کی۔ روزانہ شکار، موٹر سائیکل کو بھی شاید عادت سی پڑ گئی تھی۔ شام چار بجتے، ہم سب کام چھوڑ چھاڑ جنگلوں کی طرف نکل جاتے۔ کبھی تیتر کا شکار، کبھی خرگوش یا کبھی شام کو کسی پانی کے کنارے جنگل میں بیٹھ جاتے، جہاں دریا کی طرف سے مرغابیاں آتیں اور ہم شکار کر لیتے۔ جنگلی جانور، درندے، پرندے، سب ہی کا شکار کیا کرتے تھے۔

قیوم قریشی ایڈووکیٹ ہیں، ان کے ساتھ زندگی کے دن اچھے گزرے۔ یہ سلسلہ تسلسل سے چلتا رہا۔ نہ ان کی کوئی غرض مجھ سے تھی اور نہ میری ان سے۔ مسئلہ صرف شکار کا تھا۔ مشترکہ شوق نے ہم لوگوں کو اکٹھا کیا ہوا تھا۔ اگرچہ طبعاً ہم دونوں مختلف خیالات، جذبات کے مالک رہے ہیں اور اب بھی ہیں۔

۱۹۶۵ء کی جنگ کا وقت آ گیا۔ سیالکوٹ سرحدی شہر ہونے کی وجہ سے حساس علاقہ تھا۔ سب کو فکر تھی کہ کہاں جائیں گے۔ کیا ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر ہم دونوں اپنی دھن میں مست شکار کی تلاش میں سرگرداں ہوا کرتے۔

یہ ماجرا ۹۱ نومبر ۱۹۹۶ء کا ہے۔ جنگ چھڑ چکی تھی۔ آبادیوں کی آبادیاں الٹ پلٹ ہو چکی تھیں۔ ہم دونوں شکار پر تھے۔ شام کے ۵ بجنے کو تھے۔ کھلے جنگل میں ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ قیوم صاحب تیتروں کی تلاش میں سرکنڈوں کے بیچوں بیچ تنہا چلے جا رہے تھے۔ سردی کا عالم عجیب تھا۔ دریائے چناب کے کنارے کی وجہ سے دھند اور سردی پریشان کیے ہوئے تھی۔ میں ایک درخت کے نیچے کسی بھی شکار کا منتظر تھا۔

میرے قریب میرا موٹر سائیکل تھا۔ سردی کی وجہ سے میں نے ایک سگریٹ بھی منہ سے لگایا کہ شاید اس کا اثر کم ہو۔ مگر سردی اتنی شدت کی تھی کہ پہلے میرے کانوں میں سائیں سائیں کی آوازیں آئیں، پھر کان بند ہو گئے، پھر گلے کا مفلر میں نے سر پر باندھنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا ہی اندھیرا آ گیا۔ آواز نکالنے کی کوشش کی، قیوم صاحب کو مدد کے لیے پکارنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ گلا بند ہونا شروع ہو گیا۔ سوچنے کی قوت ہی مفقود ہو گئی۔ ایک سایہ سا نظر آیا، اس کے بعد مجھے کچھ دکھائی نہ دیا۔ میرے خیال میں یہ سب کچھ ایک خواب تھا۔ مگر آپ یقین کریں کہ یہ خواب نہیں تھا، حقیقت تھی، کسی ان دیکھی چیز نے مجھے ختم

کر دیا تھا۔ میں زندگی کی دیوار پھلاند چکا تھا اور مجھے موت نے اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ مجھے اس کیفیت میں گھنٹے گزرے۔ کیسے، کیا ہوا، یہ بھی سنئے۔

میری نبض رک چکی تھی، دل بند، نبض جامد، موت کی یہی علامت ہوتی ہے۔ جسم بے حس و حرکت، ٹھنڈا برف کی مانند پیلا۔ قیوم صاحب نے بتایا کہ ۲۰ منٹ بعد وہ ۲ عدد تیتر شکار کر کے لائے تو انہوں نے مجھے موٹر سائیکل کے قریب لیٹے ہوئے دیکھا۔ میری بندوق بھری ہوئی تھی۔ ہاتھ پر گھڑی چل رہی تھی۔ انہوں نے دور سے آواز دی۔

شاہ صاحب! شاہ صاحب! مگر شاہ صاحب ہوتے تو جواب دیتے۔ انہوں نے آ کر دیکھا تو مجھے مردہ پایا۔ بقول ان کے انہوں نے اردگرد کسی سانپ کی تلاش کی۔ میری جیب کی تلاشی لی، مبادا کوئی زہریلی چیز نہ کھالی ہو۔ ہر بات کو تسلیم کر لینے کے بعد قیوم صاحب کو فکر ہوئی کہ اب کیا کریں۔ ان کا ساتھی مر چکا تھا۔ امداد کہیں سے نہیں مل سکتی تھی۔ وہ سب کچھ بھول گئے۔ انہوں نے کیا کیا یہ بعد کی بات ہے، خود پر اس دوران کیا ہوا، یہ بھی سن لیجئے۔

میں نے اپنی کیفیت جو اوپر بیان کی ہے وہ تو جسمانی تھی۔ اس کے بعد میں نے محسوس کیا کہ ہر طرف نیلا رنگ ہے، نیلی زمین، نیلا آسمان، ہر چہرہ نیلا، پانی نیلا، اس نیلگی میں ہر طرف سکون ہی سکون تھا۔ خاموشی تھی، ایسی خاموشی ایسا سکون پہلے نہ دیکھا نہ سنا۔ کچھ دیر بعد ہی سب کچھ بدل گیا۔ سفید کپڑوں میں ملبوس سفید داڑھی والے ایک شخص نے مجھے بٹھا کر پوچھا۔

تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ اس شخص کے ساتھ ہم کلام ہونے کی جرأت نہ رکھتا تھا۔ مجھے اپنے لب ہلتے محسوس ہوتے تھے جواب کی آواز کانوں میں نہ آتی تھی، تاہم میں نے انہیں بتایا۔

مجھے نہیں معلوم کون ہوں اور کہاں سے آیا ہوں۔ مجھے اپنی عمر بھی اس وقت کی عمر سے بے حد کم نظر آتی تھی۔ اس باریش شخص نے میری کمر پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ فکر نہ کر، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ جیب سے ایک بیر نما چیز نکالی اور میرے منہ میں ڈال دی۔ اس کے استعمال سے میرا جسم چمکیلا ہو گیا۔ دھوپ میں جیسے شیشہ چمکتا ہے، اسی طرح سے میرا جسم چمکنے لگا۔

پھر میں نے کئی مناظر دیکھے۔ جنات کے ہاں شادیاں دیکھیں، سانپوں کی لڑائیاں، فرشتوں کی باتیں، مجھے مزید یاد نہیں کہ کیا کیا دیکھا۔ اب سنئے، میرے ساتھ یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ ادھر شام ہونے کی وجہ سے اندھیرا پھیل گیا۔ قیوم صاحب کو موٹر سائیکل چلانی نہیں آتی تھی۔ انہوں نے جگہ کا تعین کرنے کے لیے میرے مفلر کو ایک بڑے سرکنڈے سے [illegible] کھڑا

کر دیا اور پھر قریب کے دیہات میں گئے۔ وہاں جا کر بتایا کہ میرا ساتھی مر چکا ہے۔ چار آدمی جن میں نور، شمس، حمید اور فقیر محمد تھے، ایک چارپائی لے آئے اور مجھے اس پر لٹا کر لے گئے۔ گاؤں میں منشی احمد دین کے بیٹے جو فوج میں ڈاکٹر ہیں، ان کو دکھایا۔ انہوں نے بتایا کہ مرے ہوئے ڈیڑھ گھنٹہ گزر چکا ہے۔ موت کی وجہ اچانک دل کا بند ہونا قرار دیا گیا۔

تمام گاؤں نے دیکھ کر موت کی تصدیق کر دی۔ یہاں سے ایک ٹریکٹر لیا اور چارپائی اس پر رکھ دی۔ یہ گھر رگھر رکر کے چل دیا اور سیالکوٹ کی جانب میرے موٹر سائیکل کے ساتھ روانہ تھا۔

میں بے حس و حرکت چارپائی پر تھا قریب میرے ساتھی سب افسردہ تھے اور سوچ رہے تھے کہ گھر کیا بتائیں گے۔ گھر کا فاصلہ صرف ۵ میل رہ گیا تھا کہ مجھے محسوس ہوا کہ میری آنکھ کھل رہی ہے۔ جسم پھر سے گرم ہو گیا ہے۔ اچانک چارپائی سے گھبرا کر اٹھا تو سب ساتھیوں کی چیخوں کی آوازیں آئیں۔

سب نے چلتے ٹریکٹر سے چھلانگیں لگا دیں۔ فقیر محمد تو آج تک لنگڑا کے چلتے ہیں، باقی سب بھاگ گئے۔ ٹریکٹر ڈرائیور نے بھاگتے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر چلتے ٹریکٹر پر سے اسے بند کیے بغیر ہی چھلانگ لگا دی۔ ٹریکٹر کیکر کے درخت سے ٹکرا کے جھٹکے کھا کر بند ہو گیا اور میں حیران و پریشان اس پر سے اترا۔ کھینچ کر موٹر سائیکل اتارا، اسٹارٹ کیا اور گھر آ گیا۔ اسی روز نہیں اگلے روز یہ سب دوست خوش خوش گھر آئے اور اس داستان کے گواہ بنے۔ (تحریر: سید طاہر حسین)

موضوع نمبر ۱۵

موت کے آخری لمحات میں مشہور شخصیات پر کیا گزری؟

آخری وقت میں مشاہیر عالم پر کیا گزری؟

جب موت کا فرشتہ قریب آیا:

موت بڑی ہی خوفناک اور بھیانک چیز ہے، جب یہ سامنے آتی ہے تو دنیا کے بڑے بڑے آدمیوں کے قدم بھی لڑکھڑا جاتے ہیں۔

❁..... مروان بن حکم جس نے کہ اموی سلطنت کی گرتی ہوئی عمارت کو سنبھالا تھا، اس کی موت زہر سے ہوئی تھی۔ مرنے سے قبل وہ بچوں کی طرح زار و قطار رونے لگا۔ مروان کے بیٹے عبدالملک نے قریب آ کر پوچھا کہ ”آپ کو کیا تکلیف ہے؟“

مروان نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ ”میں ایسی تکلیف میں مبتلا ہوں جس کی کیفیات بیان سے باہر ہیں اور جسمانی تکلیف سے زیادہ مجھ کو روحانی تکلیف ہے۔ میں نے اموی سلطنت کی بنیادوں کو مضبوط کرنے میں جائز ناجائز کا کوئی خیال نہ کیا۔ ہزاروں بندگان خدا کا خون بہایا، لیکن آج ان گناہوں کی پوٹ کو اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے جا رہا ہوں۔“

اتنا کہہ کر مروان کی ہچکی بندھ گئی۔ پھر اس نے اپنے بیٹے سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ ”بیٹے میں جانتا ہوں کہ دنیا کی دلچسپیوں کے مقابلے میں ساری نصیحتیں ہیچ ہیں۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ دنیا کے ساتھ عاقبت کو نہ بھولنا۔ ورنہ میری طرح پچھتانا پڑے گا۔“ مروان نے ۶۳ سال کی عمر میں ۶۵ ہجری (۶۸۴ء) میں وفات پائی۔

❁..... عبدالملک بن مروان، بنی امیہ کا نہایت ہی باعظمت خلیفہ رہا ہے۔ یہ جب مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹے ولید سے کہا۔ ”دیکھو میری موت پر بے وقوف عورتوں کی طرح آنسو نہ بہانا، بلکہ کمر باندھ لینا، آستین چڑھا لینا، چیتے کی کھال پہن لینا اور مجھے میرے گڑھے میں ڈال کر چھوڑ دینا۔ میں اپنا معاملہ خود چکا لوں گا۔ لیکن تم اپنے معاملے کی فکر کرنا۔ لوگوں کو

بیعت کے لیے بلانا، جو انکار کرے تو گردن اڑا دینا۔"

پھر یزید بن معاویہ کے دونوں لڑکوں محمد اور خالد کو طلب کیا اور پوچھا کیا ولید کی بیعت پر نادم ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ "ہم تم سے زیادہ کسی کو بھی خلافت کا حقدار نہیں سمجھتے۔" عبدالملک نے کہا کہ "اگر تم کچھ اور جواب دیتے تو میں فوراً تمہارا سر اڑا دیتا۔" پھر اپنے بستر کا کونا اٹھا کر دکھایا تو بستر کے نیچے برہنہ تلوار رکھی ہوئی تھی۔

یہ بڑا ہی باعزم حکمران ہوا ہے۔ مرتے وقت تک اس کے عزم اور حوصلے میں کوئی فرق نہیں آیا۔ مگر سکرات موت کے وقت اس کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے اور کہنے لگا۔ "وہ خدا کتنا بڑا ہوگا جو چھوٹے بڑے سب کو بے پروائی سے موت دے دیتا ہے۔" کلمہ پڑھا اور جان دے دی۔

اصمعی کا بیان ہے کہ عبدالملک نے مرتے وقت کہا۔ "خداوند میرے گناہ اگرچہ بے شمار ہیں اور بے حد بڑے ہیں، لیکن تیرے عفو کے سامنے بہت کم اور بہت چھوٹے ہیں۔ لہٰذا مجھے امید ہے کہ تو ضرور مجھے معاف کر دے گا۔"

کہتے ہیں کہ عبدالملک نے وفات کے وقت اپنے محل کی کھڑکی سے ایک دھوبی کو کپڑے دھوتے ہوئے دیکھا تو اس نے ٹھنڈا سانس لیا اور بولا۔ "کاش میں اس دھوبی کی طرح ہوتا جو دوسروں کے میل دور کر کے اپنی روزی کماتا ہے۔ مگر میں نے دوسروں کا میل اپنے اوپر تھوپ لیا ہے۔ خواہ میں کچھ بھی ہوتا، مگر خلیفہ نہ ہوتا۔" اس نے ۸۷ ہجری (۷۰۵ء) میں وفات پائی۔

❁...... خلیفہ سلیمان بن عبدالملک قسطنطنیہ کی جنگ کے انتظامات کے سلسلے میں وابق میں مقیم تھا کہ اچانک سخت بیمار ہو گیا اور اس کا آخری وقت آ گیا۔ جب اس پر سکرات موت کی کیفیت طاری ہوئی تو بچوں کی طرح رونے لگا۔ اسے تسلی دینے کی کوشش کی تو اس نے کہا:

"اسے کیا تسلی دیتے ہو جو اب ان سب باتوں سے بے نیاز ہے۔ میں نے اپنی سلطنت کے استحکام کے لیے ان تمام لوگوں کو راستے سے ہٹا دیا جو آگے چل کر میرے لیے خطرہ ثابت ہو سکتے تھے۔ مگر اس خطرے کا میرے پاس کوئی علاج نہیں جو آج درپیش ہے۔ افسوس اگر مجھے معلوم ہوتا کہ حکمرانی کی مدت اتنی قلیل ہوتی ہے تو میں کبھی بھی مسند خلافت کی جانب رخ نہ کرتا۔ اب سلطنت بھی گئی اور عاقبت کو بھی میں نے کھو دیا۔"

اتنا کہہ کر سلیمان کی ہچکی بندھ گئی۔ پھر اس نے سنبھل کر کہنا شروع کیا۔ "میں مسند خلافت پر تقریباً تین سال رہا، لیکن ان تین سالوں میں تین دن بھی مجھے ایسے میسر نہ آئے کہ میں اطمینان کی زندگی گزار سکتا۔ میں اپنے سر پر گناہوں کا بار لے کر ایسے مقام پر جا رہا ہوں جہاں کسی کی کوئی سفارش کام نہیں آ سکتی۔ میں تباہ ہو گیا اور میں نے خود اپنے آپ کو برباد کر لیا۔" پھر وہ روتے روتے بے ہوش ہو گیا۔ اور اسی بے ہوشی کے عالم میں اس کی موت واقع ہو گئی۔ وفات کے وقت اس کی عمر صرف ۴۵ سال تھی اور اس کا سال رحلت ۹۹ ہجری ہے۔

❁...... بنی امیہ کا آخری خلیفہ مروان بن محمد جب عباسیوں کے ہاتھ قتل ہونے لگا تو اس پر عجیب کیفیت طاری تھی اور وہ شعر پہ شعر پڑھ رہا تھا۔ جن میں سے بعض اشعار کا مطلب یہ تھا:

"زندگی بس دو دنوں کا نام ہے، جس میں ایک امن کا دن ہے اور دوسرا اندیشہ کا دن ہے۔ امن کا دن گزر گیا اور اندیشے کا دن سامنے ہے۔"

"زمین میں بے شمار خشک و تر چیزیں ہیں، مگر پتھر اسی درخت پر مارے جاتے ہیں جس میں پھل ہوتا ہے۔ اس لیے مجھے افسوس نہیں کہ میں قتل کیا جا رہا ہوں۔"

"زمانے کے انقلاب پر طعنہ دینے والوں سے کہہ دو کہ زمانہ اسی کے خلاف ہوتا ہے جو کوئی درجہ رکھتا ہو۔ تم دیکھتے نہیں کہ دریا کی سطح پر مردے تیرتے ہیں، لیکن موتی اس کی تہہ میں بیٹھے رہتے ہیں۔"

"آسمان پر بے شمار سیارے ہیں، مگر گہن صرف چاند اور سورج کو ہی لگتا ہے۔"

مروان ۱۳۳ ہجری (۷۵۰ء) کو قتل ہوا۔ اس کے قتل کے ساتھ ہی بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

❁...... عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے سفر حج کے دوران میں جب اپنی وفات قریب دیکھی تو اپنے ولی عہد مہدی کو طلب کیا۔ اس وقت ابوجعفر منصور کے سامنے ایک بڑا تھیلا رکھا ہوا تھا۔ اس میں کتابیں اور چند اہم کاغذات تھے۔

ولی عہد کو دیکھ کر خلیفہ نے کہا کہ "اس کی حفاظت کرنا، کیوں کہ اس میں تیرے بزرگوں کا علم محفوظ ہے۔ یہ سمجھ لے کہ یہ بادشاہی کتنی بے حقیقت ہے کہ مرتے وقت مجھ میں اتنی بھی قدرت نہیں کہ اپنے اس قصر کو دیکھ سکوں جہاں میری حکومت کی بنیادیں قائم تھیں۔ میں جلا وطنی کے عالم میں جان دے رہا ہوں۔" اور یہ کہہ کر ابوجعفر رو دیا۔

پھر بیٹے کو نصیحت کی کہ "سلطنت کو بے حقیقت سمجھنا، اپنے خاندان سے نیک سلوک کرنا اور دنیا کے ساتھ نیکی کرنا۔ کبھی اپنے آپ کو بادشاہ نہ سمجھنا، کیونکہ صرف بادشاہ وہ ہے جو نہ مرے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے ۱۵۹ ہجری ۷۷۶ء میں جان دے دی۔

موضوع نمبر ۱۶

قبر کی حقیقت

قبر امن یا عذاب کا گھر ہے:

ابو نعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''ابوذر! دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور قبر امن کا گھر ہے اور بہشت اس کا ٹھکانہ ہے۔

اے ابوذر! دنیا کافر کے لیے بہشت ہے اور قبر اس کا عذاب ہے اور جہنم اس کا ٹھکانہ ہے۔''

قبر کی نار اور بہار:

قبر کی آگ اور باغ و بہار دنیا کی آگ اور بہار کی طرح نہیں ہے کہ اس کا اہل دنیا مشاہدہ کر سکیں، بلکہ آخرت کی آگ اور بہار کی طرح ہے جو دنیا کی نار و بہار سے کہیں زیادہ قوی ہے۔ آخرت کی چیزوں کی دنیا کی اشیاء سے مشابہت نہیں دی جا سکتی اور نہ ہی قبل از موت اہل دنیا ان کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر ان کی قبروں کی مٹی اور پتھر بھی بھڑکا سکتا ہے جن میں وہ مدفون ہیں، لیکن اگر انہیں اہل دنیا چھو کر دیکھیں تو انہیں ذرہ برابر گرمی کا بھی احساس نہ ہو۔

اسی طرح حق تعالیٰ انہیں باغ و بہار بنا دیتا ہے۔ بلکہ ایک ہی قبر میں دو شخص مدفون ہوتے ہیں۔ ایک کے لیے یہ قبر جہنم کا گڑھا ہے، مگر اس کی گرمی کا احساس اس کے پڑوسی کو نہیں ہوتا اور ایک کے لیے جنت کا باغیچہ ہے، لیکن اس کی راحت افزا نعمتوں کا احساس اس کے پڑوسی کو نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت تو اس سے بھی زیادہ کہیں وسیع اور حیرت انگیز ہے، مگر لوگوں کو جن باتوں کا علم نہیں ہوتا انہیں جھٹلا دیا کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ جنہیں تسلیم و یقین کی توفیق عطا فرمائے اور تکذیب حقائق سے محفوظ رکھے۔

غرض کہ اللہ تعالیٰ قبر میں کافر کے نیچے آگ کا بچھونا بچھا دیتا ہے، جس سے اس کی قبر تنور کی

طرح بڑے احمق ہے۔ ہاں جب اللہ کو منظور ہوتا ہے تو وہ اپنے کسی بندے کو مطلع بھی فرما دیتا ہے اور دوسروں سے چھپا رکھتا ہے، کیونکہ اگر قبر کے عذاب سے عام لوگ مطلع ہو جائیں تو ایمان بالغیب نہیں رہے گا اور لوگ مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دیں، جیسا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ تم دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ میری طرح تمہیں بھی عذاب قبر سنا دے۔ (بخاری)

مومن کی قبر قیامت تک کیلیے سرسبزی و شادابی سے بھر دی جاتی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب بندے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اسے دفن کرنے والے واپس لوٹتے ہیں، حتیٰ کہ وہ ان کے جوتوں کا کھٹکا سنتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے اٹھا کر اس سے کہتے ہیں: ''تو اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟'' تو اگر وہ مومن ہو تو کہتا ہے: 'میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔'' پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ ''جہنم میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھ، اللہ نے تجھے اس کے بدلے میں جنت میں ایک ٹھکانہ دے دیا ہے۔'' وہ دونوں ٹھکانوں کو دیکھتا ہے، پھر اس کی قبر ستر ہاتھ فراخ کر دی جاتی ہے اور دوبارہ جی اٹھنے کے بعد (قیامت) تک سرسبزی و شادابی بھر دی جاتی ہے۔''

(صحیح مسلم، کتاب الجنۃ ونعیمھا، حدیث ۷۲۱۶)

جبکہ کافر یا منافق کا حال یہ ہوتا ہے کہ اس سے پوچھا جاتا ہے:

''تو اس شخص کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟'' تو وہ کہتا ہے کہ مجھے کچھ علم نہیں۔ میں وہی کچھ کہا کرتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔'' پھر اسے کہا جاتا ہے: ''تو نے کچھ جانا نہ پڑھا (تو پھر تجھے کیسے علم ہوا) پھر لوہے کے ایک ہتھوڑے کے ساتھ اس کے دونوں کانوں کے درمیان اس طرح زوردار طریقے سے ضرب لگائی جاتی ہے کہ وہ بلند آواز میں چیختا ہے اور اس کی چیخ سوائے جن و انس کے قریب کی ہر چیز سنتی ہے اور اس کی قبر اس پر اس قدر تنگ کر دی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں آپس میں مل

جاتی ہیں اور ایک دوسرے میں داخل ہو جاتی ہیں۔"

(صحیح بخاری، کتاب الجنائز، حدیث ۱۳۴۷، ۱۳۳۸)

قبر میں ہر انسان کے سامنے اس کا ٹھکانہ، خواہ جنت ہو یا جہنم مسلسل پیش کیا جاتا ہے:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

النار يعرضون عليها غدوا وعشيا ويوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب (المومن ۴۰، آیت ۴۶)

"یہ (فرعون اور اس کے ساتھی) صبح وشام آگ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت بپا ہوگی حکم ہوگا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں ڈال دو۔"

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم میں سے جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو صبح وشام اس کا ٹھکانہ اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ جنتی ہے تو اس کا جنت والا ٹھکانہ اور اگر جہنمی ہے تو اس کا جہنم والا ٹھکانہ، اور اس سے کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانہ ہے، حتیٰ کہ قیامت کے دن اللہ تجھے دوبارہ اٹھا لے۔"

(صحیح بخاری، کتاب الجنائز، حدیث ۱۳۷۹، صحیح مسلم، کتاب الجنۃ ونعیمھا، حدیث ۷۲۱۱ و ۷۲۱۴)

قبر کا بھینچنا، جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں:

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر قبر کے بھینچنے سے کسی کو چھٹکارا مل سکتا تو سعد بن معاذ اس سے ضرور نجات پا جاتے، لیکن وہ بھی ایک مرتبہ بھینچے گئے۔ پھر ان سے قبر ڈھیلی کر دی گئی۔"

(صحیح الجامع، رقم الحدیث ۵۱۸۲)

جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب میں مرنے والے عذاب قبر سے محفوظ رہتے ہیں:

سب دنوں میں افضل جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن

ان کا انتقال ہوا، اسی دن نفخہ صور ہوگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم اس دن کثرت سے درود پڑھا کرو، تمہارا درود مجھے پیش کیا جاتا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے ہم کو جمعہ کا دن دے کر تمام پچھلی امتوں پر فضیلت عطا فرما دی ہے۔"

اس دن کے فضائل پر علماء نے کتابیں لکھی ہیں، چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک مختصر رسالہ نور اللمعہ کے نام سے قلمبند کیا ہے۔ جمعہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب میں وفات پاتا ہے، اس سے قبر میں سوال نہیں ہوتا۔"

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"جو شخص جمعہ کے دن وفات پاتا ہے اس کی نیکیاں بے حجاب ہو کر سامنے آجاتی ہیں اور یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اس کے لیے اللہ کے یہاں کیا مقام ہے، کیونکہ جمعہ کے دن دوزخ نہیں دہکائی جاتی اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ پس جمعہ کے دن وفات علامت سعادت ہے، اللہ تعالیٰ اس دن اسی کو وفات دیتا ہے جس کے لیے بہتر انجام اس نے لکھ دیا ہے۔"

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"جو شخص جمعہ کے دن وفات پاتا ہے اس کو شہید کا اجر ملتا ہے، اور چونکہ شہداء سے قبر میں سوال نہیں ہوتا، اس لیے اس سے بھی سوال نہیں ہوتا۔" (شرح الصدور)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فخر کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب میں وفات پاتا ہے، وہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے اور قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس پر شہداء کی علامت ہوگی۔"

(حلیہ ابونعیم)

وہ لوگ جن کو زمین نہیں کھاتی:

اوس بن اوس رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم جمعہ کے دن کثرت سے مجھ پر درود بھیجا کرو، کیونکہ درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔"

صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا؟ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بوسیدہ ہو گئے ہوں گے۔ فرمایا اللہ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے۔" (ابوداؤد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ مؤذن جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے اذان دیتا ہے، خون آلود شہید کی مانند ہے، جب وہ مرتا ہے تو اس کی قبر میں کیڑے نہیں پڑتے۔ (طبرانی)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب حافظ قرآن مرتا ہے تو اللہ تعالی زمین کو حکم دیتا ہے کہ اس کا گوشت نہ کھانا، اس پر زمین کہتی ہے کہ اے رب! میں اس کا گوشت کیسے کھا سکتی ہوں، جبکہ اس کے پیٹ میں قرآن پاک موجود ہے۔ (ابن مندہ)

قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جس شخص نے کوئی گناہ نہ کیا ہو، اس کی وفات کے بعد اس کے جسم پر زمین کا کوئی قابو نہیں چلتا، جسم محفوظ رہتا ہے۔ (مروزی)

قبر میں نیکی بدی کا انجام:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ کھل کھلا کر ہنس رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر فرمایا، اے لوگوں! اگر تم لذتوں کو توڑنے والی کو یاد کرتے تو تم یوں نہ ہنستے۔ لہٰذا تم موت کو زیادہ یاد کرو جو کہ لذتوں کو توڑنے والی ہے۔ پھر فرمایا، قبر بندے کو ہر روز یاد کرتی ہے، کہتی ہے، میں غربت کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں۔ میں مٹی کا گھر ہوں، مجھ میں کیڑے مکوڑے ہیں۔ سانپ بچھو ہیں اور جب کوئی مومن نیکوکار قبر میں دفن ہوتا ہے تو قبر کہتی ہے، مرحبا جی آیا نوں، اے مومن تو مجھ پر چلتا تھا تو مجھے بڑا ہی پیار لگتا تھا اور جب تو مجھ میں آ گیا ہے اور تو میری سپرداری میں دیا گیا ہے تو تو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں۔

اور جہاں تک اس بندۂ مومن کی نظر پہنچتی ہے وہاں تک قبر کھل جاتی ہے اور بندۂ مومن کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جب بندہ فاجر بدکار اور کافر قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو قبر اسے کہتی ہے اے بندے، تیرے لیے کوئی مرحبا نہیں ہے تو جب میرے اوپر چلتا

تھا تو تو مجھے سب سے برا لگتا تھا اور جب آج تو میرے سپرد کر دیا گیا ہے، میرے اندر پہنچ گیا ہے تو تو دیکھے گا، میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں، پھر قبر اسے بھینچنا اور دبانا شروع کر دیتی ہے، حتیٰ کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف کی پسلیوں کے اندر گھس جاتی ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ مبارک کی انگلیاں دوسرے ہاتھ مبارک میں گزار کر سمجھایا کہ یوں۔

پھر فرمایا، اس فاجر و کافر کے لیے ستر یا ننانوے سانپ مقرر کیے جاتے ہیں، وہ اس کو قیامت کے دن تک ڈستے رہیں گے۔ (معاذ اللہ)۔ پھر فرمایا، بے شک قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا پھر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔
(ترمذی شریف، مشکوۃ شریف)

یعنی مومن نیکوکار کے لیے قبر جنت کا باغ ہے اور بدکار و فاجر اور کافر و منافق کے لیے دوزخ کا گڑھا ہے۔

حسبنا اللہ ونعم الوکیل

قبر میں بدی کا انجام:

اور جب بدکردار کافر و منافق کو اس کے وارث قبر میں دفن کر کے واپس ہوتے ہیں تو قبر کے اندر سے دو فرشتے ڈراؤنی اور ہیبت ناک صورت، سیاہ رنگ، نیلی آنکھوں والے آ جاتے ہیں، جن کی آنکھیں بجلی کی طرح چمکتی ہوں گی اور ان کی آواز بادل کی گرج کی طرح ہو گی۔ ان کے سانس سے آگ کے شعلے نکلتے ہوں گے۔ ان کا نام منکر نکیر ہے وہ اسے اٹھا کر بٹھا دیتے ہیں۔ وہ گھبرایا ہوا اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔

منکر نکیر اس سے سوال کرتے ہیں۔ من ربک، چونکہ اللہ تعالی کی توفیق اس کے شامل حال نہیں ہوتی۔ قانون قدرت ہے نسوا اللہ فنسیھم. یعنی جن لوگوں نے ہمیں بھلا دیا ہم ان کو بھلا دیتے ہیں۔ وہ صحیح جواب نہیں دے سکے گا بلکہ کہے گا ھاھا لاادری. ہائے مجھے کچھ پتہ نہیں۔

پھر دوسرا سوال کرتے ہیں۔ مادینک، تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ھاھا لاادری۔ ہائے میں نہیں جانتا۔

پھر منکر نکیر تیسرا سوال کرتے ہیں، یہ محمد کون بزرگ ہیں؟ وہ کہتا ہے، ھاہ ھاہ لا ادری، ہائے میں نہیں جانتا۔ دنیا میں لوگ کہا کرتے تھے، میں بھی کہا کرتا تھا اب نہیں جانتا۔

یہ جواب سن کر منکر نکیر اسے کہتے ہیں۔ **قد کنا نعلم انک تقول ھذا** ۔ ہم پہلے سے ہی جانتے تھے کہ تو یہی کہے گا۔ پھر آسمان سے منادی ندا کرتا ہے، یہ بندہ جھوٹا ہے، اس کے لیے آگ کا فرش بچھا دو اور اسے آگ کا لباس پہناؤ اور اس کے لیے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دو۔ فرشتے اس کے لیے پہلے جنت کی طرف دروازہ کھول دیتے ہیں، وہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے، اسے فرشتے کہتے ہیں:

اے بدبخت اگر تو بھی مومن نیکوکار ہوتا تو تیرا ٹھکانہ یہ ہوتا، پھر اس دروازے کو بند کر کے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دیتے ہیں۔ جس سے اس کو گرمی اور بدبو آتی ہے اور قیامت تک آتی رہے گی۔ پھر قبر اس بدبخت اور بدنصیب سے مخاطب ہوتی ہے اور کہتی ہے، اے بدبخت تو میرے اوپر چلتا تھا تو مجھے بڑا ہی برا لگتا تھا۔ اب جبکہ تو میرے اندر آ گیا ہے اور میں تجھ پر مسلط کر دی گئی ہوں، اب تو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں۔ تجھے معلوم ہے کہ میرے اندر سانپ ہیں، بچھو ہیں۔ یہ کہہ کر قبر اسے دبانا شروع کر دیتی ہے۔ اتنا دباتی ہے کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف کی پسلیوں میں داخل ہو جاتی ہیں۔ پھر اس پر عذاب والا فرشتہ مسلط کر دیا جاتا ہے، جس کے متعلق حدیث پاک میں آیا ہے۔ **اعمی و اصم** یعنی اندھا اور بہرا۔ (اندھا اس لیے کہ نہ اس کی حالت کو دیکھے نہ اسے رحم آئے، بہرا اس لیے کہ نہ اس کی چیخ و پکار سنے نہ اسے رحم آئے)۔

وہ فرشتہ اس کو لوہے کے گرز (ہتھوڑے) سے مارتا ہے اور تا قیامت اسے مارتا ہی رہے گا، نیز اس کی قبر میں ۷۰ یا ۹۹ سانپ اس پر چھوڑے جاتے ہیں جو اس کو ڈنگ مارتے رہیں گے۔ نیز اس کے برے اعمال بدشکل صورت اختیار کر کے، جس کا منہ کالا، دانت لمبے نہایت بدبودار اس کے سامنے آ جاتی ہے، وہ بدکردار بندہ کہتا ہے کہ تو کب مجھ سے دور ہوگی۔ وہ جواب میں کہتی ہے، قیامت تک یہیں رہوں گی۔ کیونکہ میں تیری ہی بداعمالیاں ہوں اور اس بدکردار کے لیے ایک ایک گھڑی ایک ایک سال کی ہو جائے گی۔

حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

عذاب قبر کا آنکھوں دیکھا حال:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے عذاب سے پناہ مانگا کرتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے تھے کہ وہ بھی قبر کے عذاب سے پناہ مانگیں۔ (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عذاب بالعموم ان تین باتوں کی وجہ سے ہوتا ہے، ان سے بچتے رہنا چاہئے، غیبت، چغل خوری، پیشاب سے بے احتیاطی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھا۔ اچانک آپ کی سواری بدکنے لگی، میں نے عرض کیا، حضور، کیا بات ہے؟ آپ کی سواری کیوں بدک رہی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"قبر میں ایک مردے کو عذاب ہو رہا ہے، اس کی آواز سن کر میری سواری بدک گئی۔"

مسلمان کی قبر کشادہ اور کافر کی تنگ کر دی جاتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مسلمان کی قبر ایک چمن بنادی جاتی ہے، چودھویں رات کی طرح روشن اور ستر گز کشادہ کر دی جاتی ہے، کیا تم جانتے ہو، یہ آیت **فان لہ معیشۃ ضنکا** (اس کافر کے لیے زندگی تنگ ہوتی ہے) کس بارے میں نازل ہوئی؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی خوب جانتے ہیں۔ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس میں کافر کے عذاب قبر کا بیان ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، کافر پر اس کی قبر میں ننانوے زہریلے سانپ مقرر کر دیے جاتے ہیں، جو قیامت تک اس کو ڈستے رہیں گے۔"

چوپائے عذاب قبر کی آواز کو سنتے ہیں:

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یقیناً مردوں کو قبروں میں عذاب ہوتا ہے، حتیٰ کہ چوپائے ان کی آوازیں سنتے ہیں۔"

(صحیح جامع، رقم الحدیث ۱۹۶۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عذاب قبر سے پناہ مانگنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ یہ دعا فرماتے تھے:

اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر (بخاری)

اے اللہ، میں عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قبر کا عذاب برحق ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں۔ (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بنونجار کے کھجوروں کے باغات میں تشریف لے گئے، وہیں ان کا قبرستان بھی تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کئی آدمیوں کی آوازیں اور چیخ و پکار سنی، وہ سب جاہلیت میں مرے تھے اور قبر کے عذاب میں مبتلا تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گھبرائے ہوئے باہر نکلے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم لوگ عذاب قبر سے پناہ مانگو۔ (احمد، بزار)

موضوع نمبر ۱۷

انبیاء علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تر و تازہ نعشیں

حضرت دانیال علیہ السلام کی نعش مبارک تین سو سال بعد بعینہٖ دیکھی گئی:

محمد بن اسحاق نے اپنے مغازی میں ذکر کیا ہے کہ ابوالعالیہ نے بیان کیا ہے کہ جب ہم نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں تستر فتح کیا تو ہرمزان کے مال خانے میں ایک تخت دیکھا، اس پر ایک مردہ لٹایا گیا تھا جس کے سرہانے ایک کتاب رکھی ہوئی تھی، ہم لوگوں نے اس کتاب کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھجوا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب بن الاحبار کو بلوا کر اس کا ترجمہ کرایا۔ اس کتاب میں حوادث و واقعات آئندہ تحریر تھے۔

ابوعبیدہ قاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں تحریر فرمایا ہے کہ اس مردہ کے سرہانے مال رکھا ہوا تھا اور ایک کاغذ پر تحریر تھا کہ جس شخص کا جی چاہے اس میں سے مال بطور قرض مدت مقررہ کے لیے لے جا سکتا ہے۔ اگر ٹھیک وقت پر واپس کر گیا تو ٹھیک ہے ورنہ مبروص ہو جائے گا یا بیمار ہو جائے گا۔ یہ فتح تیونس کا قصہ ہے، جس کے سردار حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ لاش سے چمٹ گئے اور فرمانے لگے، قسم ہے رب کعبہ کی، یہ لاش حضرت دانیال علیہ السلام کی ہے۔

آپ نے پورا واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہدایت کی کہ لاش کو حنوط لگا کر دفن کر دیا جائے اور نماز جنازہ کے ساتھ تدفین ہو۔ جس طرح حضرات انبیاء علیہم السلام دفن ہوتے ہیں اور اس مال کو بیت المال میں رکھ دیا جائے اور قبر کو پوشیدہ کر دیا جائے تاکہ کوئی جان نہ سکے۔ حسب حکم خلیفہ وقت وہی کیا گیا۔

ابوالعالیہ سے راوی نے پوچھا، پھر اس لاش کا کیا ہوا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے تیرہ قبریں ان میں کھودیں۔ جب رات ہوئی تو تمام لاشیں مع نعش مبارک حضرت دانیال دفن کر کے زمین برابر کر دی تاکہ کوئی پہچان نہ سکے۔ کیونکہ وہاں کے لوگ قحط کے زمانے میں لاش کو کھول دیتے تھے تاکہ بارش ہو جائے۔

ابوالعالیہ نے سوال کرنے پر بتایا کہ وہ لاش غالباً حضرت دانیال علیہ السلام کی تھی جو تین سو سال سے موجود تھی اور اس میں کسی قسم کا بھی تغیر نہیں ہوا تھا۔ حضرت دانیال علیہ السلام کے چند بال، سر کے پچھلے حصے کے جھڑ گئے تھے، کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے جسد اطہر کو نہ تو زمین کھا سکتی ہے اور نہ درندے۔

بلاذری نے فتح کو والا ہواز کے واقعے میں لکھا ہے کہ قلعے میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک کوٹھڑی دیکھی، جس میں پردہ پڑا ہوا تھا۔ پوچھنے پر لوگوں نے بتایا کہ اس میں حضرت دانیال علیہ السلام کی نعش ہے جب لوگ قحط کی مصیبت میں مبتلا ہوتے تھے تو اہل بابل سے درخواست کیا کرتے تھے کہ وہ نعش ہم کو دے دو تا کہ اس کی برکت سے ہم اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کریں۔ بخت نصر بادشاہ نے حضرت دانیال علیہ السلام کو قید کر کے بابل میں رکھ دیا تھا۔ یہیں ان کی وفات ہوگئی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک نہر میں جو خشک ہوگئی تھی دفن کر دیا، پھر بارش میں اس نہر میں پانی بھر گیا۔

(اغاثۃ اللھفان۔ لابن قیم۔ صفحہ ۲۰۲، کتاب الاموال صفحہ ۳۴۳۔ فتوح البلدان بلاذری، صفحہ ۳۷۱، ابن کثیر، ج ۲، صفحہ ۴۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے اذان کی آواز:

روایت ہے کتاب اخبار المدینہ میں بجر بن محمد سے کہ ایام حرہ میں جو سخت لڑائی کا زمانہ تھا اور سب لوگ لڑنے میں مشغول تھے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تین روز تک اذان و جماعت نہ ہوئی۔ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں تنہا مسجد نبوی میں حاضر رہتا تھا۔ میں گھبرا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب گیا۔ ظہر کا وقت ہوا، قبر مبارک سے اذان کی آواز سنی، میں نے وضو کر کے دو رکعت نفل نماز پڑھی، پھر اقامت کی آواز سنی اور ظہر کی نماز ادا کی، پھر جب عصر کا وقت ہوا تو اذان و اقامت کی آواز قبر مبارک سے سنی، اسی طرح تین دن تک ہر نماز کے وقت اذان و اقامت کی آواز سنتا اور نماز ادا کرتا رہا۔

چند اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جسموں کی منتقلی:

ڈاکٹر نور احمد کہتے ہیں کہ چند سال قبل مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جنت البقیع کی طرف

جب توسیع کی گئی تو راستے میں چند اصحاب کی قبریں موجود تھیں۔ ۱۹۶۸ء میں جب میں مدینہ منورہ گیا تو ان حضرات کی قبروں کو دیکھا اور صدیوں پرانی کچی دیواروں کے نشانات بھی موجود تھے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توسیع کے مراحل میں ان قبروں کو کھولا گیا اور ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو جنت البقیع میں منتقل کیا گیا۔ جس کی تفصیل اس سال نوائے وقت نے بھی دی۔

حج کا زمانہ تھا جب ان اصحاب کی قبروں کو کھولا گیا اور یہ عمل رات کے وقت کیا گیا تا کہ لوگوں کو کم سے کم پتہ چل سکے۔ میرے چند عزیز بھی حج پر گئے ہوئے تھے اور انہوں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی کی۔ جب ان کے جسموں کو نکالا گیا تو ویسے ہی تروتازہ تھے۔ کیڑے مکوڑوں کا نام تک نہیں تھا۔ کافی سارے لوگوں نے ان پاک ہستیوں کی زیارت کی اور تابعین میں اپنے آپ کو شمار کرا لیا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی منتقلی:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کو شہادت کے بعد بصرہ کے قریب دفن کر دیا گیا، مگر آپ کی قبر شریف نشیب میں تھی، اس لیے قبر مبارک کبھی کبھی پانی میں ڈوب جاتی تھی۔ آپ نے ایک شخص کو بار بار خواب میں آ کر اپنی قبر بدلنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس شخص نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اپنا خواب بیان کیا۔ آپ نے دس ہزار درہم میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا مکان خرید کر اس میں قبر کھودی اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے مقدس جسم کو پرانی قبر سے نکال کر اس قبر میں دفن کر دیا۔ کافی مدت گزر جانے کے باوجود الحمد للہ عزوجل آپ کا مقدس جسم سلامت اور بالکل تروتازہ تھا۔ (کتاب عشرہ مبشرہ، صفحہ ۲۲۵)

سر سے آواز حق:

روایت ہے منہال بن عمرو سے کہ میں دمشق میں تھا، قسم خدا کی میں نے دیکھا جب امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو دمشق سے روانہ کیا گیا تو ایک شخص سورہ کہف تلاوت کر رہا تھا، جب اس نے یہ آیت پڑھی:

ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من ایاتنا عجبا

یعنی کیا تو نے خیال کیا کہ اصحاب کہف اور رقیم والے ہماری نشانیوں سے عجیب تھے۔

سر مبارک سے آواز آئی

اعجب من اصحاب الکھف قتلی وحملی

یعنی اصحاب کہف سے زیادہ تعجب کے قابل میرا قتل کرنا اور میرے سر کو روانہ کرنا ہے۔

لاش مبارک کے پاؤں کی چھنگلیوں سے تازہ خون:

سلطان صلاح الدین ایوبی کے زمانے میں عیسائیوں کی ایک ٹولی نے تارک الدنیا درویش بن کر مدینہ منورہ کی آبادی سے باہر رہتے ہوئے روضہ اقدس کے ساتھ کچھ بے حرمتی کا ارادہ کیا اور چاہا تھا کہ اس سرزمین مقدس میں سکونت پذیر اجسام مبارکہ کو کہیں اور اٹھا لے جائیں اور ادھر ادھر منتشر کر کے مسلمانوں کی مرکزیت کا قلع قمع کر دیں۔ مختصر یہ کہ ایک بڑی سرنگ کھود کر تیار کی گئی اور قریب تھا کہ یہ انسان نما شیطان اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں کہ بذریعہ خواب بادشاہ وقت پر اس کا سارا حال منکشف ہو گیا۔

چنانچہ جب روضہ مقدس کے اندر گھس کر دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ سرنگ نہ صرف ان مقدس قبروں تک پہنچ چکی ہے بلکہ ایک لاش مبارک کے پاؤں کی چھنگلیوں سے تازہ تازہ خون کا رنگین فوارہ بھی پھوٹا ہوا ہے۔

مورخین نے اسی وقت تحقیق کر کے یہ بات بھی صاف کر دی تھی کہ یہ قبر مبارک امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تھی۔

یہ ان ستودہ صفات بزرگ کی حیات برزخی کی ایک جھلک ہے جنہیں مسلمان اپنا مقتدا اور پیشوا سمجھتے ہیں اور تاریخ اسلام جنہیں خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ بتاتی ہے اور جن کے فیصلوں کو قیامت تک لوگ مسلم مانیں گے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر سے اٹھتا ہوا نور:

مبسوط سرخی میں لکھا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ جہاد کے لیے نکلے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجاہدین کو وصیت فرمائی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو جنازے کو لشکر کے ساتھ آگے محاذوں پر لے جانا جہاں تک ہو سکے، تا کہ جب اللہ

تعالیٰ پوچھیں کہ "ابوایوب تو میزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا، بتا اللہ کے راستے میں تو نے کیا کیا؟ میں کہوں گا، یا اللہ جب زندہ تھا تیرے راستے میں جہاد کرتا رہا، جب انتقال ہو گیا تب بھی مجاہدین کے ساتھ میری لاش چلتی رہی۔

چنانچہ راستے میں ان کا انتقال ہوا تو جنازہ لشکر کے ساتھ لے جایا گیا۔ آگے لے جا کر رومیوں کی ایک بستی میں آپ کی تدفین کی گئی۔ صبح پوری بستی کے لوگ مجاہدین کے پاس آئے، پوچھا یہ قبر کس کی ہے؟ ہم نے کہا صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول کے ایک جلیل القدر صحابی ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم نے رات بھر دیکھا کہ قبر سے ایک نور نکلتا ہے جو آسمان تک جاتا ہے، پھر واپس آتا ہے، رات بھر یہی کیفیت رہی۔ یہ دیکھ کر ہمارے دلوں میں اسلام کی حقانیت اتر گئی۔ لہٰذا اب آپ لوگ گواہ رہنا۔

اشھد ان لاالٰہ الااللّٰہ واشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ پڑھا اور پوری بستی مسلمان ہو گئی۔ اس دور میں اللہ پاک نے ایسے واقعات دکھائے ہیں۔

قبر میں رحمت خداوندی کا ایک واقعہ:

حضرت مغیرہ بن حبیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن غالب حمدانی رضی اللہ عنہ ایک معرکے میں شہید ہو گئے۔ جب وہ اپنی قبر میں دفن کیے گئے تو لوگوں نے ان کی قبر سے مشک کی خوشبو محسوس کی، ان کے خاندان کے کسی آدمی نے حضرت عبداللہ کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا، تم نے کیا کام انجام دیا؟ انہوں نے جواب دیا، میں نے بہت اچھا کام انجام دیا۔ پھر خواب دیکھنے والے نے دریافت کیا، تم کس طرف گئے۔ انہوں نے جواب دیا میں جنت کی طرف گیا۔ پھر دریافت کیا، اس کے اسباب کیا ہیں؟ انہوں نے کہا، اللہ پر کامل یقین، طویل تہجد گزاری اور روزہ رکھ کر دوپہر کی شدید تشنگی برداشت کرنے کے سبب یہ مقام میسر آیا۔ پھر دریافت کیا۔ یہ قبر سے کیسی خوشبو آ رہی ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ تلاوت قرآن اور روزوں میں پیاس کی شدت برداشت کرنے کی وجہ سے آ رہی ہے۔ (ابونعیم)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی قبروں سے مشک کی خوشبو آنا:

محمد بن شرحبیل نے بیان کیا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قبر سے ایک مٹھی مٹی

لی، جب مٹھی کھولی تو وہ مشک جیسی مہک رہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سبحان اللہ، سبحان اللہ۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس کی خوشبو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک تک بھی پہنچی تھی۔ ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی قبر سے ایک مٹھی بھری اور اس کو لے گیا، اس کے بعد جب اس مٹی کی طرف دیکھا تو وہ مشک تھی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے جنت البقیع میں قبر کھودی تھی۔ جب کبھی ہم کھودتے اور مٹی کا کوئی حصہ ہم پر آپڑتا تو ہم پر مشک جیسی خوشبو آتی۔ یہاں تک کہ ہم نے ان کی لحد کھود دی۔

غزوہ احد کے شہیدوں کا تازہ خون:

امام مالک نے اپنی حدیث کی مشہور کتاب موطا میں لکھا ہے کہ احد پہاڑ کے نیچے جو برساتی نالہ بہتا ہے، ایک دفعہ اس نے شدت اختیار کی اور پانی تیزی کے ساتھ بہنے لگا تو غزوہ احد کے بعض شہیدوں کی لاشیں بھی باہر نکل آئیں اور ان لاشوں سے تازہ تازہ خون بہہ رہا تھا، اور بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ابھی ابھی انہیں دفن کیا گیا ہے۔ حالانکہ غزوۂ احد کو پیش آئے برسہا برس گزر چکے تھے۔

صحابہ رضی اللہ عنہ کا نقل کردہ واقعہ:

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک جگہ کھودی تو اس میں ایک طرف طاق کی طرح کھل گئی تو دیکھا کہ ایک بزرگ تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور سامنے قرآن شریف کھلا ہوا رکھا ہے اور وہ تلاوت میں مصروف ہیں، آگے کی طرف تروتازہ باغ ہے اور غالباً یہ احد کی سرزمین کا واقعہ ہے، انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ کوئی شہید ہے، کیونکہ چہرے پر زخم کے نشانات موجود تھے۔ (نظم الدرج ۲، صفحہ ۴۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت پر رونے کی آوازیں:

روایت ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو درودیوار، جنگل، پہاڑ، شہر اور قصبات سے زار زار رونے کی آوازیں آتی تھیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے دفن کے وقت سفید پرندے کا نزول:

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات طائف میں ہوئی، ان کے جنازے میں، میں بھی شریک ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک سفید پرندہ آسمان سے آیا اور ان کے کفن میں داخل ہو گیا، میں نے ایسا پرندہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ کفن میں داخل ہونے کے بعد اس پرندے کو باہر نکلتے نہیں دیکھا اور جب ابن عباس رضی اللہ عنہ قبر میں دفن کر دیئے گئے تو قبر کے گوشے سے اس آیت کی تلاوت کی آواز آئی:

یآایتھا النفس المطمئنة O ارجعی الی ربک راضیة مرضیة O
فادخلی فی عبادی O وادخلی جنتی O

اے نفس مطمئنہ! اپنے رب کی طرف لوٹ تو اپنے رب سے راضی، تیرا رب تجھ سے راضی، تو خاص میرے بندوں میں داخل ہو اور جنت میں داخل ہو۔

لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ کس نے یہ آیت تلاوت کی تھی۔ پرندے کے بارے میں لوگوں نے گمان کیا کہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا عمل تھا جو ان کی نعش کے ساتھ قبر میں مدفون ہو گیا۔ اس لیے تلاش کرنے پر بھی پرندہ نظر نہ آیا۔ (ابن عساکر)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر کشائی کا واقعہ:

ایسے واقعات اللہ پاک کی وہ زندہ نشانیاں ہیں جو قیامت تک آنے والوں کے لیے مختلف انداز میں ایمان کی طرف رغبت دینے کے لیے اللہ پاک ظاہر فرماتے ہیں۔ ایسے واقعات پہلے بھی ہوتے رہے، اور اب بھی ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ایک واقعہ طبقات ابن سعد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں سب سے پہلے شہید تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن فرمایا تھا۔

اس وقت مسلمانوں کی تنگدستی کا یہ عالم تھا کہ شہداء کے لیے کفن تک نصیب نہ تھا، اسی لیے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ایک چادر میں کفن دیا گیا۔ جس میں چہرہ تو چھپ گیا مگر پاؤں کھلے رہے، جن پر گھاس ڈالی گئی۔ اتفاق سے یہ قبر نشیب میں واقع تھی۔ چالیس سال بعد حضرت معاویہ

رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہاں سیلاب آ گیا اور وہاں سے ایک نہر بھی نکالی تھی۔ اس موقعے پر قبر کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں کھودا گیا تو ان دونوں بزرگوں کے اجسام صحیح وسالم و تروتازہ تھے۔ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ ان کے چہرے پر جو زخم تھا ان کا ہاتھ اس زخم پر رکھا ہوا تھا۔ لوگوں نے وہاں سے ہاتھ ہٹایا تو تازہ خون بہنے لگا، پھر ہاتھ دوبارہ وہاں رکھا تو خون بند ہو گیا۔

اس قسم کے واقعات اللہ پاک دکھاتے رہتے ہیں، جن لوگوں کی قسمت میں ہدایت لکھی ہوتی ہے اور ان کے لیے اللہ پاک نے بھلائی کا ارادہ کیا ہوتا ہے ان کو ان واقعات اور مشاہدات کے ذریعے ایمان کامل اور یقین کی دولت عطا فرماتے ہیں، جن بدبختوں کے لیے ہدایت کا توشہ نہیں ہوتا وہ شق القمر میں بھی تاویل کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ بہت سے لوگوں نے شق القمر کا معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آج بھی اس حقیقت کا انکار کرنے والے دنیا میں موجود ہیں۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی کشتی میں وفات کے بعد سات روز تک سفر کرتی ہوئی تروتازہ نعش:

ایک جنگ میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مسلسل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے رہے۔ یہاں تک کہ تین کمانیں ٹوٹ گئیں اور بے شمار دشمن موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ پھر لڑائی ختم ہوگئی اور اللہ نے اپنے نبی علیہ السلام کو بال بال بچالیا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے روزہ دار اور مجاہد کے روپ میں تمام زندگی بسر کی۔ جب موت آئی تو اس وقت بھی آپ روزے کی حالت میں اور سفر جہاد میں تھے۔ دین الٰہی کے غلبے اور اعلائے کلمتہ اللہ کے لیے دور دراز کا سفر کرتے رہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمانوں نے ایک جنگ کے سلسلے میں بحری سفر اختیار کیا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بھی لشکر اسلام کے ساتھ روانہ ہونے کے لیے تیار ہونے لگے۔ بوڑھے باپ کو تیار ہوتا ہوا دیکھ کر آپ کے جوان بیٹوں نے عرض کیا، ابا جان! اللہ آپ پر رحمت کرے، اب آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ آپ نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کے ہمراہ بہت سی جنگیں لڑیں۔ ازراہ کرم اب آپ آرام کریں۔ اب ہماری باری ہے۔ ہم آپ کی جانب سے جنگ لڑیں گے۔

بیٹوں کی بات سن کر فرمایا۔ بیٹو، سنو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

انفروا خفافا وثقالا وجاهدوا باموالكم وانفسكم فى سبيل الله

ہلکے اور بوجھل نکل کھڑے ہو اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ (التوبہ)

میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا ہے۔ عمر کی کوئی قید نہیں لگائی۔ لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کے ساتھ جہاد کے لیے روانہ ہو گئے۔ حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ عمر رسیدہ تھے۔ لشکر اسلام کے ساتھ کشتی پر سوار سمندر کے وسط میں مصروف سفر تھے کہ شدید بیمار ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ رضی اللہ عنہ کی پاک روح بدن مبارک سے نکلی اور آپ رضی اللہ عنہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ کشتی میں سوار آپ رضی اللہ عنہ کے مجاہد ساتھی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دفن کرنے کے لیے کسی جزیرے کی تلاش کرنے لگے، مگر انہیں سات دن گزر جانے کے بعد جزیرہ نظر آیا۔ ان سات دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جانثار عاشق حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش تروتازہ رہی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ رضی اللہ عنہ آرام وسکون کی نیند سو رہے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا پاؤں:

محمد بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ رسول اکرم رضی اللہ عنہ کے حجرہ مقدسہ کی دیوار جب بارش سے منہدم ہوئی تو کچھ عرصے بعد اسے ازسرنو تعمیر کرنے کے لیے بنیادیں کھودی گئیں۔ یکا یک ایک پاؤں نظر آیا، جسے دیکھ کر حضرت عمر بن عبدالعزیز اور دوسرے حضرات خوفزدہ ہو گئے کہ کہیں یہ پاؤں مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ ہو۔ وہاں کوئی ایسا آدمی بھی موجود نہ تھا جو اسے پہچان سکے۔ یہ تشویش بڑھتی ہی جا رہی تھی کہ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ آ گئے اور انہوں نے دیکھتے ہی کہا: ”خدا کی قسم! یہ پاؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرگز نہیں، بلکہ یہ تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا پاؤں ہے۔“

حجرہ مطہرہ کے اندر تین قبریں ہیں اور حجرے کا طول وعرض بہت مختصر ہے۔ اس لیے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک بنائی گئی تو پاؤں کے لیے جگہ دیوار کی بنیاد کھود کر بنائی گئی تھی۔ حضرت مزاحم جو اس دیوار کی تعمیر کے لیے خاص حجرہ اقدس کے اندر داخل ہونے کی سعادت سے مشرف ہوئے تھے، ان سے ان کے آقا عمر بن عبدالعزیز نے دریافت کیا کہ تم نے حضور نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین کی قبروں کو کس ترتیب میں دیکھا۔ مزاحم نے بیان کیا کہ پہلی قبر قبلے کی جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک مغرب کی طرف اور پاؤں مبارک مشرق کو ہیں اور روئے انور قبلے کی طرف جنوب کی سمت میں۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سر مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس کے برابر ہے اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سر مبارک سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سینے کے برابر ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کشائی:

ایک ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ یہ ۱۹۶۸ء کا واقعہ ہے، میں سعودی عرب میں بریدہ کے مقام پر بطور نرسیشن کام کر رہا تھا۔ جمعہ کے روز زیارت کے لیے مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ وہاں اپنے ایک ڈاکٹر دوست کے پاس قیام کیا۔ ڈاکٹر صاحب بیمار تھے اور کافی مریض ان کا انتظار کر رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے مریض دیکھنے کے لیے کہا۔ چنانچہ میں نے مریضوں کو دیکھ کر فارغ کر دیا۔ ان میں سے ایک بوڑھا بدو مجھے احد پہاڑ کے پاس مریض دکھانے کے لیے گیا۔ شہدائے احد کے قبرستان کے پاس ہی خیمے میں مریض پڑا ہوا تھا۔ میں نے دیکھ کر نسخہ دیا۔

اس کے بعد وہ شخص مجھے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر لے گیا اور بتایا کہ آج سے پچاس سال پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر نیچے وادی میں تھی۔ ایک دفعہ زبردست بارش ہوئی تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر زیر آب آ گئی۔ شریف مکہ جو ان دنوں حجاز کے حکمران تھے کو خواب میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شریف مکہ کو کہا کہ مجھے بارش کا پانی تنگ کر رہا ہے۔ اس کا بندوبست کرو۔

شریف مکہ نے علماء کو بلا کر ان سے مشورہ کیا۔ جب قبر کو کھودا گیا تو واقعی اس میں پانی رس رہا تھا۔ چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نعش کو اونچی جگہ منتقل کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔ بوڑھے بدو نے بتایا کہ قبر کھودنے والوں میں، میں بھی شامل تھا۔ کھدائی کے دوران کدال کی معمولی سی ضرب غلطی سے نعش کے ٹخنے پر جا لگی۔ یہ دیکھ کر سب حیران ہو گئے کہ وہاں سے تازہ خون جاری ہو گیا۔ چنانچہ اس جگہ پر پٹی باندھی گئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم کو کھولا گیا تو دیکھا کہ جسم کے نچلے حصے پر کفن موجود ہے۔ زخموں سے تازہ خون رس رہا ہے۔ آنکھ نکلی ہوئی اور ناک کان کٹے ہوئے ہیں اور پیٹ چاک ہے۔ وہاں پر موجود سب لوگوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی

زیارت کی اور اسی حالت میں ان کو پرانی قبر سے نکال کر اونچی جگہ پر دوبارہ دفن کیا گیا۔

یہ سارا ماجرا بدو نے مجھے اس لیے سنایا تاکہ ہمیں مرنے کے بعد کی زندگی پر یقین آ جائے۔ اگر مرنے کے بعد کوئی زندگی نہ ہوتی تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جن کو شہید ہوئے۔ چودہ سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے اسی طرح زمین میں محفوظ نہ ہوتے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو کھدائی کے دوران پھاوڑا لگتے ہی خون جاری ہو گیا:

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں مدینہ منورہ کے اندر ایک نہر جاری کرنے کا ارادہ کیا، اتفاق سے اثنائے راہ میں احد کے قبرستان کا گوشہ بھی آ گیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اعلان کرا دیا کہ جن لوگوں کے اعزہ یہاں دفن ہیں وہ ان کی لاشیں یہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دیں۔ لاشیں نکالی گئیں تو معلوم ہوا کہ بالکل تر وتازہ اور اصل حالت پر ہیں۔ اسی وقت یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ کھدائی کرتے وقت کسی کا پھاوڑا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پیر میں لگ گیا جس سے فوراً خون جاری ہو گیا۔ یہ واقعہ غزوہ احد سے پچاس سال بعد کا ہے۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی تر وتازہ لاش کا مشاہدہ:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی تھے۔ جن کے جنتی ہونے کی بشارت دنیا ہی میں دے دی گئی تھی۔ جنگ جمل میں شہید کر دیئے گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل بہت ہیں، سابق الاسلام تھے، پندرہ سولہ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ اس سلسلے میں کفار قریش نے بہت ایذائیں دیں، چنانچہ ان کے چچا چٹائی میں لپیٹ کر آپ کو دھواں دیا کرتے تھے اور کہا کرتے، دین آبائی کی طرف لوٹ آ مگر وہ برابر انکار کرتے رہے۔

آپ کی بیوی اسماء بنت ابی بکر صدیق تھیں۔ اس رشتے سے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خندق وبدر میں اور غزوۂ احد کی معرکہ آرائیوں میں داد شجاعت دی۔ کسی غزوے میں بھی پیچھے نہیں رہے۔ سب میں شریک ہوئے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں تلوار اٹھائی۔

آپ غزوۂ بدر میں زرد عمامہ باندھے ہوئے تھے، جب فرشتے غیبی امداد کے طور پر بدر میں اترے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی طرح زرد عمامہ لپیٹے ہوئے تھے۔

آپ بہادر بھی حد درجہ تھے، ایک مرتبہ آپ نے سنا کہ یہ وحشت ناک خبر سنی کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے، سنتے ہی بے تاب ہو گئے، ہاتھ میں ننگی تلوار لیے، ننگے بدن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے کے لیے نکلے۔ اتفاقاً حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہو گئی۔ اس عجیب و غریب حالت کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زبیر کیا ہوا؟ عرض کیا کہ میں نے سنا کہ خدانخواستہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، تب تم کیا کرنے والے تھے؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پورے مکہ والوں کو چیلنج کرنے والا تھا۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی۔

آپ رضی اللہ عنہ بہت صاحب ثروت اور مالدار تھے، ہزار غلام تھے جو روزانہ ٹیکس ادا کرتے تھے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس تمام مال کو فی سبیل اللہ تقسیم کیا کرتے تھے۔ گھر کے اندر ایک درہم بھی نہیں جاتا تھا، یہی حال بعد وفات رہا کہ گھر میں ایک درہم یا ایک دینار بھی نقد نہیں تھا۔ بلکہ قرضہ چھوڑ گئے تھے، جس کا اندازہ ۲۲ لاکھ درہم کیا گیا، جو ان کی زمین بیچ کر ادا کیا گیا۔

ورثاء نے مال تقسیم کرنے کے لیے جلدی مچائی۔ آپ کے فرزند جناب عبداللہ نے اعلان کر دیا کہ ابھی مال تقسیم نہیں ہوگا بلکہ چار سال تک مسلسل حج کے موقعے پر اعلان کراؤں گا کہ جس شخص کا بھی زبیر بن العوام پر قرضہ ہو آ کر لے جائے۔

جب اس طرف سے اطمینان ہو گیا تب تقسیم کی نوبت آئی۔ تو چار بیویوں میں سے ہر ایک کو بارہ بارہ لاکھ درہم یا دینار دیا گیا۔ یہ تھا ان کی ثروت و دولت کا حال۔ ان کی شہادت بصرہ میں جنگ جمل ۳۶ ہجری میں ساٹھ سال کی عمر میں ہوئی۔ (صفوۃ الصفوۃ ابن جوزی)

۳۸۶ ہجری میں بصرہ والوں نے ایک بہت پرانی قبر کھودی تو ان کو ایک تر و تازہ لاش مع کپڑا اور آلات حرب کے دکھائی دی۔ لوگوں نے یہ اندازہ لگایا کہ یہ نعش مبارک حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی ہے۔ چنانچہ نعش نکال کر دوبارہ تکفین کرنے کے بعد دفن کی گئی اور اسی جگہ ایک مسجد تعمیر ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ)

جنگ جمل ۳۶ ہجری میں ہوئی اور ۳۷۶ ہجری میں قبر کھولی گئی۔ سو پچاس برس کا فاصلہ نہیں بلکہ پورے ساڑھے تین سو سال بعد بصرہ والوں نے قدرت الٰہی کا یہ کرشمہ دیکھا اور قرآنی شہادت جو شہیدوں کے متعلق ہے اس کی تصدیق کی۔

موضوع نمبر ۱۸

مرنے کے بعد خواب میں مردوں سے ملاقات کے

حیران کن واقعات

خواب کی اہمیت:

خواب کی اہمیت کے بارے میں ہزاروں واقعات جنہیں علماء نے شرح و بسط کے ساتھ نقل کیا ہے، اس کے شاہد عدل ہیں کہ برزخی مقامات کھلنے کا ایک بڑا ذریعہ سچے خواب ہیں۔ اس لیے خواب کو نبوت کا چالیسواں حصہ فرمایا گیا ہے اور اس کو نص حدیث مبشرات کہا گیا ہے۔

زندوں اور مردوں کی ملاقات خواب میں:

زندہ اور مردوں کی ملاقات کا ایک ذریعہ جس سے برزخی مقامات پہچانے جائیں، منامات صادقہ اور سچے خواب ہیں۔ خواہ مومن دیکھے یا اس کے لیے دیکھا جائے۔ یہ نصیب صلحاء اور بعض اوقات قسمت عوام میں بھی ہے۔ مگر اختیار نہیں کہ جس کا جی چاہے اور جب چاہے دیکھ لیا کرے، مگر دیکھنے والے دیکھتے ہیں اور دیکھتے رہے ہیں اور حسب مناسبت طبع انہیں برزخی مقامات نظر آئے ہیں اور سلف سے لے کر خلف تک سینکڑوں منامی واقعات پیش آئے ہیں جو بطون اوراق میں محفوظ ہیں۔

اس کے معتبر ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ برزخ اور اس کے احوال نصوص قطعیہ و ظنیہ سے ثابت ہونے کی وجہ سے بلاشبہ واقعات ہیں، تخیلات نہیں ہیں اور ہر واقعہ اپنے اندر اپنی کچھ خاصیتیں اور تاثیریں رکھتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ صاحب واقعہ اور اس واقعے کو دیکھنے والا اس سے اثر نہ لے اور اس کی کیفیات سے متکیف نہ ہو۔ ورنہ یہ واقعات اوہام و خیالات ہو کر رہ جائیں جو محال ہے۔ لیکن یہ اس کے بغیر ممکن نہ تھا کہ زندوں کی ارواح خود برزخ میں پہنچیں اور مردوں کی ارواح سے ملیں تاکہ برزخی کیفیات و مقامات ان پر کھل سکیں اور ظاہر ہے کہ زندوں کے لیے

برزخ میں پہنچنے کا راستہ کشف کے بعد خواب اور منام کے سوا دوسرا نہیں۔ جس کے ذریعے [illegible] مردوں سے ملتے ہیں اور ان کے حالات سے باخبر ہوتے ہیں۔

قرآن کریم نے آیت کریمہ اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها میں اس کی طرف اشارہ فرمادیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جن نفوس وارواح کو بوقت خواب ادھر لیا جاتا ہے تو یہ ارواح وہیں پہنچادی جاتی ہیں جہاں مردوں کی ارواح پہلے سے موجود ہیں کیونکہ نیند اور موت دو بہنیں ہیں، جن کے نوعی احوال کچھ فرق کے ساتھ ملتے جلتے ہیں۔ اس لیے زندوں اور مردوں کی روحیں اس مقام پر باہم ملتی ہیں۔ پھر جنہیں اس حالت میں موت دے دی جاتی ہے وہ ارواح تو وہیں روک لی جاتی ہیں اور جن کی عمر دنیا میں باقی ہوتی ہے وہ وہاں سے واپس کردی جاتی ہیں۔

اس وقفے میں زندوں کی ارواح مردوں سے باہم باتیں کرتی ہیں، ان سے خبریں معلوم کرتی ہیں اور مردے ان باتوں کی خبریں دیتے ہیں جن کا زندہ بلکہ دنیا میں کسی کو بھی علم نہیں [illegible] اور وہ من وعن صحیح نکلتی ہیں۔ تو اس راستے سے زندہ پر مردوں کے برزخی مقامات ایک حد تک کھل جاتے ہیں۔ جس کے ہزاروں واقعات محدثین اور حفاظ حدیث نے محدثانہ سند کے ساتھ نقل کیے ہیں۔ ابن ابی الدنیا کی ایک مستقل تصنیف ہی ان خوابوں کے بارے میں بنام کتاب المنامات موجود ہے۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الروح میں بیسیوں ایسے واقعات کا ذکر کیا ہے کہ مردوں نے اپنے برزخی مقامات خواب میں لوگوں کو بتلائے۔ ان میں سے بعض واقعات بطور نمونہ حسب ذیل ہیں۔

زندوں اور مردوں کی ملاقات پر چند واقعات:

❁ ...... محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کو ان کے بعض تلامذہ نے خواب میں اچھی حالت میں دیکھا۔ عرض کیا کہ آپ تو بحمد اللہ بہت اچھی حالت میں ہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا کہ وہ مجھ سے ستر درجہ اونچے مقام پر ہیں۔ میں نے عرض کیا، کیوں؟ آپ تو بظاہر ان سے علم وعمل میں اونچے تھے۔ فرمایا کہ ان کے طول حزن کی وجہ سے۔

❁ ...... رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہما کو ان کے اصحاب میں سے ایک خادمہ نے خواب میں دیکھا کہ ان پر استبرق کا حلہ ہے اور سندس کی اوڑھنی چمک رہی ہے۔ حالانکہ وہ صوف کے [illegible]

[illegible] میں دفن کی گئی تھیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ وہ صوف کا کفن کیا ہوا؟ فرمایا کہ حق تعالیٰ نے [illegible] کرا کر اور اس پر مہر لگا کر اسے علیین میں محفوظ کرادیا ہے تا کہ میرا ثواب اس کے ذریعے اور [illegible] رہے اور یہ اعلیٰ لباس عطا فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ عبدۃ بنت کلاب (مشہور عابدہ [illegible] تھیں) کس مقام پر ہیں؟ فرمایا ان کا کیا پوچھنا، وہ ہم سب سے سبقت لے گئیں اور [illegible] اعلیٰ میں ہیں۔ عرض کیا گیا کہ ایسا کیوں ہے، حالانکہ عبادت وزہد میں آپ ان سے بڑھ [illegible] تھیں۔ فرمایا کہ وہ دنیا کی کسی حالت کی پرواہ نہیں کرتی تھیں۔ صبح ہو یا شام وہ بہر حال راضی [illegible] تھیں۔ اسی سے یہ مقام انہیں ملا ہے۔ خادمہ نے عرض کیا کہ ابو مالک یعنی ضیغم کس حال [illegible] ہیں؟ فرمایا کہ اس مقام پر ہیں کہ جب چاہیں حق تعالیٰ کی زیارت کر سکتے ہیں۔ خادمہ نے [illegible] کیا کہ کوئی ایسی بات ارشاد فرمائیے کہ میں اس کے ذریعے حق تعالیٰ سے قریب ہو جاؤں۔ [illegible] کہ کثرت ذکر کو لازم پکڑو۔

❁ ...... عبدالعزیز بن سلیمان عابد کی وفات کے بعد ان کے بعض دوستوں نے خواب میں [illegible] کہ ان پر سبز لباس کا پاکیزہ جامہ ہے اور سر پر موتیوں کا مرصع تاج ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے [illegible] کہ آپ کس حال میں ہیں؟ موت کا کیسا مزہ تھا اور بعد موت کے کیا دیکھا؟ فرمایا کہ موت کی [illegible] اور کرب وغم کی کچھ نہ پوچھو، مگر حق تعالیٰ نے فضل فرمایا اور ہمارے ہر عیب کو چھپا لیا اور [illegible] سے ملاقات فرمائی۔

❁ ...... صالح بن بشیر کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں عطاء سلمی کو بعد وفات دیکھا اور عرض کیا کہ آپ مر نہیں چکے ہیں؟ فرمایا، مر چکا ہوں۔ میں نے کہا موت کے بعد کیا ہوا؟ فرمایا [illegible] کثیر دیکھی اور رب کو بھی غفور وشکور پایا۔ میں نے کہا آپ طویل الحزن نہ تھے۔ اس طویل حزن [illegible] ہی تو اللہ نے یہ راحت طویلہ اور فرحت دائمی عطا فرمائی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کس درجے میں ہیں؟ فرمایا انبیاء وصدیقین اور شہداء وصالحین میں پہنچا دیا گیا ہوں۔

❁ ...... عاصم جحدری کی وفات کے بعد ان کے بعض گھر والوں نے انہیں خواب میں دیکھا اور کہا کیا، آپ انتقال فرما چکے ہیں؟ کہا ہاں۔ عرض کیا کہ آپ کہاں ہیں؟ فرمایا روضة من ریاض الجنة میں ہوں۔ میں بھی اور میرے بعض ساتھی بھی اور ہم ہر جمعہ کی شب اور جمعہ کی صبح میں بکر ابن عبداللہ المزنی کی مجلس میں جمع ہوتے ہیں اور ہمیں وہاں تم دنیا والوں کی خبریں معلوم ہوتی ہیں۔ عرض کیا کہ یہ اجسام کا حال ہے یا ارواح کا؟ فرمایا کہ اجسام تو گل گلا چکے، ارواح کا

حال ہے۔

۞ ...... مرہ ہمدانی رحمۃ اللہ کی پیشانی سجدے کی وجہ سے مٹی نے گھس دی تھی۔ یعنی [illegible] ہی نہیں تھا بلکہ پیشانی چمک گئی تھی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے گھر کے ایک صالح نے ان کو خواب میں دیکھا کہ پیشانی ستاروں کی طرح چمک رہی ہے۔ اس نے کہا، یہ کیسا اثر ہے؟ فرمایا کہ کثرت سجود کی وجہ سے میری پیشانی کو لباس نور عطا فرمایا گیا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ آپ کا مقام کیا ہے؟ فرمایا کہ ایسا بہترین گھر دیا گیا ہے کہ نہ ہم سے چھینا جائے گا اور نہ اس میں کبھی موت آئے گی۔

۞ ...... سعید ابن داؤد کہتے ہیں کہ جویریہ بنت اسماء نے بیان کیا کہ شدید گرمی کے موسم میں کوفہ کے ایک نوجوان عابد کی وفات ہوئی تو میں نے ارادہ کیا کہ بعد ظہر وقت ٹھنڈا ہو جانے پر دفن کریں گے اور میں سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ قبرستان میں ہوں اور جواہرات کا ایک حسین و جمیل قبہ اور محل ہے جو چمک رہا ہے اور میں ٹکٹکی باندھے حیرت سے اس کے حسن اور صناعی کو دیکھ رہا ہوں کہ اچانک وہ کھلا اور اس میں سے ایک حسین و جمیل عورت نکلی کہ میں نے کبھی ایسا حسن و جمال نہیں دیکھا تھا۔ وہ میری طرف بڑھی اور کہا کہ تمہیں خدا کی قسم کہ اس نوجوان کو ظہر تک ہم سے جدا نہ رکھو اور ہرگز نہ روکو۔ تو میں گھبرایا ہوا اٹھا اور اسی وقت کفن دفن کا سامان کیا اور ایسی جگہ قبر میں دفن کیا جہاں وہ قبہ دار محل نظر پڑا تھا۔

۞ ...... احمد بن محمد بعدی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ حضرت حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ فرمایا کہ میری مغفرت فرما دی اور یہ فرمایا کہ اے احمد بن حنبل میرے بارے میں تیرے چہرے کو ستر کوڑوں کی مار دی گئی تھی؟ عرض کیا، ہاں یا اللہ! مار دی گئی تھی۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے احمد یہ میرا چہرہ تیرے لیے مباح ہے جب چاہے تو دیکھ سکتا ہے۔

۞ ...... ابوجعفر کہتے ہیں کہ میں نے بشر بن الحارث مشہور امام صوفیا کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ آپ کے ساتھ حق تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ لطف و کرم کا برتاؤ فرمایا اور نصف جنت میرے لیے مباح کر دی کہ اس میں جہاں چاہوں گھوموں، سیر کروں اور منتفع ہوں اور جو میرے جنازے میں شریک ہوئے ان کی مغفرت کا وعدہ فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ ابونصر تمار کا کیا ہوا؟ فرمایا کہ وہ اپنے صبر و فقر کی وجہ سے لوگوں سے بہت اونچے اٹھائے گئے ہیں۔

۞ حماد بن ہشام ابن حسان سے روایت کرتے ہیں کہ ام عبد اللہ نے فرمایا جو بصرہ کی عابدہ، زاہدہ عورتوں میں سے تھیں کہ میں خواب میں ایک عظیم الشان حسین و جمیل محل میں داخل ہوئی، اس کے پائیں باغ میں پہنچی۔ میں اس کی رونق و بہار اور حسن و جمال کو بیان نہیں کر سکتی۔ وسط باغ میں ایک سونے کا مرصع تخت بچھا ہوا ہے، جس کے ارد گرد آفتاب و ماہتاب جیسے چہروں کے خدام ہاتھوں میں پاکیزہ جام اور ظروف لیے کھڑے ہیں اور تخت پر ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ کہا گیا کہ یہ مروان محلمی ہیں، جو ابھی ابھی آئے اور اچھل کر اس تخت پر متمکن ہو گئے ہیں۔ بیدار ہوئی تو دیکھا کہ مروان محلمی کا جنازہ قبرستان جا رہا ہے۔

۞ ...... عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور کہا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ فرمایا کہ الحمدللہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے مل گیا ہوں اور انہی کے پاس ہوں۔

۞ ...... صخر بن راشد کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور کہا کہ کیا آپ انتقال نہیں فرما چکے؟ فرمایا، ہاں۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ فرمایا، اتنی بڑی مغفرت فرمائی جس نے سارے ذنوب پر احاطہ کر لیا۔ میں نے عرض کیا، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا کیا حال ہے؟ فرمایا، اوہ اوہ، وہ تو انبیاء، صدیقین اور شہداء و صالحین کی معیت میں ہیں۔

بشر بن حافی رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ کے انعامات:

حضرت علی بن موفق رحمۃ اللہ علیہ خود اپنا ایک خواب بیان کرتے ہیں کہ جیسے میں جنت میں گیا ہوں۔ چلتے پھرتے ایک ایسی جگہ پر پہنچا جہاں حضرت بشر بن حافی رحمۃ اللہ علیہ ایک دسترخوان پر بیٹھے دکھائی دیئے اور اس حال میں دکھائی دیئے کہ داہنے اور بائیں دو فرشتے بیٹھے ان کو انواع و اقسام کے کھانے لقمے بنا بنا کر کھلا رہے ہیں۔ اس کے تھوڑے ہی فاصلے پر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ایک دروازے پر دکھائی دیئے، ان کا یہ عالم تھا کہ وہ لوگوں کو دیکھ دیکھ کر اندر داخل کر رہے تھے۔ پھر اسی خواب کی حالت میں خطیرۃ القدس کے پاس جا پہنچا، وہاں یہ واقعہ دیکھا کہ ایک شخص آنکھیں پھاڑے ٹکٹکی باندھے اللہ تعالیٰ کا دیدار کر رہا ہے۔ میں نے رضوان سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ

ہیں؟ تو اس نے بتایا کہ یہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ انہوں نے اللہ کی عبادت نہ تو دوزخ کے ڈر سے کی تھی اور نہ جنت کے شوق سے بلکہ محض اللہ کی محبت میں سرشار ہو کر، اس لیے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک اپنی زیارت کی اجازت عنایت کردی ہے۔ (مکارم اخلاق)

خواب میں شرکاء جنازہ کی بخشش کی بشارت:

حضرت ابوعبداللہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ میں شریک ہوا تھا۔ پہلی ہی شب میں حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ خواب میں نظر آ گئے۔ میں نے فوراً پوچھا، کہیے کیسے گذری؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہ صرف مجھے بلکہ ان تمام لوگوں کو بھی جو میری نماز جنازہ میں شریک ہوئے تھے سب کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا۔ یہ کہہ کر حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لکھا ہوا کاغذ اپنی جیب سے نکالا اور فرمایا کہ دیکھو، اس میں ان سب آدمیوں کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کاغذ پر سرسری نظر دوڑا کر دیکھا تو اس میں میرا نام کہیں نظر نہیں آیا۔ میرے سوال کرنے پر انہوں نے کہا کہ یہ ہو نہیں سکتا۔ ذرا پھر سے تو دیکھو۔ اب جو دیکھتا ہوں تو حاشیے میں ایک جگہ پر میرا نام بھی لکھا ہوا تھا۔ (از مولانا عبدالمومن فاروقی)

بعد از وصال ملاقات ہونا:

حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہ النورانی کے ایک عقیدت مند نے بیان کیا کہ میرا بیٹا بیماری میں مبتلا ہو گیا اور بیماری میں ہی اسے ڈراونی اشکال نظر آنے لگیں۔ وہ ہر وقت خوفزدہ رہتا۔ میں نے بیٹے سے کہا، اے بیٹے تو نے چھوٹی عمر میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی کو دیکھا تھا۔ کیا تجھے حضور کا حلیہ یاد ہے؟ اس نے کہا کہ آپ کی داڑھی مبارک اور مونچھیں مجھے یاد ہیں۔ باپ نے کہا بس تو یہی ذہن نشین کر لے، پھر شیطانی وساوس سے تو محفوظ رہے گا اور آپ کی صورت مبارک کی ذہن نشینی کے صدقے میں تجھے صحت یابی ہو جائے گی۔ اس نے حضور کے حلیہ مبارک کو ذہن نشین رکھا۔ ناگاہ اسے استغراق ہو گیا۔ افاقے کے بعد اس نے بتایا کہ میں نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی کو دیکھا ہے کہ آپ نے فرمایا:

''ہم خدا سے واصل ہیں اور ہم جنت میں آ گئے ہیں۔ پہلے ہم نے دایاں قدم جنت میں

رکھا اور اللہ تعالیٰ کے قدم پکڑ لیے۔''

میں نے عرض کیا:

''حضور مجھے خدا سے ملا دیجئے۔ میں بھی اللہ تعالیٰ کے قدم پکڑ لوں۔''

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی نے فرمایا:

''ابھی تمہارا اور تمہارے فرزندوں کا وقت نہیں آیا ہے۔''

جب وہ لڑکا خواب سے بیدار ہوا تو پوری صحت حاصل کر چکا تھا۔ کسی قسم کا کوئی ضعف نہیں تھا۔ تمام شیطانی وساوس سے چھٹکارا ہو چکا تھا۔

قبر کے مناظر ایک بزرگ کی زبانی:

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہ سے دعا کی کہ مجھے قبرستان والوں کا حال دکھا دے۔ میں نے ایک رات کو دیکھا گویا قیامت قائم ہو گئی اور لوگ اپنی قبروں سے نکلنے لگے۔ ان کو میں نے دیکھا کہ کوئی سندس پر (جو ایک اعلیٰ قسم کا ریشم ہے) سو رہا ہے، کوئی ریشم پر ہے، کوئی اونچے اونچے تخت پر ہے، کوئی پھولوں پر ہے، کوئی ہنس رہا ہے، کوئی رو رہا ہے۔ میں نے کہا، یا اللہ اگر یہ ایک ہی حال میں ہوتے تو کیسا اچھا ہوتا۔ ایک شخص نے ان مردوں میں سے کہا کہ یہ اعمال کے تفاوت کی وجہ سے ہے۔ سندس والے تو اچھی عادتوں والے ہیں اور ریشم والے شہداء ہیں۔ اور پھولوں والے کثرت سے روزہ رکھنے والے ہیں اور ہنسنے والے توبہ کرنے والے ہیں۔ اور رونے والے گناہگار ہیں اور اعلیٰ مراتب والے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ شانہ کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔

خواب میں قرض کی طرف اشارہ:

ابوبکر خیاط کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن خواب میں خود کو قبرستان جاتے دیکھا۔ یہ دیکھ کر میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی کہ تمام مردے اپنی اپنی قبروں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھوں میں پھولوں کی ایک ڈالی تھی، ان لوگوں میں، میں بھی جا کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے ان لوگوں سے کہا۔ کیا تم لوگ مرے نہیں تھے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کیوں نہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خدا سے ڈرنے والے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔

یموں کردی کہتے ہیں کہ میں نے عزیز بن براز کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا۔ دیکھو فلاں سقے کا ایک کام مجھ پر واجب ہے۔ میرے مکان کے فلاں طاق میں ایک درہم رکھا ہوا ہے، وہ اسے دے دینا۔ اگلے روز میں نے سقے سے دریافت کیا تو اس نے کہا۔ ہاں ایک درہم میرا ان کی طرف واجب تھا۔ اس کے بعد میں نے ان کے مکان کے اسی طاق سے وہ درہم اٹھا کر دے دیا۔

خواب میں اللہ کی طرف جھکنے کا اشارہ میری رہائی کی صورت بن گیا:

میرے دادا اپنے شہر میں ایک عالم کی حیثیت سے خاصے مشہور تھے۔ ان کے پاس ہر طبقہ کے لوگ آتے جاتے رہتے تھے۔ دادا مرحوم نے بتایا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے ایک ایسا واقعہ سنایا جسے سن کر میرے پاس بیٹھا ہوا ہر شخص حیران ہو گیا۔ اس نے بتایا کہ اس کے محلے میں ایک عورت کو کسی نے بیدردی سے قتل کر دیا تھا۔ میں رات کو سینما کا آخری شو دیکھ کر واپس آ رہا تھا کہ جیسے ہی اس مقتولہ کے مکان کے قریب سے گزرا اچانک پولیس نے مجھے گرفتار کر لیا۔ میں نے پولیس کو یہ بتانے کی بہت کوشش کی کہ میرا اس قتل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں تو سینما کا آخری شو دیکھ کر آ رہا ہوں۔ لیکن پولیس نے میری ایک نہ سنی اور مجھے لے جا کر حوالات میں بند کر دیا گیا۔

دوسرے دن پولیس نے عدالت سے میرا جسمانی ریمانڈ لے لیا۔ میں نے خود کو تشدد سے بچانے کے لیے مجبوراً اقرار جرم کر لیا۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد میرے بچنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ میں غریب ہونے کے باعث کوئی اچھا وکیل بھی نہ کر سکا۔ میرے بیوی بچوں نے کوشش کر کے ایک معمولی وکیل کے ذریعے میرے مقدمے کی پیروی کا انتظام کیا۔ میرے خلاف چھ سال تک مقدمہ چلتا رہا۔ آخر مجھے سزائے موت سنا دی گئی۔ میری بیوی کے پاس اتنی رقم نہ تھی جو اپیل دائر کرتی۔ وہ بے چاری رو پیٹ کر بیٹھ گئی۔

ادھر میں بھی زندگی سے ناامید ہو گیا۔ میرے دل و دماغ پر ہر وقت پھانسی کا منظر چھایا رہا۔ کال کوٹھری میں میرا معمول کے مطابق کھانا آتا، لیکن پھانسی کے خوف کا مجھ پر اتنا شدید اثر ہو چکا تھا کہ میں کھانے کے لیے لقمہ اٹھاتا اور منہ میں رکھنے کے بجائے دوبارہ کھانے کے برتن میں رکھ دیتا۔ میرا زیادہ وقت عبادت میں گزرتا۔ میں زندگی میں پہلی مرتبہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہو گیا

تھا۔ میری ناامیدی کی معقول وجہ یہ تھی کہ میں بے گناہ تھا۔ پھانسی دینے کی تاریخ میں صرف دو دن باقی تھے۔ اس دن میرے بیوی بچوں کو آخری ملاقات کے لیے لایا گیا۔ بیوی اور بچوں کی جو حالت تھی، وہ مجھ سے نہیں دیکھی جا رہی تھی۔ وہ زار و قطار آنسو بہا رہے تھے۔ میں سر جھکائے بیٹھا تھا۔ مجھ میں اتنی بھی ہمت نہ تھی کہ میں بیوی بچوں سے تسلی کے دو بول بھی بول لیتا۔

ملاقات کا وقت ختم ہو گیا اور یہ سب روتے پیٹتے وہاں سے روانہ ہو گئے۔ رات کو میں حسب معمول سونے کے لیے لیٹ گیا۔ لیکن دماغ پر جو ہیبت سوار تھی وہ بھلا کیسے سونے دیتی۔ بے چینی میں کروٹیں بدلتا رہا۔ نہ جانے کس وقت میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا۔ میری مرحومہ ماں مسکراتی ہوئی آئی ہیں، میرے سر پر ہاتھ پھیر کر کہہ رہی ہیں کہ بیٹا خدا کی رحمت سے ناامید ہونا کفر ہے۔ اٹھ اور اپنی غلطی کی معافی مانگ کر اپنی رہائی کی دل سے دعا کر۔ وہ بڑی رحمت والا ہے۔ انشاء اللہ وہ اپنے کرم خاص سے تیری بے گناہی ثابت کر دے گا اور پھر اچانک میری آنکھ کھل گئی۔

میں نے جلدی جلدی اپنی غلطی کی معافی مانگی اور رہائی کی دعا کرنے لگا۔ اور یہ سلسلہ صبح کی نماز کے بعد تک جاری رہا۔ ٹھیک گیارہ بجے ایک سپاہی آیا، اس نے مجھے مبارک باد دیتے ہوئے بتایا کہ وحید تم واقعی بہت خوش قسمت ہو کہ تختہ دار پر جانے کے بجائے تمہاری رہائی کے احکامات جاری ہو جائیں گے۔ چونکہ اس عورت کے شوہر نے خود کو پولیس کے حوالے کرتے ہوئے قتل کا اقرار کر لیا ہے۔ یہ سن کر مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ خوشی کے مارے میری بری حالت تھی۔ بار بار ماں کی ہدایت کا خیال آ رہا تھا اور میں اللہ کا شکر ادا کرنے لگا۔ کچھ دنوں بعد مجھے رہا کر دیا گیا۔ وحید کی زبانی یہ واقعہ سن کر دادا کے پاس بیٹھا ہوا ہر شخص حیران تھا۔

(عابدہ خانم۔ پی ای سی ایچ ایس کراچی)

مردے پر اللہ کے انعامات:

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا، کہو اللہ کے یہاں کیسی گذری۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ تاج پہنایا اور جنت کی حور سے شادی کر دی۔

ربیع بن سلمان سے حضرت امام شافعی نے خواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سونے کی

کرسی پر بٹھا کر موتی نچھاور کیے۔

جیش بن عمیر نے حضرت یحییٰ بن معین کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ اللہ نے مجھے اپنے قرب سے اعزاز عطا فرمایا اور تین سو حوروں سے میری شادی کر دی۔

عاصم بن حربی کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا، گویا ہشام کے مکان کے دروازے میں داخل ہوا۔ وہاں مجھے بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نظر آئے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کہاں سے آ رہے ہو؟ فرمایا۔ علیین سے۔ پھر میں نے ان سے امام احمد بن حنبل کا حال پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ابھی ابھی انہیں خدا کے سامنے کھاتا پیتا چھوڑ کر آیا ہوں۔

احمد دورخی کہتے ہیں کہ میرے ایک پڑوسی کا انتقال ہوگیا۔ رات کو میں نے اسے دو بیش قیمت حلے زیب تن کیے ہوئے خواب میں دیکھا۔ میں نے اس کا حال دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ آج بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ حق تعالیٰ نے ان کی برکت سے ہم سب اہل قبور کو دو دو حلے عطا فرمائے۔

خواب میں اونٹنی کا بدلنا:

کچھ لوگ کسی سخی آدمی کی قبر پر فاتحہ پڑھنے گئے ہوئے تھے کہ رات آ گئی اور سب کو وہیں قبرستان میں رہ جانا پڑا۔ قبرستان میں کھانا وغیرہ کہاں؟ سب کو یوں ہی فاقے سے رات کاٹنا پڑی۔ ان میں سے کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ سخی خود اپنی قبر سے باہر نکل کر کہہ رہے ہیں کہ "میرے پاس ایک ہی عمدہ اور خوبصورت اونٹنی ہے، اگر نامناسب نہ ہو تو اپنے کسی اونٹ کا اس سے تبادلہ کرلو۔" خواب ہی میں یہ شخص بھی تبادلے پر راضی ہوگیا اور اپنا اونٹ اس کے حوالے کر دیا۔ اور اس سخی نے اسی وقت اسے ذبح کر دیا۔

خواب کا سلسلہ ابھی جاری تھا کہ اچانک ایک شور سے سب جاگ اٹھے اور دیکھا کہ اونٹ کی گردن سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا۔ بہر حال مجبور ہو کر سب نے اسی اونٹ کے گوشت سے تنور شکم کو ٹھنڈا کیا۔

صبح کو یہ لوگ قبرستان سے باہر نکلنے بھی نہیں پائے تھے کہ ایک آدمی ایک اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے آتا دکھائی دیا۔ قریب آ کر اس نے اونٹ کے مالک کا نام معلوم کر کے وہ اونٹنی اس کے حوالے کر دی اور بتایا کہ میں اس متوفی سخی کا لڑکا ہوں اور وہ آج ہی رات میں خواب کے اندر

مجھے قسم دلا کر کہہ گئے ہیں کہ میں یہ اونٹنی تمہیں فوراً پہنچا دوں۔ اس کے بعد اس نے یہ بھی بتایا کہ تم نے خود خواب ہی میں اپنے اونٹ سے اس اونٹنی کو بدل لینا منظور کر لیا تھا۔ یہ سب باتیں متوفی نے تم سب کی ضیافت کی خاطر قصداً انجام دیں اور دلائی ہیں۔

جنتی استقبال:

جس رات حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔ اس وقت کے بہت سے بزرگوں نے اپنی اپنی جگہ پر خواب میں دیکھا کہ خدا کی کچھ مخلوق ہے جو آسمان سے زمین تک برابر آ اور جا رہی ہے۔ بعض بزرگوں نے خواب ہی میں ان آنے جانے والوں سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو انہوں نے اپنے کو فرشتہ بتلایا اور آمد و رفت کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ آج رات میں داؤد طائی تمہاری دنیا سے رخصت ہو کر جنت میں داخل ہو رہے ہیں۔ اسی کے ساتھ انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ ان کی آمد کی وجہ سے آج جنت میں بڑے بڑے انتظامات کیے جا رہے ہیں۔ (احیاء العلوم)

موت کے بعد ملاقات:

آج ایک سچا واقعہ سن کر اپنے ساتھ بیتے ہوئے اور سنے ہوئے واقعات بھی یاد آ گئے۔ بچپن میں ہماری نانی اماں سنایا کرتی تھیں کہ ان کے ماموں بڑے مشہور پہلوان تھے۔ ایک روز وہ تیر کر نہر عبور کرتے ہوئے ڈوب گئے۔ ماں بیچاری نے اس سانحے سے متاثر ہو کر دنیا سے قطع تعلق کر لیا۔ ہر وقت اپنی کوٹھری میں لوبان کی دھونی دیتیں اور نماز پڑھتی تھیں۔

پرانے زمانے میں حویلیوں میں مل جل کر رہنے کا رواج تھا۔ دوسری بہوئیں بھی ساتھ ہی رہتی تھیں۔ حصے بٹے ہوئے تھے، کھانا ایک ہی جگہ پکتا، سب مل جل کر رہتے۔ ایک دوسرے کا دکھ سکھ بانٹتے۔ خاندانوں میں آپس کی شادیوں کا رواج تھا۔ دیورانیاں جٹھانیاں بہنیں ہوتیں یا ماموں، چچا، پھوپھیوں کی اولادیں۔

اسی بھرے پرے گھر میں کئی رشتے کی بوڑھی خواتین بیوہ یا مطلقہ بھی رہتی تھیں۔ سب کے بچے مل جل کر پلتے تھے۔ نئی پود کو بھی گھر کے بزرگوں کے ساتھ رہنے سے بڑے فائدے تھے۔ خیر بر سر مطلب بڑی بہو صادقہ جو اماں بی کی سگی بھانجی تھیں، ان کو خالہ سے بڑی ہمدردی تھیں۔ ان کی کوٹھری کی صفائی، ان کے کپڑے دھونے، کھانے پینے کا خیال رکھنا انہوں نے اپنے ذمے

لے رکھا تھا۔

ان کو اپنی خالہ پر بڑا ترس آتا۔ اس عمر میں سب سے لاڈلے چھوٹے بیٹے کا صدمہ دیکھنا پڑا۔ بڑے چاؤ سے اس کی منگنی اپنی بھتیجی سے کی تھی۔ اس کی بری کے جوڑے اور زیور تیار کرائے، شادی سے کچھ دن پہلے یہ حادثہ ہوگیا۔ اکثر تنہائی میں وہ ان چیزوں کے بکس کھول کر دیکھتیں اور روتیں یا اس کے کپڑے اور جوتے جو سنبھال کر اپنے پلنگ کے ساتھ دیوار میں بنی ہوئی چھوٹی الماری میں عطر لگا کر رکھے ہوئے تھے ان کو چومتیں اور روتیں۔

مگر کچھ دنوں سے اماں بی کے رویئے میں فرق آ گیا تھا۔ وہ صبح اٹھ کر خود ہی غسل کرلیتیں۔ کمرہ ٹھیک کرتیں، باہر نکل کر دوسروں سے باتیں بھی کرتیں۔ کھانا بھی اچھا ہوگیا تھا۔ اس لیے صحت بھی بہتر ہوگئی۔ سب ہی اس تبدیلی پر حیران تھے، مگر پھر یہ سوچ کر کہ ممکن ہے کہ وقت نے زخم کا دکھ ہلکا کردیا ہو شکر کرتے کہ گھر سے سوگواریت تو ختم ہوگئی۔

اماں بی کی چھوٹی بہن عائشہ بی بی جوانی میں بیوہ ہوگئی تھیں تو والدین کے بعد بڑی بہن اپنے پاس لے آئی تھیں۔ اس زمانے میں ہمارے خاندانوں میں دوسری شادی کو اچھا سمجھا نہیں جاتا تھا۔ وہ کوٹھری سے باہر دالان کے دروازے کے قریب اپنی پلنگڑی بچھا کر سویا کرتی تھیں۔ ایک دن ان کی طبیعت خراب تھی۔ وہ رات کو پانی پینے کے لیے اٹھیں تو اماں بی کے کمرے سے ہلکی ہی آواز میں سرگوشیاں سنائی دیں۔ انہوں نے زیادہ توجہ نہ دی۔ پھر دوسرے، تیسرے دن بھی یہی واقعہ پیش آیا۔ وہ اندر جا کر دیکھنا چاہتی تھیں کہ اس وقت اماں بی کے کمرے میں کون ہے، مگر اندر سے زنجیر لگی ہوئی تھی، وہ نیم خوابیدہ تھیں، انہیں محسوس ہوا کہ کوئی پاس سے گزر گیا ہے۔ ایک خوشبو کا جھونکا تھا، بہت ہی بھینی بھینی خوشبو۔

اب انہیں حیرانگی بھی ہوئی اور شک بھی، مگر سمجھ میں نہ آیا کہ کس طرح پوچھیں۔ تھوڑی دیر بعد اذان ہوئی تو وہ اٹھیں دیکھا کہ دروازہ کھلا ہے، اماں بی نل کے پاس وضو کررہی ہیں۔ اس زمانے میں گھروں میں حوض بنائے جاتے تھے، جس میں بہشتی مشکیزے سے پانی بھرتے اور نل کے ذریعے سے استعمال ہوتا۔ جس طرح پرانی مسجدوں میں وضو کے لیے بنے ہوتے ہیں۔ گرم پانی کے لیے تانبے یا پیتل کے بڑے بڑے حمام ہوتے، جن میں کوئلے ڈال کر پانی گرم کیا جاتا۔

خیر وہ بھی نماز ادا کرکے ناشتہ بنانے چل پڑیں۔ مگر دماغ برابر الجھن کا شکار رہا۔ بڑی آپا سے کیسے پوچھوں؟ ڈر لگتا ہے۔ ڈرتے ڈرتے اپنی پھوپھو سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں آج

ان سے پوچھوں گی کہ میں آپ کے پاس سو جاؤں تو پھر دیکھوں گی...... مگر اماں بی نے صاف انکار کردیا کہ اپنی کوٹھری میں کسی کو نہیں سلا سکتیں۔ ان کی خراٹوں کی آواز سے نیند خراب ہوتی ہے۔ خیر باری باری سب نے یہ راز معلوم کرلیا کہ رات میں کوئی اماں بی کے پاس آتا ہے۔

اب گھر کے تقریباً سب لوگوں کے علم میں یہ بات آ گئی تو آخرکار اماں بی نے رو کر بتا ہی دیا کہ ہاں رزاق میاں مجھے ملنے آتے ہیں، مگر انہوں نے کہا تھا کسی کو بتانا نہیں۔ پھر اس انکشاف کے بعد وہ کبھی نہ آئے اور اماں بی روتی روتی اندھی ہوگئیں۔ مگر پھر تاحیات ملاقات نہ ہو سکی۔

یہ تو برسوں پرانا واقعہ تھا۔ مگر میں اتنی خوش قسمت نہیں کہ مجھے مرنے والے آ کر ملیں۔ مگر ان کی خوشبو سے جو گلاب اور چنبیلی کی ملی ہوئی ہوتی ہے، اکثر رات کو پورا گھر مہک اٹھتا ہے۔ اکثر بہن بھائیوں کو شروع میں چلتے پھرتے بھی دیکھا۔ اکثر گھر کی ساری بتیاں جل جاتی ہیں۔ میرے گھر والے بھی اس خوشبو کے بہت معتقد ہیں کہ یہاں بزرگوں کی روحیں آتی ہیں۔

ایک مجاہد کی شہادت کے بعد ماں سے ملاقات:

آج مجھے کسی نے ایک سچا واقعہ سنایا جو اس مضمون کا محرک ہوا۔ آج سے آٹھ دس سال قبل کا واقعہ ہے۔ ان کو بھی کسی ایسے شخص نے سنایا تھا جو بذات خود افغانستان کی جنگ میں شریک تھا۔ کابل کے قریب صوبہ لوگر کے ایک گاؤں کے دو نوجوان دوست جو کسی تعلیمی ادارے میں زیر تعلیم تھے، چھٹیوں میں گھر آئے تو حالات کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کیا کہ ہمیں بھی جہاد میں حصہ لینا چاہیے، سو دونوں مجاہدین کے قافلے میں شامل ہوگئے۔

وقت گزرتا رہا اور جنگ کی شدت میں خاک کندن بنتا رہا۔ ان کی بہادری کے چرچے ہر مجاہد کی زبان پر تھے۔ آخر ان میں سے ایک نوجوان اپنے گروپ کا کمانڈر مقرر ہوگیا۔ دوسرا مجاہد آسودہ کارکن۔ دوسرا اماں کا اکلوتا بیٹا تھا اور اس کا گاؤں ان کی قیام گاہ سے کچھ فاصلے پر تھا۔ درمیان میں کابل لوگر کی بڑی شاہراہ تھی۔ گویا اس بڑی سڑک کے درمیان ہونے سے ان کا گاؤں دوسری طرف تھا۔ اس طرف کے نزدیکی گاؤں کے سب لوگ ہی مجاہد تھے۔ وہ اس گروپ کے لیے روٹیاں پکاتے، مجاہدین میں سے باری باری ایک جا کر لے آتا۔ چونکہ درمیان میں بڑی سڑک تھی، جس پر دشمنوں کی آمد و رفت رہتی تھی۔ اس لیے یہ کام جان ہتھیلی پر رکھ کر کیا جاتا تھا۔

مجاہد تو ہر وقت شہادت کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ یہی ان کا مقصد حیات ہوتا ہے۔ ایک صبح

یہ کارکن مجاہد بیدار ہوا تو بعد نماز اس نے اپنے دوستوں سے کہا ”خوشخبری دوستوں خوشخبری۔“ سب چونکے ہو گئے کہ یہ علی الصباح کون سی خوشخبری کی اسے اطلاع ملی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا کہ ”مجھے آج پیغام ملا ہے کہ آج میری شہادت کا دن ہے۔“ سب نے ہنسی میں ٹال دیا۔ کیونکہ اس طرح کے مذاق وہ اکثر کیا کرتا تھا۔ اس نے اپنے کمانڈر سے اجازت لے رکھی تھی کہ جب وہ روٹیاں لینے جایا کرے گا تو اپنی ماں سے بھی مل کر آیا کرے گا۔

اس دن جب وہ روٹیاں لینے گیا تو دیکھا کہ اس کے گاؤں کے سامنے ٹیکری پر دشمنوں کا بہت بڑا قافلہ کابل سے آ کر ٹھہر گیا ہے۔ اور دوسری طرف سے مجاہدین کے ساتھ گولہ باری ہو رہی ہے۔ یہ روٹیاں لانا تو بھول گیا اور ان مجاہدین کے گروہ میں شامل ہو گیا۔ بڑی جان سوزی سے ان لوگوں نے دشمنوں کو خاصا نقصان پہنچایا۔ مگر گولیاں ختم ہو گئیں۔ تقریباً چالیس مجاہدین روسیوں نے گرفتار کر لیے اور کچھ جانیں بچا کر بھاگ نکلے یا ادھر ادھر چھپ گئے اور یہ دل سوز منظر ایک مجاہد نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آ کر اس بڑے گروپ کے مجاہدین کو بتایا کہ جو چالیس مجاہدین روسیوں نے پکڑے تھے ان کو ظالموں نے کھڈا کھود کر ان میں لٹا کر اوپر بلڈوزر چلا دیا۔ ان میں علی الصباح شہادت کی خوشخبری سنانے والا وہ نوجوان بھی شامل تھا۔

تیسرے دن اس شہید کا ساتھی کمانڈر اپنی قیام گاہ میں جنگ کے نقشے دیکھ رہا تھا کہ ایک افغان بوڑھی خاتون آئی اور اس نے اپنا تعارف اس نوجوان کی والدہ کہہ کر کرایا۔ کمانڈر نے سوچا شاید ماں میرے پاس اس کا دوست سمجھ کر اس کو پوچھنے آئی ہے۔ شدت غم سے اس کے منہ سے کوئی بات نہ نکلی تو اس مجاہد کی ماں نے خود ہی تفصیل بتا دی کہ دیکھو ہمارے گاؤں کے سامنے دشمنوں کا ڈیرہ ہے، تم اپنے مجاہد کو منع کرو کہ وہ مجھے نہ ملنے آیا کرے۔ اگر ان کی نظر پڑ گئی تو گاؤں خطرے میں پڑ جائے گا۔

کمانڈر نے وعدہ کیا اور باعزت واحترام دوست کی والدہ کو رخصت کر دیا۔ مگر تیسرے دن وہ پھر موجود تھیں کہ تم نے منع نہیں کیا۔ اب وہ روز آنے لگا ہے۔ میری بات وہ سنتا نہیں۔ تم سختی سے منع کرو۔ دوستی کا مت خیال کرو۔ مجھے گاؤں کی فکر ہے۔ پھر بھی کمانڈر کی ہمت نہ پڑی کہ اصلیت بتائے۔ مگر جب وہ تیسری دفعہ آئی تو ڈنڈا اس کے ہاتھ میں تھا، کہنے لگی۔ ”آج میں یہیں بیٹھوں گی۔ جس وقت وہ واپس آئے گا اسی ڈنڈے سے اس کی مرمت کروں گی، جو اپنے افسر کی بات نہیں مانتا، دوست سمجھ کر ٹال دیتا ہے۔“

بڑھاپے کا غیض وغضب دیکھنے کے قابل تھا۔ کمانڈر بے بس ہو گیا اور اس عظیم عورت کے گلے پکڑ کر روتے ہوئے کہا ”اماں اسے تو شہید ہوئے بھی دس دن ہو گئے ہیں۔“ ماں روتی ہوئی واپس ہو گئی۔ پھر وہ ماں سے ملنے کبھی نہ آیا۔

صبر جمیل پر جنت کا حصول:

ابن عساکر نے عبدالرحمن بن غنم اشعری سے روایت کیا کہ:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو عمواس کے سال ایک نیزہ لگ گیا تو کہا کہ محبوب بڑے انتظار کے بعد آیا جو شرمندہ ہو کامیاب نہ ہو۔ میں نے پوچھا اے معاذ! کیا کچھ مشاہدہ کیا؟ وہ بولے کہ ہاں، میرے پروردگار نے مجھے صبر جمیل پر جزا عطا کی اور میرے بیٹے کی روح میرے پاس آئی اور مجھے خوشخبری دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ملائکہ، مقربین اور شہداء اور نیکوکار لوگوں کی سو صفوں میں کھڑے ہوئے میرے لیے رحمت کی دعا کر رہے ہیں اور ملائکہ مجھے بہشت کی جانب لے جا رہے ہیں۔ اتنا کہا اور بے ہوشی طاری ہو گئی۔

میں نے دیکھا کہ وہ ہاتھ بڑھا کر گویا کسی سے مصافحہ کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ خوش آمدید، میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ یہ کہا اور ان کا وصال ہو گیا۔ بعد ازاں میں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ ان کے اردگرد ایسے اجتماع ہے جیسے چتکبرے گھوڑے کے گرد ہوتا ہے، جن پر سفید پوش سوار ہوں۔ وہ پکار کر کہہ رہے ہیں اے سعد! جو نیزوں اور تیروں کی بوچھاڑ میں ہے، تمام تعریف اس رب تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمیں بہشت عطا فرمائی۔ جہاں چاہیں اس میں قیام کریں۔ تو عامل لوگوں کا انجام بہت ہی اچھا ہے۔ پھر میں نیند سے بیدار ہو گیا۔

ایک اور خواب جو سچ ثابت ہوا:

میرا اکلوتا بچہ پیدائشی طور پر اپنی دونوں ٹانگوں سے معذور تھا۔ میں چونکہ ایک غیر ملکی کمپنی میں بحیثیت مینیجر ملازم تھا، اس لیے مجھے علاج معالجے کی ہر قسم کی سہولت حاصل تھی۔ میں نے پاکستان کے بڑے بڑے ڈاکٹروں اور سرجنوں سے بچے کا علاج کرایا، لیکن اس کی معذوری میں ذرا سا بھی فرق نہ آیا۔

بچہ جوں جوں بڑا ہو رہا تھا نہ صرف مجھے، اس کی ماں کو بلکہ اسے خود بھی اپنی معذوری کا

شدت سے احساس ہورہا تھا۔ وہ اپنے ہم عمر بچوں کو کھیلتا کودتا دیکھتا تو اپنی بے بسی پر آنسو بہانے لگتا۔ اس ذہنی اذیت کو صرف وہی محسوس کر سکتے ہیں جن کا بچہ کسی جسمانی معذوری میں مبتلا ہو۔ میں اور اس کی ماں اسے دیکھ دیکھ کر وقت سے پہلے بوڑھے ہوتے جا رہے تھے اور ہر وقت سوچتے کہ اللہ نے صرف ایک بیٹا عطا کیا ہے اور وہ بھی معذور، آخر یہ کس گناہ کی سزا ہے۔ اگر ہم گناہگار ہیں تو اس معصوم بچے کی تو کوئی خطا نہ تھی۔ پھر ہم یہ سوچ کر دل کو تسلیاں دے لیتے کہ اس کی مصلحتوں کو بس وہی سمجھتا ہے۔

میں پاکستانی ڈاکٹروں، سرجنوں اور حکیموں سے ناامید ہو کر اپنے بچے کو امریکہ لے گیا۔ وہاں رہ کر بھی اس کا علاج کرایا۔ لیکن جب کوئی فائدہ نہ ہوا تو ناامید ہو کر وطن واپس آ گیا۔ ہر ڈاکٹر ایک ہی بات کہتا تھا کہ آپ کے بچے کی ٹانگوں کی ہڈیاں اس قدر کمزور ہیں کہ وہ جسم کا وزن نہیں سنبھال سکتیں۔ بس ایک ہی صورت ہے کہ ممکن ہے کہ جوان ہو کر اس کی ہڈیاں مضبوط ہو جائیں۔ بچے کے علاج پر روپیہ پانی کی طرح بہانے کے باوجود ہمیں سوائے ناامیدی کے کچھ حاصل نہ ہوا تو ہم نے صبر کر لیا اور اس کا علاج کرانا بند کر دیا۔

ہمارے دفتر کے ایک ساتھی نے ایک دن مجھے بتایا کہ ان کے ایک عزیز کے بچے کی بھی ٹانگیں اسی طرح کی تھیں۔ انہوں نے ہر قسم کا علاج کرایا، لیکن جب انہیں کوئی فائدہ محسوس نہ ہوا تو وہ ہانگ کانگ میں ایک ہڈیوں کے ماہر ڈاکٹر لی شو کو دکھانے کے لیے اپنے بچے کو ہانگ کانگ لے گئے۔ ڈاکٹر لی شو نے اس کا تین ماہ علاج کیا۔ بچہ ڈاکٹر لی شو کے علاج سے بالکل ٹھیک تو نہیں ہوا، البتہ آہستہ آہستہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا، اب وہ اپنے سارے کام خود کرتا ہے۔

یہ سن کر مجھے ایک بار پھر امید کی کرن نظر آئی اور میں اپنے بچے کو ہانگ کانگ لے گیا۔ وہاں ڈاکٹر لی شو کا بہت بڑا ہسپتال تھا۔ دوسرے ہی دن بچے کو ہسپتال میں داخل کر لیا گیا۔ لیکن سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ ہسپتال میں مریض کے علاوہ کسی کو رہنے کی اجازت نہ تھی۔ میں نے مجبوراً ایک ہوٹل میں اپنے قیام کے لیے ایک کمرہ لے لیا۔ لیکن میرا بچہ تنہا ہسپتال میں رہنے پر کسی طرح تیار نہ تھا۔ وہ رو رو کر اپنی جان ہلکان کیے جا رہا تھا۔

میں نے ڈاکٹروں کی بہت خوشامد کی کہ مجھے اپنے بچے کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی جائے۔ لیکن وہ کسی طرح تیار نہ ہوئے اور انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر آپ کو بچے کا علاج کرانا ہے تو بچے کو ہسپتال میں تنہا چھوڑنا پڑے گا۔ میں نے دل پر پتھر رکھ کر بچے کو ہسپتال

میں داخل کر دیا اور اسے بے قراری سے روتا چھوڑ کر ہوٹل واپس آ گیا۔

تین ماہ بچے کا علاج جاری رہا۔ آخر ڈاکٹر لی شو نے میرے بچے کو لاعلاج قرار دے دیا۔ میں ناامیدی کے پہاڑ دل و دماغ پر اٹھائے وطن واپس آ گیا اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب میں اپنے بچے کا کوئی بھی علاج نہیں کراؤں گا۔ خدا کو جو کچھ منظور ہے میں اس پر شاکر رہوں گا۔

ایک رات میری بیوی نے خواب میں دیکھا کہ ان کے والد جو اپنے زمانے کے مشہور طبیب تھے، ہمارے یہاں آئے ہیں اور وہ بچے کو دیکھ کر کہہ رہے ہیں کہ تم لوگ اپنے بچے کی صحت کے لیے کیوں پاگل ہو رہے ہیں، خواہ مخواہ اس کے علاج پر لاکھوں روپیہ برباد کر چکے ہو۔ اب تم میرا بتایا ہوا نسخہ استعمال کرو۔ کہیں سے شیر کی چربی حاصل کر کے اسے زیتون کے تیل میں اچھی طرح حل کر لو اور صبح و شام اپنے بیٹے کی ٹانگوں پر اس کی مالش کرو، خدا نے چاہا تو جلد ہی تمہارے بیٹے کی معذوری ختم ہو جائے گی۔

صبح کو بیوی نے مجھے یہ خواب سنایا تو میں اس کا مذاق اڑانے لگا کہ بہت خوب تمہارے والد صاحب تو مرنے کے بعد بھی مریضوں کا علاج کرنے لگے۔ اللہ کے یہاں بھی وہ مردوں کا علاج کرتے ہوں گے۔ بیوی کو میرا یہ مذاق ناگوار تو گزرا، لیکن اس نے جواب میں کچھ نہیں کہا اور بے چاری خاموش ہو کر رہ گئی۔

ایک شام ہم اپنے بچے کو حسب معمول لان میں کرسی پر بٹھا کر اس کا دل بہلا رہے تھے کہ پڑوس کے بچوں کی گیند اچھل کر لان میں آ گئی۔ ہمارا بچہ گیند کو دیکھ کر کہنے لگا، ابو کیا میں دوسرے بچوں کے ساتھ گیند کھیلنے کے قابل کبھی ہو جاؤں گا؟ یہ سن کر مجھ پر قیامت گزر گئی۔ اچانک مجھے بیوی کے خواب کا خیال آ گیا اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ خواب میں بتائے ہوئے نسخے کو آزما کر دیکھوں گا۔

دوسرے ہی دن سے اس کی ٹانگوں کی مالش شروع کر دی گئی۔ صرف دو ماہ دس دن مالش کرنے سے بچہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس بچے نے اپنی معذوری کی وجہ سے ہماری زندگی اذیت ناک بنا رکھی تھی وہی بچہ جوان ہو کر آج ہمارے بڑھاپے کا سہارا بنا ہوا ہے۔ یہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ایک کمپنی میں اعلیٰ عہدے پر ملازم ہے اور ہماری ہر قسم کی تکلیف کا خیال رکھتا ہے اور ہم ہر وقت پروردگار عالم کا شکر ادا کرتے رہتے ہیں۔

(چوہدری ابرار احمد)

خواب میں مردوں سے ملاقات پر انگریزوں کے تین واقعات

(۱)......خواب میں مردے کی نشاندہی:

ہالینڈ کی رہنے والی میڈم ڈی مارٹیولی کا شوہر موسیوی مارٹیولی، ڈچ حکومت کی طرف سے ۱۷۶۱ء میں سویڈن کا سفیر تھا۔ میڈم مارٹیولی ایک واقعہ بیان کرتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ میرے خاوند کی موت سے کچھ روز بعد ایک مہاجن (بینکر) جس سے میرے شوہر کا لین دین تھا، ایک روز میرے پاس آیا اور کہا کہ متوفی اس کا پچیس ہزار پونڈ کا مقروض تھا۔ وہ رقم اسے ملنی چاہئے۔

مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ یہ رقم متوفی نے مہاجن کو ادا کر دی تھی۔ مہاجن نے کہا کہ میں یہ قرض ادا کر دوں ورنہ وہ عدالتی کارروائی کرے گا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے اپنے شوہر کے سب کاغذات نکال کر دیکھے بھالے۔ لیکن مہاجن کی رسید نہ ملی۔ میں بہت پریشان تھی۔ ایک روز میرا شوہر مجھے خواب میں ملا اور کہا کہ مہاجن کی رسید ایک مرصع ڈبیہ میں رکھی ہے۔ یہ خواب میں نے دو بجے دوپہر کو دیکھا تھا۔ میں اسی وقت اٹھی اور مہاجن کی رسید اسی ڈبیہ میں جس کا متوفی نے مجھے پتہ بتایا تھا مل گئی۔ اگلے روز وہی مہاجن میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ اس نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ اس نے کہا کہ گزشتہ رات موسیوڈی مارٹیولی مجھے خواب میں ملا تھا اور کہا تھا کہ وہ آپ سے مل کر یہ جھگڑا جلدی ختم کرنے کو کہہ دے گا۔

(۲)......دو انگریز دوستوں میں ایک کی موت کے بعد ملاقات:

لارڈ بروھام جو اپنے علم وفضل کی وجہ سے انگلستان کے تمام ادبی حلقوں میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، ۱۸۶۸ء میں ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنے سوانح حیات شائع کرا دیئے تھے۔ یہ کتاب لارڈ بروھام کی سوانح حیات کے نام سے شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۰ پر وہ لکھتے ہیں:

میں دسمبر ۱۷۹۹ء میں سیر و تفریح کے لیے سویڈن گیا ہوا تھا۔ موسم بہت سرد تھا۔ میں نے خادم کو غسل کے لیے گرم پانی غسل خانے میں رکھنے کو کہا۔ کچھ دیر بعد جب میں غسل کرنے گیا تو مجھے ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ میں اس واقعے کو [illegible] تفصیل سے بیان کروں گا۔ جن ایام میں، میں

کالج میں زیر تعلیم تھا، میری ایک ہم جماعت "براؤن" سے گہری دوستی تھی۔ ان ایام میں اخبارات اور رسائل میں "ارواح" کے متعلق بہت کچھ لکھا جاتا تھا اور بڑے عجیب واقعات زیر بحث رہتے تھے۔ ہم دونوں بھی اس قسم کے مضامین بڑی دلچسپی سے پڑھا کرتے تھے۔

ایک روز باتوں باتوں میں ہم نے آپس میں یہ عہد کیا کہ ہم دونوں میں سے جو پہلے مر جائے وہ موت کے بعد دوسرے سے آ کر ملے۔ کوئی اسے مذاق یا حماقت کہے، ہم نے اپنی کلائی سے چاقو نکال کر اور خون نکال کر یہ عہد نامہ لکھا اور دونوں نے دستخط کر دیئے۔ کالج سے فارغ ہو کر براؤن ملازم ہو کر ہندوستان چلا گیا۔ شروع شروع میں تو ہم دونوں میں خط و کتابت بھی رہی، لیکن کچھ روز بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ جس روز میں سویڈن میں اپنے غسل خانے میں گرم پانی کے ٹب میں بیٹھا غسل کر رہا تھا تو نہانے کے بعد جب میں باہر آیا تو کرسی پر میرا دوست بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ معلوم نہیں۔ مجھے جب ہوش آیا تو میں کمرے میں فرش پر پڑا تھا اور کرسی خالی تھی۔

یہ واقعہ مجھے ۱۹ دسمبر ۱۷۹۹ء میں پیش آیا تھا۔ کچھ روز بعد جب میں ایڈیزا واپس آیا تو ہندوستان سے ایک خط میرے نام آیا رکھا تھا۔ اس میں مجھے میرے دوست کے مرنے کی اطلاع دی گئی تھی۔ میرے دوست کی موت بھی ۱۹ دسمبر ۱۷۹۹ء کو ہوئی تھی۔ میرے دوست نے وہ اقرار جو ہم نے زندگی میں کیا تھا، پورا کر دیا تھا۔

(۳)......موت کے بعد قاتل اور اپنی لاش کی نشاندہی:

روحانیات کے موضوع پر ایک کتاب آفٹر ڈیتھ واٹ After Death What? میں ایک بڑا عجیب واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"کسی قصبے میں ایک غریب نوجوان اور اس کی ہمشیرہ رہتے تھے۔ نوجوان انگوروں کی کاشت کا کام جانتا تھا اور یہی اس کا ذریعہ معاش تھا۔ ایک روز ایک آدمی اس قصبے میں آیا۔ اسے کسی ایسے آدمی کی تلاش تھی جو انگوروں کی کاشت وغیرہ کا کام جانتا ہو۔ اسے جب اس نوجوان کی خبر ملی تو اس نے اسے ملازم رکھ لیا اور اپنے ساتھ گاؤں جو اس جگہ سے کافی دور تھا لے گیا۔

جانے سے پیشتر اس نوجوان مالی نے اپنے پڑوسی سے درخواست کی کہ وہ اس کی واپسی تک اس کی بہن کی دیکھ بھال کرتا رہے اور اس کے کھانے پینے کا انتظام کرے۔ وہ واپس آ کر اس کا

حساب چکا دے گا۔ یا ہر مہینے اس کے خرچ کے لیے روپے بھیج دیا کرے گا۔ دو چار مہینے تو وہ نوجوان اپنی بہن کو روپے بھی بھیجتا رہا اور ہفتے میں ایک بار اس کا خط بھی آتا رہا۔ پھر اچانک ان روپے آنے بھی بند ہو گئے اور خط بھی نہ آیا۔ لڑکی بہت پریشان تھی اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے؟ ایک روز چارپائی پر لیٹی ہوئی اپنے بھائی کے متعلق سوچ رہی تھی کہ اچانک اس نے بھائی کو چارپائی کے پاس کھڑے دیکھا اور حیرت سے پوچھا۔ ''تم کب آئے؟''

بھائی نے جواب دیا۔ ''تین مہینے ہوئے جس شخص کے پاس ملازم تھا، تنخواہ کے بارے میں میرا اس کے ساتھ جھگڑا ہو گیا۔ وہ زمیندار باورچی خانے میں بیٹھا گوشت کاٹ رہا تھا۔ میں اس سے تنخواہ کا تقاضا کر رہا تھا۔ اس نے مشتعل ہو کر چھری میرے سینے میں گھونپ دی۔ میرا سر بدن سے جدا کر کے وہیں باورچی خانے میں گڑھا کھود کر دبا دیا اور لاش کے تین ٹکڑے کر کے علیحدہ علیحدہ تین کمروں میں دبا دیئے اور میرے کپڑے بھی گڑھے میں ڈال دیئے۔ زمیندار کا گھر ایک درخت کے پاس ہے۔ گاؤں میں آتے ہی یہ درخت جو بڑا جھاڑ دار ہے نظر آ جاتا ہے۔''

اتنا کہہ کر وہ غائب ہو گیا اور لڑکی خوفزدہ ہو کر اور بھائی کی موت کی خبر سن کر چیخنے چلانے لگی۔ اس کے چیخنے چلانے کی آواز سن کر دو چار پڑوسی آ گئے۔ لڑکی نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا انہیں بھی سنا دیا۔ اس گاؤں میں ایک نیک دل آدمی تھا۔ اس نے لڑکی کو دلاسہ دیا اور کہا کہ وہ خود جان کر چھان بین کرے گا۔ چنانچہ وہ دو ایک اور آدمیوں کو ساتھ لے کر ایک روز اس گاؤں میں جس کا پتہ اس کے بھائی نے بتایا تھا جا پہنچا، اور اسی درخت کے نشان پر زمیندار کے پاس گیا اور اس نوجوان کا پوچھا۔ زمیندار نے کہا کہ وہ دو تین مہینے ہوئے نوکری چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ لیکن جب لڑکی کے بیان کے مطابق کمروں کو کھودا گیا تو مقتول کی لاش کے ٹکڑے مل گئے۔ قاتل نے اپنے جرم کا اقبال کر لیا۔

اسی ایک واقعے سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ مرنے کے بعد روح زندہ رہتی ہے اور اللہ اگر چاہے تو ہم سے مل بھی سکتی ہے اور ہمکلام بھی ہو سکتی ہے۔

موضوع نمبر ۱۹

موت کے بعد بخشش پانے والوں کے حیران کن واقعات

گناہگار کے اندر ایمان کا نور بخشش کا سبب بن گیا:

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ میرے سامنے ایک جنازہ گذرا۔ اس جنازے کے ساتھ سوائے اٹھانے والوں کے اور کوئی شخص نہ تھا۔ میں نے ان لوگوں سے میت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ شخص نہایت بدکار فاسق تھا۔ کسی شخص نے اس کے جنازے میں شرکت گوارہ نہ کی۔ میں نے اس جنازے کو رکھوا کر جنازے کی نماز پڑھی اور قبرستان لے جا کر اپنے ہاتھ سے دفن کیا۔ اس کے بعد میں ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گیا۔ نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ آسمان سے دو فرشتے اترے اور انہوں نے قبر شق کی اور مردے کو اپنے سامنے لٹا کر بیٹھ گئے اس کے بعد ان میں سے ایک نے کہا کہ اس کا نام دوزخیوں کی فہرست میں لکھ رہا ہوں۔ اس کے جسم کا کوئی عضو بھی گناہ کی گندگی سے پاک نہیں۔ جب جانچ پڑتال کرتے ہوئے بہت دیر ہو گئی تو دوسرے فرشتے نے کہا جلدی نہ کرو، اب میں اس کی آزمائش کرتا ہوں۔ دوسرے فرشتے نے دل ٹٹولا تو اس میں ایمان کا نور موجود تھا۔ اسی بات پر اس کا نام جنتیوں میں لکھ دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ سے خاتمہ بالخیر کی دعا کرنی چاہئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت کا خاص واقعہ ہے۔ اس قسم کے واقعات پر انسان کو بے پرواہ نہ ہونا چاہیئے۔

پروردگار ماں سے زیادہ رحیم ہے:

ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حمید سے روایت کیا۔ وہ کہتا ہے کہ:

''میرا ایک بھانجا سرکش تھا، وہ اتفاقاً بیمار ہو گیا تو اس کی ماں نے مجھے بلوایا۔ جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ اس کی ماں سرہانے کھڑی آہ و زاری میں مشغول ہے تو اس لڑکے نے مجھ سے پوچھا کہ اے ماموں میری والدہ کیوں آہ و زاری کرتی ہے؟ میں نے جواب دیا، یہ تمہاری برائیوں کی بناء پر آہ و زاری کر رہی ہے۔ لڑکا بولا کیا میری ماں مجھ پر رحیم نہیں؟ میں نے کہا کیوں

نہیں؟ لڑکا پھر بولا، کیا میرا پروردگار مجھ پر میری ماں سے بڑھ کر رحیم نہیں۔ وہ حقیقی رحیم ہے۔" لڑکا انتقال کر گیا تو میں نے کچھ دوسرے لوگوں کی مدد سے اسے قبر میں اتارا۔ جب ہم نے اس پر اینٹیں رکھیں تو میں نے جھانک کر قبر میں دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ قبر حد نگاہ تک کشادہ کر دی گئی ہے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا تم نے بھی یہ منظر دیکھا جو میں دیکھ رہا ہوں۔" بولے ہاں، ہم نے بھی ایسا ہی دیکھا۔ تو میں نے جان لیا کہ یہ سب کچھ اسی وجہ سے ہے جو اس نے آخری وقت میں کہا تھا۔

سو بے گناہوں کو قتل کرنے والے کی موت کے بعد مغفرت:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، فرماتے تھے کہ پہلے زمانہ میں ایک شخص بہت بدکار تھا، رات کو گناہ کے کام میں رہتا تھا، اس نے ستانوے آدمیوں کو بے گناہ قتل کیا اور ایک روز اپنے گھر سے نکلا اور ایک عبادت خانہ میں جا کر عابد سے کہا، اگر کوئی شخص ستانوے آدمیوں کو بے گناہ قتل کر دے تو اس کی توبہ کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟

اس نے جواب دیا نہیں، تو اس نے اس عابد کو بھی قتل کیا، پھر دوسرے عابد کے پاس گیا، اس سے بھی یہی سوال کیا اور یہی جواب پایا۔ اس نے اس عابد کو بھی قتل کیا۔ پھر تیسرے عابد کے پاس گیا، اس سے بھی یہی سوال کیا اور یہی جواب پایا۔ اس نے اس کو بھی قتل کیا۔ پھر چوتھے عابد کے پاس گیا، اس سے بھی یہی سوال کیا کہ ایک شخص نے ہر قسم کا گناہ کیا اور ایک سو آدمیوں کو بے گناہ قتل کیا، اس کی توبہ کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟

عابد نے جواب دیا، قسم خدا کی، اگر میں یہ کہوں کہ اللہ توبہ نہیں قبول کرے گا تو میں جھوٹا ہوں۔ سامنے عبادت خانہ ہے، وہاں اللہ کے بندے عبادت کرتے ہیں۔ تو بھی وہاں جا کر ان کے ساتھ اللہ کی عبادت میں مشغول ہو۔ وہ شخص شرمندہ ہو کر توبہ کرتا ہوا عبادت خانے کی طرف روانہ ہوا۔ جب آدھے راستے کے قریب پہنچا تو ملک الموت آئے اور اس کی روح کو قبض کیا۔

اب عذاب کے فرشتے اور رحمت کے فرشتے آئے اور آپس میں جھگڑنے لگے۔ عذاب کے فرشتوں نے اس کو عذاب کرنا چاہا اور رحمت کے فرشتوں نے آرام دینا چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلے کے واسطے ایک فرشتہ ان کے پاس بھیجا کہ اختلاف نہ کرو، بلکہ جہاں سے یہ شخص آیا ہے اور جہاں جاتا ہے ان دونوں بستیوں کو ناپ لو جو بستی اس کے قریب پڑے اسی میں اس کا شمار کرو۔

فرشتوں نے دونوں طرف کی زمین ناپی تو عابدوں کی بستی کے قریب بقدر ایک انگلی کے پایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے سب گناہ بخش دیئے اور بخاری کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں طرف کی زمین کو حکم دیا تو جہاں سے وہ آتا تھا وہ زمین زیادہ ہو گئی اور عابدوں کی طرف کی زمین گھٹ گئی۔
اس حدیث کو ابو عمرو اور مقدام بن معد یکرب اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔

مرحوم کی بخشش اور خواب کی حقیقت:

حضرت زید بن محمد بن حسن بن امیر المومنین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری ایک بہن تھی، جس کے تین لڑکے تھے، ان میں سے ایک لڑکے کا جب انتقال ہو گیا تو میں نے اس کو خواب میں دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ موت کے بعد تجھ پر کیا گذری؟ اس نے جواب دیا کہ میری بخشش ہو گئی۔ میں نے دریافت کیا، تیری بخشش کا کیا سبب ہوا؟

اس نے کہا کہ ایک دن میرے گھر ایک سائل سوال کرنے آیا تھا۔ اس نے گھر کی طرف ایک پتھر کا ٹکڑا پھینکا تھا۔ جس سے گھر کی منڈیر ٹوٹ گئی تھی۔ میرے دونوں بھائی گھر سے نکلے اور اس سائل کو مارنے دوڑے۔ میں بھی گھر سے باہر آ گیا اور اپنے دونوں بھائیوں کو اس سائل پر دست درازی کرنے سے روک دیا۔ میرا یہ عمل اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہوا اور میری بخشش ہو گئی۔

زید بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تک خواب بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ میں جب خواب سے بیدار ہوا تو اپنی بہن کے گھر گیا اور دیکھا کہ جس طرح میں نے خواب میں دیکھا تھا بالکل اسی طرح گھر کی منڈیر ٹوٹی پڑی تھی۔ میں نے بہن سے دریافت کیا کہ اس کو کس نے توڑ دیا؟ تو انہوں نے بالکل وہی قصہ بتایا جو خواب میں ان کے مرحوم لڑکے نے مجھ کو بتایا تھا۔

پرندوں کا جنت کی بشارت دینا:

لالکائی نے "سنت" میں روایت کیا کہ:

"ایک شخص جس کا نام ابو قلابہ جرمی تھا، کا ایک بھتیجا تھا اور وہ معصیت میں ڈوبا ہوا تھا۔ جب اس پر نزع کا عالم طاری ہوا تو اس کے پاس دو پرندے سفید رنگ کے گدھ کی شکل میں آئے اور روشندان میں بیٹھ گئے۔ ایک پرندہ دوسرے سے بولا کہ اتر کر دیکھو تو اس نے اپنی چونچ فوت شدہ آدمی کے شکم میں داخل کر دی۔ حالانکہ ابو قلابہ دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ بولا۔ اللہ اکبر۔ اے

میرے رفیق نیچے آؤ کہ میں نے اس مردے کے شکم میں تکبیر پائی جو اس نے انطاکیہ کی دیوار پہ کہی تھی۔ پرندے نے یہ سماعت کر کے سفید کپڑا نکالا اور اس کی روح کو اس میں لپیٹ دیا۔ پھر دونوں پرندے گویا ہوئے کہ ابوقلابہ! اپنے بھتیجے کو دفن کر دو، کیونکہ یہ بہشتی ہے۔ ابوقلابہ ایک صاحب عزت شخص تھے۔ انہوں نے لوگوں سے تمام واقعہ بیان کر دیا۔ راوی کا کہنا ہے کہ پھر اس آدمی کے جنازے میں اس قدر ہجوم تھا کہ اس سے پہلے کسی جنازے میں بھی اتنا ہجوم نہ تھا۔“

گناہگار کی مغفرت:

ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر نے ابوغالب سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ:

”میں شام میں قیس کے ایک معزز آدمی کے پاس گیا، اس شخص کا ایک بدچلن بھتیجا تھا۔ یہ ہر وقت اسے سمجھاتا تھا، مگر وہ کوئی بات نہ مانتا تھا۔ اچانک وہ بیمار ہو گیا اور اس نے اپنے چچا کو بلوایا۔ لیکن چچا نے آنے سے انکار کر دیا۔ مگر اسے مجبوراً آنا پڑا۔ اس نے قدم رکھتے ہی بھتیجے کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور کہنے لگا اے خدا کے نافرمان! تو نے احکام الٰہی کی پیروی نہیں کی۔ نوجوان نے چچا سے دریافت کیا۔ اے چچا! بتاؤ کہ اگر میرا رب مجھے میری ماں کے سپرد کر دیتا تو وہ کیسا سلوک کرتی؟ چچا نے جواباً کہا کہ وہ تجھے جنت میں لے جاتی۔ یہ سن کر نوجوان گویا ہوا۔ قسم بخدا! میرا رب میری ماں سے زیادہ رحیم ہے۔ الغرض وہ جوان دم توڑ گیا اور اس کے چچا نے اسے دفن کر دیا۔ جب اس پر اینٹیں رکھی جا رہی تھیں تو ایک اینٹ قبر میں گر گئی تو اس کا چچا کود کر ایک جانب ہو گیا۔ میں نے پوچھا! بھائی کیا معاملہ ہے؟ بولا اس کی قبر تو نور سے بھر گئی اور بہت دور تک کشادہ ہو گئی ہے۔“

ایک مرد صالح کی کرامت:

ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن نافع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک آدمی کا انتقال ہوا اور وہیں وہ دفن بھی کیا گیا۔ اس کے چند ہی روز کے بعد ایک بزرگ نے اسے خواب میں بہت ہی دردناک عذاب میں گرفتار دیکھا۔ اس کی اس تعذیب و تکلیف پر ان بزرگ کو بڑا افسوس ہوا۔ مگر بے چارے کر ہی کیا سکتے تھے۔ ایک ہی ہفتے کے بعد وہ پھر خواب

میں دکھائی دیا تو معلوم ہوا کہ اب وہ جنت میں موج کر رہا ہے۔ ان متضاد حالات کی ان بزرگ نے اس سے وجہ دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ اصل واقعہ تو وہی ہے جو تم پہلے دیکھ چکے ہو۔ مگر اتفاق سے دوسرے ہی دن ایک مرد صالح میرے قریب آ کر دفن ہو گئے۔ انہوں نے اپنے قرب و جوار کے چالیس آدمیوں کی بخشش کی سفارش کر دی جس میں ایک میرا بھی نام تھا۔

(کتاب القبور، از مولانا عبدالمومن فاروقی)

گناہگار آدمی کی موت کے بعد ایک بزرگ کو مغفرت کی بشارت:

منقول ہے کہ ایک شرابی اور بڑا ہی پاپی بدکار بصرہ کے اطراف میں رہتا تھا۔ اس کا انتقال ہوا تو چونکہ پورا گاؤں اس سے ناراض و بیزار تھا۔ کوئی شخص اس کا جنازہ اٹھانے اور نماز جنازہ پڑھنے کے لیے تیار نہیں ہوا۔ مجبوراً اس کی بیوی نے دو مزدوروں سے جنازہ اٹھوا کر قبرستان تک پہنچایا اور گاؤں کا ایک آدمی بھی قبرستان تک نہیں آیا۔

اس گاؤں کے قریب ایک پہاڑ پر ایک بہت بڑے بزرگ زاہد و عابد عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے اور یہ بزرگ تمام گاؤں والوں کے پیر و مرشد تھے۔ ان بزرگ نے پہاڑ کے اوپر سے دیکھا کہ ایک عورت جنازے کے پاس ہے اور کوئی نماز جنازہ پڑھنے والا نہیں ہے تو یہ بزرگ جو کبھی پہاڑ سے نہیں اترتے تھے، پہاڑ سے اتر پڑے۔ جب گاؤں والوں کو معلوم ہوا کہ ہمارے پیر و مرشد اس بدکار کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے پہاڑ سے اتر پڑے ہیں تو سارا گاؤں قبرستان میں پہنچ گیا۔ پھر ان بزرگ اور تمام گاؤں والوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کیا۔

پھر ان بزرگ نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک عورت جنازہ لیے بیٹھی ہے اور کوئی نماز جنازہ پڑھانے والا نہیں ہے تو خواب ہی میں کسی نے مجھ سے کہا کہ تم پہاڑ سے اتر کر اس کے جنازے کی نماز پڑھاؤ، کیونکہ اس میت کی مغفرت ہو چکی ہے۔

اس خواب کو سن کر لوگ تعجب سے سر دھننے لگے۔ پھر ان بزرگ نے اس عورت سے اس کے شوہر کا حال پوچھا تو اس عورت نے بتایا کہ لوگ سچ کہتے ہیں کہ میرا شوہر بہت بدکار اور بڑا گناہگار تھا۔ واقعی وہ دن بھر شراب خانے ہی میں رہتا تھا۔ پھر بزرگ نے دریافت کیا کہ تم نے اس کا کوئی نیک عمل بھی دیکھا ہے؟ تو عورت نے کہا کہ ہاں وہ گناہگار ہونے کے باوجود تین اچھی باتوں کا بہت پابند تھا۔ ایک تو یہ کہ وہ رات بھر شراب خانے میں شراب پیتا تھا، مگر

جب صبح کو اس کا نشہ اتر جاتا تو وہ غسل و وضو کر کے کپڑے بدلتا تھا اور نماز فجر جماعت سے پڑھا کرتا تھا۔ پھر شراب خانہ میں جا کر فسق و فجور میں پڑ جاتا تھا۔ دوسری اچھی بات یہ تھی کہ وہ ہمیشہ ایک یا دو یتیم بچوں کو اپنے گھر میں رکھتا تھا اور ان یتیموں کے ساتھ اپنے بچوں سے بڑھ کر اچھا سلوک کیا کرتا تھا۔ تیسری اچھی بات یہ ہے کہ رات میں جب کبھی بھی اس کا نشہ اترتا تھا تو وہ اکیلا زار زار روتا تھا اور یہی کہتا تھا کہ اے میرے رب! تو جہنم کے کون سے گوشے میں مجھ خبیث کو ڈالے گا؟ یہ سن کر وہ بزرگ اس کی مغفرت کا راز سمجھ گئے۔ پھر وہ اس میت کے لیے دعائیں کرتے ہوئے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ (احیاء العلوم جلد ۳ صفحہ ۴۱۲)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پر بارش کرم:

ابوبکر فزاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل کے کسی بھائی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد انہیں خواب میں دیکھ کر انجام کے متعلق سوالات کیے تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے روبرو طلب کر کے ارشاد فرمایا۔

''اے احمد! تم نے دنیا والوں کے جبر و ظلم کا جس ثابت قدمی اور پامردی کے ساتھ مقابلہ کیا ہے اس کے صلے میں اب ہم تمہیں قیامت تک اپنا کلام خود اپنی زبان سے سناتے رہیں گے۔ چنانچہ اسی وقت سے برابر اس شرف سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔'' (ابن عساکر)

مسلم بن خالد زنگی اور ابن جریج کی بخشش:

بعض رفقائے ابن جریج:۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ کے قبرستان میں ہوں۔ میں نے ہر قبر پر شامیانہ تنا ہوا دیکھا۔ مگر ایک قبر پر شامیانے کے ساتھ خیمہ بھی دیکھا اور بیری کا درخت بھی۔ میں خیمے کے دروازے پر آیا اور سلام کر کے اندر جو گیا تو وہاں مسلم بن خالد زنگی کو دیکھا۔ میں نے ان سے بعد سلام کے پوچھا۔ ''اے ابوخالد! یہ کیا بات ہے کہ تمام قبروں پر تو شامیانے ہیں مگر تمہاری قبر پر شامیانے کے ساتھ خیمہ بھی ہے اور بیری کا درخت بھی۔''

فرمایا ''میں کثرت سے روزے رکھا کرتا تھا۔''

میں نے پوچھا۔ ''ابن جریج کی قبر کدھر ہے اور ان کا مقام کہاں ہے؟ میں ان کے پاس اٹھتا

بیٹھتا تھا، اب میں انہیں سلام کرنا چاہتا ہوں۔''

یہ سن کر آپ نے ہاتھ سے شہادت کی انگلی گھما کر فرمایا۔ ''ابن جریج کی قبر یہاں رکھی ہے۔ ان کا اعمالنامہ تو علیین میں اٹھا لیا گیا۔''

سلمۃ رحمۃ اللہ علیہ بن کیل کی بخشش:

اجل: میں نے سلمۃ بن کیل رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ ''آپ نے کونسا عمل افضل پایا؟'' فرمایا ''تہجد۔''

وفا بن بشر رحمۃ اللہ علیہ کی بخشش:

ابوبکر بن ابن مریم رحمۃ اللہ علیہ:۔ میں نے وفاء رحمۃ اللہ علیہ بن بشر کو خواب میں دیکھا اور پوچھا ''کیا حال ہے؟''

فرمایا ''ہر مشقت سے نجات مل گئی۔''

پوچھا ''کونسا عمل افضل پایا۔''

فرمایا ''اللہ کے خوف سے رونا۔''

عبداللہ بن ابی حبیبۃ رحمۃ اللہ علیہ کی بخشش:

موسیٰ بن دراور رحمۃ اللہ علیہ:۔ میں نے عبداللہ بن ابی حبیبۃ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ فرما رہے ہیں کہ مجھے میری نیکیاں اور برائیاں دکھائی گئیں۔ میں نے اپنی نیکیوں میں انار کے دو دانے بھی دیکھے جو زمین پر گرے پڑے تھے اور میں نے انہیں اٹھا کر کھا لیا تھا اور برائیوں میں ریشم کے وہ دو ڈورے بھی دیکھے جو میری ٹوپی میں تھے۔

عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بن سلیمان کی بخشش:

عبدالعزیز بن سلیمان عابد کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ جسم پر سبز کپڑے ہیں اور سر پر موتیوں کا تاج ہے۔ پوچھا ''کیا حال ہے؟ موت کیسی رہی اور کیا دیکھا؟''

فرمایا۔ ''موت کی شدت و بے قراری نہ پوچھو۔ مگر اللہ کی رحمت نے ہر عیب پر پردہ ڈال دیا

اور اپنے فضل ہی سے ہماری خاطر مدارات کی۔"

عامر بن عبد قیس رحمۃ اللہ علیہ کی بخشش:

عبدالملک بن عتاب لیثی:۔ میں نے عامر بن عبد قیس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ "آپ نے کونسا عمل افضل پایا۔"

فرمایا۔ "جس عمل سے اللہ کی رضا مقصود ہو۔"

ابو العلاء ایوب رحمۃ اللہ علیہ اور منصور بن زاذان کی بخشش:

یزید بن ہارون:۔ میں نے ابو العلاء ایوب رحمۃ اللہ علیہ بن مسکین کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ "اللہ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟"

فرمایا۔ "مجھے بخش دیا۔"

پوچھا "کن عملوں سے؟"

فرمایا۔ "نماز، روزے سے۔"

پوچھا۔ "منصور بن زاذان کے بارے میں خبر دیجئے۔"

فرمایا "ان کا قصر تو ہم دور سے دیکھتے ہیں۔"

ایک بچی کی بخشش:

یزید بن نعامہ:۔ ایک بچی وبائی طاعون میں فوت ہوگئی۔ اس کے والد نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ "آخرت کی باتیں بتاؤ۔"

بولی "ابا جان! ہم ایک ایسی عظیم واہم جگہ پہنچ گئے ہیں کہ ہمیں علم تو ہے مگر عمل پر قادر نہیں۔ لیکن تم عمل پر قادر ہو مگر علم سے محروم ہو۔ اللہ کی قسم ایک دو تسبیحیں اور ایک دو رکعتیں جو میرے اعمالنامے میں ہوں مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہیں۔"

چند عورتوں کی بخشش:

کثیر بن مرہ:۔ میں نے خواب میں دیکھا جیسے میں جنت کے کسی بلند درجے میں داخل

ہو گیا ہوں اور اسے چل پھر کر دیکھ رہا ہوں اور خوش ہو رہا ہوں۔ اتنے میں، میں نے دیکھا کہ ایک گوشے میں مسجد کی کچھ عورتیں ہیں۔ میں نے انہیں جا کر سلام کیا اور ان سے پوچھا کہ "تم اس انعام تک کس عمل سے پہنچیں؟"

بولیں "سجدوں اور تکبیروں کی وجہ سے۔"

فضیل رحمۃ اللہ علیہ بن عیاض کی بخشش:

فضیل رحمۃ اللہ علیہ بن عیاض کو خواب میں دیکھا گیا۔ فرما رہے ہیں۔ "میں نے بندے کے حق میں اس کے رب سے زیادہ کسی کو اچھا نہیں پایا۔"

مرہ ہمدانی کی بخشش:

مرہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ لمبے لمبے سجدے کیا کرتے تھے کہ ان کی پیشانی پر مٹی کے نشانات نمایاں ہو گئے تھے۔ آپ کو آپ کے کسی عزیز نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے سجدے کی جگہ ایک انتہائی روشن تارے کی طرح جگمگا رہی ہے۔ پوچھا "آپ کے چہرے پر کیسی جگمگاہٹ ہے؟"

فرمایا۔ "مٹی کے نشانات کی وجہ سے میری پیشانی کو نور بخش دیا گیا۔"

پوچھا۔ "آخرت میں آپ کا کیا درجہ ہے؟"

فرمایا۔ "بہترین منزل نصیب ہے اور ایسا گھر جس سے اس کے رہنے والے نہ منتقل ہوں گے اور نہ مریں گے۔"

اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی بخشش:

ابو یعقوب قاری:۔ میں نے خواب میں ایک گندم گوں اور لمبا شخص دیکھا، جس کے پیچھے پیچھے بہت سے لوگ تھے۔ پوچھا "یہ کون ہیں؟"

لوگوں نے کہا "یہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔"

آخر میں بھی ان کے پیچھے ہولیا اور درخواست کی کہ "کچھ وصیت فرمائیں، اللہ آپ پر رحم فرمائے۔"

آپ نے مجھے غور سے دیکھا۔ میں نے کہا "میں ہدایت کا متلاشی ہوں، میری رہنمائی فرمایئے۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔"

آخر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ "اللہ کی رحمت، اس کی اطاعت کے پاس ڈھونڈو اور گناہوں کے پاس اس کا عذاب ہے، اس سے بچو اور اس کے درمیان اپنی امیدیں اللہ سے نہ کاٹو۔" پھر آپ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔

بشر رحمۃ اللہ علیہ حافی اور معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی بخشش:

ایک سقاء ابوجعفر رفیق بشر بن حارث:۔ ایک مرتبہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا، جیسے کہیں سے آ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا "کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟"

فرمایا "جنت الفردوس میں کلیم اللہ سے ملاقات کر کے آ رہا ہوں۔"

عاصم جزری:۔ میں نے خواب میں بشر سے ملاقات کی اور پوچھا کہ "ابونصر آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟"

فرمایا۔ "علیین سے۔"

میں نے پوچھا۔ "احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کیا حال ہے؟"

فرمایا۔ "میں نے انہیں اس وقت عبدالوہاب وراق کے پاس اللہ کے آگے چھوڑا ہے۔ دونوں کھاتے پیتے ہیں۔"

پوچھا "اور آپ؟"

فرمایا "اللہ کو معلوم تھا کہ مجھے کھانے کی کچھ زیادہ رغبت نہیں۔ اس لیے اس نے اپنا دیدار مجھے مباح فرما دیا۔"

ابوجعفر سقاء:۔ میں نے بشر کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا "اللہ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟"

فرمایا۔ "مجھ پر لطف و کرم اور ترحم فرمایا اور فرمایا "اے ابوبشر، اگر تم میرے لیے آگ کے انگاروں پر بھی سجدہ کرتے تو میں نے جو تمہاری محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی ہے اس کا بھی شکر ادا نہ کر پاتے۔" اللہ نے میرے لیے آدھی جنت مباح فرما دی ہے کہ میں اس میں جہاں چاہوں آرام سے کھاؤں اور پیوں اور اس نے میرے جنازے میں جو جو شریک تھے سب کو بخشنے کا وعدہ فرما لیا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "ابونصر تمار کا کیا حال ہے؟"

فرمایا۔ "وہ اپنے صبر و فاقے کی وجہ سے لوگوں کے اوپر ہیں۔"

عبدالحق فرماتے ہیں۔ "غالباً نصف جنت سے جنت کی آدھی نعمتیں مراد ہیں، کیونکہ اللہ کی نعمتوں کے دو حصے ہیں۔ آدھی روحانی ہیں اور آدھی جسمانی۔ جنتی عالم برزخ میں تو روحانی نعمتوں سے لذت اندوز ہوں گے اور قیامت کے دن جب روحیں اپنے جسموں میں چلی جائیں گی تو ان روحانی نعمتوں پر جسمانی نعمتوں کا بھی اضافہ کر دیا جائے گا۔" بعض کے نزدیک جنت کی نعمتیں علم و عمل پر مرتب ہوتی ہیں۔ لہٰذا بشر کا علمی نعمتوں کی بہ نسبت عملی نعمتوں میں زیادہ حصہ ہے۔

شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی بخشش:

کسی اللہ والے نے شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ رصافۃ (بغداد کا ایک محلّہ) میں اس جگہ خوبصورت لباس میں تشریف فرما ہیں جہاں عام طور پر بیٹھا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں میں نے آپ کی طرف بڑھ کر سلام کیا اور سامنے بیٹھ کر پوچھا کہ "آپ کا خاص رفیق کون ہے؟"

فرمایا "جو سب سے زیادہ ذکر اللہ کرتا ہے، سب سے زیادہ اللہ کے حقوق کی نگرانی کرتا ہے اور اللہ کی رضا جوئی میں سب سے زیادہ تیز ہے۔"

میسرۃ رحمۃ اللہ علیہ بن سلیم کی بخشش:

ابوعبدالرحمٰن ساحلی: میں نے میسرۃ رحمۃ اللہ علیہ بن سلیم کو خواب میں دیکھا اور کہا کہ آپ ایک طویل عرصے تک غائب رہے۔ فرمایا "سفر بہت لمبا ہے۔"

پوچھا "کیا معاملہ پیش آیا۔"

فرمایا "رخصت مل گئی، کیونکہ ہم رخصتوں پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔"

میں نے کہا۔ "مجھے کیا حکم ہے؟"

فرمایا۔ "اتباع سنت اور اللہ والوں کی صحبت آگ سے نجات دیتی ہے اور اللہ سے قریب کرتی ہے۔"

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی بخشش:

ابن عیینہ: میں نے ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں کھجور کے درخت سے اڑ کر کسی اور درخت پر جا بیٹھتے ہیں۔ پھر اس سے اڑ کر کھجور کے درخت پر آ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ ”اس جیسی نعمت کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنے چاہئیں۔“

آپ سے پوچھا گیا کہ ”کن عملوں سے جنت ملی؟“

فرمایا۔ ”پرہیزگاری اور تقویٰ سے۔“

پوچھا گیا۔ ”علی بن عاصم کا کیا حال ہے؟“

فرمایا۔ ”ہم انہیں تارے کی طرح دیکھتے ہیں۔“

شعبۃ بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ اور مسعر رحمۃ اللہ علیہ کی بخشش:

شعبۃ بن حجاج اور مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ دونوں حافظ تھے اور دونوں بڑے آدمی تھے۔ ابو احمد بریدی فرماتے ہیں۔ میں نے دونوں کو خواب میں دیکھا اور پوچھا۔ ابو بسطام ”اللہ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟“

فرمایا ”اللہ پاک تمہیں میرے یہ شعر یاد کرنے کی توفیق دے:

حبانی الهی فی الجنان بقبة
لها الف باب من لجین و جواهر
وقال لی الرحمن یا شعبة الذی
تبحرنی جمع العلوم فاکثرا
تنعم بقرنی اننی غنک ذورضا
وعن عبدی القوام فی اللیل مسعرا
کفی مسعرا عزا بان سیزد رنی
واکشف عن وجهی الکریم لینظرا
وهذا فعالی بالذین تنسکوا
ولم یالفوا فی سالف الدهر منکرا

”مجھے میرے معبود نے جنتوں میں ایسا گنبد عطا فرمایا ہے جس کے ایک ہزار دروازے ہیں اور جو چاندی اور موتی کا ہے اور مجھ سے مہربان اللہ نے فرمایا کہ اے شعبۃ جو کثرت سے علوم کے جمع کرنے میں ماہر تھا اب میرے پاس موج اڑا میں تجھ سے راضی ہوں اور اپنے بندے مسعر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی جو تہجد گزار تھا۔ مسعر رحمۃ اللہ علیہ کو یہی عزت کافی ہے کہ اسے میرا دیدار حاصل ہے اور اس کے لیے میں اپنا عزت والا چہرہ کھول دیتا ہوں۔ عبادت کرنے والوں کے ساتھ میرا یہی سلوک ہے جو ماضی میں بری باتوں کے عادی نہ تھے۔“

موضوع نمبر٢٠

مردے سے قبر میں فرشتوں کے سوالات

میت سے سوال وجواب کب شروع ہوتا ہے؟

میت کودفن کرتے ہی اس سے سوال وجواب شروع ہوجاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کودفن کر کے فارغ ہوتے تو وہاں کھڑے ہوجاتے اور فرماتے:

"اپنے بھائی کے لیے مغفرت کی دعا کرواور (اللہ سے) اس کے لیے ثابت قدم رہنے کا سوال کرو، کیونکہ اب اس سے سوال کیا جارہا ہے۔"

(رواہ ابوداؤد، کتاب الجنائز، حدیث ٣٢٢١ صحیح الجامع، رقم الحدیث ٩٥٨)

سوال کے لیے دوفرشتے آتے ہیں

میت کے پاس (قبر میں) آنے والے دونوں فرشتوں کے نام اوران کی کیفیت:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب میت کودفن کیا جاتا ہے تواس کے پاس سیاہ فام نیلی آنکھوں والے دوفرشتے آتے ہیں، جن میں ایک کو "منکر" کہا جاتا ہے اور دوسرے کو "نکیر"۔ وہ دونوں (میت سے) کہتے ہیں: "تو (دنیا میں) اس شخص (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟"

وہ جواب دے گا: "(میں وہی کچھ کہا کرتا تھا) جو وہ خود کہتے تھے (یعنی یہ) کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (حقیقی) نہیں اوراس بات کی گواہی بھی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

وہ دونوں کہتے ہیں: "ہمیں خوب علم تھا کہ تو یہی کچھ کہے گا۔"

(رواہ الترمذی، کتاب الجنائز، حدیث [illegible]، صحیح الجامع، رقم الحدیث ٧٢٤، [illegible])

اللہ تعالی مومنوں کو قبر کے سوال وجواب میں ثابت قدم رکھتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"جب مومن کواس کی قبر میں (اٹھا کر) بٹھایا جاتا ہے تواس کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ پھر وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی (حقیقی) معبود نہیں اور بلاشبہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

جن سے قبر میں نکیرین کا سوال نہ کیا جائے گا:

ابوالقاسم سعدی نے کتاب الروح میں لکھا ہے کہ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ بعض میتوں کو قبر میں عذاب نہ ہوگا اور نہ ان کے پاس منکر نکیر آئیں گے اور یہ تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ کہ ایسے نیک عمل کیے ہیں کہ اللہ تعالی نے ان سے عذاب قبر اور سوال منکر ونکیر کوموقوف کردیا ہے۔ (مثلاً جہاد میں شہید ہوگئے)۔

دوسرے وہ ہیں کہ موت کے وقت ان پر سختی کی گئی کہ اس کے عوض میں عذاب وسوال اٹھادیا جائے گا۔

تیسرے وہ ہیں کہ ایسے دن (مثلاً جمعہ کا دن یا جمعہ کی رات) دنیا سے گذرے کہ اس دن عذاب وسوال نہیں ہے۔

کیا ان مردوں سے سوال ہوتا ہے جودفن نہیں کیے گئے:

(١)......علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "جس مردے کو پھینک دیا گیا یا سولی دی گئی اوردفن نہیں کیا گیا، ان سب سے سوال کیا جاتا ہے، اس کواللہ تعالی نے راز میں رکھا ہے، اسی لیے زندوں کو پتہ نہیں چلتا اور اس کوراز میں رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ احوال برزخ پر ایمان بالغیب فرض ہے۔ اگر اس سوال وجواب کودکھایا جاتا تو ایمان بالغیب کہاں رہ جاتا، پس ہر مرنے والے کے لیے سوال عام ہے، خواہ کسی طرح مرے اور خواہ اس کو پھینک دیں، پانی میں ڈبودیں، آگ میں جلادیں یا درندے اور پرندے کھالیں، بہر حال سوال ہوگا۔" (ابیات)

(٢)......حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جومردے قبروں میں دفن نہیں کیے گئے

ان کے لیے بھی سوال وعذاب واقع ہوتا ہے اور انسان کی آنکھیں اس کو دیکھنے سے اسی طرح عاجز ہیں جس طرح ملائکہ کو دیکھنے سے۔ (شرح الصدور)

(۳) امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جس شخص کو سولی دی گئی اور دفن نہیں کیا گیا اس کی طرف حیات کو واپس لوٹا کر سوال کیا جاتا ہے اور ہم کو اس کا شعور نہیں ہوتا۔ اسی طرح وہ شخص جس کے اجزائے بدن ادھر ادھر متفرق ہوگئے ہیں، اس کے بعض اجزاء یا کل اجزاء میں اللہ تعالیٰ حیات پیدا کردیتا ہے اور اس سے سوال ہوتا ہے۔ (شرح الصدور)

قبر میں مردے سے منکر نکیر کے سوالات کرنے پر ایک واقعہ:

روایت ہے علاء بن عبدالکریم رضی اللہ عنہ سے کہ ایک شخص مرا اور اس کا ایک بھائی تھا جو آنکھ سے بہت کم دیکھتا تھا۔ اس کے بھائی نے بیان کیا کہ ہم نے اس کو دفن کیا، جب سب لوگ چلے گئے تو میں نے اپنا سر قبر پر رکھ کر کان لگایا، اندر سے آواز سنی، کوئی پوچھتا ہے، تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟

میں نے اپنے بھائی کی آواز سنی اور خوب پہچانا کہ یہ آواز میرے بھائی کی ہے، وہ کہتا تھا کہ میرا رب اللہ ہے، دین میرا اسلام ہے اور نبی میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر مجھ کو ایسا معلوم ہوا کہ قبر سے دو آدمی نکلے، اس وقت میرے بدن کے تمام بال کھڑے ہوگئے اور میں اپنے گھر لوٹ آیا۔

اسی کے مثل ایک روایت ابوالحسن رضی اللہ عنہ نے بھی لکھی ہے اور ابن نجار نے اپنی تاریخ میں ابوالقاسم مفسر سے روایت کی ہے کہ ہم لوگوں کے استاد تھے، جن سے ہم لوگ پڑھا کرتے تھے، استاد کے ایک دوست کا انتقال ہوا، استاد نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ بخش دیا۔ پھر پوچھا کہ منکر ونکیر کے ساتھ کیسی گذری؟ تو کہا کہ مجھ کو بٹھایا اور پوچھا کہ تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے اور تیرے نبی کون ہیں؟ میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ میں نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے چھوڑ دو۔ اس وقت ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا کہ اس نے بڑا واسطہ دیا، اس کو چھوڑ دو۔ پھر دونوں مجھ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اس روایت کو ابن جریر نے تہذیب الآثار میں لکھا ہے۔

نکیرین کی لاجوابی:

سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے طیورات میں حضرت سہیل بن عمار رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے مشہور بزرگ یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی وفات کے چند روز بعد خواب میں دیکھ کر ان کا حال پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ سب سے پہلے تو میری قبر میں دو فرشتے بہت ہی زیادہ کریہہ المنظر اور بدلہجہ میرے پاس آئے اور پوچھنے لگے کہ تمہارا دین کیا ہے؟ نبی اور رسول کون ہیں؟ تو میں نے اپنی سفید داڑھی پکڑ کر انہیں جواب دیا کہ ''بڑا تعجب ہے، مجھ جیسے شخص سے بھی تم لوگ یہ باتیں پوچھنے آگئے، جاؤ جس نے تمہیں بھیجا ہے اس سے جا کر کہہ دینا کہ اسی برس سے تو میں ان ہی سوالات کے جوابات دنیا والوں کو بتاتا آیا ہوں، اب کیا میں خود ہی بھول جاؤں گا؟'' یہ سنتے ہی وہ دونوں فرشتے پھر کچھ نہیں بولے اور چپکے سے نکل کر روانہ ہوگئے۔ (از مولانا عبدالمومن فاروقی)

بیٹے کے ساتھ قبر میں دفن ہو کر بھاگنے والے شخص کا واقعہ:

میرے امیر جماعت جو آزاد کشمیر کے تھے، بتایا کہ ان کے علاقے میں ایک آدمی کا اکلوتا بیٹا تھا، جس سے وہ بہت پیار کرتا تھا۔ بدقسمتی سے وہ بیمار رہ کر مر گیا تو اس کے باپ کو بہت صدمہ ہوا اور اعلان کیا کہ وہ بیٹے سے جدا نہیں ہوسکتا۔ اس لیے اپنے ساتھ رکھے گا اور دفن نہیں کرے گا۔ چنانچہ لاش جب تین دن گھر میں رکھی تو اس میں بدبو پھیل گئی۔

محلے والے سب اکٹھے ہوگئے تو باپ کی منت سماجت کی گئی کہ بیٹے کو زمین کے حوالے کردو۔ بڑی مشکل سے راضی ہوا، مگر شرط یہ لگائی کہ قبر ڈبل بنائی جائے اور وہ بچے کے ساتھ قبر میں رہے گا۔ سارا دن محلے دار پریشان رہے۔ آخر قبر ڈبل بنائی گئی۔ جب قبر مکمل ہوگئی تو باپ اندر جا کر پہلے لیٹ گیا اور لڑکے کی لاش کو ساتھ سلا دیا اور قبر کو بند کرنے کو کہا۔ قبر کو بند کرنا شروع کردیا گیا۔ اینٹوں سے بند کرکے لوگ کچھ دیر انتظار کرنے دور بیٹھ گئے تو بچے کا باپ خوفزدہ ہو کر باہر نکل آیا اور لوگوں کو بتایا کہ جب قبر بند ہوگئی تھی تو دو فرشتے آگئے۔ انہوں نے بچے کے پاؤں کو حرکت دی۔ میت اٹھ بیٹھی۔ مگر ان کی ہیبت ناک صورت دیکھ کر باپ نے اپنے پیارے اکلوتے لڑکے کو چھوڑ کر جان بچائی۔

موضوع نمبر ۲۱

مردے کی حیران کن باتیں

موت کے بعد مردہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے:

روایت ہے بکر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہ جب میت مرتی ہے تو اس کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں رہتی ہے اور غسل اور کفن دیتے وقت جو کچھ کرتے ہیں وہ سب کچھ دیکھتی ہے۔ اگر اس کو بات کرنے کی طاقت ہوتی تو لوگوں کو رونے اور چلانے سے منع کرتی۔

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی شخص اپنی جان پہچان والے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس جاتا ہے اور سلام کرتا ہے تو مردہ اس کو پہچانتا ہے اور محبت کرتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے اور اگر اس کو نہیں پہچانتا تو بھی خوش ہوتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے مجاہد سے روایت کیا کہ:

"جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو وہ اپنے غسل سے لے کر قبر تک جانے کے تمام حالات کا مشاہدہ کرتا ہے۔"

مرنے کے بعد آنکھوں کے کھلی رہنے کی وجہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کیا تم نہیں دیکھتے، جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کی آنکھ کھلی رہ جاتی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی کو معلوم ہوگا۔ ارشاد ہوا، جب ملک الموت اس کی روح آسمان کی طرف لے جاتا ہے تو آنکھ اپنی روح کو آسمان پر جاتے دیکھتی ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب ملک الموت گردن کی رگ پکڑتے ہیں تو مرنے والے کی زبان بند ہو جاتی ہے۔ کسی کو نہیں پہچانتا۔ دنیا اور دنیا والوں کو بھول جاتا ہے۔

مردے کون کونسے دن اپنے گھروں کے دروازوں پر آتے ہیں؟

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عید کے دن، ۱۰ محرم کو اور رجب کے پہلے جمعہ کو اور شب برات کے ہر جمعہ کی رات کو مردے اپنی اپنی قبروں سے اٹھ اٹھ کر اپنے مکان کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پکار پکار کر کہتے ہیں۔ آج کی رات کچھ صدقہ دے کر ہم پر رحم کرو۔ اگر میت کے ورثا صدقہ دے دیتے ہیں تو وہ خوش ہو کر چلے جاتے ہیں۔

مرنے کے بعد روح ایک مہینے تک گھر میں رہتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مومن مر جاتا ہے تو اس کی روح ایک مہینے تک اپنے گھر میں رہتی ہے اور دیکھتی رہتی ہے کہ مرنے کے بعد مال کس طرح ورثاء نے تقسیم کیا ہے اور میت کے ذمے جو قرض تھا وہ ورثاء نے ادا کر دیا ہے یا نہیں۔ ایک مہینے بعد روح قبر میں چلی جاتی ہے اور موت کو جب سال بھر گذر جاتا ہے تو وہ اپنے گھر اس بات کو دیکھنے آتی ہے کہ کس کس وارث نے میرے لیے کیا کیا؟ اور میری موت پر ان کو کس قدر صدمے کا احساس ہوا۔ سال بھر کے بعد روح اس جگہ چلی جاتی ہے جہاں مومنین کی ارواح جمع رہتی ہیں۔

مردے کا تمام جسم سڑ جاتا ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مردے کی ہڈیاں تک گل جاتی ہیں، مگر ریڑھ کی ہڈی باقی رہتی ہے۔ قیامت کے دن اسی ہڈی سے انسان کو دوبارہ زندگی عطا کر دی جائے گی۔

مردے کی نصیحت:

تاریخ ابن النجار میں خود مرتب ناقل ہیں کہ وہ ایک دفعہ کسی مردے کو نہلا رہے تھے، نہلاتے ہی نہلاتے اس نے دونوں آنکھیں کھول دیں اور ان کے ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا "اے ابو محمد! دنیا سے ذرا اچھی تیاری کر کے آنا۔" (از مولانا عبدالرحمٰن فاروقی)

قبر میں مردوں کو ان کی عقلیں لوٹا دی جاتی ہیں:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے دارو غے

(حساب وکتاب لینے والے فرشتے) کا ذکر کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: "اے اللہ کے رسول! کیا ہمیں ہماری عقلیں واپس کر دی جائیں گی؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں! بالکل اسی طرح جیسے آج تیری کیفیت ہے۔" عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اس (فرشتے) کے منہ میں پتھر!" (عمر رضی اللہ عنہ نے رب تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اور فرشتے کو درست جواب دینے کی امید رکھتے ہوئے یہ کلمہ کہا کہ اس کے منہ میں پتھر، یعنی وہ ناکام لوٹے اور اسے یہ موقع ہی نہ ملے کہ وہ مجھے فتنے اور عذاب میں مبتلا کر سکے)۔ (صحیح الترغیب، الترھیب جلد ۴، واسنادہ حسن)

مردوں کے سامنے زندہ لوگوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اعمال مردہ عزیز واقارب کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ وہ تمہارے اعمال خیر دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور برے اعمال دیکھ کر دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہدایت سے پہلے ان کی موت نہ آئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن لوگوں کے اعمال خدا اور رسول کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور جمعہ کے دن تمہارے اعمال تمہارے ماں باپ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ اچھے اعمال دیکھ کر ان کو خوشی ہوتی ہے۔ تم اپنے مردوں کو تکلیف نہ دیا کرو۔

موت کے بعد مردوں پر دنیا والوں کے اسرار کھل جاتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"تم اپنے مردوں کے پاس حاضر ہو کر کلمے کی تلقین کیا کرو، کیونکہ وہ جو کچھ دیکھتے ہیں تم نہیں دیکھتے، اور ان سے جو کہا جاتا ہے وہ سنتے ہیں اور تمہارے اندر جو فرمانبردار بندے ہیں ان کی موت کے وقت حاضر ہو کر ان کی باتوں کو سمجھو، اور ان کی کیفیت پر غور کرو، کیونکہ موت کے وقت ان لوگوں پر اسرار کھل جاتے ہیں، جو کچھ وہ بتائیں گے صحیح بتائیں گے۔" (ابن ابی الدنیا، ابن ابی شیبہ، مروزی)

مردے کا سلام کا جواب دینا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر جاتا ہے اور سلام کرتا ہے تو مردہ مانوس ہوتا ہے اور سلام کا جواب

دیتا ہے۔ (ابن ابی الدنیا)

مردہ کیا کہتا ہے؟

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم، رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مردہ جب تخت پر رکھا جاتا ہے اور اسے لے کر ابھی تین قدم ہی چلے ہوتے ہیں کہ وہ بولتا ہے اور اس کے کلام کو انسانوں اور جنوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سنواتا ہے۔ مردہ کہتا ہے:

"اے بھائیو! اور اے میرا جنازہ اٹھانے والو! تمہیں دنیا دھوکے میں نہ ڈال دے، جیسا کہ مجھے ڈالی رکھا اور زمانہ تمہارے ساتھ نہ کھیلے جیسا کہ میرے ساتھ کھیلا۔ میں نے جو کچھ کمایا وہ اپنے ورثاء کے لیے چھوڑا، اللہ عزوجل قیامت والے دن مجھ سے حساب لے گا اور میری گرفت فرمائے گا۔ حالانکہ مجھے رخصت کرتے اور مجھے پکارتے (یعنی میرے لیے روتے) ہو۔" (شرح الصدور، صفحہ ۹۶)

موضوع نمبر۲۲

قبر سے مردوں کے غائب ہونے کے واقعات

قبر کھولتے ہی لاش کو غائب پایا:

روایت ہے کہ طاؤس نے اپنے لڑکے کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد تختہ اٹھا کر دیکھنا اگر میں قبر میں نہ ہوں تو اللہ کی تعریف کرنا، یہ دلیل ہوگی میرے جنت میں پہنچنے کی اور اگر میں رہوں تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا۔ جب لڑکے نے تختہ اٹھا کے دیکھا تو لاش کو نہ پایا اور اللہ کی تعریف کی۔

روایت ہے ابوبکر بن مقری سے کہ ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ایک میت کو دفن کیا، پھر ایک غلطی کی وجہ سے دوبارہ قبر کھودی تو میت کو ہم نے نہ پایا۔

روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جہاد کے واسطے لشکر روانہ کیا۔ میں اس میں تھا۔ جب ہم واپس ہوئے تو راستے میں ہمارا ایک ساتھی مر گیا۔ جب دفن سے فارغ ہوئے تو وہاں کے ایک شخص نے بیان کیا کہ یہ زمین مردے کو قبول نہیں کرتی اور باہر پھینک دیتی ہے۔ اگر دو میل دور لے جا کر دفن کرو تو خوب ہے۔ جب ہم نے قبر کھودی اور تختہ ہٹایا تو میت کو نہ پایا اور دیکھا کہ جہاں تک نظر پڑتی ہے میدان ہے اور کل میدان نور سے بھرا ہے۔

بنی اسرائیل کے ایک بزرگ کی لاش اٹھالی گئی:

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص لوگوں سے کنارہ کش ہو کر پہاڑ میں خدا کو یاد کیا کرتا تھا۔ وہ اتنا خدا رسیدہ تھا کہ جب قحط نازل ہوتا تو آبادی کے لوگ اس کے پاس حاضر ہو کر دعا کراتے اور اس کی دعا سے بارش ہوتی تھی۔ جب اس بزرگ کی وفات ہوگئی تو لوگ اس کی تجہیز و تکفین کی تیاری کرنے لگے۔ اسی دوران میں ایک تخت بدلی میں حرکت کرتا ہوا نظر آیا اور پھر وہ تخت اس بزرگ کے پاس آ کر اترا، تخت کے ساتھ ایک آدمی بھی

تھا، اس نے بزرگ کی لاش کو اس تخت پر رکھ دیا، پھر تخت آسمان کی طرف اٹھنے لگا۔ لوگ اس تخت کو دیکھتے ہی رہے تھے کہ آسمان کی بلندیوں پر غائب ہوگیا۔ (ابن ابی الدنیا)

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش غائب ہوگئی:

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاسوسی کے لیے تنہا بھیجا تھا، میں نے جا کر دیکھا کہ ظالموں نے خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو سولی پر لٹکا رکھا ہے۔ میں کفار کے جاسوسوں سے بچتا ہوا سولی تک گیا اور اس پر چڑھ کر کھول دیا۔ لاش زمین پر گر پڑی اور میں بھی زمین پر گر پڑا۔ تھوڑی دیر بعد میں کفار کے ڈر سے وہاں سے ہٹ گیا، پھر میں نے پلٹ کر دیکھا تو خبیب رضی اللہ عنہ کا نام ونشان نہ ملا۔ گویا زمین ان کو نگل گئی یا فرشتوں نے آسمان پر اٹھالیا۔ آسمان پر اٹھایا جانا ہی زیادہ قرین احوال ہے۔ (احمد، بیہقی)

پرندے نے مردے کو نگل لیا:

حضرت شیخ عمر بن الفارض رحمۃ اللہ علیہ نے حکایت بیان کی کہ میں ایک شخص کے جنازے میں شریک ہوا، یہ شخص بڑا بزرگ تھا، جب ہم نے اس کی نماز جنازہ ادا کر لی تو ہم نے دیکھا کہ اچانک زمین وآسمان کے درمیان پوری فضا پرندوں سے بھر گئی۔ پرندوں میں سے ایک بڑا پرندہ اترا اور اس نے اس شخص کو نگل لیا، اس کے بعد پرندہ غائب ہوگیا۔ میں نے اس واقعے پر جب حیرت کا اظہار کیا تو ایک شخص نے بتایا کہ تو تعجب نہ کر، یہ شخص بڑا عابد وزاہد تھا، اس کو شہید کا درجہ ملا ہے اور شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں جنت میں چرتی پھرتی ہیں۔ (کفایۃ المعتقدین)

شہید کی لاش کی حفاظت:

ماہ صفر ۴ ہجری میں قبیلۂ عضل اور قارہ کے کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلے نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ لہٰذا ایسے چند لوگ ہمارے ساتھ کر دیجئے کہ جو ہم کو قرآن پڑھائیں اور احکام اسلام کی تعلیم دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمی ان کے ہمراہ کر دیئے، جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ۔

(۲)....مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ۔

(۳)....عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ۔

(۴)....خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ۔

(۵)....زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ۔

(۶)....خالد بن ابی البکیر رضی اللہ عنہ۔

(۷)....معتب بن عبید رضی اللہ عنہ۔ عبداللہ بن طارق کے علاتی بھائی تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ان پر امیر مقرر فرمایا۔

یہ لوگ جب مقام رجیع پر پہنچے جو مکہ اور عسفان کے درمیان قبیلہ ہذیل کا ایک چشمہ ہے تو ان غداروں نے مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی اور قبیلہ ہذیل کی ایک شاخ بنولحیان کو اشارہ کر دیا۔ بنولحیان دوسو آدمی لے کر جن میں سے سو آدمی تیر انداز تھے، ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ جب قریب پہنچے تو حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک ٹیلے پر چڑھ گئے۔ بنولحیان نے ان سے کہا: تم نیچے اتر آؤ ہم تم کو امان اور پناہ دیتے ہیں۔

حضرت عاصم نے فرمایا: میں کافر کی پناہ میں کبھی نہ اتروں گا اور یہ دعا مانگی:

"اللھم اخبر عنا رسولک"۔

"اے اللہ! اپنے پیغمبر کو ہمارے حال کی خبر پہنچا دے۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی اور اسی وقت بذریعہ وحی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو اس حادثے کی اطلاع دی اور ایک دعا حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اس وقت یہ مانگی:

"اللھم انی احمی لک الیوم دینک فاحم لی لحمی"

"اے اللہ! آج میں تیرے دین کی حفاظت کر رہا ہوں تو میرے گوشت یعنی جسم کی کافروں سے حفاظت فرما۔"

بعد ازاں حضرت عاصم رضی اللہ عنہ سات ساتھیوں کے ساتھ کافروں سے لڑ کر شہید ہو گئے۔

غزوۂ احد میں حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے سلافہ بنت سعید نامی عورت کے دو لڑکوں کو قتل کیا تھا، اس لیے سلافہ نے یہ نذر کی تھی کہ عاصم کے سر کا پیالہ بنا کر اس میں ضرور شراب پیوں گی۔ اس لیے قبیلہ ہذیل کے کچھ لوگ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا سر لینے کے لیے روانہ ہوئے تاکہ

سلافہ کے ہاتھ فروخت کر کے خاطر خواہ قیمت وصول کریں۔ سلافہ نے یہ اعلان کیا تھا کہ جو عاصم کا سر لائے گا، اس کو سو اونٹ انعام دیئے جائیں گے۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اپنی لاش کی عصمت وحفاظت کی خدا سے پہلے ہی دعا مانگ چکے تھے۔ حق تعالیٰ شانہ نے دشمنوں سے ان کی حفاظت کا یہ انتظام فرمایا کہ زنبوروں (بھڑ) کا ایک لشکر بھیج دیا۔ جس نے ہر طرف سے ان کی لاش کو گھیر لیا۔ کوئی کافر ان کے قریب بھی نہ آ سکا۔ آخر کار مجبور ہو کر سوچا کہ جب شام کے وقت یہ بھڑیں چلی جائیں گی اس وقت سر کاٹ لیں گے۔ مگر جب رات ہوئی تو ایک سیلاب آیا جو ان کی لاش کو بہا لے گیا اور یہ سب ناکام و نامراد واپس ہوئے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ نہ میں کبھی مشرک کو ہاتھ لگاؤں گا اور نہ کوئی مشرک مجھ کو ہاتھ لگائے گا۔ اللہ نے ان کا یہ عہد پورا کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کبھی حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ آتا تو یہ فرماتے کہ حق تعالیٰ بعض مرتبہ اپنے خاص بندے کی مرنے کے بعد اسی طرح حفاظت فرماتے ہیں۔ جیسے زندگی میں اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔ (زرقانی: ج ۲ صفحہ ۷۳، فتح الباری، ج ۷ صفحہ ۲۹۵)

حضرت ثابت البنانی کی میت ہاتھوں سے غائب ہو گئی:

روایت ہے کہ حضرت ثابت البنانی کا وصال ہوا تو حضرت حمدی الطویل اور حضرت ربیع اصبح ان کو لحد میں لٹانے لگے۔ ان دونوں صاحبان کے ہاتھ سے آپ کی میت غائب ہو گئی۔ لوگ متحیر تھے، سکتے کی سی حالت ہو گئی۔ کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا معاملہ تھا مگر حضرت حمید الطویل نے ان کے گھر جا کر ان کے صاحبزادے سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ خدا سے گڑگڑا کر دعا کیا کرتے تھے۔ خدایا میرا جی چاہتا ہے کہ ایک لحہ تیری دولت حضور سے دور نہ ہوں اور حاضر حضور رہوں۔ جب تک جیوں ایسے ہی جیوں اور جب مروں تو ایسے ہی مروں۔

موضوع نمبر ۲۳

اولیاء اللہ کی خوشبو سے معطر قبروں کے واقعات

قبروں میں زندہ ہونے کا ثبوت:

کئی سال پہلے کی بات ہے کہ رائٹر نے روس سے آئی ہوئی یہ خبر بڑی شد و مد کے ساتھ دنیا کو سنائی تھی کہ وہاں کے سائنس دانوں نے مشرقی ایشیاء کے کسی برفیلے مقام پر ڈھائی ہزار سال پہلے کی دفن شدہ لاشیں برآمد کی ہیں۔ خبر میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ ان لاشوں میں مصری ممیوں کی طرح بہت سے مسالے لگے ہوئے تھے، وہیں اس پارٹی کو بہت سے سونے کے زیورات، زردوزی، کپڑے اور تار کے باجے وغیرہ بھی دستیاب ہوئے تھے۔

پارٹی کو قلعے کی گہری کھدائی میں ایک محفوظ عمارت بھی ملی جس میں چند گھڑے اور کونڈے رکھے ہوئے تھے اور ان میں مختلف قسم کا غلہ اور جڑی بوٹیاں قرینے سے بھری ہوئی تھیں۔ ایک وسیع دالان میں چار ایسی میزوں کا ذکر کیا گیا تھا جن میں کھانا چنا تھا۔

رائٹر نے اس خبر کو بہت ہی اہم سمجھا اور اہل دنیا نے حیرت و استعجاب کے ساتھ سنا تھا۔ لیکن جن لوگوں نے تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا ہے وہ ایسی خبروں کو بالکل اہمیت نہیں دے سکتے۔

یہاں تو یہ مقام بھی برفیلا تھا اور لاشیں بھی کیمیاوی طریقے سے محفوظ کر دی گئی تھیں۔ مگر وہاں کوئی کیا کہے گا، جہاں نہ تو یہ مسالے وغیرہ لگائے گئے ہوں اور نہ اجزائے ارضیہ میں لاشوں کو محفوظ رکھنے کی صلاحیت وغیرہ نظر آتی ہو۔ مثلاً سلطان صلاح الدین ایوبی کے زمانے میں عیسائیوں کا وہ وحشیانہ منصوبہ جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کے متعلق باندھا تھا، مگر اس کے نتائج کیا سامنے آئے، اسے ہم بخوبی جانتے ہیں۔

قبر میں فرحت انگیز خوشبو:

ایک ڈاکٹر صاحب اپنی سرگزشت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:
چند برس پہلے کی بات ہے، راجن پور کے قبرستان میں ایک مردے کو دفن کرنے کے لیے

ایک قبر تیار کی گئی۔ ابھی تک لوگ مردے کو لے کر پہنچے نہیں تھے کہ پورے قبرستان میں عجیب فرحت انگیز خوشبو مہک رہی تھی۔ لوگ حیران ہوئے کہ یہ خوشبو کہاں سے آ رہی ہے جبکہ قبرستان میں صرف دو جال کے درخت اور چند جنگلی پودے تھے جو کہ خوشبو نہیں دے سکتے تھے۔ تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ خوشبو کا منبع نئی تیار کی گئی قبر کی تہہ میں موجود ایک سوراخ ہے۔ لوگوں نے جب اس سوراخ کو بڑا کیا تو نیچے سے ایک اور قبر نکلی۔ جس میں ایک سفید ریش بزرگ ہمیشہ کی نیند سو رہے تھے۔ قابل حیرت بات یہ تھی کہ ان کی نعش کے اوپر ایک بڑا پھول پڑا ہوا تھا، اور خوشبو دے رہا تھا۔ تمام شہر کے لوگوں نے یہ منظر دیکھا۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ لاہور میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے، دفن کے بعد ان کی قبر سے خوشبو آنا شروع ہوگئی۔ عقیدت مندوں نے قبر کی مٹی، جس سے خوشبو آ رہی تھی اٹھانا شروع کر دی۔ بتانے والے بتاتے ہیں کہ قبر کے ارد گرد گڑھے پڑنے شروع ہو گئے۔ جن کو باہر سے مٹی لا کر بھر دیا جاتا اور اس مٹی سے پھر خوشبو آنی شروع ہو جاتی۔ یہ سلسلہ چالیس روز تک جاری رہا۔ میں ان دنوں سعودی عرب میں بطور فزیشن کام کر رہا تھا۔ وہاں مجھے حضرت لاہوری صاحب کے ایک مرید نے ان کی قبر کی مٹی دکھائی جس میں اس وقت تک خوشبو آ رہی تھی۔

قبر کی خوشبو:

حضرت مغیرہ بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک بزرگ کی قبر کے پاس سے جب گزرتا تو ایک عجیب قسم کی خوشبو محسوس کیا کرتا تھا۔ ایک دن حسن اتفاق سے خود ہی بزرگ خواب میں نظر آ گئے تو میں نے ان ہی سے اس کی حقیقت دریافت کر لی۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ خوشبو تلاوت قرآن اور روزے کی پیاس کی ہے۔ (کتاب القبور۔ از مولانا عبدالمومن فاروقی)

مولانا موسیٰ روحانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے خوشبو:

مولانا محمد موسیٰ روحانی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث تھے اور بہت ہی مشہور شخصیت تھے۔ تھوڑا عرصہ ہوا اس دار فانی سے جانے کے بعد۔ تدفین کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی قبر اور مٹی سے خوشبو آنا شروع ہوئی۔ جس نے پورے میانی قبرستان کو معطر کر دیا۔ دور

دور تک فضا انتہائی تیز خوشبو سے مہکنے لگی اور یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی۔ لوگوں کا ہجوم تھا جو اس ولی اللہ کی قبر کی طرف امڈ پڑا۔ ملک کے کونے کونے سے علماء، خواص و عوام پہنچنے لگے اور قبر کی مٹی اٹھا کر لے جانے لگے۔ قبر کی مٹی کم ہونے لگتی تو نئی ڈال دی جاتی۔ چند ہی منٹوں میں وہ مٹی مہکنے لگتی۔ عجیب بات یہ تھی کہ اگر ایک جگہ سے دس آدمی مٹی اٹھاتے تو ہر شخص کی مٹی کی خوشبو علیحدہ ہوتی۔

قبر میں جنت کا فرش:

حکایت ہے کہ جب حضرت داؤد عجمی رحمۃ اللہ علیہ کو دفنانے لے گئے تو آپ کی قبر میں ریحان کا فرش کیا ہوا تھا۔ ان کو دفنانے والے نے ان میں سے سات شاخیں نکال لیں۔ وہ ان کے پاس ستر روز تک تر و تازہ رہیں۔ لوگ انہیں آ آ کر دیکھتے تھے اور تعجب کرتے تھے۔ پھر اس شخص سے امیر نے لے لیں۔ اور ان کے یہاں سے غائب ہو گئیں، معلوم نہیں کہاں گئیں۔ (روض)

پھولوں سے بھری ہوئی معطر قبر:

ایک اللہ کے ولی کو وصال کے بعد غسل و کفن اور نماز کے بعد جب قبر میں رکھا گیا تو تمام قبر پھولوں سے بھری ہوئی معطر تھی۔ یہ نظارہ دیکھ کر سب حیران رہ گئے۔ سب لوگ اس قبر میں سے ایک ایک ڈالی لے آئے۔ وہ تین ماہ تک تر و تازہ رہیں۔ شدہ شدہ دور دور تک اس کا شہرہ ہو گیا۔ تو حاکم وقت نے فتنہ و فساد کے خوف سے وہ سب ڈالیاں ایک جگہ جمع کرا دیں۔ قدرت الٰہی سے وہ پھولوں کی ڈالیاں خود بخود غائب ہو گئیں۔

مردے کے سینے پر پھولوں کا گلدستہ:

محمد بن مخلد فرماتے ہیں، میری والدہ فوت ہو گئیں۔ ہم نے ان کی قبر تیار کرائی اور جب میں اپنی والدہ کو قبر میں اتارنے کے لیے اترا تو ساتھ والی قبر کی طرف سے سوراخ ہو گیا۔ اندر دیکھا تو ایک مردہ لیٹا ہوا تھا اور اس کے سینے پر یاسمین کا گلدستہ تھا۔ میں نے اسے پکڑ کر سونگھا تو کستوری سے بھی اعلیٰ قسم کی خوشبو تھی۔ پھر وہ یاسمین کا گلدستہ سب لوگوں نے سونگھا، پھر ہم نے وہ گلدستہ اس کے سینے پر رکھ کر قبر کو بند کر دیا۔ (شرح الصدور، صفحہ ۸۳)

قبر ریحان کے پھولوں سے بھری ہوئی تھی:

حضرت وراد عجلی فوت ہوئے اور ان کو قبرستان لے جایا گیا۔ کچھ لوگ قبر میں اترے تا کہ حضرت کی میت کو قبر میں اتاریں۔ دیکھا تو قبر ریحان کے پھولوں سے بھری ہوئی ہے۔ کسی نے ایک پھول اٹھا لیا اور وہ ستر دن بالکل تر و تازہ رہا۔ لوگ صبح و شام آتے اور اس پھول کی زیارت کرتے اور جب لوگوں کا ہجوم زیادہ ہو گیا تو وہ پھول وقت کے حاکم نے لے لیا اور لوگوں کو منتشر کر دیا تا کہ ہنگامہ نہ ہو جائے اور اس حاکم نے وہ پھول اپنے گھر رکھ لیا۔ صبح ہوئی تو وہ پھول غائب تھا۔ پتہ نہ چل سکا کہ وہ کہاں گیا۔ (شرح الصدور، صفحہ ۸۳)

نیک میت کی قبر کی مٹی سے خوشبو:

ایک درویش فرماتے ہیں، میں قبریں کھودا کرتا تھا۔ میں نے ایک نیکوکار مومن کی قبر کھودی تو اس قبر سے خوشبو مہکی۔ حالانکہ اس کی میت ابھی گھر رکھی ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ جب میں اپنے گھر واپس آیا تو میرے گھر والے افراد میرے کپڑوں سے نہایت پیاری خوشبو محسوس کرتے تھے۔ حالانکہ میں نے کوئی خوشبو نہیں لگائی تھی۔ بلکہ اس مومن نیکوکار کی قبر کی مٹی میرے کپڑوں پر لگی ہوئی تھی۔

(سعادت الدارین صفحہ ۱۴۳)

حافظ کی قبر کی خوشبو دلوں کو معطر کر گئی:

ایک بزرگ جو کہ بہت ہی نیک، متقی اور صالح تھے، انہوں نے نوے سال کے لگ بھگ عمر پائی۔ عمر بھر کتاب و سنت کی دعوت اور تبلیغ میں بسر کی۔ رزق حلال کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ ایک دفعہ لاہور سے اپنے گاؤں منڈی واربرٹن (ضلع شیخوپورہ) آ رہے تھے، جیب میں پیسے نہیں تھے، ٹرین میں بیٹھ کر منڈی واربرٹن پہنچ گئے۔ اسٹیشن پر ہی کسی سے پیسے ادھار لیے اور منڈی واربرٹن سے لاہور کا ٹکٹ خرید کر پھاڑ دیا تا کہ حکومت کے خزانے کی واجب الادا رقم ادا ہو جائے۔ قرآن مجید کی تلاوت سے اس قدر شغف تھا کہ کہیں جانا ہوتا تو پیدل سفر کو سواری پر صرف اس لیے ترجیح دیتے کہ پیدل سفر میں تلاوت زیادہ ہوتی ہے۔

تعلق باللہ کا یہ عالم تھا کہ دل کے مریض تھے، ایک دفعہ دل کا شدید دورہ پڑا۔ گھر میں

موجود افراد رونے دھونے لگے، طبیعت بحال ہوئی تو پوچھنے لگے کہ تم لوگ کیوں رو رہے تھے؟ بچوں نے کہا کہ ہم سمجھ رہے تھے کہ اب آپ کا آخری وقت ہے اور آپ جانبر نہیں ہو سکیں گے۔ فرمانے لگے، اس میں فکر کی کونسی بات ہے۔ "میں اپنے سجن (دوست) کے پاس ہی جا رہا تھا، کسی دشمن کے پاس تو نہیں جا رہا تھا۔"

مرحوم کے صاحبزادے شیخ الحدیث علامہ عبدالسلام کیلانی حفظہ اللہ (فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ) راوی ہیں کہ ان کی تدفین کے وقت اتنی تیز خوشبو آئی کہ قبر پر موجود تمام افراد کے دل و دماغ معطر ہو گئے۔ بعض لوگوں کا گمان یہ تھا کہ شاید کسی نے قبر میں خود خوشبو ڈالی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا۔

قبر کی کشادگی اور اس میں خوشبو کی مہک:

ڈاکٹر نور احمد کہتے ہیں کہ میں نے ایک گورکن سے پوچھا کہ کوئی واقعہ جو اسے پیش آیا ہو، سنائے تو اس نے بتایا کہ پیسے کے لالچ میں جب اس نے ایک قبر کو کھولا تو اس کو بے حد وسیع پایا۔ قبر خوشبو سے مہک رہی تھی اور ایک بزرگ بیٹھے تلاوت کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر اس نے قبر کو فوراً بند کر دیا۔

تلاوت قرآن کی خوشبو:

ایک شخص فوت ہوا، پھر کسی کو خواب میں ملا، دیکھنے والے نے پوچھا یہ کستوری کی سی خوشبو کہاں سے آئی جو کہ آپ کی قبر سے نکلتی رہی ہے۔ اس نے بتایا یہ خوشبو تلاوت قرآن کی اور روزے کی ہے۔

قبر میں خوشبودار پانی:

محترم محمد حسین صاحب ایم اے لکھتے ہیں کہ ملتان کے قریب ایک اسٹیشن شیر شاہ نامی ہے۔ چند سال ہوئے وہاں پر ایک اسٹیشن ماسٹر متعین تھا جو کہ ایک ہاتھ کی ہتھیلی پر ہمیشہ پٹی باندھے رکھتا تھا۔ وہ دن میں دو تین بار پٹی کھول کر اپنی ہتھیلی کو چاٹ لیتا تھا۔ کسی دوست کے بے حد اصرار پر اس اسٹیشن ماسٹر نے جو واقعہ سنایا وہ کچھ یوں ہے کہ ملازمت میں آنے سے پہلے میں پیشہ ور کفن چور تھا

جو مردے صبح دفن ہوتا میں رات کو قبر کھود کر کفن نکال لیتا اور دھو کر فروخت کر دیتا۔ ایک رات میں نے ایک قبر کھولی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مردہ کا منہ کھلا ہے اور قبر کی چھت میں سے قطرے مردے کے منہ میں گر رہے ہیں۔ حالانکہ قبر کے باہر تمام جگہ خشک تھی، پانی کا نام و نشان نہ تھا۔ پھر میں نے اپنا ہاتھ قبر کے اندر بڑھایا تو وہ پانی اتنا خوشبودار تھا کہ دنیا کی کوئی چیز اتنی خوشبودار نہیں۔ پھر میں نے وہ پانی چکھا تو وہ اتنا لذیذ پانی تھا کہ دنیا میں کوئی چیز اتنی خوشبودار نہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے اس برے فعل یعنی کفن چوری سے سچی توبہ کی۔ اب حالت یہ ہے کہ پانی تو کب کا ختم ہو چکا ہے۔ لیکن ہتھیلی پر پٹی باندھ رکھی ہے۔ دن میں دو تین بار اس ہتھیلی کو چاٹ لیتا ہوں نہ خوشبو میں کمی آئی ہے نہ لذت میں۔ (فرید میگزین)

نیک عورت کا قبر میں تر و تازہ جسم:

ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی اس واقعے کے راوی ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں ون یونٹ کے زمانے میں رتو ڈیرو ضلع لاڑکانہ میں بحیثیت میڈیکل آفیسر تعینات تھا۔ ایک روز ایک پولیس ہرکارہ کاغذات لے کر آیا کہ قبر کشائی کرنی ہے۔ سول سرجن ضلع کے تمام ہسپتالوں کا مہتمم ہوتا تھا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے قبر کشائی کے لیے بورڈ تشکیل دیا تو ڈاکٹر محمد شفیع صاحب سول سرجن کے ساتھ میں بھی شامل تھا۔ یہ قبرستان رتو ڈیرو سے دو میل دور ایک گاؤں میں تھا۔ جس کا نام اب ذہن سے محو ہو گیا ہے۔ پولیس کاغذات سے معلوم ہوا کہ یہ ایک عورت کی لاش ہے جو تقریباً دو ماہ قبل دفن کی گئی تھی۔ اس کے شوہر نے اس وجہ سے اسے قتل کر دیا تھا کہ اس کے کسی آدمی کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے۔

مقررہ دن، میں اس گاؤں کے وڈیرے کے ڈیرے پر پہنچ گیا۔ سول سرجن لاڑکانہ بھی آ گئے تھے۔ ڈیرے دار کا اصرار تھا کہ چائے پی کر روانہ ہوں۔ مجسٹریٹ صاحب آ گئے، پولیس قبرستان پہنچ چکی تھی۔ جب چائے آئی تو معلوم ہوا کہ یہ چائے نہیں مکمل لنچ تھا۔ اس دوران عجیب انکشافات ہوئے۔ معلوم ہوا کہ یہ عورت بہت نیک تھی، جس کی عمر بمشکل ستائیس برس تھی۔ نماز روزے کی پابند تھی۔ پانچ سال شادی کو ہو گئے تھے مگر اولاد نہیں تھے۔ شوہر کے تعلقات کسی اور عورت سے ہو گئے اور وہ اس بیوی کو راستے سے ہٹانا چاہتا تھا اور الٹا الزام لگا کر کہ تمہارے مراسم فلاں آدمی سے ہیں، روز مارتا تھا، وہ شخص جس سے تعلقات کا الزام لگایا گیا تھا،

اس عورت کے باپ سے بھی بڑا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت وہ بدنصیب عورت بستر پر مردہ پائی گئی۔ جتنے منہ اتنی باتیں۔ کوئی کچھ کہتا، کوئی کچھ۔ مگر حالات سے محسوس ہوتا تھا کہ عورت بے گناہ تھی۔

قبر کشائی ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ ہم ڈاکٹر لوگ تو اس کے عادی ہوتے ہیں۔ قبر کے اندر کی گھٹن اور لاش کی کیفیت بڑے بڑے دل والوں سے نہیں دیکھی جاتی۔ میں نے سو کے قریب قبر کشائیاں کیں، مگر کبھی مجسٹریٹ یا پولیس والوں کو قریب آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ وہ ڈیوٹی پر لازمی ہوتے، مگر دور جا کر بیٹھ جاتے۔

اس دوران حسب معمول قبر کھودنے والے نے قبر کھودی اور مٹی ہٹائی۔ ہم لوگ سرہانے کھڑے تھے اور آنے والے لمحات سے نبرد آزمائی کے لیے ذہنی طور پر تیار تھے۔ یکلخت قبر کے اندر سے عطر بیز مہک نکلی، جیسے ہم کسی چنبیلی کے باغ میں کھڑے ہوں۔ میں نے قبر کے اندر جھانک کر دیکھا کہ دفناتے وقت کسی نے پھول تو نہیں رکھ دیے۔ حالانکہ یہ خام خیالی تھی۔ اگر پھول رکھے بھی ہوتے تو لاش کی مخصوص بو پھولوں سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔

بعد میں سول سرجن نے بتایا کہ یہی خیال انہیں آیا۔ جوں توں میت باہر نکالی تو خوشبو کی لپٹوں سے دل و دماغ معطر ہو گئے۔ اتنی دیر میں خوشبو دور تک پھیل گئی۔ تھانیدار اور مجسٹریٹ بھی اٹھ کر قریب آ گئے۔ وہاں پولیس نہ ہوتی تو ایک مجمع لگ جاتا۔ ڈاکٹر شفیع بولے۔ ''سائیں! دیکھو خوشبو ایسی ہے جیسے ہم جنت کے باغ میں کھڑے ہوں۔'' سبحان اللہ، سبحان اللہ کہتے ان کی زبان تھک رہی تھی۔ لاش دیکھی تو انتہائی تر و تازہ، چہرہ مجلا و مصفا۔ معلوم ہوتا تھا کہ مقتولہ آرام سے سو رہی ہے۔ پولیس والے بولے۔ ''رب کی شان! یہ ثابت ہو گیا کہ مائی پر جھوٹا الزام لگایا گیا تھا۔'' میں پیچھے ہٹا تو سول سرجن بھی ہٹ گئے۔ ہمارا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ اس لاش کا پوسٹ مارٹم کریں۔

اتنے میں اس کا شوہر، جو بیوی کی ہلاکت کے بعد مفرور ہو گیا تھا، چیخیں مارتا نہ معلوم کہاں سے آ گیا اور پولیس والوں سے کہنے لگا۔ ''مجھے گرفتار کر لو، میری بیوی بے قصور تھی۔ اس پر جھوٹا الزام تھا۔'' پولیس اور مجسٹریٹ موجود تھے۔ اس کا بیان لیا گیا۔ جس میں اس نے اعتراف جرم کیا مگر پوسٹ مارٹم نہ ہونے دیا۔

گناہ کی دعوت ٹھکرانے والے طالب علم کی میت کی خوشبو:

اس واقعے کے راوی محترم حافظ محمد ادریس کیلانی رحمۃ اللہ ہیں۔ فرماتے ہیں کہ تقسیم ہند سے قبل دہلی میں استاد العلماء شیخ الحدیث سید میاں محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسے کا ایک طالب علم فوت ہوا تو اس کی میت سے اس قدر مسحور کن خوشبو آئی کہ سارا ماحول معطر ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت میاں محمد نذیر حسین رحمۃ اللہ سے پوچھا، کیا آپ کے علم میں اس طالب علم کا کوئی ایسا عمل ہے، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے یہ عزت عطا فرمائی ہے۔ تو میاں صاحب نے درج ذیل واقعہ سنایا:

دوسرے طلباء کی طرح اس طالب علم کا کھانا بھی ایک گھر میں لگا ہوا تھا۔ (یاد رہے کہ کچھ عرصہ قبل آج کی طرح طلباء کے لیے کھانے کا انتظام مدارس میں نہیں ہوتا تھا بلکہ شہر کے مختلف مخیر حضرات اپنے ذمے ایک ایک یا دو دو طلباء کا کھانا لے لیتے اور گھر بلا کر انہیں کھلا دیتے)۔ اس گھر میں ایک نوجوان لڑکی تھی جو اس طالب علم سے محبت کرنے لگی۔ ایک روز اہل خانہ کو کسی عزیز کی تعزیت کے لیے جانا تھا۔ لڑکی گھر میں اکیلی تھی، حسب معمول لڑکا کھانے کے لیے آیا تو لڑکی نے گھر کے دروازے بند کر لیے اور دعوت گناہ دی۔ لڑکے نے انکار کیا تو لڑکی نے دھمکی دی کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو تمہیں بدنام کر دوں گی۔

طالب علم نے رفع حاجت کے لیے بیت الخلاء میں جانے کی اجازت مانگی تو لڑکی نے مکان کی چھت پر جانے کی اجازت دے دی۔ طالب علم بیت الخلاء میں گیا اور اپنے تمام جسم کو غلاظت اور نجاست سے آلودہ کر دیا۔ جب واپس آیا تو لڑکی نے اسے دیکھتے ہی شدید نفرت کا اظہار کیا اور فوراً گھر سے نکال دیا۔

سردی کا موسم تھا، طالب علم نے مسجد میں آ کر غسل کیا، کپڑے دھوئے، باہر نکلا تو شدید سردی کے باعث کانپ رہا تھا۔ اسی دوران نماز تہجد کے لیے میں مسجد پہنچ گیا۔ طالب علم کو اس حالت میں دیکھ کر تعجب ہوا۔ اس سے دریافت کیا تو اس نے کچھ تامل کے بعد ساری بات سنا دی۔ تب میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ''یا اللہ! قرآن و حدیث کے اس طالب علم نے تیرے ڈر اور خوف کی وجہ سے اپنے جسم کو غلاظت سے آلودہ کر کے اپنے آپ کو گناہ سے بچایا ہے تو اپنے فضل و کرم سے دنیا و آخرت میں اس کی عزت افزائی فرما اور اسے اعلیٰ مقام اور مرتبہ عطا فرما۔ بعید نہیں

کہ اللہ تعالیٰ نے اس طالب علم کے اسی عمل کے نتیجے میں اس کی یہ عزت افزائی فرمائی ہو۔

مذکورہ بالا واقعات جہاں عذاب قبر اور ثواب قبر کا واضح ثبوت ہیں وہاں ہمارے لیے باعث عبرت بھی ہیں۔ پھر ہے کوئی عبرت حاصل کرنے والا۔ فھل من مدکر؟

ایک نمازی کی قبر کا حال:

ڈاکٹر صاحب نے ایک قبر کشائی کا حال بتایا۔ جس میں قبر میں بدبو اور کیڑے تھے۔ میت کو نکالتے وقت رسیوں اور لکڑیوں کا استعمال کیا گیا۔ اس عمل میں ساتھ والی قبر کی دیوار کی کچھ اینٹیں گر گئیں تو وہاں سے تیز فرحت بخش خوشبو آنی شروع ہوگئی۔ جس کی وجہ سے پہلی قبر کی بدبو ہم سب بھول گئے۔ پوسٹ مارٹم کے بعد اس میت کو زمین کے حوالے کر کے خوشبو والی قبر کی جستجو میں لگ گئے۔ خوشبو والی قبر ۶۰ سال پرانی تھی، جیسا کہ قبر کے کتبے سے ظاہر تھا۔ لوگوں نے بتایا کہ اس قبر والے کا یہ عمل تھا کہ وہ صالح آدمی تھا اور نماز کا پابند تھا۔ کوئی آدمی بھی اس خوشبو والی قبر کی شکایت نہیں کر رہا تھا۔

موضوع نمبر ۲۴

اولیاء اللہ کی قبروں میں تروتازہ نعشوں کے حیران کن واقعات

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح سلامت جسم کی منتقلی:

حضرت سیدنا سلطان باہو علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد جب دریائے چناب میں طغیانی آئی تو آپ علیہ الرحمۃ کی قبر مبارک کھولی گئی۔ سب لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ علیہ الرحمۃ کا جسم مبارک بالکل صحیح وسلامت تھا۔ (جسم مبارک کو باہر نکالا اور دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا)۔

آپ علیہ الرحمۃ شورکوٹ میں ۱۰۳۹ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب ۲۹ واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ صاحب کرامت ولی تھے۔ ایام طفولیت ہی میں آپ سے کرامات ظاہر ہونا شروع ہوگئی تھیں۔ آپ اپنے پیر ومرشد سے کمال حد تک عشق کرتے تھے۔ مزار مبارک شورکوٹ میں واقع ہے۔

(تذکرہ اولیاء پاک وہند، صفحہ ۳۱۶۔ سیرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ ۹۲)

امام مسجد کی قبر کا ۶۰ سال بعد کھولنا:

میرے ایک دوست میاں چنوں میں رہتے ہیں۔ ان کے محلے کی مسجد میں ایک امام صاحب کو مرے ہوئے تقریباً ۶۰ سال ہوگئے اور وہیں دفن ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا رات کے وقت بارش ہوئی، جب صبح کے وقت نمازی مسجد میں آئے تو بارش کا پانی ساری مسجد میں اکٹھا تھا اور امام مرحوم کی قبر پانی سے گر چکی تھی اور پانی سے بھری ہوئی تھی۔ چنانچہ نمازیوں نے قبر کو دوبارہ بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ قبر سے پانی نکالا گیا اور امام صاحب کی میت کو جو بالکل تروتازہ تھی، چارپائی پر لٹا دیا گیا۔ ان کی داڑھی کے بال ویسے ہی محفوظ تھے، ہاتھوں کو ہلایا گیا تو بالکل زندہ آدمیوں کی طرح تھے۔ اسی طرح ٹانگوں کو بھی بالکل ٹھیک پایا۔ ایک اونچی جگہ پر قبر بنا کر امام صاحب کو زمین کے حوالے کر دیا گیا۔

شیخ احمد حسن مرحوم کی قبر کشائی:

شیخ احمد حسن مرحوم کو تو خیر المدارس کے تمام حضرات جانتے ہیں۔ بہت ہی مخیّر تھے۔ علمائے کرام، اپنے دوستوں اور رشتے داروں کو ہدایا بھیجنا ان کی عادت تھی۔ بیمار رہ کر اللہ کو پیارے ہوئے۔ خیر المدارس کے گراؤنڈ میں تمام اساتذہ وطلباء نے ان کا جنازہ پڑھا۔ دفن ہونے کے ۵ ماہ بعد ملتان میں بہت بارش ہوئی، جس کی وجہ سے مرحوم کی قبر بیٹھ گئی۔ چنانچہ قبر کو دوبارہ بنانے کے لیے کھولا گیا تو شیخ صاحب مرحوم ویسے ہی تھے جیسے دفن کے وقت تھے، حالانکہ ان کو پانچ ماہ سے زیادہ قبر میں گزر گئے تھے۔ کوئی کیڑا یا بدبو نہیں تھی۔ جو انسان صدقہ، خیرات اور علمائے کرام کی خدمت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات بھی اس کا اکرام فرماتی ہے۔ یہ بات ان کے بھائی نے بتائی جو ان کی قبر ٹھیک کروانے میں شریک تھے۔

سفید ریش بزرگ کا تروتازہ جسم:

ڈاکٹر نور احمد کہتے ہیں کہ میرے ایک قریبی عزیز عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد مسجد سے باہر نکل کر فوت ہوگئے۔ ان کے بڑوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان مٹی ہو جاتا ہے، اس کا کچھ نہیں بچتا۔ میرے اس عزیز کی قبر کی جگہ قبرستان کے راستے پر منتخب کی گئی۔ جب قبر ۶ فٹ کھودی جا چکی تو نیچے سب نے دیکھا کہ ایک سفید ریش آدمی ہمیشہ کی نیند سو رہا ہے۔ حالانکہ باہر زمین پر قبر کی کوئی نشانی نہیں تھی۔ اس سے پتہ چلا کہ اس سفید ریش کو دفن ہوئے مدت گزر چکی ہے، کیونکہ قبر کا کتبہ وغیرہ ختم ہو چکا تھا۔

سب رشتے داروں نے متوفی کے بڑوں سے سوال کیا کہ اس بڑے میاں کو دفن ہوئے مدتیں گزر چکی ہیں، مگر یہ قبر میں تو ویسے ہی ہیں۔ ان بڑوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ پھر جب میں قبرستان میں پہنچا تو سب نے مجھے جنازہ دوبارہ پڑھانے پر مجبور کیا اور سب نے اتفاق کیا اور برملا کہا کہ مرنے کے بعد قبر کی زندگی کا ثبوت ہم سب نے دیکھ لیا۔

داڑھی منڈے اور داڑھی والے کا قبر میں حال:

یہ بات پشاور کے ایک بہت ہی ذمے دار آدمی نے بتائی۔ دو افغانی پشاور سے

افغانستان ٹرک پر جا رہے تھے۔ راستے میں ایکسیڈنٹ کی وجہ سے ان کا ٹرک تباہ ہوگیا اور یہ دونوں ساتھی وہیں مر گئے۔ ان میں سے ایک کی سنت کے مطابق داڑھی تھی اور دوسرا داڑھی منڈواتا تھا۔ ان دونوں کی لاشوں کا کوئی وارث نہ ملا اور نہ ہی پتہ چل سکا کہ یہ دونوں کہاں کے رہنے والے ہیں۔

کچھ عرصہ انتظار کے بعد ان دونوں لاشوں کو دفن کر دیا گیا۔ کافی دنوں کے بعد جب ٹرک منزل مقصود تک نہ پہنچا تو متوفیوں کے رشتے داروں نے چھان بین شروع کی۔ تباہ شدہ ٹرک کے اسانچے سے ان کو پتہ چل گیا کہ ان کے دونوں عزیز یہاں ہیں۔ ان لوگوں نے لاشوں کو لے جانے کے لیے تقاضا کیا۔ قبروں کو کھولا گیا۔ جس آدمی کی سنت کے مطابق داڑھی تھی وہ تو ویسے ہی قبر میں تروتازہ موجود تھا۔ اسے کسی کیڑے مکوڑے نے خراب نہ کیا تھا۔ دوسرا ساتھی جو بغیر داڑھی کے تھا، اس کی تھوڑی کو بچھو کھا رہے تھے۔ نظارہ بہت عبرتناک تھا۔ چنانچہ اس دوسری میت کو وہیں پر چھوڑ دیا گیا اور نکالنے کی جرأت کسی کو نہ ہوئی۔

ایک صالح مرد کی قبر کشائی:

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ حسن پروانہ قبرستان میں ۷۵ سالہ آدمی کی قبر کشائی کی گئی۔ رشتے داروں نے درخواست دی کہ مرحوم کی جائیداد پر قبضے کے لیے مخالفین نے مرحوم کو زہر دیا ہے۔ دفن کرنے کے اڑھائی سال بعد قبر کو ہمارے سامنے کھولا گیا۔ قبر میں کوئی بدبو یا کیڑا یا مکھی نہ تھی بلکہ ہلکی ہلکی خوشبو تھی۔ میت کو ایسے پایا گیا جیسے ابھی دفن ہوئی ہے۔ سفید چادر سارے جسم پر تھی۔ سر کو، چھاتی کو، پیٹ اور ٹانگوں کو کپڑے کے اوپر سے ٹٹولا گیا تو صحیح سالم پایا۔

میت کو قبر سے نکال کر جب چیر پھاڑ کا عمل کیا گیا تو ہم سب حیران تھے کہ معدے میں تازہ غذا ابھی تک موجود تھی۔ میت پر پھول اڑھائی سال گزرنے کے باوجود تازہ تھے اور خوشبو دے رہے تھے۔ میت کا ایک دوست جو اس کا ہم عمر تھا، اس سارے عمل میں ہمارے ساتھ تھا۔ اس نے میت کے بارے میں دو چیزیں خاص بتائیں۔ ایک یہ کہ جب اذان ہوتی تو (قبر والا) دوسرے دکانداروں کو نماز کی دعوت دیتا رہتا۔ دوسرا یہ کہ قبر والا بہت سخی تھا۔ شاید ان دونوں خصلتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی قبر کی زندگی جنت والی بنا دی۔

سات مردوں کی تروتازہ نعشیں:

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ بصرہ کا ایک ٹیلا ۲۷۶ ہجری میں کھل گیا۔ اس کے اندر سے سات قبریں ایک ہی جگہ پر حوض کی طرح نکل پڑیں۔ ان قبروں میں سات مردے دفن تھے، پتہ نہیں کب دفن ہوئے تھے، لیکن ان کے بدن بالکل صحیح وسالم تھے اور ان کے کفنوں میں سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ ان میں سے ایک مردہ جو جوان تھا، سر پر کالے کالے بال تھے، ہونٹوں پر تراوٹ تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس نے ابھی پانی پیا ہے اور آنکھیں ایسی تھیں گویا ابھی سرمہ لگایا ہے۔ اس کے پہلو میں تلوار کا ایک گہرا زخم تھا۔ بعض لوگوں نے چاہا کہ اس نوجوان شخص کے سر کے بالوں میں سے تھوڑے سے بال لے لیں، لیکن جب ہاتھ لگایا تو بال اتنے مضبوط تھے جیسے زندہ انسانوں کے بال ہوتے ہیں۔ پھر اسی طرح ان لاشوں کو رہنے دیا، یا ان کو بند کر دیا۔ اس کے متعلق کچھ مذکور نہیں۔ (تاریخ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ۲۳۰ برس بعد قبر میں تروتازہ جسم:

طبقات شعرانی میں ہے، سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی وفات شریف کے دو سو تیس سال کے بعد آپ کی قبر انور کے پہلو میں جب حضرت سیدنا ابو جعفر موسیٰ کے لیے قبر کھودی گئی تو اتفاق سے آپ کی قبر کھل گئی۔ لوگوں نے دیکھا کہ دو سو تیس برس گزر جانے کے باوجود امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کفن صحیح وسالم اور بدن تروتازہ تھا۔

قبر کھلتے ہی چہرہ اور کفن صحیح سلامت پایا:

منشی عبدالحمید قریشی بہاولپور کی معروف شخصیت تھے۔ پابند صوم وصلوٰۃ اور صاحب کردار مسلمان تھے۔ پاکستان بننے سے پہلے بہاولپور ریاست کے محکمہ مالیات کے ہیڈ کلرک تھے۔ ایک سیاسی مسئلے کے لیے ایک وفد کے ہمراہ وزیر داخلہ سے ملنے گئے، وزیر نے پہچان لیا اور کہا، قریشی تم سرکاری ملازم ہوتے ہوئے سیاست میں حصہ لیتے ہو۔ میں تمہیں کل ملازمت سے برخواست کروں گا۔ قریشی صاحب نے بائیں جانب تھوکا اور کہا، یہ رہی آپ کی ملازمت۔ اب میں آزاد شہری کی حیثیت سے مخاطب ہوں۔

اس کے بعد ان پر معاشی بدحالی کا طویل دور آیا، جس میں انہوں نے خوددار مرد مومن کا کردار قائم رکھا۔ قرآن کی تعلیم سے ہزاروں بچوں کو فیض یاب کیا۔ چند سال پہلے قریشی صاحب وفات پا گئے۔ تدفین کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد ان کی محرابی قبر کی اینٹیں گرنے سے نمایاں سوراخ ہو گیا۔ ان کے گھر اطلاع پہنچی تو بھائی اور بیٹے قبر پر گئے، جھانکا تو کفن صحیح حالت میں تھا۔ چہرہ اسی حالت میں تھا، جیسے گھر سے روانگی کے وقت تھا۔ قریشی صاحب کے بھائی ان کی اہلیہ کو بھی گھر سے بلا لائے۔ انہوں نے دیکھا کہ چہرے پر تازگی کے آثار نمایاں تھے اور اسی حالت میں محو خواب تھے، جیسے اٹھارہ ماہ قبل سفر زندگی کے اختتام کے وقت تھے۔

حضرت شیخ محمد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کا قبر میں تازہ خون:

”مطالع المسرات“ میں ہے کہ دلائل الخیرات کے مصنف حضرت شیخ محمد بن سلیمان جزولی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی بدنصیب حاسد نے زہر کھلا دیا اور آپ نماز فجر کی پہلی رکعت کے دوسرے سجدے میں یا دوسری رکعت کے پہلے سجدے میں انتقال فرما گئے اور مقام سوس میں اسی دن تدفین عمل میں لائی گئی۔ ۷۷ برس کے بعد آپ کے جسم مقدس کو مزار مبارک سے نکال کر ”مراکش“ لے آئے۔ آپ کا کفن سلامت اور بدن بالکل زندہ کی طرح تروتازہ اور نرم تھا۔

کسی نے آپ کے رخسار مبارک پر انگلی رکھی تو زندہ آدمیوں کی طرح بدن میں خون کی روانی کی سرخی ظاہر ہوئی اور آپ کے سر مبارک اور چہرہ انور پر اس خط بنوانے کا نشان بھی باقی تھا جو وفات سے قبل آپ نے بنوایا تھا۔ آپ سلسلہ عالیہ شاذلیہ کے شیخ تھے اور آپ کے چھ لاکھ، بارہ ہزار پینسٹھ مریدین تھے۔ ۱۶ ربیع الاول ۸۷۰ھ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی۔ مزار مبارک ”مراکش“ میں مرجع خلائق ہے۔ آج بھی آپ کی قبر انور سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔

ایک گورکن کا آنکھوں دیکھا واقعہ:

حضرت یونس ابن ابی الغرات رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک گورکن قبر کھودنے کے بعد دھوپ سے بچنے کے لیے کچھ دیر کے لیے قبر میں بیٹھ گیا۔ اچانک ایک ٹھنڈی ہوا پیٹھ کو محسوس ہوئی۔ اس نے مڑ کر دیکھا تو ایک چھوٹا سا سوراخ نظر آیا۔ اس سے ہوا آ رہی تھی۔ سوراخ کو کشادہ کر کے اندر جھانکا تو دیکھا کہ اندر ایک بوڑھا آدمی تازہ تازہ خضاب کئے بیٹھا ہے، اور قبر نگاہ

پہنچنے کی دوری تک کشادہ ہوگئی ہے۔(ابن ابی الدنیا)

عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ شہادت کے بعد بھی آنکھیں کھولے رہے:

جہاد دمیاط میں شریک ہونے والوں میں ایک حضرت فقیہ عالم ولی عارف عبدالرحمٰن نویری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔آپ ایک فرنگی کے ہاتھوں شہید ہوئے، جب زمین پر گر پڑے اور اپنے اللہ سے جا ملے تو اس فرنگی نے جو عربی پڑھا ہوا تھا چلا کر طنزاً یہ آیت مبارک پڑھی:

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتاً بل احیآء عند ربھم یرزقون

''اور ہرگز نہ سمجھنا ان کو جو شہید ہوئے راہ میں اللہ کی مردے، وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے یہاں رزق دیئے جاتے ہیں۔''

اور پھر اس نے کہا یہ بھی تمہارا علم ربانی ہے۔اس وقت عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور سر اٹھا کر کہا، ہاں زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔یہ واقعہ دیکھ کر فرنگی مسلمان ہوگیا اور آپ کو شہید ناطق کہا کرتا تھا۔(بحوالہ حکایت المجاہدین)

موضوع نمبر ۲۵

عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثواب قبر میں

جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے والا مرنے سے پہلے ہی اپنا ٹھکانہ جنت میں دیکھ لیتا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔جس نے جمعہ کے دن مجھ پر ہزار بار درود بھیجا اور اس کی وفات ہوگئی تو وہ مرنے سے پہلے ہی اپنا ٹھکانہ جنت میں دیکھ لیتا ہے۔(ترغیب)

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کی وجہ سے قبر میں فرشتوں کی مدد:

روایت ہے محمد بن نصر رضی اللہ عنہ سے کہ میرے باپ نماز جنازہ پڑھنے کے بہت شائق تھے، جو کوئی ملاقاتی یا غیر ملاقاتی انتقال کرتا، اس کی نماز پڑھتے۔انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک بار ایک میت کے جنازے کے واسطے میں گیا۔جب اس کو دفن کرنے لگے تو دو روحیں قبر میں داخل ہوئیں، پھر ایک تو نکل گئی اور دوسری رہ گئی اور سب لوگ قبر میں مٹی ڈالنے لگے۔

میں نے کہا، اے لوگوں، مردہ کے ساتھ زندہ کو بھی دفن کرتے ہو۔لوگوں نے کہا، اس میں کوئی زندہ نہیں ہے۔میں نے کہا شاید مجھ کو شبہ ہوگیا ہے۔پھر میں نے کہا کہ یقیناً میں نے دیکھا ہے کہ دو روحیں آئیں اور ایک چلی گئی، دوسری رہ گئی ہے۔جب دفن کر کے سب لوگ چلے گئے تو میں ٹھہر گیا کہ شاید اللہ تعالیٰ اس کا بھید مجھ پر کھولے۔میں نے دس بارہ سورۃ یٰسین اور دس بارہ سورۃ تبارک الذی پڑھ کر اللہ کے دربار میں عاجزی کی اور دعا کی کہ یارب اس کا بھید مجھ پر ظاہر کردے۔میری عقل حیران ہے۔مجھے اپنے دین میں بھی شبہ پڑ گیا۔

ناگاہ قبر پھٹ گئی اور اس میں سے ایک شخص نکل کر تیزی سے چلا۔میں نے کہا اے شخص، میں تجھ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ ذرا ٹھہر جا۔مجھے تجھ سے کچھ پوچھنا ہے۔اس نے کچھ

خیال نہ کیا، یہاں تک کہ میں نے دو بار اور تین بار کہا، تب اس نے کہا، تیرا نام نصر ہے۔ میں نے کہا، ہاں۔ اس نے کہا تو مجھے نہیں پہچانتا۔ میں نے کہا، نہیں۔ کہا ہم دونوں رحمت کے فرشتے ہیں۔ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے واسطے مقرر کیا ہے جو کہ نبی کی سنت پر عمل کرے اور مر جائے تو ہم دونوں اس کی قبر میں جاتے ہیں اور قبر کی دلیل اس کو بتاتے ہیں۔ یہ کہہ کر غائب ہو گیا۔

برکات درود:

عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سفر حج میں ایک آدمی کو میں نے دیکھا کہ وہ اٹھتے بیٹھے، سوتے جاگتے درود شریف کی بہت تلاوت کیا کرتا تھا۔ ایک دن مجھ سے نہ رہا گیا تو میں نے اس سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا:

جب میں پہلی مرتبہ حج کو گیا تھا تو میرے والد بھی میرے ہمراہ تھے۔ مکہ معظمہ سے لوٹتے ہوئے ایک مقام پر ہم دونوں سو رہے تھے کہ اچانک سوتے میں مجھے خبر دی گئی کہ ذرا اٹھ کر دیکھو تمہارے والد کا انتقال ہو گیا۔ اور مرنے کے بعد خدا نے ان کا منہ کالا کر دیا ہے۔ یہ سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ ڈرتے ڈرتے جب باپ کے قریب گیا تو دیکھا کہ واقعی وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور چہرے کا رنگ بھی ایک دم کالا ہو گیا ہے۔

اس واقعے سے مجھ پر بڑا ہی خوف و اثر طاری ہوا۔ سوچ ہی رہا تھا کہ کس سے کہوں، کیا کہوں اور کیا کروں؟ خود بخود آنکھیں بند ہو گئیں، دکھائی دینے لگا کہ جیسے والد کے سر پر چار آدمی جن کی شکلیں نہایت ڈراؤنی تھیں لوہے کے سونٹے لیے ہوئے کھڑے ہیں۔ اتنے میں ایک نہایت ہی خوبصورت بزرگ سبز رنگ کا لباس زیب تن کیے ہوئے تشریف لے آئے اور ان خوفناک آدمیوں کو وہاں سے ہٹا لے گئے۔ اس کے بعد پھر پلٹ آئے اور والد کے چہرے پر ہاتھ پھیر کر مجھ سے کہنے لگے! جاؤ ذرا اب تو اپنے باپ کو دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کتنا سرخرو بنا دیا ہے۔

چنانچہ جیسے ہی میں نے ان کا منہ کھولا تو یہ معلوم ہوا کہ سارا مکان ایک دم جگمگا اٹھا۔ میں نے ان بزرگ سے ان کا نام پوچھا تو فرمایا۔ "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ یہ واقعہ بیان کر کے وہ شخص کہنے لگا کہ بس اس دن سے میں اٹھتے بیٹھتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا اپنے ذمے ضروری قرار دیئے ہوئے ہوں۔ (احیاء العلوم)

قبر کا دوست کون؟:

روایت ہے حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے کہ میں ایک جنازہ لے کر چلا اور دعا کی کہ یا اللہ میری موت میں برکت دے۔ جنازے کے اندر سے آواز آئی کہ موت کے بعد بھی برکت کی دعا کرو۔ میں اس آواز سے ڈرا اور میت کو دفن کر کے قبر کے پاس بیٹھا۔ دیکھا کہ قبر سے ایک آدمی نکلا جو خوبصورت چہرے کا تھا۔ اس سے خوشبو آتی تھی۔ کپڑے نہایت صاف پہنے ہوئے تھا۔ میں نے پوچھا تو کون شخص ہے۔ اس نے جواب دیا میں وہی ہوں جس نے جنازے کے اندر سے آواز دی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہوں۔ مجھ پر اس نے عمل کیا ہے، میں دنیا میں اس کی حفاظت کرتا تھا اور قبر میں اس کے واسطے نور رہوں گا اور اس کا دوست بنوں گا اور قیامت کے دن اس کو جنت میں داخل کراؤں گا۔

موضوع نمبر ۲۶

اللہ والوں پر قبروں میں انعامات کے واقعات

لاش خود بخود لحد میں اتر گئی:

روایت ہے ابودرداء رضی اللہ عنہ سے کہ مکہ معظمہ میں ایک عورت ہر روز بارہ ہزار مرتبہ سبحان اللہ پڑھا کرتی تھی۔ جب وہ مری اور اس کی لاش قبر تک لے گئے اور قبر میں اتارنے کا قصد کیا تو لاش خود بخود ہاتھ سے علیحدہ ہو کر لحد میں اتر گئی۔

ساتھ والی قبر میں روشنی کی کرنیں:

سوہدرہ (ضلع گوجرانوالہ) کے مشہور عالم دین مولانا حافظ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں کہ ایک رات میں سویا ہوا تھا، ایک بجے کے قریب کچھ لوگ آئے، دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے دروازہ کھولا تو انہوں نے بتایا کہ ہمارا ایک عزیز فوت ہو گیا ہے، بیماری کی وجہ سے لاش زیادہ دیر رکھنے کے قابل نہیں۔ ہم اسی وقت اس کی تدفین کرنا چاہتے ہیں۔ آپ آ کر نماز جنازہ پڑھا دیں۔

میں نے نماز جنازہ پڑھائی، گورکن تدفین کے لیے قبر تیار کرنے لگا تو اچانک ساتھ والی قبر کھل گئی۔ جس سے اس قدر تیز روشنی آ رہی تھی جیسے سورج چڑھا ہوا ہو۔ میں نے مشورہ دیا کہ فوراً اس قبر کی دیوار چن دیں، کوئی اللہ کا نیک بندہ آرام کر رہا ہے۔ چنانچہ اس کی دیوار چن دی گئی اور ساتھ کی قبر میں دوسری میت دفن کر دی گئی۔ (قبر کا بیان)

بزرگ کی کرامات، انگریزوں پر پتھروں کی بارش:

ٹورنٹو کینیڈا سے شائع ہونے والے جریدے ماہنامہ آفاق کے کالم نگار شاہین آفاقی نے جولائی ۲۰۰۲ء کے شمارہ میں لکھا ہے کہ امریکی حکم پر قبائلی علاقہ کے مشہور مجاہد بزرگ فقیر ایپی کے مزار کو شہید کر کے میت کی بے حرمتی کی گئی۔ یہ مجاہد رہنما طویل عرصہ انگریزوں کے خلاف برسرپیکار رہا اور صاحب کرامت بزرگ تھا۔ ان کی ایک کرامت بہت مشہور ہے کہ جب انگریزوں نے ایک جگہ (شمالی وزیرستان میں خیور شریف کے مقام پر) ان کو محاصرہ میں لے لیا تو

انہوں نے اللہ سے دعا کی تو چھوٹے چھوٹے پتھروں کا طوفان امڈ آیا۔ جس سے بے شمار انگریز (فوجی) مارے گئے۔ باقی بھاگ گئے۔

خیور شریف جانے والے لوگوں کا کہنا ہے کہ اب بھی چھوٹے چھوٹے پتھروں کے ڈھیر موجود ہیں۔ وہ برطانوی فوج سے ۳۰ سال تک برسرپیکار رہے۔ لیکن انگریز ان کے جسم کو نہ چھو سکے۔ مگر ان کے انتقال کے بعد ان کے مزار کو شہید کرنے کا کارنامہ امریکہ کے فرنٹ مین اول کے گوریلوں نے انجام دے لیا۔ ان کے مزار کی شہادت اور بے حرمتی سے مہدی سوڈانی کی لاش کی بے حرمتی کی یاد تازہ ہو گئی۔ مہدی سوڈانی کی لاش کی بے حرمتی انگریز لارڈ کچز نے کی تھی۔ لارڈ کچز کی خباثت کو آج "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے ماننے والوں نے دہرا کر ثابت کر دیا کہ وہ یہود و نصاریٰ سے کسی صورت کم نہیں۔ لارڈ کچز کو وطن کی مٹی اور قبر نصیب نہ ہوئی اور سمندری درندوں نے اس کا گوشت کھایا۔ دیکھنا یہ ہے کہ قدرت کی طرف سے فرنٹ مین اول کا انجام کیا ہوتا ہے؟

فرمانبردار بیوی کا قبر میں ریشم کے بستر پر آرام:

ایک ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ ان کے ایک جاننے والے ساتھی کی بیوی فوت ہو گئی۔ جس کے سارے بدن میں بیماری کی وجہ سے ورم تھا۔ ایک موٹی سونے کی انگوٹھی اس بی بی نے پہنی ہوئی تھی جو مرنے کے بعد اتاری نہ جا سکی۔ میت کے خاوند نے اجازت دے دی کہ انگوٹھی کے ساتھ اس کو دفن کر دیا جائے۔

دفن کرنے والوں میں ایک شخص لالچی تھا۔ اس نے دفنانے کے بعد اس انگوٹھی کو اتارنے کی ٹھان لی۔ دفنانے کے کچھ دیر بعد اس لالچی شخص نے انگوٹھی لینے کے لیے قبر کو کھول ڈالا تو دیکھا کہ میت تو ایک مسہری پر ریشم کے بستر پر آرام کر رہی ہے اور اس کے ارد گرد پردے لگے ہوئے ہیں۔

یہ کیفیت دیکھ کر اس لالچی شخص پر ہیبت طاری ہو گئی۔ قبر کو بند کر کے یہ حالات اس نے کئی آدمیوں کو بتائے۔ اس میت کے خاوند سے لوگوں نے اس کی بیوی کی عجیب بات پوچھی، جس کی وجہ سے وہ قبر میں آرام سے ہے۔ میت کے خاوند نے بتایا کہ وہ تمام عورتوں کی طرح تھی۔ مگر ۲۵ سال کی رفاقت میں مجھے یاد نہیں کہ کبھی مجھ سے جھگڑا کیا ہو یا میری نافرمانی کی ہو۔ خاوند کی اطاعت کا یہ صلہ ملا کہ وہ جنت میں داخل ہو گئی۔

موضوع نمبر ۲۷

قبر میں قرآن کی تلاوت وعبادات کے حیران کن واقعات

قبر میں تخت پر بیٹھے بزرگ کی تلاوت قرآنی:

امام یافعی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک گورکن یعنی قبریں کھودنے والے نے بتایا کہ میں نے ایک قبر کھودی تو نیچے سے ایک اور قبر نکلی۔ دیکھا کہ ایک بزرگ تخت پر بیٹھے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں قرآن پاک ہے اور وہ تلاوت کر رہے ہیں اور نیچے دیکھا تو نہر جاری ہے۔ یہ منظر دیکھ کر میں بے ہوش ہوگیا۔ لوگوں نے مجھے قبر سے نکالا، مگر کسی کو معلوم نہ ہوا کہ ماجرا کیا ہے اور جب مجھے تیسرے دن افاقہ ہوا اور میں ہوش میں آیا تو میں نے لوگوں کو واقعہ سنایا۔

یہ سن کر کسی نے مجھ سے کہا کہ ہمیں بتا کہ وہ قبر کہاں ہے؟ میں نے کہا، کل بتاؤں گا۔ رات جب میں سویا تو وہ بزرگ ملے اور فرمایا، خبردار میں تجھے قسم دے کر کہتا ہوں کہ کسی کو مت بتانا، اگر تو نے بتادیا تو نقصان اٹھائے گا۔ میں بیدار ہوا تو توبہ کی کہ کسی کو نہیں بتاؤں گا اور وہ قبر لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہوگئی، کسی کو پتہ نہ چل سکا۔ (روض الریاحین۔شرح الصدور)

خوبصورت نوجوان کی قبر میں تلاوت:

روایت ہے ابوالنصر نیشاپوری سے جو بڑے متقی اور پرہیزگار تھے اور قبر کھودا کرتے تھے کہ میں نے ایک بار قبر کھودی۔ اتفاقاً ایک قبر نکل آئی۔ میں نے دیکھا کہ اس میں ایک نوجوان خوبصورت عمدہ لباس پہنے بیٹھا ہے اور اس سے نہایت اچھی خوشبو آتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں قرآن شریف ہے اور سبز حرفوں سے لکھا ہے۔ کل حروف نہایت خوبصورت ہیں۔ وہ نوجوان تلاوت میں مصروف ہے۔ اس نے مجھ کو دیکھا تو پوچھا، کیا قیامت آگئی؟ میں نے کہا نہیں۔ کہا اس سوراخ کو بند کردو۔ میں نے بند کردیا۔ اس واقعے کو ابن نجار نے تاریخ بغداد میں بھی روایت کیا ہے۔

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کا قبر میں نماز پڑھنا:

روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گذرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور فرمایا کہ سب انبیاء علیہ السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

روایت ہے کہ ثابت بنانی ہمیشہ دعا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تو قبر میں کسی میت کو نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہے تو مجھ کو بھی اس نماز کی اجازت دے۔ جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ثابت بنانی کا جب انتقال ہوا تو میں نے غسل وکفن دے کر لحد میں رکھا اور تختے برابر کیے۔ اتفاقاً ایک تختہ گر پڑا۔ میں نے دیکھا کہ وہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور ابراہیم مہلبی کہتے ہیں کہ میرے پاس آنے جانے والوں نے بیان کیا کہ جب ہم لوگ ثابت بنانی کی قبر کی طرف گذرتے ہیں تو قبر سے قرآن شریف پڑھنے کی آواز سنا کرتے ہیں۔

قبر میں نورانی بزرگ کا تلاوت قرآن کرنا:

ایک صالح مرد فرماتے ہیں کہ اباداں میں ایک شخص زاہد بدوی کے نام سے مشہور تھے۔ میں نے ان کو دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا ان کی وفات ہوگئی اور گورکن نے مجھ سے کہا کہ جب میں نے بدوی کے لیے قبر کھودی اور لحد کو ہموار کرنے کے لیے اندر گیا تو ایک اینٹ نزدیک والی قبر کی گر پڑی۔ میں نے دیکھا کہ اس میں ایک شخص نہایت چمکتے ہوئے کپڑے پہنے ستھرے حرفوں والے قرآن شریف کو گود میں رکھے ہوئے تلاوت کر رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے سر اٹھایا اور کہا کیا قیامت قائم ہوگئی۔ خدا تجھ پر رحم کرے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا اینٹ کو اسی جگہ لگادے۔ خدا تجھے عافیت دے۔ میں نے اینٹ وہیں لگادی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ (روض)

قبر میں سے تلاوت قرآن کی سریلی آواز:

طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں موضع غامہ میں اپنی ایک جائیداد دیکھنے گیا۔ جب رات آگئی تو میں عبداللہ بن عمرو بن حزم کے پاس ٹھہر گیا۔ میں نے قبر سے ایک ایسی آواز میں تلاوت قرآن سنی کہ اتنی اچھی آواز کبھی نہ سنی تھی۔ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعے کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عبداللہ ہے، کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ نے اپنے نیک بندوں کی روحوں کو قبض کر کے یاقوت کی قندیلوں میں لٹکا دیا ہے۔ جب رات ہوتی ہے تو ان کی روحیں ان کی قبروں میں لوٹا دی جاتی ہیں۔ روحیں صبح تک وہیں رہتی ہیں، پھر اپنے ٹھکانوں کی طرف واپس کر دی جاتی ہیں۔ (ابن مندہ، حاکم)

قبر میں حافظِ قرآن بننا:

روایت ہے فردوس دیلمی میں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص قرآن شریف یاد کرتا ہے اور ختم کرنے سے پہلے انتقال کر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں فرشتہ مقرر کرتا ہے کہ پورا قرآن شریف اس کو حفظ کرائے، یہاں تک کہ قیامت کے دن حافظِ قرآن ہو کر اپنی قبر سے اٹھے گا۔

عالمِ برزخ میں عبادت:

حافظ زین الدین بن رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض نیک بندوں کو عالم برزخ میں عمل صالح کی توفیق دے کر انعام و اکرام فرماتا ہے۔ موت کی وجہ سے اگرچہ عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، لیکن ان نیکوکاروں کو محض ذکر و طاعت ہی بڑی نعمت معلوم ہوتی ہے۔ خواہ اس کا ثواب نہ ملے۔ اس لیے وہ برزخ میں عبادت و طاعت کا موقع پانے پر اللہ کی بڑی نعمت سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو محض ذکر و طاعت ہی بڑی نعمت ہے۔ یہ وہ نعمت ہے کہ اس سے بڑی اور کوئی نعمت نہیں ہو سکتی۔ (احوال القبور)

قبر میں علوم میں مشغولیت:

حافظ ابوالعلاء ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہو گیا تو ان کو خواب میں دیکھا گیا کہ وہ ایک ایسے شہر میں ہیں جس کی تمام دیواریں کتابوں کی تھیں۔ خواب ہی میں ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اے خدا، جس طرح میں زندگی میں علوم کے ساتھ مشغول و منہمک ہوں، اسی طرح مرنے کے بعد بھی علم ہی کے ساتھ مشغول رکھنا۔ چنانچہ میری دعا قبول ہوئی اور اب میں اپنی قبر میں علوم کے ساتھ مشغول ہوں۔ (زملکانی)

سبز لباس پہنے ہوئے بوڑھے آدمی کی تلاوت:

روایت ہے عاصم سقطی سے کہ بلخ میں ہم نے ایک میت کے واسطے قبر کھودی۔ ایک طرف دیوار میں سوراخ ہو گیا۔ اس سے ہم نے دیکھا کہ پرانی قبر ہے۔ اس میں بوڑھا آدمی سبز لباس پہنے قبلہ رخ بیٹھا ہے۔ قبر کی دیواریں اور زمین اور چھت بھی سبز ہے۔ وہ قرآن شریف تلاوت کرتا ہے۔

ایک صحابہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک شخص کی قبر سے آوازِ تلاوت:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے ناواقفیت کی بناء پر کسی قبر پر اپنا خیمہ نصب کر دیا لیکن جیسے ہی سب لوگ اکٹھے ہو کے بیٹھے قبر کے اندر سے سورۂ ملک کی تلاوت کی آواز سنائی دینے لگی۔ جب تک پوری سورت ختم نہ ہو گئی، سب لوگ کان لگائے بیٹھے رہے۔

اللہ کے نیک بندے قبر میں بھی قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں:

❁ ...... ابوحماد گورکن کا بیان ہے کہ میں جمعہ کے دن بعد دوپہر قبرستان گیا تو وہاں ہر قبر سے قرآن کریم تلاوت کرنے کی آواز سنائی دی۔

❁ ...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایمان والوں کی قبروں میں مصحف یعنی قرآن دیا جاتا ہے اور چونکہ ایمان والے زندگی میں اللہ کا کلام پڑھا کرتے ہیں، اس لیے مرنے کے بعد بھی قبر میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔ (کتاب السنۃ)

❁ ...... عیسیٰ بن محمد طوماری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر بن مجاہد مقری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کو خواب میں دیکھا کہ گویا وہ قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں۔ میں نے خواب ہی میں ان سے کہا، آپ تو مر چکے ہیں اور پھر بھی تلاوت کر رہے ہیں؟ انہوں نے مجھ سے کہا، میں ہر نماز کے بعد اور ہر ختم قرآن پر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا تھا کہ مجھے ان لوگوں میں شامل کر دے جو قبر میں تلاوت کرتے ہیں، چنانچہ اب میں اپنی قبر میں پڑھتا ہوں۔ (خطیب)

❁ ...... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مشہور فقیہ اور ولی اللہ احمد بن موسیٰ رحمۃ

اللہ علیہ جب وفات پا گئے تو ان کے گھر والے برابر سنا کرتے تھے کہ وہ سورۂ نور کی تلاوت کیا کرتے ہیں۔ (کفایۃ المعتقد)

❁ ...... ابراہیم بن صمد مہلبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو لوگ ثابت رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے سے گذرتے تھے انہی لوگوں نے مجھے بتایا کہ جب وہ ثابت رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس سے گذرتے تھے تو وہ تلاوت قرآن کی آواز سنتے تھے۔ (تہذیب الآثار)

❁ ...... حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے یوسف بن محمد محدث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ہمارے استاد ابوالحسن خطیب سامرہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے نیک آدمی نے ایک قبر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ یہ وہ جگہ ہے کہ یہاں ہم ہمیشہ سورۂ ملک تلاوت کرنے کی آواز سنا کرتے ہیں۔ مردہ اپنی قبر میں سورۂ ملک پڑھا کرتا ہے۔

موضوع نمبر ۲۸

دنیا میں قرآن کی تلاوت کے قبروں میں انوارات پر واقعات

سورۂ ملک اور سورۂ سجدہ کی تلاوت کرنے والا عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے:

جو شخص ہر رات سورۂ تبارک الذی کی تلاوت کرتا ہے اس سے بھی قبر میں سوال نہیں ہوتا اور ایسا شخص فتنہ قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ اس بارے میں بہت سی احادیث مروی ہیں:

(۱)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن میں ایک سورۃ ہے جس میں تیس آیتیں ہیں، اس نے ایک شخص کے حق میں سفارش کی اور وہ بخش دیا گیا۔ وہ سورۂ تبارک الذی بیدہ الملک ہے۔ (ترمذی، احمد، ابوداؤد، نسائی)

(۲)...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن میں ایک ایسی سورۃ ہے جس نے اپنے پڑھنے والے کے حق میں جھگڑا کیا، یہاں تک کہ لڑ جھگڑ کر اس پڑھنے والے کو جنت میں داخل کر کے چھوڑا، وہ سورۂ تبارک الذی بیدہ الملک ہے۔ (طبرانی، ابن مردویہ)

قرآن کی تلاوت کا قبر میں غلبہ:

یمن کے بعض صالحین کا بیان ہے کہ وہ جب ایک میت کو دفن کر کے واپس آنے لگے تو انہیں قبر سے مار پیٹ اور چیخنے چلانے کی آواز آئی۔ اس کے بعد ہی اس قبر کے اندر سے ایک کالا کتا برآمد ہوا۔ ان لوگوں نے کتے سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں اس میت کا بداعمال ہوں۔ چونکہ میت کے پاس سورۂ یٰسین اور دوسری سورتیں تھیں، انہوں نے مجھے مار پیٹ کر بھگا دیا۔ چونکہ میت کے اعمال صالحہ اعمال قبیحہ پر غالب آ گئے۔ اس لیے خدا کی رحمت سے عذاب اس کے سر سے ٹل گیا۔

تین نوروں کی سفارش:

روایت ہے مورق عجلی سے کہ ہم لوگ ایک مرد کے پاس گئے، وہ موت کی بے ہوشی میں

تھے۔ ہم نے دیکھا کہ ایک نور ان کے سر سے بلند ہوا اور چھت سے اوپر نکل گیا۔ پھر ان کی ناف سے ایک نور نکلا اور پہلے نور کے مثل بلند ہوا، اس طرح ان کے پیر سے نور نکلا، اس کے بعد وہ ہوش میں آئے۔ ہم نے پوچھا کہ تم سے جو نور نکلا ہے اس کو تم جانتے ہو۔ کہا ہاں جو نور سر سے نکلا ہے وہ الم تنزیل کا ہے اور جو نور میری ناف سے نکلا ہے وہ سورۂ سجدہ کی آیت کا نور ہے اور جو نور میرے پیر سے نکلا وہ آخیر سورۂ سجدہ کا نور ہے۔ ان تینوں نوروں نے اللہ تعالیٰ کے پاس میری شفاعت کی ہے اور تبارک الذی میری حفاظت کرتی ہے۔ ان دونوں سورتوں کو میں ہر رات پڑھا کرتا تھا۔

مردے کے سر سے نور کا ظہور:

جو یبر نے اپنی تفسیر میں ابان بن ابی عیاش سے روایت کیا کہ:

''مورق عجلی کے انتقال کے وقت ہم موجود تھے۔ جب انہیں کفن پہنا دیا گیا تو ہم نے دیکھا کہ ان کے سر سے ایک نور نکلا جو چھت کو چیر کر نکل گیا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ ایسا ہی ایک نور پاؤں کی جانب سے نکلا، پھر ایک درمیان سے نکلا تو ہم تھوڑی دیر ٹھہر گئے۔ پھر انہوں نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھا کر کہا: کیا تم نے کچھ دیکھا؟'' ہم نے کہا، ہاں اور جو کچھ دیکھا تھا بتا دیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ سورۂ سجدہ ہے جو میں ہر شب کو پڑھتا تھا اور جو نور تم نے میرے سر سے نکلتا ہوا دیکھا یہ اس آیت کی آخری چودہ آیتوں کا نور تھا اور جو تم نے دیکھا یہ خود سورۂ سجدہ تھی۔ یہ اوپر شفاعت کرنے کے لیے گئی اور سورۂ تبارک میری شفاعت و حفاظت کو بچ رہی۔ یہ کہہ کر پھر چپ ہو گئے۔''

موضوع نمبر ۲۹

شہیدوں پر اللہ کے انعامات کے حیران کن واقعات

شہید کی موت کی کیفیت:

نسائی، طبرانی اور ابن ابی الدنیا نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو بھی جان روئے زمین پر موت کے گھاٹ اترتی ہے تو اس کے لیے اس کے رب کے ہاں نیکی ہے اور وہ واپس آنے کا ارادہ نہیں کرتی، خواہ اسے تمام دنیا دے دی جائے، ماسوائے شہید کے۔ شہید بار بار دنیا میں آنے کی خواہش کرتا ہے تاکہ بہت بڑے ثواب سے نوازا جائے۔''

طبرانی نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''شہید موت کی تکلیف صرف اس قدر پاتا ہے جس قدر کسی چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔''

شہید کی لاش کے قریب جنتی لڑکیاں:

حضرت واحد بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم ایک جہاد میں گئے، ہم نے دوران سفر میں اپنے ایک ساتھی کو گم پایا۔ جستجو کے بعد اس کی لاش ایک ریگستان میں پڑی ہوئی ملی، اس پر تلوار کی ضرب لگی تھی، ہم نے دیکھا کہ کئی لڑکیاں اس کے سر کے پاس شاہانہ باجا بجا رہی تھیں، جب ہم لاش کے قریب گئے تو وہ لڑکیاں ایسی غائب ہوئیں کہ پھر ہم نے نہیں دیکھا۔ (ابن ابی الدنیا)

لاشوں سے نور:

سرخاب کے قاضی زمرے نے ہمیں بتایا کہ کئی سال پہلے ''موسیٰ'' میں ایک معرکہ ہوا جو تین روز تک جاری رہا۔ اس معرکے میں ۸۰ مجاہدین شہید ہوئے۔ جبکہ ایک ہزار آٹھ سو روسی کمانڈوز مارے گئے۔

معرکہ ختم ہوا تو عجیب بات یہ دیکھی گئی کہ شہداء کی لاشوں کی وجہ سے پورے منطقے میں نور پھیل گیا تھا جو بہت سے لوگوں نے دیکھا۔ اس کے علاوہ کئی روز تک سبز کبوتر آ کر ان شہداء کی لاشوں کے قریب اترتے رہے اور ایک لاش سے دوسری لاش کی طرف جاتے رہے۔ یہ واقعہ اتنے زیادہ لوگوں نے دیکھا کہ ان کے جھوٹ پر جمع ہونے کا گمان نہیں ہو سکتا۔

دریا کے شہیدوں پر انعام خداوندی:

حضرت عبید بن سعید رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک جماعت آپ کے آس پاس بیٹھی ہوئی تھی، اسی درمیان میں ایک آدمی آیا، اس کی آنکھیں سبز تھیں، حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا کہ تیری آنکھوں کا یہ رنگ پیدائشی ہے یا کسی بیماری کی وجہ سے ایسی ہو گئی ہیں؟

اس شخص نے کہا، حضرت کیا آپ مجھ کو نہیں پہچانتے؟

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، تو کون ہے؟

اس سوال پر اس نے اپنا نسب بیان کر ڈالا۔ بیان کرنے پر معلوم ہوا کہ اس مجلس کا ہر شخص اس کے نسب کو اچھی طرح جانتا ہے۔ پھر حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص سے پوچھا، اپنی سرگذشت بیان کر، اس نے بیان کرنا شروع کیا کہ میں نے اپنے تمام مال کو لے کر بذریعہ جہاز یمن کے سفر کا ارادہ کیا، جہاز پر سوار ہو کر روانہ ہوا تو سخت آندھی آئی اور میں دریا میں غرق ہو گیا۔

اتفاقاً ایک تختے پر بیٹھ کر دریا کے کسی ساحل پر جا لگا، وہاں چار ماہ تک مقیم رہا، اور اسی تردد میں تھا کہ کس طرف جاؤں۔ چار ماہ تک درختوں کے پتے اور گھاس کھا کر چشموں کا پانی پی لیا کرتا تھا۔

پھر میں نے اپنے دل میں ٹھانی کہ کسی طرف کا رخ کر کے چلوں گا یا ہلاک ہی ہو جاؤں گا یا نجات پاؤں گا۔ وہاں سے ذرا آگے بڑھا تو ایک محل نظر آیا، جس کی تعمیر چاندی سے ہوئی تھی۔ اس کے کواڑ کو دھکا دے کر کھولا تو اندر جا کر دیکھا کہ کئی کمرے تھے اور ان کے ہر طاق میں موتی کا ایک صندوق تھا۔ صندوق مقفل تھے، اور ان کی کنجیاں سامنے ہی رکھی ہوئی تھیں۔ بعض صندوقوں کو کھولا تو اندر سے بڑی عمدہ خوشبو نکلی اور ہر صندوق میں ایک ایک مردہ ریشمی کپڑوں میں لپٹا ہوا ملا۔

مردوں کو میں نے حرکت دی تو بے جان تھے، لیکن وہ ایسے تر و تازہ تھے جیسے زندہ ہوتے ہیں۔

میں صندوق بند کر کے باہر نکل آیا اور محل کا دروازہ بند کر دیا۔ وہاں سے میں ذرا آگے بڑھا تو

دو سوار نہایت حسین نظر آئے، وہ کھرے گھوڑوں پر سوار تھے، انہوں نے مجھ سے واقعہ دریافت کیا اور میں نے جو کچھ گذرا تھا کہہ سنایا۔ سواروں نے کہا تو آگے بڑھ، تھوڑی دور جا کر تجھ کو ایک درخت ملے گا اور وہیں ایک باغ ہے، جس میں ایک خوبصورت بزرگ نماز پڑھتے ہوئے ملیں گے۔ ان سے اپنا واقعہ بیان کرنا۔ تجھ کو وہ راستہ بتا دیں گے۔

میں وہاں سے آگے بڑھا تو بزرگ سے ملاقات ہوئی، میں نے سلام کیا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر میں نے ان کے پوچھنے پر پورا واقعہ بیان کر دیا۔ جب میں نے چاندی کے محل کا قصہ سنایا تو وہ کچھ گھبرا گئے۔ انہوں نے پوچھا، تو نے وہاں کیا کیا۔ میں نے کہا صندوق کو اور محل کے دروازے کو بند کر دیا، یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے اور پھر مجھ سے کہا، بیٹھ جا۔ میں بیٹھا تو دیکھا ایک بادل ان کے سر کے اوپر سے گذرا۔ بادل نے کہا، اے اللہ کے دوست، تجھ پر سلام ہو۔ بزرگ نے بادل سے پوچھا تو کہاں جا رہا ہے؟ بادل نے جواب دیا کہ فلاں فلاں جگہ جا رہا ہوں؟ کئی بادل یکے بعد دیگرے گذرتے رہے، یہاں تک کہ ایک بادل گذرا اور بزرگ نے اس سے پوچھا تو کہاں جا رہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بصرہ جا رہا ہوں۔ بزرگ نے اس سے کہا کہ تو اتر آ، بادل اتر آیا اور بزرگ کے آگے کھڑا ہو گیا۔

بزرگ نے بادل کو حکم دیا کہ اس مسافر کو اٹھا لے اور اس کو صحیح و سالم اس کے گھر تک پہنچا دے۔ اس شخص نے بتایا کہ بزرگ کے حکم سے جب میں بادل پر سوار ہوا تو میں نے بزرگ سے اللہ کا واسطہ دے کر کہا کہ آپ مجھ کو اس محل کی اور ان دو سواروں کی اور اپنی ذات کی پوری حقیقت بیان فرمائیں۔

بزرگ نے کہا، محل کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دریا کے شہیدوں کا اتنا اکرام کیا ہے کہ ان پر فرشتوں کو مقرر کر دیا، تا کہ ان کو دریاؤں سے اٹھا کر اس محل کے صندوقوں میں ریشمی لباس پہنا کر محفوظ کر دیں اور جو دو سوار تم کو ملے وہ اللہ تعالیٰ کے دو فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبح و شام ان شہیدوں کے لیے سلام لاتے ہیں اور میری حقیقت یہ ہے کہ میں خضر ہوں۔ میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ مجھ کو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ اٹھایا جائے۔

اس شخص نے بتایا کہ جب میں بادل پر سوار ہو کر چلا تو مجھ کو اتنا خوف ہوا کہ میری یہ حالت ہو گئی جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، یعنی میری آنکھیں سبز ہو گئیں۔

(الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، شرف المصطفیٰ۔ موت کا جھٹکا)

نورانی چہرہ:

مفتی ابوعبیدہ کو شہادت کے تین دن کے بعد دفن کیا گیا۔ سخت بارش ہوئی تھی، لوگ جب قبر دیکھتے تو ایسا لگتا جیسے چہرے سے روشنی کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔ افغانیوں نے کہا کہ دس سال میں ہم نے اتنا نورانی چہرہ نہیں دیکھا۔

ایسے انعامات واکرامات شہیدوں کو عطا کیے جاتے ہیں جن کا دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

شہید کے منہ میں پھل نما چیز:

یہ تقریباً تین سال پہلے کا واقعہ ہے، میرے ایک دوست محکمہ انہار میں سپرنٹنڈنٹ انجینئر تھے، ان کا ایک بیٹا پاگل تھا، جس کو وہ اکثر باندھ کر رکھتے تھے، ورنہ وہ گھر کی اشیاء توڑ پھوڑ دیتا، ایک روز نوکر کی بے توجہی کی وجہ سے وہ لڑکا ڈرائنگ روم میں گھس گیا اور ہزاروں روپے کا نقصان کر ڈالا وہ دوست اس لڑکے کو پکڑ کر میرے پاس لائے اور تقریباً روتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر صاحب اس کا کچھ کریں، اس نے ہمارا ناک میں دم کیا ہوا ہے ورنہ میں اس کا گلا گھونٹ دوں گا۔ میں نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا کہ میاں اللہ سے ڈرو، ایسی بات مت کرو ورنہ قیامت کے روز یہ تمہارے لیے سزا کا سبب بن جائے گا۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ مرنے کے بعد (نعوذ باللہ) کس نے جینا ہے اور کون پوچھے گا۔ میں اس پر چپ رہا، کہیں مزید کفریہ کلمات نہ کہہ ڈالیں۔ چنانچہ بات ختم ہوگئی۔

چند دنوں کے بعد میرے وہ دوست ڈیرہ غازی خان سے ایک نہر (جو تونسہ بیراج سے نکالی جارہی تھی اور اس کی کھدائی کا کام مکمل ہو چکا تھا اس نہر) کے معائنے کے لیے گئے۔ وہاں پہنچنے پر دیکھا کہ مزدور ایک جگہ جمع ہیں اور شور مچا ہوا ہے۔ انجینئر صاحب کو دیکھ کر مزدوران کے پاس آئے اور بتایا کہ نہر کی تہہ میں ایک سوراخ سے انسانی جسم کا ایک حصہ نظر آرہا ہے۔

انجینئر صاحب نے خود جا کر دیکھا اور اوپر والی مٹی ہٹانے کو کہا۔ جب مٹی ہٹائی گئی تو نیچے سے پوری انسانی نعش نظر آرہی تھی۔ اس نعش میں دو باتیں حیران کن تھیں، ایک تو اس کے کپڑے خون میں آلودہ تھے، جس سے اندازہ ہوا کہ یہ کسی شہید کی نعش ہے، دوسرے اس کے منہ کے اوپر ایک پھل نما چیز رکھی ہوئی تھی۔ جس میں سے وقفے وقفے کے بعد کچھ قطرے نعش کے منہ میں

گر رہے تھے۔ نہر کی گہرائی تقریباً بیس فٹ تھی اور یہ نعش اس سے بھی نیچے مٹی میں محفوظ تھی۔ جس سے یہ اندازہ ہوا کہ اس آدمی کو دنیا سے کوچ کیے صدیاں گزر چکی ہیں۔

اسی شام انجینئر صاحب میرے گھر آئے اور مجھے پورا واقعہ سنا کر کہنے لگے کہ قرآن پاک میں یہ جو کہا گیا ہے کہ شہیدوں کو مردہ مت کہو، بلکہ یہ زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں، میں اس آیت کی زندہ مثال دیکھ کر آیا ہوں اور مجھے مکمل یقین ہوگیا ہے کہ مرنے کے بعد بھی ایک زندگی ہے جس میں یوم حساب بھی ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اس شہید کی لاش کو کھا جاتی جو صدیوں سے زمین کے اندر محفوظ ہے۔ کہنے لگے ایسا لگتا تھا جیسے یہ مردہ اس وقت کے انتظار میں ہے جب اللہ تعالیٰ دوبارہ اس میں روح پھونکیں گے اور یہ یوم حساب کے لیے اٹھ کھڑا ہوگا۔

میں نے انجینئر صاحب سے عرض کیا کہ آپ کے اور ہمارے قیامت پر ایمان لانے میں فرق ہے۔ ہم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر ایمان لے آئے اور آپ نے جب تک مشاہدہ نہیں کیا آپ کو یقین نہیں آیا۔

اس واقعے کے بعد انجینئر صاحب اپنے لڑکے کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے بھی باز آگئے اور آخرت کے بارے میں اپنی سابقہ آزاد خیالی سے بھی پکی توبہ کرلی۔ (تحریر: ڈاکٹر نور احمد)

شہید کے جسم سے نورانی شعاعیں:

مجھے مجاہد عبدالمنان محمد نے خبر دی، جو کہ ہلمند مغربی قندھار کے قائد ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم مجاہدین کی تعداد چھ سو تھی، جبکہ کفار کی تعداد چھ ہزار تھی، وہ سب روسی تھے، ان کے ساتھ چھ سو ٹینک اور ۴۵ طیارے تھے۔ انہوں نے پوری شدت سے حملہ کیا، یہ شدید معرکہ ۱۸ دن تک جاری رہا۔ جس کے نتائج یہ نکلے کہ:

مجاہدین میں سے ۳۳ شہید ہوگئے، جبکہ دشمن کے نقصانات کی تفصیل یہ ہے کہ چار سو پچاس قتل ہوئے، ۳۶ قیدی بنا لیے گئے اور ۳۰ ٹینک ہم نے تباہ کر دیئے اور دو طیارے گرائے۔ یہ معرکہ شدید گرمی میں ہوا تھا، لیکن شہداء کے جسم میں سے کسی کا جسم اس طویل مدت میں متغیر نہیں ہوا اور نہ ہی ان سے بو آئی۔ شہداء میں سے ایک مجاہد عبدالغفور ابن دین محمد تھے، روزانہ رات کو ان کے جسم سے نورانی کرنیں پھوٹ کر آسمان کی طرف بلند ہوتی نظر آتی تھیں اور تین منٹ تک یہ کیفیت رہتی تھی۔ پھر وہ شعاعیں نیچے آجاتیں، یہ نورانی شعاعیں سب مجاہدین نے دیکھیں۔

عمر حنیف نے مجھے بتایا کہ ۱۹۸۲ء میں شعبان کے مہینے میں عشاء کے بعد ہر رات آسمان سے نور کی کرنیں مجاہدین کے گھروں کے اوپر آتیں اور ایک گھنٹے تک ان کے گھروں کی حدود کے چکر لگا کر پھر غائب ہو جاتیں۔

عبدالوہاب کا نور:

عبدالوہاب ایک متمول خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ اور اس کے بھائی ملک کے اہم عہدوں پر فائز تھے۔ وہ خود آرامکو کمپنی میں ملازم تھا، پھر اس نے دنیا اور اس کی نعمتوں کو خیر باد کہا اور افغانستان کے پہاڑوں اور میدانوں میں بھوک اور مسلسل سفر کی زندگی گزارنے آ پہنچا۔

ناز و نعم میں پلنے والا یہاں چائے کے ساتھ اکثر سوکھی روٹی کھاتا تھا اور خوش رہتا تھا۔ نیز یہ کہ وہ معرکوں میں شامل ہونے پر بڑا مصر رہتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس امت مسلمہ کے زوال اور ضیاع کا سبب صرف ترک جہاد ہے۔ وہ اپنی اس رائے سے رجوع کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں تھا کہ جہاد فرض عین ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ اب والد اور والدہ کی اجازت کی ضرورت بھی نہیں رہی۔ وہ اللہ کی راہ میں موت کی تلاش میں تھا۔

اپنی شہادت سے ایک رات پہلے اس نے خواب میں یحییٰ کو دیکھا۔ یحییٰ اس وقت شہادت کے خواہشمند ہر نوجوان کے لیے ایک واضح نصب العین بن چکا تھا۔ یحییٰ اسے دیکھ کر کہنے لگا۔ کیا تم سچ مچ عبدالوہاب ہو؟ اگلی صبح عبدالوہاب اٹھا اور اپنے ساتھیوں کو خوشخبری سنانے لگا کہ آج میری شہادت کا دن ہے۔ پھر وہ پوری تیاری کے ساتھ آپریشن پر روانہ ہوا، لیکن عملیہ (فوجی کارروائی) سے ایک گھنٹے پہلے عبدالصمد کے ساتھ جا کر مسجد میں سو گیا۔ عبدالصمد نے خواب میں کیا دیکھا کہ عبدالوہاب ایک خوبصورت حسین و جمیل عورت سے باتیں کر رہا ہے وہ چونک کر نیند سے جاگا تو اس کے چہرے پر بشاشت کھیل رہی تھی۔ اس نے کہا عبدالوہاب! مبارک ہو! تم شہید ہو! آج میں نے تمہیں ایک حور کے ساتھ دیکھا ہے۔

چلمن صوبہ ننگرہار میں عبدالوہاب کی شہادت اور تدفین کے بعد ایک عرب نوجوان ابوداؤد نے مجھے بتایا کہ میں نے کئی افغانوں کو عبدالوہاب اور سعود البحری کی قبروں سے نور پھوٹتے دیکھنے کی گواہی دیتے سنا تو اپنے پہرے کی باری میں ان کی قبروں پر نظر لگائے بیٹھا رہا۔ آخر ۲ تاریخ کی رات پونے گیارہ بجے میں نے ایک نور آسمان تک پہنچتا اور وہاں سے ایک قوس کی شکل میں ان

دونوں کی قبروں پر واپس لوٹتے دیکھا۔

آگ کا مسلمانوں کے ہمدرد سکھوں کی لاشوں کو جلانے سے انکار:

افغان جہاد کے دوران مجاہد شیر محمد کے بیان کے مطابق دو سکھ فوجیوں نے حکومت سے فرار ہو کر مجاہدین کی پناہ لی اور اسی جہاد میں شریک ہو کر ملحد حکومت کے خلاف میدان جنگ میں اترے۔ ایک جنگ کے دوران وہ دونوں شہید ہو گئے تو ان کے ساتھیوں نے کابل میں موجود ان کے سکھ خاندانوں کو اطلاع کر دی کہ ان کو لے جاؤ۔ سکھوں کے رواج کے مطابق ان لوگوں نے ان کی لاشوں کو جلانے کا اہتمام کیا اور لکڑیاں وغیرہ جمع کر کے ان کی لاشوں کو رکھ کر آگ روشن کی۔ آگ کے ختم ہونے کے بعد سب کو اس وقت حیرت ہوئی جب دیکھا کہ ان کی لاشیں صحیح سالم بالکل اصلی حالت میں موجود تھیں۔ یہ تاریخ ساز واقعہ دیکھ کر ان کے اہل خاندان نے کہا یہ ہم میں سے نہیں بلکہ تم میں سے ہیں۔ اس کے بعد پھر ہم نے ان کی لاشیں لیں اور اسلامی طریقے کے موافق دفن کیں۔

موضوع نمبر ۳۰

شہیدوں کے معجزات کے حیران کن واقعات

شہیدوں کے آنکھوں دیکھے مشاہدات:

❁......ایک مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے آج تک کسی شہید کے جسم میں نہ کوئی بدصورتی دیکھی ہے اور نہ ہی بدبو محسوس کی ہے۔

❁......میں نے کسی شہید کی ایسی لاش نہیں دیکھی ہے جسے درندوں نے کھایا ہو، جبکہ روسیوں اور ان کی منشاء کے تحت لڑنے والے کابلی فوجیوں کی لاشوں کو درندے چیر پھاڑ کر کھا جاتے ہیں۔ حالانکہ دونوں فریقین کی لاشیں ایک ہی علاقے میں بکھری پڑی ہوتی ہیں اور ان پر کبھی کبھار کئی دن گزر جاتے ہیں۔

❁......میں نے بذات خود ۱۲ شہیدوں کی قبریں دو سال، تین سال کے بعد شرعی مصلحت کے پیش نظر کھودیں۔ جن کے اجسام صحیح سلامت تھے اور ان میں کسی قسم کے تغیر اور بدبو کا اثر نہ تھا۔

❁......میں نے ایسے شہداء دیکھے جن کی قبریں ایک سال بعد کھولی گئیں (شرعی مصلحت کے تحت) اور ان کو صحیح طریقے پر دفن کرتے یا وہاں سے منتقل کرتے ہوئے ان کے زخموں سے خون نکلنے لگا۔

شہید کے خون سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بنتا چلا گیا:

زرغون شہر میں شیر آغا کے ساتھ چھاپہ مار کارروائیوں میں حصہ لینے والے عبدالجبار نے بتایا کہ یکم جولائی ۱۹۸۶ء کو پغمان میں ہمارا ایک ساتھی محمد آغا کمیونسٹوں کے ایک مرکز پر حملے کے دوران شہید ہو گیا۔ ہم نے اسے سفید کفن میں دفنا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم نے دیکھا کہ اس کا خون بہہ بہہ کر کفن پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ رہا ہے۔ یہ واقعہ میرے ساتھ کئی اور مجاہدین نے بھی دیکھا۔

شہید کی خواب میں اپنے ساتھیوں کی مدد......ذخیرہ وہاں ہے:

مطیع اللہ اور عتیق اللہ نے مجھے بتایا کہ ہمارے درمیان ایک نیک، صالح، پاکباز اور پارسا مجاہد تھا، اس کا نام قاضی غلام محمد تھا، اس کی نگرانی میں ایک خفیہ اسٹور تھا۔ ایک معرکے میں غلام محمد شہید ہو گیا اور اس کی شہادت کے ساتھ ہی اسٹور بھی ہم سے کھو گیا۔ کیونکہ اس کے مقام کا علم ہم میں سے کسی کو نہ تھا۔ ہم نے اسے ڈھونڈنے کی کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ مایوس ہو کر دو رکعتیں نماز پڑھیں اور اپنے رب سے دعا کی، اے اللہ! اگر فلاں شخص واقعی شہید ہے تو ہمیں خواب میں دکھا تا کہ ہمیں اسٹور کا پتہ بتا سکے۔

عتیق اللہ نے کہا، میں نے اسی رات غلام محمد کو خواب میں دیکھا وہ مجھ سے کہہ رہا تھا، اسٹور فلاں جگہ پر پتھر کے نیچے ہے۔ ہم وہاں گئے اور ہم نے اسے پالیا۔

مطیع اللہ کہتا ہے کہ میں نے شہید کا ایک چھوٹا سا بال توڑ کر قرآن میں رکھ دیا۔ یہ قرآن ہر وقت میری جیب میں رہتا تھا۔ یہ بال جو نصف انگلی کے برابر تھا، تھوڑے ہی دنوں میں بڑھ کر دو انگلی کے برابر ہو گیا۔

میں (عبداللہ عزام) کہتا ہوں کہ وہ بال میں نے خود مطیع اللہ کے پاس دیکھا۔

میرا بھائی یہاں دفن ہے:

مطیع اللہ نے مجھے ایک ۹ سالہ بچے کے بارے میں بتایا کہ طیاروں کی بمباری سے ایک بچہ ایک گڑھے میں جا گرا، ملبہ گرنے کی وجہ سے وہ وہیں دفن ہو گیا۔ بمباری کے بعد اسے بہت ڈھونڈا مگر وہ نہ ملا۔ ۷ روز بعد اس کی سات سالہ بہن کھیلتی ہوئی اس جگہ آ پہنچی اور یہ کہتے ہوئے گڑھے کی طرف دوڑی کہ اس زمین کے نیچے میرا بھائی ہے۔ میں یہاں اس کے وجود کو محسوس کر رہی ہوں۔ بچی کی بات سن کر ہم وہاں پہنچے اور کھدائی کی تو بچے کی لاش مل گئی۔ کوئی بھی یہ بات سمجھ نہ سکا کہ ننھی بچی کو یہ بات کیونکر معلوم ہوئی کہ اس کے بھائی کی لاش یہاں ہے۔

شہید کی داڑھی جو ڈھائی سال بعد پہلے سے لمبی ہو گئی ایک قبر کشائی کا منظر:

عمر حنیف نے بیان کیا ہے کہ ہمارے ساتھ ایک مجاہد حافظ قرآن تھا، جس کا نام سید شاہ تھا،

تہجد گزار اور بڑا عابد نوجوان تھا۔ بہت سچا خواب دیکھنے والا، حتیٰ کہ رات کو خواب دیکھتا اور صبح اس خواب کی تعبیر روز روشن کی طرح سامنے آ جاتی۔ بکثرت کرامات اس کے ہاتھ ظاہر ہوئی تھیں۔ جب سید شاہ شہید ہوئے تو ہم نے عارضی اور وقتی طور پر دفن کیا اور دفن کرنے والوں میں، میں (عمر حنیف) خود تھا۔ بلکہ قبر کے اندر میں نے سید شاہ کو اپنے ہاتھوں سے رکھا۔

ڈھائی سال کے بعد جب میں سید شاہ کی قبر کھولنے گیا تو میرے ساتھ کمانڈر نور الحق بھی تھے۔ قبر کھولنے کے بعد یہ منظر دیکھنے میں آیا کہ شہید پر سیاہ ریشم کی چادر پڑی تھی کہ اس جیسی ریشمی چادر میں نے زندگی بھر نہیں دیکھی تھی، جب چادر کو ہاتھ لگایا تو اس میں سے ایسی خوشبو آنے لگی کہ جس کی نظیر دنیا میں شاید نہیں ہوگی، نہ مشک کی، نہ عنبر کی، جب میں نے شہید کا چہرہ کھولا تو میں نے محسوس کیا کہ شہید کی داڑھی پہلے سے لمبی ہو گئی ہے۔

قبروں کی منتقلی کے لیے شہید کی خواب میں گزارش:

روزنامہ خبریں لاہور کے ۲۰ اپریل کی اشاعت میں یہ حیرت انگیز واقعہ چھپا ہے کہ مقبوضہ کشمیر کے ضلع پونچھ کے مقامی مسجد کے امام محمد حسین نے یہ خواب دیکھا کہ شہید ماجد ان کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ بارش کی وجہ سے میری اور میرے دوسرے ساتھی بابر حنیف کی قبریں بیٹھ گئی ہیں، لہٰذا ہمیں کسی اونچی جگہ منتقل کیا جائے۔ تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ واقعی دونوں قبروں کو بارش کی وجہ سے شدید نقصان پہنچا ہے۔ جب ان کی قبروں کو کھولا گیا تو ایک خوشبو فضا میں پھیل گئی۔ اور سب سے زیادہ حیرت لوگوں کو اس سے ہوئی کہ دونوں کے جسموں سے تازہ خون بہہ رہا ہے اور دونوں کی کلائیوں پر بندھی ہوئی گھڑیاں درست ٹائم کے مطابق چل رہی ہیں۔

(از مولانا عبداللہ)

یہاں آؤ! کمیونسٹ میری لاش لے جانا چاہتے ہیں:

حاجی احسان اللہ نے غلام نجی کے بھائی کے حوالے سے بتایا کہ منطقہ چمکنی میں حزب اسلامی کے کمانڈر رحیم شاہ اور میرا بھائی غلام نجی ایک معرکے میں شہید ہو گئے۔ ہم نے دونوں شہیدوں کو پاس پاس دفنا دیا۔ اسی رات میں نے خواب میں غلام نجی کو دیکھا، وہ مجھے مدد کے لیے پکار رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”یہاں آؤ، کمیونسٹ میری لاش لے جانا چاہتے ہیں۔“

میں سمجھا کہ میری یہ خام خیالی ہے اور پریشان فکری ہے۔ یہ سوچ کر میں پھر سو گیا۔ وہ پھر سے خواب میں نمودار ہوا اور مدد کے لیے پکارنے لگا۔ ”جلدی یہاں آؤ، کمیونسٹ میری لاش کو لے جانا چاہتے ہیں۔“ میں اسی وقت رحیم شاہ کے گھر گیا اور اس کے چند عزیزوں کے ہمراہ قبرستان میں پہنچا۔ وہاں واقعی دونوں قبروں پر کمیونسٹ موجود تھے اور قبر کھودنے کا پروگرام بنا رہے تھے۔ ہم نے ان پر فائر کیا تو وہ بھاگ نکلے۔

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ کمیونسٹ مجاہد کمانڈروں کی شہادت کے بعد ان کی لاشیں اڑا لے جانے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ ان کے گرد ناچیں اور خوشی کا اظہار کر سکیں کہ انہوں نے ایک بڑا کمانڈر ہلاک کر دیا ہے اور اس طرح دوسرے فوجیوں کے دلوں سے مجاہدین کا رعب اور خوف دور کر سکیں۔

خواب میں مجاہد نے اپنی قبر کی نشاندہی کرادی:

حفیظ اللہ امین کے زمانے کی بات ہے کہ زرمت میں حکومت نے اپنے لوگوں کو جمع کیا اور انہیں مجاہدین کے خلاف فوج کا ساتھ دینے اور مجاہدین کو کچلنے کے لیے کہا۔ مجاہدین کی تعداد بہت کم تھی، مگر زبردست لڑائی ہوئی۔ ۲۴ مجاہدین شہید ہو گئے۔ ایک مجاہد طالب خان گم ہو گیا، بڑا ڈھونڈا مگر نہیں ملا اور نہ اس کی لاش ملی۔ طالب خان کا ایک بھائی ژاور خان تھا اس نے خواب میں طالب خان کو دیکھا، طالب خان نے خواب میں ژاور خان کو بتایا کہ ”میری لاش وہاں دفن ہے جہاں تم نے مارٹر توپ نصب کی ہوئی تھی۔“

ژاور خان نے خواب ساتھیوں کو سنایا، ساتھیوں نے اس پر یقین نہیں کیا۔ اس نے جلال الدین حقانی کو خواب سنایا تو جلال الدین حقانی نے اجازت دے دی کہ وہاں جائے اور لاش کو تلاش کرے۔ پہاڑی کے دامن میں جہاں مارٹر توپ نصب ہوتی تھی، وہاں ایک قبر بنی ہوئی تھی، اسے کھولا گیا تو وہاں واقعی طالب خان کی لاش تھی۔ چھ دن گزرنے کے بعد بھی اس کے زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔ اس کا کوئی پتہ نہ چل سکا کہ اس کو وہاں کس نے دفنایا تھا۔ (طالب خان جلال الدین حقانی کا قریبی رشتے دار تھا۔)

شہید کی بیوہ کا شوہر کے ساتھ خواب میں کھانا کھانا:

وسطی ترکستان کے ایک خونخوار حکمران قطع خاں کے دور کا واقعہ ہے کہ ایک سیدھا سادھا اور

بھولا بھالا نوجوان جو باقاعدہ تربیت یافتہ سپاہی نہ تھا، بلکہ پیشے کے اعتبار سے بڑھئی تھا، سارا دن کام کرتا، اپنے بیوی بچوں کے لیے روزی کماتا اور بچوں کو کھلا پلا کر سو جاتا۔ لیکن جب مسلمانوں پر افتاد پڑی تو اس نے اپنے پھولوں جیسے بچوں اور حور جیسی بیوی کو اللہ حافظ کہا اور فی سبیل اللہ جہاد کے لیے چلا گیا۔

جب اس کی لاش گھر آئی تو اس کی وفادار اور نوجوان بیوی پر گویا بجلی گر پڑی۔ قریب تھا کہ یہ بیچاری صدمے سے پاگل ہو جاتی، لیکن اللہ نے حفاظت فرمائی اور یہ بے چاری رو رو کر بے ہوش ہو گئی اور اسے نیند آ گئی۔

یہ نیند میں تھی کہ اسے خواب آیا کہ وہ ایک جماعت کے پاس سے گزری جو سبز جوڑے پہنے دسترخوان پر بیٹھے کھانا کھا رہی ہے اور ان پر نور چھایا ہوا ہے۔ غور سے دیکھتی ہے تو پتہ چلا کہ وہ اس جنگ کے شہداء ہیں۔ اس بے چاری نے اپنے خاوند کو تلاش کرنا شروع کیا۔ ادھر ادھر گھوم رہی تھی کہ آواز آئی (اے رحمہ، اے رحمہ) یہ اس آواز کی طرف لپکی تو کیا دیکھتی ہے کہ اس کا محبوب شوہر بھی دیگر شہدائے کرام کی طرح کھانا کھا رہا ہے اور اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہے۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا "رفقائے کرام! یہ بے چاری کل سے بھوکی ہے، اگر اجازت دو تو میں اسے بھی کچھ کھلا دوں۔" انہوں نے بخوشی اجازت دے دی تو اس نے اسے برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا اور شیریں اور تازہ مکھن سے زیادہ نرم پھل پیش کیا۔

جب اس نے کھا لیا تو اس (شہید) نے کہا "اب جا! جب تک تو زندہ رہی اللہ تبارک وتعالیٰ تجھے بھوک اور پیاس نہ لگنے دے گا اور اللہ تعالیٰ نے تجھے تاحیات بھوک اور پیاس سے مستغنی کر دیا ہے۔"

جب یہ بیدار ہوئی تو قدرت الٰہی سے اس کی بھوک اور پیاس دور ہو چکی تھی۔ جب لوگوں نے اسے عرصہ دراز تک کھاتے پیتے نہ دیکھا تو ایک دن اکٹھے ہو کر اس سے کھانے پینے سے بے نیازی کا سبب پوچھنے لگے۔ جب ان کا اصرار غالب آیا تو اس نے انہیں مذکورہ بالا خواب سنا کر بتایا کہ "میں اس وقت سے لے کر آج تک دنیاوی کھانے پینے سے بے نیاز ہوں۔"

نماز جنازہ میں شہید کی شرکت:

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ان کا ایک بیٹا شہید ہو گیا تھا اور انہوں نے اسے کبھی خواب میں نہ دیکھا تھا۔ جس شب عمر بن عبدالعزیز کی وفات ہوئی اس بزرگ نے اپنے بیٹے کو دیکھا اور کہا

"اے بیٹے، کیا تم مرے نہیں تھے؟" کہا نہیں، میں شہید ہوا تھا۔ میں اللہ کے ہاں زندہ ہوں اور رزق پاتا ہوں۔ میں نے کہا تم کیوں آئے ہو؟ کہا آسمان والوں میں اعلان کر دیا گیا ہے جس قدر نبی، صدیق اور شہید ہیں سب عمر ابن عبدالعزیز کے جنازے کی نماز کے لیے جائیں، کوئی باقی نہ رہے۔ چنانچہ میں ان کے جنازے میں حاضر ہوا تھا، آپ کے سلام کو بھی حاضر ہو گیا۔

شہید کا خون:

دیوبند میں ایک شخص تھے بیدار بخت۔ لوگ ان کو بیدار بخش کہتے تھے۔ وہ چار بھائی تھے، ان میں دو سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے لشکر میں جہاد کے لیے گئے اور شہید ہو گئے۔ ان میں ایک بیدار بخت تھے، ان کے والد کا بیان ہے کہ ایک روز تہجد کے وقت اپنے مردانہ مکان میں تھا، اتنے میں یہی بیدار بخت آئے اور کہا "سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت ان کے ساتھ آ رہی ہے، فرش بچھاؤ۔" فرش بچھا دیا گیا۔

جماعت آ گئی اور بیٹھ گئی۔ ان کا بیان ہے کہ میں حیران تھا کہ یہ خواب ہے یا بیداری کی حالت۔ بیدار بخت کے سر پر رومال بندھا ہوا تھا جو ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر سر پر باندھ لیا گیا تھا۔ میں نے پوچھا، سنا ہے کہ تم شہید ہو گئے ہو؟ اس نے کہا، ہاں۔ اس جگہ مجھے تلوار لگی تھی۔ پھر اس نے رومال کھولا اور نصف سر کو ہاتھ میں لے لیا اور کہا یہ زخم ہے۔

باپ نے کہا، جلدی سے باندھ لو، مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ اس نے فوراً باندھ لیا۔ لیکن خون کے چند قطرے فرش پر گر پڑے۔ پھر وہ سب اٹھ کر چلے گئے۔ بیدار بخت کے باپ کا بیان ہے، صبح ہوئی تو میں بے حد حیران ہوا کہ یہ خواب تھا یا بیداری، مگر فرش جو دیکھا تو اس پر خون کے قطرے گرے ہوئے تھے۔ مولانا مملوک علی صاحب نے یہ واقعہ سنا اور تحقیق کے لیے دیوبند تشریف لائے اور خود صاحب واقعہ سے سنا اور خون کے قطرے بھی دیکھے۔ (بحوالہ حکایت المجاہدین)

حیدر علی شہید قبر میں بیٹھے قرآن پڑھ رہے تھے:

ڈویژنل کمانڈر حزب المجاہدین حیدر علی مقبوضہ کشمیر کے علاقے سرنکوٹ میں اس سال ۱۵ رمضان المبارک کو اپنے چار ساتھیوں سمیت شہید ہوئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کو مردہ نہ کہو، وہ زندہ ہیں، لیکن تم اس کا

شعور نہیں رکھتے۔"

سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ ہرگز نہ خیال کرو، بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس سے رزق پاتے ہیں۔"

مجاہدین راہ حق نے اللہ کے ان وعدوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کی مختلف طریقوں سے مدد کی اور جہاد کشمیر میں ایسے واقعات سینکڑوں ہیں، جب شہادت کے بعد مجاہد کا ہنستا مسکراتا چہرہ اس کی کامیابی کی گواہی دیتا ہے۔

ایسا ہی واقعہ حیدر علی بھائی کے ساتھ پیش آیا۔ حیدر علی کی شہادت کے بعد ان کے گھر والے ان کی لاش کو واپس اپنے گاؤں (اسلام آباد، مقبوضہ کشمیر) لے جانے کے ارادے سے سرنکوٹ مقبوضہ پونچھ پہنچے اور وہاں لوگوں کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا تو مقامی لوگ اپنی زمین کو ایک شہید کی لاش سے محروم کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ ہمارا شہید ہے، ہمارا محسن ہے۔ اس نے ہمارے لیے اپنی جان دی۔ اس لیے اس کو یہیں رہنے دیں۔

لیکن گھر والوں کا اصرار جاری رہا، اس لیے کہ یہ قابل رشک نوجوان ان کا پیارا بیٹا تھا۔ وہ اسے اپنے گاؤں میں دفن کرنا چاہتے تھے۔ مقامی افراد نے حیدر علی کے اہل خانہ کے آنسوؤں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ حیدر علی کی قبر کھولی گئی تاکہ ان کا لاشہ تابوت میں بند کر کے لے جایا جاسکے۔ لیکن سب حیرت زدہ رہ گئے اور ان کی زبان سے اللہ اکبر اور سبحان اللہ کے کلمات جاری ہو گئے جب انہوں نے دیکھا کہ حیدر علی قبر کے اندر قرآن پاک کی تلاوت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ یہ اس قدر ایمان افروز منظر تھا کہ ان کے گھر والوں نے اپنے پیارے بیٹے کو بے سکون نہ کرنے کا فیصلہ کیا اور قبر کو اسی طرح ڈھانپا اور اللہ کا شکر و سپاس کرتے ہوئے سکون اور اطمینان کی دولت لے کر لوٹ آئے۔

شہید کے کٹے ہوئے سر سے تلاوت قرآن:

احمد بن نصر رحمۃ اللہ علیہ کو جو اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے، مشہور عباسی خلیفہ واثق نے اس حق گوئی پر کہ یہ خلق قرآن کے قائل نہ تھے، بر سر عام قتل کرا دیا۔ ابراہیم بن اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ان کا سر تن سے جدا کر دیا گیا تو لوگوں نے سنا کہ وہ قرآن مجید کی

تلاوت کرتا ہے۔ مجھے بھی اشتیاق ہوا کہ اس واقعے کو دیکھوں۔ چنانچہ جب رات کا سناٹا بڑھ گیا اور ہر طرف تاریکی چھا گئی تو میں نے سنا سر سے آواز آ رہی تھی۔

احسب الناس ان یترکو آ ان یقولو آ امنا وھم لایفتنون

کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور پھر ان کو آزمایا نہ جائے گا۔ (سورۂ عنکبوت)

یہ سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ان پر حریر و دیبا کے کپڑے ہیں اور سر پر تاج ہے۔ میں نے دریافت کیا۔ "میرے بھائی خدا نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟"

انہوں نے جواب دیا۔ "میرے پروردگار نے مجھے بخش دیا اور جنت عطا فرما دی۔"

ایک دوسرے بزرگ ابو جعفر انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت احمد بن نصر رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو وہ فرما رہے تھے کہ اس شہادت کی وجہ سے میرے رب نے مجھے اپنا دیدار نصیب فرمایا۔ (صفۃ الصفوۃ۔ از مولانا عبدالمومن فاروقی)

میرا ساتھی اٹھ کھڑا ہوا اور رومی کی گردن پکڑ لی:

روایت ہے ابو عبداللہ شامی رحمۃ اللہ علیہ سے کہ ہم لوگ جہاد کے لیے ملک روم گئے۔ ہم دو مجاہد دشمن کی تلاش میں نکلے۔ ایک رومی سے آمنا سامنا ہوا۔ ہم میں سے ایک شہید ہو گیا۔ میں نے واپس آنا چاہا۔ پھر دل میں خیال آیا کہ میرا ساتھی تو جنت میں گیا، اگر میں لوٹ جاؤں تو بڑے افسوس کی بات ہے۔ چنانچہ میں نے اس سے مقابلہ کیا اور تلوار ماری۔ مگر وار خالی گیا۔ رومی نے مجھ کو زمین پر پچھاڑ دیا اور میرے سینے پر چڑھ کر مجھے ذبح کرنے کا قصد کیا۔ اتنے میں میرا شہید ساتھی اٹھ کھڑا ہوا اور رومی کی گردن پکڑ لی اور اسے زمین پر دے مارا۔ ہم دونوں نے مل کر اس کو قتل کیا۔ پھر ہم دونوں باتیں کرتے ہوئے چلے، میرا ساتھی ایک درخت کے نیچے جا کر جس طرح شہید ہو کے گرا تھا، اسی طرح گرا۔ (نور الصدور فی شرح القبور، ص ۱۲۰، از علامہ جلال الدین سیوطی)

اپنا ہاتھ ہٹا لو:

رحمت چپتیا کے رحمت اللہ وحید یار نے مجھے بتایا کہ محمد قسیم شہید ہو گیا تو اس نے اپنا ہاتھ اپنے

زخم پر رکھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کا دوست محمد رسول وہاں آیا اور اس نے شہید کا ہاتھ اس کے زخم سے ہٹانے کی کوشش کی تو ہاتھ نہ ہٹا سکا۔ اب اس نے بلند آواز سے کہا۔ ''میں تمہارا دوست ہوں۔ زخم سے اپنا ہاتھ ہٹالو۔'' اور شہید نے یہ سن کر اپنا ہاتھ ہٹالیا۔

شہادت کے بعد بیٹے کی ماں سے ملاقات:

شاہد منیر تحصیل شکر گڑھ کے ایک گاؤں چند کے راجپوتانہ کے رہنے والے تھے۔ بھارتی فوج کے مظالم اور غیر انسانی سلوک کے واقعات انہوں نے سنے تو ان کے اندر کا مسلمان بیدار ہوگیا۔ انہوں نے وحشی فوجیوں کے واقعات اپنے والدین کو بھی سنائے۔ یہ واقعات اس قدر اثر انگیز تھے کہ والدین نے بلاتاخیر انہیں جہاد پر جانے کی اجازت دے دی۔

وہ حزب المجاہدین کے ایک تربیتی کیمپ میں پہنچے، عسکری تربیت حاصل کی اور پھر وادی جہاد میں جا پہنچے۔ وادی میں تقریباً دو سال تک ظالم فوجیوں کے خلاف برسر پیکار رہے اور کئی کامیاب معرکوں میں حصہ لیا۔ ایک روز ان کی والدہ نے دیکھا کہ شاہد فوج کے ساتھ لڑ رہا ہے۔ یہ لڑائی تین دن تک جاری رہی۔ شاہد کی والدہ اپنے گھر میں بیٹھی لڑائی کا منظر اس طرح دیکھ رہی تھیں جیسے سامنے ٹی وی پر اس کی فلم چل رہی ہو۔ اس جھڑپ میں شاہد شہید ہوگیا۔

والدہ نے شاہد کی شہادت کی تصدیق کے لیے ان کے بھائی کو حزب المجاہدین کے مرکز بھیجا۔ انہوں نے شہادت کی تصدیق کردی۔ خبر ملنے پر والدہ نے مٹھائی منگوا کر تقسیم کی اور بیٹے کی شہادت پر اللہ کا شکر ادا کیا۔

شہادت کے باوجود ایک کانٹا اس عظیم ماں کے دل میں چبھ رہا تھا کہ آیا اس کے بیٹے نے پشت پر گولی تو نہیں کھائی؟ یہ وہ سوال تھا جس کی اسے تلاش تھی، لیکن بادی النظر میں اس کا جواب ملنا ناممکن تھا۔ لیکن شہید کی ماں کے اضطراب کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آ گئی۔ کئی دنوں کے بعد وہ بیڈروم میں داخل ہوئیں تو شاہد کو سامنے کھڑے پایا۔ اس نے ماں کو گلے لگایا۔ اس کے سینے پر خون کے نشانات چمک رہے تھے۔ ماں کا سکون لوٹ آیا۔ بیٹا اسے سکون کی دولت سے مالا مال کر گیا۔ ماں کا اضطراب ختم ہوگیا، اس لیے کہ اس کا شہید بیٹا کامیاب ہوگیا تھا۔

شہادت کے بعد وہ ہنس رہا تھا:

محمد شادیم نے حافظ قرآن، قاری عبدالرحمٰن کے بارے میں بتایا کہ وہ دوپہر ۱۲ بجے شہید ہوا۔ میں نے اسے مغرب کے وقت دفن کیا۔ دفن کے وقت وہ زور زور سے ہنس رہا تھا۔ جب بھی میں قبر پر پتھر کی سل رکھتا وہ ہنس پڑتا۔ ہم نے آپس میں کہا، یہ مردہ نہیں ہے۔ یہ واقعہ تین دفعہ ہوا اور اس وقت اس کی قبر کے اردگرد تقریباً ۱۰۰ مجاہدین موجود تھے۔ ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ اس کی قبر سے عطر کی سی خوشبو آ رہی تھی۔ جن حضرات نے اسے اس حالت میں دیکھا ان میں شیخ فتح اللہ اور حمد اللہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

عبدالواحد بن فیض محمد جوترہ کئی کے زمانے میں فوج کا کرنل تھا اور بھاگ کر مجاہدین سے آملا تھا۔ اس نے میدان جنگ میں مجھے بتایا کہ میں نے ہرات کے ایک کمیونسٹ افسر کو گرفتار کیا تھا، اس کا نام عبدالوہاب تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے ہتھیار کیوں ڈال دیئے؟ اس نے جواب دیا میں نے دیکھا کہ پورے میدان میں سفید کپڑے پہنے فوجی بھرے پڑے ہیں۔

میجر سرور شہید کا شہادت کے بعد ہوا میں سفر:

میجر سرور شہید کی بیگم کہتی ہیں کہ ان کے شوہر میجر سرور ستمبر ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں شہید ہوگئے۔ ان کی شہادت کے چند دن بعد ایک دن شام کے وقت میری چار سالہ بچی اوپر کی منزل میں جنگلے کے اندر کھڑی تھی اور اس سے کچھ فاصلے پر میں کھڑی تھی۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس بچی نے جنگلے کے اوپر سے باہر کی طرف جھکنا شروع کیا، جیسے وہ جھک کر کسی چیز کو پکڑنے کی کوشش کر رہی ہے۔ جب وہ اس قدر جھک گئی کہ جنگلے سے باہر گرنے کے قریب ہوگئی۔ تو میں نے اسے بھاگ کر پکڑ لیا اور پوچھا کہ بیٹی تو اتنا کیوں جھک گئی تھی؟ اگر نیچے گر پڑتی تو؟ اس ننھی سی بچی نے معصومانہ انداز میں حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

امی آپ نے نہیں دیکھا، ابو ہوا میں اڑتے ہوئے میرے قریب آ گئے تھے، میں ان کو پکڑنے لگی تھی۔ میجر سرور شہید تھے اور شہید ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ یہ واقعہ اس کا واضح ثبوت ہے۔

سر کا سفر:

جاجی کے کمانڈر رسار وال محمد صاحب نے جن کا تعلق گردیز کے ضلع زرمت سے ہے، مجھے بتایا (وہ کابل کی شریعہ فیکلٹی کے فارغ التحصیل بھی ہیں) کہ ہم ایک معرکے میں لڑ رہے تھے، معرکے کے بعد ایک مجاہد لاپتہ ہو گیا۔ کافی تلاش کے بعد بھی نہیں ملا، رات کو میں نے اسے خواب میں دیکھا، وہ مجھ سے کہہ رہا تھا، میں فلاں مقام پر ہوں۔ ہم اس جگہ پر پہنچے تو ہمیں وہاں اس کا کٹا ہوا سر ملا، ہم نے اسے اٹھا لیا اور پورے احترام کے ساتھ لا کر دفنا یا۔

کچھ عرصے کے بعد ایک اور معرکہ پیش آیا، اس بار ہم نے ایک کمیونسٹ کو گرفتار کر لیا، ہم نے اس سے پوچھا کہ اس شہید کا سر کس نے کاٹا تھا؟ اس نے بتایا کہ فلاں کمیونسٹ نے ایسا کیا تھا۔ وہ اسے اپنے گھر لے گیا تھا اور شہید کر دیا تھا۔ لیکن اگلے دن اس نے دیکھا کہ لاش تو موجود ہے لیکن اس کے ساتھ سر نہیں ہے۔ اس سے اگلے روز شہید کی لاش کو دیکھا تو سر جسم کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اس نے دوبارہ اسے کاٹا اور اپنے روسی کمانڈر کے دفتر میں رکھ دیا، لیکن سر وہاں سے پھر غائب ہو گیا اور یہاں بھی پہلا واقعہ دہرایا گیا۔ یعنی سر شہید کی گردن سے جڑا ہوا ملا تھا۔ یہ لوگ بہت حیران ہوئے۔ اور اس واقعہ کو دیکھ کر کئی مقامی افراد مجاہدین کی کرامت کے قائل ہو گئے۔

شہادت کے بعد مجاہد کی زبان پر اللہ کا ذکر:

عید الاضحیٰ کا بارہواں روز تھا، جب مجاہد حبیب نور کا جنازہ ان کے گھر پہنچایا گیا۔ ان کی شہادت کا آج تیسرا روز تھا، لواحقین اور رشتے داروں کے علاوہ سینکڑوں مسلمان تھے جو شہید حبیب نور کا آخری دیدار کر رہے تھے کہ اچانک مرحوم کے لبوں میں حرکت پیدا ہوئی، دیکھا جا رہا تھا اور دیکھنے والے ایک نہیں سینکڑوں تھے کہ مرحوم کی آنکھیں بند ہیں، وجود بے حس ہے اور جسم سارا لہولہان۔ مگر ہونٹ تیزی سے حرکت کیے جا رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مرحوم کچھ پڑھ رہے ہیں۔ اور امیر صاحب نے کان قریب کیے تو معلوم ہوا کہ مرحوم ذکر کر رہے ہیں۔ جسے کان لگا کر آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔

پھر ایک نے نہیں سب نے دیکھا اور سب نے سنا کہ اللہ کے راستے میں جان کی بازی دینے والا اب بھی زبان سے یہ شہادت دے رہا ہے کہ اللہ والے "**یذکرون اللہ قیاما**

وقعودا وعلی جنوبھم" کا عملی پیکر تو رہتے ہیں ہی، لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ رب غیور کے فضل و کرم سے مرنے کے بعد بھی ذکر اللہ سے رطب اللسان رہتے ہیں اور دنیائے عالم کے لیے موجب حیرت و درس عبرت بن جاتے ہیں۔ سچ ہے کہ شہداء ہی **بل احیاء ولکن لاتشعرون** کے مصداق ہیں۔

مجاہد حبیب اللہ شہید جنہیں ابھی چند روز قبل روسی دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہوئے بارگاہ الوہیت سے خلعت شہادت نصیب ہوئی کے بیسیوں رفقاء کا بیان ہے کہ شہادت سے قبل مجاہد حبیب نے بارہا کہا، صرف کہا نہیں بلکہ قسم کھا کھا کر یقین دلایا:

دوستو! وہ دیکھو، سامنے جنت ہے۔ تمام رفقاء حیرت میں تھے۔ مجاہد حبیب اللہ نے فرمایا۔ حیران کیوں ہوتے ہو؟ جنت تو میرا مشاہدہ ہے، اللہ کی قسم جنت مجھے دنیا میں دنیا کی آنکھوں سے نظر آ رہی ہے۔ نگاہیں جنت پر تھیں، منزل مقصود پر روانہ ہوئے، روسی دشمن سے مقابلہ ہوا، ابھی تھوڑی دیر بھی نہیں گزرنے پائی تھی کہ مرحوم جس مقام کو دیکھ رہے تھے، وہیں پہنچ گئے۔

موت کے بعد ماں کی دست بوسی:

۲۸ جولائی ۱۹۹۹ء کی دوپہر جب لیفٹیننٹ فیصل ضیاء گھمن شہید کا جسد خاکی سبز ہلالی پرچم میں لپٹا ہوا گھر کی دہلیز پر آیا تو شدت جذبات سے ماں کی حالت غیر ہو گئی۔ جب تابوت کو کھولا گیا تو شہادت کے پانچ روز بعد بھی شہید کی نعش تر و تازہ تھی، جسم اتنا نرم جیسے زندہ انسانوں کا ہوتا ہے۔ ماتھے پر جہاں دشمن کی گولی لگی تھی پانچ دن بعد زخم سے خون قطروں کی صورت میں رس رہا تھا۔

جب والدہ نے شہید کے ماتھے پر ہاتھ رکھا تو انہیں یہ محسوس کرتے ہوئے خوشگوار حیرت ہوئی کہ شہید کا جسم گرم اور ماتھے پر پسینہ تھا۔ پھر ماں نے ہونٹوں پر ہتھیلی رکھ کر کہا۔ فیصل! تم جب بھی چھٹی پر گھر آتے تھے تو میرے ہاتھ کا بوسہ لیتے تھے۔ کیا آج میرے ہاتھ کا بوسہ نہیں لو گے؟

ماں کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ ہونٹوں میں جنبش پیدا ہوئی اور اس نے ماں کے ہاتھ کا بوسہ لے لیا۔ موقعے پر موجود ہر شخص اس واقعے کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔ پھر لوگوں نے یہ حیران کن منظر بھی دیکھا کہ لیفٹیننٹ فیصل گھمن شہید کے جنازے پر جولائی کی سخت دھوپ میں بادلوں کا ایک ٹکڑا بھی ساتھ ساتھ چل رہا تھا، جو ڈیفنس قبرستان میں تدفین تک اسی طرح سروں پر سایہ فگن رہا۔

شہادت کے بعد طواف کعبہ:

کیپٹن اعظم اقبال کا شمار معرکہ کارگل کے ابتدائی شہیدوں میں ہوتا ہے۔ کیپٹن اعظم کے و الدین جب ان کی شہادت کے بعد عمرے کے لیے ارض مقدس تشریف لے گئے تو دوران طواف کیپٹن اعظم شہید ماں کو طواف کرتا ہوا نظر آیا، لیکن جب ماں نے نام لے کر اسے پکارا تو ہجوم میں گم ہو گیا۔

اسی طرح شہید کی والدہ ایک رات خواب دیکھتی ہیں کہ اچانک سارے ماحول میں ایک اجالا نمودار ہوتا ہے۔ جب والدہ اجالے کی طرف دیکھتی ہیں تو سفید گھوڑے پر بیٹھا ہوا ایک نورانی صورت والا جوان دکھائی دیتا ہے۔ جب نورانی چہرے والا جوان قریب آتا ہے تو ماں کو حیرت ہوتی ہے کہ وہ تو اس کا شہید بیٹا کیپٹن اعظم اقبال ہے، جس نے انتہائی قیمتی لباس زیب تن کر رکھا ہے۔ اس کے سینے سے خون نکل رہا ہے اور سر پر ہیرے جواہرات کا تاج ہے۔ وہ قریب آ کر ایک ہی ہاتھ سے ماں کو اٹھا کر گھوڑے پر بٹھا لیتا ہے، دوسرے ہی لمحے یہ دونوں اپنے گھر کی دہلیز پر ہوتے ہیں۔ گھوڑے سے اتر کر جب ماں شہید بیٹے کو گھر آنے کو کہتی ہے تو وہ یہ کہتا ہوا آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے کہ اس کی اسے اجازت نہیں۔

ماں کے کہنے پر شہید نے آنکھیں کھول دیں:

عامر جاوید بہت ہی ناز سے پلا تھا، اس کی طبیعت بہت ہی حساس تھی، مجھے آج تک اس بات کا یقین نہیں آیا کہ عامر کس طرح اتنا عرصہ افغانستان کے سنگلاخ پہاڑوں میں رہا۔ عامر جاوید کی یادیں آج بھی زندہ و جاوید ہیں۔ اس پرفتن دور کے اندر شہید نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جان دے کر ہمیں بھی دنیا و آخرت میں سرخرو کر دیا ہے۔ شہید نے آنکھیں کھول کر ہمیں دیکھا۔

شہید کی والدہ نے بتایا کہ جب شہید کی میت گھر پہنچی تو ہم نے جاہلانہ رونا پیٹنا اور بین شروع کر دیئے۔ میرے منہ سے نکلا کہ بیٹا میری طرف دیکھو، میں تمہاری ماں کھڑی ہوں۔ میرے منہ سے یہ الفاظ نکلنے کی دیر تھی کہ شہید نے آنکھیں کھول کر ہماری طرف دیکھا اور پھر تھوڑی دیر بعد آنکھیں بند کر لیں۔ پورے اہل محلہ یہ منظر دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ انہوں نے بتایا کہ جن لوگوں نے شہید کو غسل دیا اور قبر پر مٹی ڈالی تو ان کے ہاتھ کئی دن تک خوشبو سے

معطر رہے۔ انہوں نے شہید کی ایک اور کرامت بیان کرتے ہوئے بتایا کہ جب سے شہید کو ہم نے اپنے گھر سے غسل دیا ہے تو اس دن سے ہمارے گھر کے پانی سے خوشبو آتی ہے، کبھی ختم ہو جاتی ہے۔ اکثر ہمیں پینے کے لیے پانی ہمسائیوں کے گھر سے منگوانا پڑتا ہے۔

ٹھنڈی برف میں گرم شہداء:

لوگر کے اندر سردیوں میں بہت زیادہ برف پڑی ہوئی تھی۔ کم از کم دو ڈھائی فٹ برف ہوگی۔ دشمن نے حملہ کر دیا اور پندرہ بزرگوں کو گرفتار کر کے صحرا کی طرف لے گئی۔ ہمارا خیال تھا کہ بزرگوں کو جیل میں بند کرنے کے لیے لے گئے ہیں۔ بعد میں پتہ چلا کہ انہیں تو ایک صحرا میں لے جا کر شہید کر دیا گیا ہے۔ ایک کی ٹانگ پر گولیاں لگیں وہ نیچے دب گیا اور باقی اس کے اوپر گرے۔

روسی فوجیوں کے جانے کے کچھ دیر بعد زخمی نے سر اٹھا کر دیکھا تو لاشوں کو چاروں طرف سے بھیڑیوں نے گھیر رکھا تھا۔ بھیڑیوں نے کسی لاش کو کچھ نہیں کہا، لیکن ایسے لگا کہ جیسے وہ لاشوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔ بھیڑیے کچھ دیر کے بعد چلے گئے تو زخمی نے اپنے آپ کو باہر نکالا اور اپنے آپ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے جسم میں جگہ جگہ گولیاں لگی ہوئی ہیں۔ اس کے جسم پر تقریباً بیس گولیاں لگی تھیں۔ وہ گرتا پڑتا مجاہدین تک پہنچ گیا اور واپس آ کر ساری تفصیلات بتائیں۔ کئی کئی فٹ گہری برف سے شہداء کی لاشوں کو نکالا گیا تو ان کے جسم ٹھنڈے ہونے کے بجائے اب بھی گرم تھے۔

سمندر میں قبر:

ایک روایت میں ہے کہ مکے کی ایک کافرہ عورت سلافہ بنت سعد کے دو بیٹوں کو حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ بدر میں قتل کر ڈالا تھا۔ اس لیے اس عورت نے جوشِ انتقام میں یہ قسم کھا رکھی تھی کہ اگر مجھ کو عاصم بن ثابت کا سر مل گیا تو میں اس کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی۔ چنانچہ اس نے کچھ لوگوں کو بھیجا تھا کہ تم ان کا سر کاٹ کر لاؤ، میں اس کو بہت بڑی قیمت دے کر خرید لوں گی۔

اس لالچ میں چند کفار مقام رجیع تک پہنچے، مگر جب انہوں نے شہد کی مکھیوں کا گھیرا دیکھا تو حواس باختہ ہو گئے، مگر بندا! یہی لوگ اس انتظار میں وہاں ٹھہر گئے کہ جب کبھی بھی یہ شہد کی مکھیاں

اڑ جائیں تو ہم ان کا سر کاٹ کے لے جائیں گے۔ خدا کی شان کہ نہایت ہی زوردار بارش ہوئی اور پہاڑوں سے برساتی نالہ بہتا ہوا اس زمین میں پہنچا اور اس زور کا ریلا آیا کہ کفار جان بچانے کے لیے بھاگ کھڑے ہوئے اور آپ کی مقدس لاش پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہتی ہوئی سمندر میں پہنچ گئی۔

روایت ہے کہ جس دن عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ اسی دن خدا سے یہ عہد کیا کہ میں نہ تو کسی کافر کے بدن کو ہاتھ لگاؤں گا نہ کسی کافر کو موقع دوں گا کہ وہ میرے بدن کو چھو سکے۔ اللہ اکبر! خدا کی شان کہ زندگی بھر تو ان کا یہ عہد پورا ہوتا ہی رہا، مگر شہادت کے بعد بھی خداوند قدوس نے ان کے اس عہد کو پورا فرمادیا کہ کفار ان کے مقدس بدن کو ہاتھ نہ لگا سکے۔ پہلے شہد کی مکھیوں کا پہرہ لگا دیا۔ پھر برساتی نالوں نے ان کے بدن مبارک کو ان کے مدفن تک پہنچا دیا۔

(حجۃ اللہ ج ۲ صفحہ ۸۶۹ بحوالہ بیہقی و کنز العمال ج ۱۶ صفحہ ۱۷۸)

موضوع نمبر ۳۱

طالبان شہداء کی تر و تازہ نعشوں کے چند واقعات

تورابوڑا:...... تین ماہ گزرنے کے باوجود کوہ سفید پر ۳ عرب شہداء صحیح و سالم پائے گئے:

تین ماہ گزرنے کے باوجود صوبہ ننگر ہار کے علاقے تورابوڑا میں شہید ہونے والے عرب مجاہدین کی حیرت انگیز کرامات کا ظہور مسلسل جاری ہے۔ تفصیلات کے مطابق تورابوڑا میں شہید ہونے والے تین عرب مجاہدین کے جسد خاکیوں کا انکشاف کوہ سفید کی بلند و بالا چوٹیوں اور دروں میں اس وقت ہوا، جب شدید برفباری اور گہری دھند کے دوران بھی مذکورہ علاقے سے عجیب و غریب روشنی کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔

چند کلومیٹر کے فاصلے پر واقع دیہات کے مکینوں نے جب مذکورہ علاقے میں آ کر دیکھا تو وہاں تین عرب مجاہدین کے جسد خاکی صحیح و سالم حالت میں پڑے دکھائی دیئے جو گزشتہ تین ماہ کی طوفانی بارشوں اور شدید برفباری کے باوجود مکمل طور پر محفوظ تھے۔ جسد خاکی کے اردگرد تقریباً پچاس مربع میٹر کے رقبے سے عجیب و غریب قسم کی روشنی کی تیز شعاعیں پھوٹ رہی تھیں، جبکہ ان شہداء کے اردگرد سفید کبوتر اور دیگر خوبصورت پرندوں کے غول موجود تھے جنہوں نے شہداء کو گھیر رکھا تھا۔

عینی شاہدین کے مطابق عرب مجاہدین کے لباس، چادروں، جوتوں اور ہاتھ میں پکڑی کلاشنکوفوں سے مسحور کن خوشبو اٹھ رہی تھی جن کی مہک ناقابل بیان ہے۔ بعدازاں عرب مجاہدین کے جسد خاکیوں کو مذکورہ افراد نے نہایت عزت اور ادب و احترام کے ساتھ سپرد خاک کیا۔ عینی شاہدین کے مطابق عرب مجاہدین کی قبروں سے روشنی کی کرنیں اب تک پھوٹ رہی ہیں۔ جبکہ کوہ سفید پر شدید ترین بمباری اور سردی کے باعث ان نازک اندام پرندوں کی موجودگی عرب مجاہدین کی کھلی کرامت ہے۔

قندوز: شہید کے جسم سے عجیب وغریب خوشبوئیں:

امارت اسلامی کی فوج میں شامل مجاہد شاداب خواجہ تخار کے محاذ پر شدید زخمی ہوئے۔ انہیں قندوز ہسپتال لایا گیا جہاں وہ شہادت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہوگئے۔ تجہیز وتکفین اور دوسری خدمات پر مامور مجاہدین نے بتایا کہ شہید کے جسم سے عجیب وغریب خوشبو آرہی تھی۔

طالبان شہداء جبکہ محفوظ امریکی لاشیں گل سڑ جاتی ہیں، امریکی ڈاکٹر:

مزار شریف میں متعین امریکی ڈاکٹر نے اپنے تحقیقاتی اداروں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے کہ امریکی فوجیوں کی لاشیں بہت جلد گل سڑ کر متعفن ہو جاتی ہیں جبکہ طالبان شہداء اکثر محفوظ رہتے ہیں۔ ڈاکٹر نے استفسار کیا ہے کہ تحقیقاتی ادارے اس کے اسباب کا کھوج لگائیں، کیا اس کی وجہ غذا کا فرق ہے یا کوئی اور؟

پیارے بھائی ہم سے بات کرو:

ملا محمد مسعود اور عبدالمجید نے مجھے بتایا کہ ہمارا ایک طالب علم ساتھی محمد حنیف شہید ہوگیا۔ جب اسے ہم دفن کرنے لگے تو اس کے ایک طالب علم ساتھی عبدالمجید نے کہا: پیارے بھائی! ہم سے بات کرو تو شہید محمد حنیف نے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ عبدالمجید نے اسے کہا، اچھا! اب اپنا ہاتھ نیچے کرلو اور محمد حنیف نے اپنا ہاتھ نیچے کرلیا۔

شہید کی قبر کی بے حرمتی کی سزا:

کابل کے مضافات میں ریشخور چھاؤنی میں موجود ایک بستی کے قبرستان میں کافی تعداد میں شہداء محو استراحت ہیں۔ تقریباً ایک ماہ پہلے کی بات ہے کہ ایک بد بخت کمیونسٹ ذہنیت کے مالک شخص نے ایک شہید کی قبر پر پیشاب کرنا شروع کردیا۔ دیکھنے والوں نے اسے منع کیا کہ یہاں شہداء کی قبریں ہیں، ان کی بے حرمتی گناہ ہے۔

اس شخص نے کہا کہ میں اس قبر والے کو شہید نہیں مانتا، یہ مردار ہے (نعوذ باللہ) اسی دوران قریب واقع بستی سے ایک گائے دوڑتی ہوئی آئی اور اس شخص کو سینگوں سے مارنا شروع کردیا، اس

وقت تک مارتی رہی جب تک وہ شخص مردار نہیں ہوگیا۔ اس بد بخت کے مرنے کے بعد وہ گائے دوبارہ بستی کی طرف روانہ ہوگئی۔ سبحان اللہ۔

خواب میں شہید عرب مجاہد میری گردن دبوچ لیتا ہے،

بے خوابی کے عذاب میں مبتلا ہوں:

تورا بوڑا میں امریکی آپریشن کے دوران عرب مجاہد کو شہید کرنے والا گزشتہ تین ماہ سے مسلسل بے خوابی کے عذاب میں مبتلا ہے، ڈاکٹروں نے اسے لاعلاج قرار دے دیا۔ تعویذ گنڈے بھی اثر نہ دکھا سکے۔ تفصیلات کے مطابق مشرقی افغان صوبے ننگرہار میں واقع تورا بوڑا کی طویل وعریض پہاڑیوں پر عرب مجاہدین کے خلاف کیے جانے والے امریکی آپریشن کے دوران عرب مجاہد کو شہید کرنے والا ایک افغان باشندہ گزشتہ تین ماہ سے مسلسل بے خوابی کا شکار ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس نے تورا بوڑا میں امریکی آپریشن کے دوران ڈالروں کے لالچ میں امریکا کی طرف سے لڑتے ہوئے ایک عرب مجاہد کو گولی کا نشانہ بنایا تھا جس کی وجہ سے عرب مجاہد نے موقع پر ہی جام شہادت نوش کرلیا اس کے بعد سے آج تک جب بھی میں سونا چاہتا ہوں تو نیند آتے ہی مذکورہ شہید مجاہد کی صورت دکھائی دیتی ہے جو میری گردن دبوچنا چاہتا ہے۔

اس منظر کے دیکھتے ہی میں خوف کے مارے اٹھ بیٹھتا ہوں۔ پھر لاکھ جتن کروں، نیند نہیں آتی۔ اس بد بخت شخص کو ڈاکٹر کہتے ہیں کہ جسمانی لحاظ سے تمہارے اندر کوئی نقص نہیں ہے، تاہم اس مرض کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں، کیونکہ تمہاری یہ حالت ہمارے لیے ایک نیا تجربہ ہے۔ ایک سوال کے جواب میں مذکورہ شخص نے کہا اس نے بے خوابی سے نجات کے لیے تعویذ گنڈوں کا سہارا بھی لیا ہے، تاہم وہ اپنی حالت کو بدلنے میں ابھی تک مسلسل ناکامی سے دوچار ہے۔

موضوع نمبر۳۲

شہداء کی تروتازہ نعشوں کے آنکھوں دیکھے واقعات

شہداء کی کرامات اور تروتازہ اجسام:

شہید اور مجاہدین سے کرامات کا ظہور کوئی نادر بات نہیں کہ ان سے خرق و عادت کے طور پر کسی کرامت کا ظہور ہو جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کرام اور متقین، مومنین کو مختلف انعامات سے نوازتے ہیں اور جب آدمی حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کے احکامات اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقش قدم کو اختیار کرتا ہے تو وہ اللہ کا قریب، ولی اور دوست کہلاتا ہے اور اللہ نے معیار ولایت کو خود متعین فرمایا کہ ”ان اولیآء ہ الا المتقون“ اور ان کے اعزاز و اکرام کا بھی ذکر فرمایا کہ:

”الا ان اولیاء اللّٰہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون“

”اور اللہ کے احکامات میں سے قتال مع الکفار بھی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

”کتب علیکم القتال“

اور اس کو اسلام کے بقیہ شعبوں اور احکامات سے زیادہ پر مشقت بھی کہا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ”وھو کرہ لکم“ اور یہ جہاد بالسیف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ عملی طریقہ ہے کہ جس میں تقریباً ۲۷ مرتبہ بنفس نفیس شرکت فرمائی اور اس راستے میں بار بار شہید ہو کر پھر زندہ ہو کر شہادت کی تمنا بھی فرمائی کہ:

لودت ان اقتل فی سبیل اللّٰہ ثم احیا ثم اقتل ثم احیا ثم اقتل ثم احیا

اور جب کوئی مومن صرف اللہ کی رضا کی خاطر اس مشکل کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور اپنی جان کی بازی لگاتا ہے تو پھر اس کے مقام و مرتبے کا ذکر اللہ نے انبیاء کرام اور صدیقین کے بعد مقربین کی فہرست میں فرمایا ہے:

اب اگر اس خرق عادت کا ظہور کسی فاسق کے ہاتھ سے ہو جائے تو کرامت نہیں بلکہ استدراج ہے اور اگر کسی مومن متقی کے ہاتھ سے اس کا ظہور ہو جائے تو وہ کرامت کہلاتا ہے۔ جیسا کہ ماقبل سے معلوم ہو گیا کہ مجاہد و غازی اور شہید کا کتنا اونچا مقام اور مرتبہ ہے۔ لہٰذا جس

طرح دوسرے اولیاء کرام سے کرامت کا ظہور ہوتا ہے اسی طرح مجاہدین اور شہداء سے تو بطریق اولیٰ ہو سکتا ہے، کیونکہ ان کا درجہ تو اولیاء سے بھی بڑھ کر ہے۔ کرامت اولیاء حق ہونے کے بارے میں علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ”کرامات الاولیاء حق“ اور قرآن مجید میں تو شہداء کے دنیاوی اعزاز و اکرام کے لحاظ سے ان کو اموات یعنی مردے کہنے تک سے منع فرمایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیآء ولکن لاتشعرون

”اور نہ کہو جو لوگ مارے جائیں اللہ کی راہ میں کہ وہ مردے ہیں، بلکہ وہ زندے ہیں، لیکن تم کو خبر نہیں۔“

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ آیت ”بل احیاء“ کے تحت لکھتے ہیں (بلکہ وہ زندہ ہیں) کہ شہداء کے زندہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو جسم کی سی قوت عطا فرماتے ہیں۔ اس کے ذریعے سے وہ زمین و آسمان اور جنت سب جگہ سیر کرتے ہیں اور اسی حیات کی وجہ سے زمین ان کے بدن اور کفن کو نہیں کھاتی۔

شہداء کی شان نرالی ہے:

علامہ ابن شامی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المختار میں تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی پر شہیدوں کا کھانا حرام کیا ہے۔ علامہ الرملی الشافی نے نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج جلد ۵ کتاب العاریہ میں تصریح کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور شہدائے کرام کے اجسام زمین کے اندر ضائع نہیں ہوتے۔

نیز شہداء کی لاشوں کو چالیس سال بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں صحیح و سلامت دیکھا گیا۔ اور قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ شہید کو مردہ نہ کہو، وہ زندہ ہے۔ اس سے اشارہ ملتا ہے کہ زمین کے اندر شہداء کے اجسام سالم رہتے ہیں۔ اس لیے کہ انسان جب تک زندہ ہے اس کا جسم سڑتا نہیں، خواہ زمین کے اوپر ہو یا زمین کے نیچے۔ البتہ اگر انسان کے جسم کو ظاہری بیماری (جراثیمی سمیت) لگ جائے تو یہ اور بات ہے۔ اسی طرح اگر کسی شہید کا جسم یا اس کا کوئی حصہ کسی مرض کے نتیجے میں متاثر ہو جائے تو اسے زہریلی سمیت یعنی زہریلے مواد سے جان بوجھ کر خراب کیا جائے۔ جیسا کہ افغانستان میں کئی مرتبہ روسیوں نے ایسا کیا ہے۔

۱۸ ماہ پرانی خون بہتی لاش:

حاجی سردار محمد معلم طور خان اور معلم داؤد خان بیان کرتے ہیں:

"قریہ کتب خیل میں ۴۵ مجاہدین شہید ہوگئے اور وہیں دفن کیے گئے۔ اٹھارہ ماہ کے بعد اگست ۱۹۸۶ء میں دشمن نے اس گاؤں اور اس کے آس پاس سخت بمباری کی۔ بمباری سے شہداء کی قبریں بھی متاثر ہوئیں اور ان میں سے تین شہید جن میں مبارک شاہ شہید، حاجی محمد شہید اور محمد یاسین شہید شامل ہیں، ان کی لاشیں ننگی ہوگئیں۔ جب ہم لاشوں کو دیکھنے لگے تو شہداء کی ان لاشوں کے جسموں سے خون بہہ رہا تھا اور ان کے ناخن اور مونچھوں کے بال لمبے ہو چکے تھے اور عنبر جیسی خوشبو ان کے جسم سے اٹھ رہی تھی۔ یہ منظر تقریباً ۳۰۰ مجاہدین نے دیکھا۔"

۵ ماہ پرانی تروتازہ لاش:

۱۹۸۷ء میں گردیز سے خوست کی طرف دشمن کا کانوائے آیا۔ ایک ساتھی بادشاہ شہید ہوگیا۔ وہ عین دشمن کے درمیان شہید ہوا تھا اور ہم اس کی لاش کو نکال نہ سکے۔ چار ماہ کے بعد اطلاع ملی کہ اس کی لاش گردیز کے قریب پڑی ہے۔ پانچویں ماہ اس کی لاش واپس لائی گئی۔ لاش بالکل تازہ تھی اور ایسے محسوس ہوتا تھا کہ جیسے وہ ابھی ابھی شہید ہوا ہو۔ جنگل میں لاش کو نہ تو درندوں نے خراب کیا اور نہ کیڑے مکوڑوں نے کھایا۔

ژاور کی ۱۹۸۶ء کی لڑائی کے بعد ایک شہید کی لاش آٹھ ماہ کے بعد ملی جو بالکل تروتازہ تھی اور اس کے جسم سے خوشبو پھوٹ رہی تھی۔

شہادت مبارک ہو! لیٹے رہو:

ماموربرک نے بیان کیا ہے کہ ۱۸ سالہ انند گل "کلای شینک" میں شہید ہوگیا۔ یہ گاؤں ضلع محمد آغا ولایت لوگر کے نواح میں واقع ہے۔ ہم اس کے پاس آ کر دائیں طرف کھڑے ہوگئے تو اس نے پورے جسم کے ساتھ دائیں طرف کروٹ لے لی۔ پھر ہم بائیں طرف کھڑے ہوگئے تو اس نے بائیں طرف کروٹ لے لی۔ پھر ہم اس کے سرہانے کھڑے ہوگئے تو اس نے اپنا سر اور سینہ اٹھا کر ہمیں دیکھنا چاہا۔ میں نے اسے شہادت کی مبارکباد دی تو وہ اپنی طبعی حالت میں دوبارہ

لیٹ گیا۔

قبر کی کھدائی اور شہید کے زخم کا تازہ خون:

شہداء کے خون کی معطر خوشبو مجاہدین کے درمیان ایک معروف و مشہور بات ہوگئی ہے اور مجاہدین بعید مسافت سے اس خوشبو کو سونگھ لیتے ہیں۔

مولانا نصر اللہ منصور نے مجھ سے بیان کیا، انہیں حبیب اللہ یاقوت نے بتایا کہ میرا بھائی شہید ہوگیا تھا، اس کی شہادت کے تین مہینے بعد میری والدہ نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ والدہ سے کہہ رہا تھا کہ میرے تمام زخم مندمل ہو گئے ہیں بس ایک زخم سر میں باقی ہے۔

خواب میں دیکھنے کے بعد والدہ نے اصرار کیا کہ اپنے بھائی کی قبر کھولو۔ میرے بھائی کی قبر کے ساتھ ہی ایک اور قبر بھی تھی، قبر کھولتے ہوئے ایک گڑھے میں سے ایک اور قبر نکلتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس قبر میں میت کے اوپر ہم نے بچھو دیکھے۔ یہ دیکھ کر والدہ نے کہا کہ قبر نہ کھودو۔ میں نے والدہ سے کہا کہ میرا بھائی شہید ہوا ہے، یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کے پاس بچھو ہوں۔

جب ہم اپنے شہید بھائی کے جسم تک پہنچے تو اس سے معطر خوشبو کا جھونکا آیا اور ہماری ناکوں میں خوشبو اچھی طرح رچ بس گئی حتیٰ کہ خوشبو کی تیزی و کثرت کی وجہ سے ہماری برداشت سے وہ باہر ہوگئی اور ہم نے دیکھا کہ اس کے سر میں زخم تھا، اس سے خون بہہ رہا تھا۔ میری والدہ نے اپنی انگلی اس کے خون میں ڈالی اور اس سے میری والدہ کی انگلی معطر ہوگئی اور تین مہینے تک کی مدت گزرنے کے باوجود ابھی تک ان کی انگلی معطر رہتی ہے اور اس سے خوشبو پھوٹتی رہتی ہے۔

محمد شیرین نے مجھے بتایا کہ بوت وردک کے مقام پر ہمارے ساتھ چار مجاہدین شہید ہوگئے، چار مہینے کے بعد ہم نے ان سے مشک کی مانند خوشبو پھوٹتی ہوئی محسوس کی۔

محمد شیرین نے ہی مجھے بتایا کہ میں نے عبدالغیاث کو اس کی شہادت کے تین مہینے کے بعد دیکھا کہ چاق و چوبند بیٹھا ہے۔ میں سمجھا کہ وہ زندہ ہے۔ میں اس کے قریب گیا اور اس کے جسم کو چھوا تو پھر اس کا جسم کمر کے بل لڑھک گیا۔

شہادت کے بعد بھی زندہ:

عمر حنیف نے مجھے بتایا کہ مجاہدین میں سے ایک مجاہد جس کا نام عمر یعقوب تھا، جہاد کا بڑا

عاشق تھا، پھر وہ شہید ہو گیا، ہم اس کے پاس گئے تو دیکھا کہ اس نے بندوق کی گولیاں اپنے ہاتھوں کے ذریعے اپنی گود میں مضبوطی سے دبائی ہوئی ہیں، ہم نے اس کی گود سے گولیاں چھڑانی چاہیں تو اس پر قادر نہ ہو سکے، ہم حیرت زدہ کھڑے رہ گئے۔ پھر ہم نے اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے یعقوب! ہم تمہارے بھائی ہیں تو فوراً اس نے اپنی گود کھول کر گولیاں چھوڑ دیں۔

شہید کی بندوق پر گرفت:

ایک مجاہد نے بعض عرب دوستوں کو یہ واقعہ سنایا جو خود ان کے ایک محافظ کے ساتھ پیش آیا تھا۔ یہ محافظ جس کی ڈیوٹی ایک معروف کمانڈر کے ساتھ تھی، محاذ پر جانے کے لیے سخت بے چین اور مضطرب رہتا تھا۔ جب بھی کوئی موقع پاتا تو کمانڈر موصوف سے بصد اصرار جہاد پر جانے کی اجازت طلب کرتا تھا۔ کئی ماہ گزر گئے ایک دن یکا یک وہ بھاگا بھاگا پروفیسر کے کمرے میں داخل ہوا اور ان کے پیر پکڑ لیے کہ میرے علاقے کے مجاہدین کا ایک گروہ جہاد کے لیے جا رہا ہے، برائے خدا مجھے بھی اس کے ساتھ جانے کی اجازت دیں۔

کمانڈر صاحب نے یہ اشتیاق دیکھ کر اسے اجازت دے دی اور وہ مجاہد خوشی سے نہال ہو گیا اور اچھلتا کودتا باہر نکل گیا۔ محاذ جنگ پر پہنچ کر اس نے بصد اصرار سب سے اگلی صف کے مورچوں میں جگہ حاصل کی، پھر ایک دن شدید جنگ کے دوران یہ مجاہد شہید ہو گیا۔

جنگ ختم ہوئی تو مجاہدین نے شہداء کو تلاش کرنا شروع کیا۔ یہ نوجوان اپنی بندوق ہاتھ میں تھامے دشمن پر فائرنگ کرتے ہوئے مورچہ زن حالت میں شہید ہوا تھا۔ مجاہدین نے اسے اٹھانے سے قبل اس کے ہاتھوں میں دبی ہوئی گن نکالنی چاہی تو انہیں ناکامی ہوئی۔ بندوق پر شہید کی گرفت پتھر کی طرح سخت تھی۔ بار بار کی کوشش کے باوجود جب ساتھی مجاہدین کو ناکامی ہوئی تو اچانک ایک مجاہد کو خیال آیا اور اس نے قریبی مرکز کے مولوی صاحب کو بلوایا۔ مولوی صاحب آئے اور انہوں نے شہید کے سرہانے کھڑے ہو کر با آواز بلند قرآن کی وہ آیات تلاوت کیں جن میں ایمان والوں کو شہید کو مردہ کہنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ وہ زندہ ہیں۔

آیات کی تلاوت کے بعد مولوی صاحب شہید سے مخاطب ہو کر بولے کہ ”مبارک ہو، تم نے شہادت کا رتبہ پا لیا ہے اس طرح تم نے اپنا وہ فرض بھی ادا کر دیا ہے جو اللہ جل شانہ کی جانب سے تمہیں ودیعت کیا گیا ہے۔ اب تم اپنی بندوق چھوڑ دو تاکہ یہ تمہارے کسی دوسرے بھائی کے

کام آ سکے اور ہم تمہیں دینی احکامات کے مطابق سپرد خاک کر سکیں۔“

کمانڈر کا کہنا ہے کہ ان کلمات کے بعد جونہی مولوی صاحب نے شہید کے ہاتھوں سے بندوق واپس لینی چاہی تو وہ اتنے آرام سے چلی آئی کہ گویا اس پر کبھی شہید کی گرفت تھی ہی نہیں۔

شہید کی خوشبودار قمیص:

ڈیرہ غازی خان کے جناب اقبال ہاشمی صاحب بیان کرتے ہیں کہ خوست میں ”البدر قرار گاہ“ میں ہماری ملاقات ایک مجاہد بلال سے ہوئی۔ اس نے باریک کپڑے کی بنی ہوئی قمیص جس کے دونوں بازو پھٹے ہوئے تھے، پہن رکھی تھی۔ سردی کا موسم تھا، ہم نے اسے کہا کہ بھائی جرسی پہنو۔ اس نے کہا مجھے سردی نہیں لگتی۔ مزید وضاحت کرتے ہوئے اس نے بتایا کہ یہ قمیص میرے ایک شہید دوست کی ہے، جسے شہید ہوئے ایک سال کا عرصہ گزر گیا ہے۔ قمیص جب میلی ہو جاتی ہے تو دھو کر دوبارہ پہن لیتا ہوں۔ پھر اس نے کہا کہ قمیص کو سونگھو۔ ہم نے سونگھا تو بہت ہی پیاری خوشبو محسوس ہوئی۔ اس نے وضاحت کی کہ یہ خوشبو شہید کے خون کی ہے جو کئی مرتبہ دھونے کے باوجود ختم نہیں ہوئی۔

شہید عورت کی قبر کشائی:

ایک ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا کہ بند یوسن کی رہنے والی شادی شدہ عورت کو دفن کرنے کے تین ماہ بعد قبر کشائی کی گئی۔ قبر کشائی کے وقت قبر والی عورت کی ماں ہاتھ جوڑ کر فریاد کر رہی تھی کہ دشمنوں نے اس کی لڑکی کو مار ڈالا ہے۔ قبر والی کو اس کا خاوند اچھا نہیں سمجھتا تھا، کیونکہ اس کے دوسری عورت کے ساتھ تعلقات تھے۔ چنانچہ کسی طریقے سے مرحومہ کو مار کر رات کے وقت دفن کر دیا اور رشتے داروں میں مشہور کر دیا کہ اس کو سر درد اور بخار ہوا جس سے وہ مر گئی۔ اندھیری رات اور گھر دور ہونے کی وجہ سے دوسرے رشتے داروں کو اطلاع نہ کر سکے۔ جب قبر کو کھولا گیا تو خوشبو سے بھری ہوئی تھی۔ نعش بالکل تازہ تھی۔ جس کے تمام حصے ٹھیک تھے۔ مہندی لگی ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ سر کے بالوں کی مانگ ویسے ہی تھی۔

اس قبرستان میں کھجور کے درخت تھے۔ کھجور کے درخت کی دو جڑیں مرحومہ کے منہ کے اوپر آ کر وقفے وقفے کے بعد قطرہ سفید پانی کا منہ میں ڈال رہی تھیں۔ یہ منظر سب نے دیکھا اور یقین کر لیا کہ یہ بی بی تو شہید ہے۔ اس کے رزق کا بھی بندوبست ہو رہا ہے۔ بڑا مسئلہ یہ تھا کہ

میت کو کیسے باہر نکال کر پوسٹ مارٹم کیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ مرحومہ کی قبر کو پاؤں کی طرف سے بڑا کر کے اس کو نکال کر چیر پھاڑ کرنے کے بعد واپس اسی جگہ پر رکھ دیا جائے۔ جب مرحومہ کا منہ جڑوں کے نیچے آیا تو سفید قطرے اس کے منہ میں گرنے شروع ہو گئے۔ سب حاضرین نے کلمہ شہادت اور درود شریف پڑھ کر مرحومہ کو ہدیہ کیا اور قبر کو بند کر دیا۔

گیارہ ماہ پرانی تروتازہ لاش:

صوبہ لوگر میں برکی برک کے علاقے میں چرخ کے مقام پر میں اور ڈاکٹر حمید اللہ ایک مورچے میں ڈیوٹی پر تھے۔ ڈاکٹر حمید اللہ شہید ہو گئے۔ ہمارا علاقہ پہلے آزاد ہو گیا تھا۔ اس لیے ہم نے ڈاکٹر حمید اللہ کو اپنے علاقے میں دفنایا، حمید اللہ کا علاقہ بعد میں آزاد ہوا تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے علاقے کے لوگوں نے کہا کہ ہمارا علاقہ اب آزاد ہو گیا ہے، اس لیے حمید اللہ شہید کی لاش کو ہم یہاں سے لے جا کر اپنے علاقے میں دفنائیں گے۔

انہیں بڑا سمجھایا مگر وہ نہ مانے۔ میرا خیال تھا کہ گیارہ مہینوں کے بعد لاش خراب ہو چکی ہوگی۔ میں نے انہیں اپنے ان خدشات سے آگاہ کیا تو وہ کہنے لگے کہ اس مٹی میں شہید کے جسم کو کھانے یا خراب کرنے کی قوت نہیں ہے۔ میں نے ان کے اصرار کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ ہم نے قبر کے اردگرد پہرہ لگا دیا تا کہ لوگ ادھر نہ آئیں۔ خدانخواستہ شہید کی لاش خراب نکلی تو کہیں لوگوں پر اس کا برا اثر نہ پڑے۔

رات کو میں نے اور اس کے بھائیوں نے قبر کھودی اور لاش نکالی، لاش کو کفن نہیں دیا گیا تھا، پہنے ہوئے کپڑے خستہ ہو گئے تھے، مگر جسم بالکل تروتازہ تھا۔ ناخن اور داڑھی کے بال بڑھ گئے تھے اور اس کے جسم سے خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ دو گھنٹے کی مسافت پر ہم لاش کو لے گئے۔ علاقے کے لوگوں نے لاش کا دیدار کیا اور لاش کو گیارہ ماہ بعد یوں تازہ دیکھ کر سب اللہ کی ثناء کرنے لگے۔

اسی طرح کے اور بھی بے شمار واقعات ہیں کہ دو تین سال کے بعد بھی لاش بالکل ٹھیک حالت میں نکلی۔

خانیوال اسٹیشن پر حادثے میں شہید ہونے والے کا واقعہ:

دو سال قبل خانیوال ریلوے اسٹیشن پر ریلوے کے حادثے میں بہت سے لوگ مارے گئے

تھے۔ ان میں ایک پوری جماعت شہید ہو گئی جو رائے ونڈ سے کراچی جا رہی تھی۔ اس پوری جماعت کی لاشیں اور سامان یہاں ملتان کے نشتر میڈیکل کالج کے روز گارڈن میں لایا گیا۔ متوفیوں کے فوٹو اخبارات میں دیئے گئے اور نعشوں کو سرد خانے میں رکھ دیا گیا۔ چند دنوں میں سوائے ایک نعش کے باقی تمام کے عزیز اپنے مردے بمعہ سامان لے کر چلے گئے۔

ایک نعش کو چند دن نشتر کالج کے سرد خانے میں رکھا گیا۔ مگر دو ماہ تک کوئی رشتہ دار نہ آنے پر اس متوفی کو دفن کر دیا گیا اور سامان ایک مجسٹریٹ کے ذمے لگا دیا گیا۔ دفن کرنے سے پہلے نعش کا فوٹو رکھ لیا گیا۔ اس حادثے کے ۵ ماہ بعد میں ابدالی مسجد میں بیٹھا تھا کہ چند پٹھان حضرات آئے۔ انہوں نے آ کر مجھ سے بات کی کہ ان کا ایک ساتھی ۵ ماہ قبل خانیوال ریلوے حادثے میں شہید ہو گیا تھا اور یہاں دفن ہے، ہم اس کی نعش کو لے جا کر اپنے آبائی قبرستان میں دفن کرنا چاہتے ہیں۔

میں نے ایک رقعہ لکھ کر مجسٹریٹ کے ہاں بھجوا دیا۔ مجسٹریٹ نے رشتے داروں کو ڈرایا کہ دفن ہوئے ۵ ماہ ہو گئے ہیں، اب نعش کو نہ نکالو۔ چند دن ہوئے ایک عورت کہ جس کو دفن ہوئے ۳ دن ہوئے تھے، کی قبر کو کھولا گیا تو اتنی بدبو نکلی کہ سارے لوگ بے ہوش ہو گئے۔ اگر اس ۵ ماہ کے مدفون کی قبر کھولو گے تو اتنی بدبو نکلے گی کہ سارے ملتان میں پھیل جائے گی۔

رشتے داروں نے کہا جس حالت میں بھی میت ہوگی، ہم لے جائیں گے۔ یہ تو اللہ کے راستے میں شہید ہے۔ جب قبر کو کھولا گیا تو ہلکی سی خوشبو تھی، نعش اسی طرح تھی۔ سب نے کلمہ شہادت پڑھا اور وہاں کے لوگوں کو ایک ساتھی نے باور کرایا کہ یہ تو اللہ کے راستے کا شہید ہے۔ چار ماہ کے لیے جماعت میں نکلا اور نکلنے کے دو دن کے بعد شہید ہو گیا، کیونکہ یہ حضرات دور پہاڑوں میں رہتے تھے، جہاں اخبار نہیں جاتے، اس لیے ان کو شہید کی اطلاع دیر سے ملی۔

خوشبودار تروتازہ نعش:

سیر جاگیر سوپور کے کمانڈر عبداللہ نے اپنے چھوٹے بھائی ریاض کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بیان کیا:

پندرہ برس کا ریاض احمد شاہ عرف اکبر علی ایک جوان ہمت نوجوان، بھارتی فوج کے لیے دردسر بن گیا تھا۔ اسے گرفتار کرنے کے لیے بھارتی فوجیوں نے درجنوں کریک ڈاؤن کیے، لیکن

اکبر علی کو گرفتار کرنے میں ناکام رہے، اسے شہید کرنے کے لیے مخبری کے جال بچھائے، لیکن وہ ان کے قابو میں نہ آیا۔

اس سال رمضان کے مہینے میں بالآخر کمسن مجاہد نے اپنی نذر پوری کی اور ایک معرکے میں جام شہادت نوش کیا۔ ہمارے علاقے میں فوج نے کریک ڈاؤن کر رکھا تھا۔ اس لیے ریاض شہید کی نعش کو پنزی پورہ سوپور کے مزار شہداء میں امانت کے طور پر دفنایا گیا جو ہمارے علاقے سیر جاگیر سے پندرہ کلومیٹر دور ہے۔

اٹھائیس دن کے بعد جب ہمارے علاقے سے فوج کا دباؤ ہٹا تو کمانڈر شاہین اور رضوان صاحب نے حکم دیا کہ پنزی پورہ کی سرزمین میں دفنائی گئی امانت کو نکال کر اپنے مزار شہیداں میں دفن کیا جائے۔ چنانچہ ایک سو کے قریب مجاہدین اور گاؤں کے عوام جلوس کی صورت میں پنزی پورہ گئے۔

شہید کی لحد کھولنا ایک امتحان تھا۔ میں لحد کھولنے میں خود شریک تھا۔ جوں جوں مٹی ہٹاتے گئے، ہمارے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی رہیں اور مجاہدین کی زبانوں پر درود اور کلمات ذکر جاری ہو گئے۔ جتنے ہم شہید کی لاش کے قریب ہوتے گئے ایک نیا منظر پیش آتا رہا۔ پھر اچانک ایک حیرت انگیز خوشبو آئی جو مجمعے میں موجود ہر فرد نے محسوس کی۔

یہ خوشبو آہستہ آہستہ پھیلنے لگی، پھر پورا مزار شہداء اس سے مہکنے لگا۔ لوگ جذبات سے بے قابو ہو گئے، کسی کو اپنے اوپر کنٹرول نہ رہا۔ لوگ شہید کی نعش کو نکال رہے تھے تو ہر ایک اسے اپنے سینے میں بھر لینا چاہتا تھا۔ سب اس کے معطر وجود کو چوم رہے تھے۔ آہیں اور کراہیں بلند ہو رہی تھیں۔ اس شہید کو بوسہ دینے میں مسابقت ہو رہی تھی۔ آنسوؤں کا سیل رواں دواں تھا۔ مجاہد قائدین نے بمشکل لوگوں کو کنٹرول کیا۔

لاش باہر رکھی گئی۔ ۲۸ دن کے بعد شہید کی میت نکالی گئی تھی۔ اس کے سر میں زخم کا نشان بالکل تازہ تھا۔ اس کا چہرہ یوں چمک رہا تھا گویا آب زم زم سے دھویا گیا ہو۔ جس سے پسینہ پھوٹ رہا تھا، گویا ابھی شہید ہوا ہو اور کپڑے گرم تھے۔ جیسے ابھی بستر سے نکلا ہو۔ لحد میں ایسے ہی لیٹا ہوا تھا جیسے تھک کر آرام کرنے کے لیے لیٹا ہوا ہو۔

میت کو نکال کر ہم اپنے علاقے کی طرف چل پڑے۔ رات کو نعش کو گھر میں رکھا گیا۔ تین سال وہ میدان جہاد میں برسر پیکار رہا۔ ان تین سالوں میں وہ گھر نہیں آیا تھا۔ دوسرے دن بستی کے سارے لوگوں نے جمع ہو کر اس کا دیدار کیا اور پھر [illegible] شہید کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

نیک اور پرہیزگار لوگوں سے ارواح ملاقات کرتی ہیں:

عمیر بن حباب سلمی کا بیان ہے کہ بنی امیہ کی لڑائی کے زمانے میں ہم نو آدمی گرفتار ہو کر بادشاہ روم کے سامنے پیش ہوئے۔ اس نے ہم سب کو قتل کر دینے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ آٹھ آدمیوں کی گردن ماردی گئی۔ جب میرا نمبر آیا تو چوبدار نے بادشاہ کی قدم بوسی کر کے عرض کیا کہ اسے آپ مجھے دے دیجئے۔ بادشاہ نے مجھے اس کے حوالے کر دیا۔

وہ مجھے اپنے گھر لے گیا اور اپنی حسین و جمیل لڑکی کو دکھا کر مجھ سے کہا کہ تو جانتا ہے کہ بادشاہ کے حضور میں میرا کیا درجہ ہے؟ اگر تو میرا دین قبول کر لے تو میں اس لڑکی سے تیری شادی کر دوں گا اور اپنا مال و دولت تیرے حوالے کر دوں گا۔ میں نے جواب دیا کہ بیوی کے لیے میں نہ اپنا مذہب بدل سکتا ہوں اور نہ دنیا کی دولت کے واسطے اپنا دین چھوڑ سکتا ہوں۔

میں اس کے یہاں بہت دن رہا۔ وہ مجھے ہر روز سمجھاتا تھا۔ ایک رات اس کی لڑکی مجھے اپنے باغ میں لے گئی اور کہنے لگی تم اگر میرے باپ کی بات مان لیتے تو کیا ہوتا۔ میں نے جواب دیا کہ میں اس کے لیے ہرگز تیار نہیں۔ لڑکی نے کہا تم یہاں رہنا چاہتے ہو یا اپنے وطن واپس جانا؟ میں نے کہا، میں اپنے وطن جانا پسند کروں گا۔ لڑکی نے ایک ستارے کی طرف اشارہ کر کے کہا، دیکھو رات بھر اس ستارے کی سمت چلنا۔ صبح کو کہیں موقع دیکھ کر چھپ جانا۔ اس طرح سے تم اپنے شہر پہنچ جاؤ گے۔

میں وہاں سے روانہ ہو گیا۔ رات بھر چلتا، دن کو کہیں چھپ رہتا۔ چوتھے روز میں ایک جگہ بیٹھا تھا کہ میری طرف چند سوار آتے دکھائی دیے۔ مجھے خوف معلوم ہوا کہ کہیں دشمن میری تلاش میں نہ آ گیا ہو۔ یہ سوار جب میرے قریب آئے تو یہ سب میرے وہی ساتھی تھے جن کو شاہ روم نے قتل کرا دیا تھا۔

ان لوگوں کے علاوہ کچھ اور سوار بھی تھے۔ ان لوگوں نے مجھے دیکھتے ہی آواز دی۔ اے عمیر، اے عمیر! میں نے کہا، ہاں۔ تم لوگ تو قتل کر دیئے گئے تھے۔ یہاں کیونکر پہنچے۔ ان لوگوں نے کہا، ہاں ہم قتل تو ہو گئے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم شہیدوں کو زندہ رکھا ہے۔ ہمیں ابھی ابھی حکم ملا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کے جنازے میں شرکت کر[illegible] ہم سب شرکت کے لیے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد ان ہی میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑ[illegible] گھوڑے پر بٹھا لیا اور تھوڑی دور آگے جا کر

اتار دیا تو میں اپنے مکان کے پاس کھڑا ہوا تھا۔

علامہ ابن جوزی نے اسی قسم کا ایک واقعہ عیون الحکایات میں نقل کیا ہے کہ ملک شام میں تین بھائی اپنے وقت کے بڑے بہادر پہلوان تھے، کفار کے ساتھ ہمیشہ جہاد کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان تینوں بھائیوں کو شاہ روم نے گرفتار کر لیا اور ان لوگوں سے کہا کہ اگر اپنی خیر چاہتے ہو تو فوراً عیسائی مذہب اختیار کر لو۔ ان لوگوں نے صاف صاف انکار کر دیا اور مسلمانوں سے فریاد کی کہ ہماری مدد کرو۔

شاہ روم نے تین بڑے بڑے دیگ تیل بھر کر آگ پر چڑھا دیے۔ تین دن رات تک برابر ان کے نیچے آگ جلتی رہی۔ ہر روز ان کو کھولتا ہوا تیل دکھا کر کہا جاتا تھا کہ عیسائی مذہب اختیار کر لو، ورنہ اسی کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیا جائے گا۔ مگر یہ لوگ برابر انکار کرتے تھے۔

چوتھے روز بڑے بھائی کو دیگ میں ڈال دیا گیا۔ اس کے بعد منجھلے کو بھی ڈال دیا گیا۔ چھوٹے بھائی کو دیگ کے قریب لے جا کر پھر سمجھایا کہ عیسائی مذہب اختیار کر لو، مگر اس نے انکار کر دیا۔ اتنے میں ایک مجوسی نے کہا کہ آپ اسے میرے سپرد کر دیں۔ میں اسے دین اسلام سے منحرف کر دوں گا۔

بادشاہ نے پوچھا، کس طرح؟ مجوسی نے کہا کہ عرب کے آدمی عورتوں کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ میری ایک نہایت خوبصورت لڑکی ہے۔ میں اس لڑکے کو اس کے حوالے کر دوں گا۔ یہ اس کو دین سے منحرف کر دے گی اور چالیس دن کی مدت مقرر کر کے اس کو لے آیا اور اس کو اپنی لڑکی کے پاس چھوڑ دیا۔

جوان ناچار ہو کر اس کے ساتھ رہنے لگا۔ تمام دن روزے سے رہتا اور پھر رات بھر عبادت کرتا تھا۔ اس طرح ایک مہینہ گذر گیا۔ لڑکی کی طرف ایک دفعہ بھی نظر اٹھا کر نہ دیکھا۔ ایک دن اس کے باپ نے پوچھا، کہو اس نوجوان کا کیا حال ہے؟ لڑکی نے جواب دیا۔ چونکہ اس کے دو بھائی مارے جا چکے ہیں، شاید ان کے رنج کی وجہ سے میری طرف التفات نہیں کرتا۔ آپ مجھے بادشاہ سے مہلت طلب کر کے کسی دوسرے شہر میں بھیج دیں۔

مجوسی نے بادشاہ سے اجازت لے کر اس نوجوان کو اپنی لڑکی کے ساتھ دوسرے شہر میں بھیج دیا۔ یہاں بھی وہ جوان [illegible] رات دن عبادت میں مصروف رہا اور اس کی طرف ایک دفعہ بھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ جب مدت ختم ہونے لگی تو مجوسی لڑکی نے کہا [illegible] آپ کی تابعداری میں

کامل ہے۔ تیرا رب سچا ہے، میں تیرا مذہب قبول کرتی ہوں۔

جوان نے کہا۔ بتا اب یہاں سے ہم دونوں کس طرح بھاگیں؟ عورت نے ایک مضبوط گھوڑا منگایا اور دونوں اس پر سوار ہو کر چل دیے۔ رات بھر چلتے تھے اور دن بھر چھپے رہتے تھے۔ ایک رات یہ دونوں چلے جا رہے تھے کہ پیچھے سے چند سواروں کی آواز سنائی دی۔ دیکھا کہ یہ سوار تو اس کے دونوں بھائی تھے اور ان کے ساتھ فرشتے بھی تھے۔

جوان نے اپنے بھائیوں کو سلام کر کے کہا کہ تم دونوں بھائی تو شہید ہو چکے تھے، یہاں کیونکر آئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہماری موت تو صرف اسی قدر تھی کہ دیگ میں غوطہ لگایا اور جنت الفردوس میں پہنچ گئے۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں تیرے پاس بھیجا ہے کہ اس لڑکی کا نکاح تیرے ساتھ کر دیں۔ اس کے بعد یہ دونوں بھائی نکاح کے مراسم ادا کر کے چلے گئے۔ یہ جوان بھی اپنی دلہن کو لے کر اپنے وطن پہنچ گیا۔

چین کے آثار قدیمہ کا ایک جدید واقعہ:

حال ہی میں چین میں آثار قدیمہ میں کام ہو رہا تھا۔ ایک نعش نکلی جوان کے اندازے میں کئی ہزار سال پرانی ہے اور اس نے فوجی وردی پہن رکھی ہے۔ زرہ پوش ہے، پتہ چلتا ہے کہ جنگ میں کام آیا ہے، کیونکہ اس کے پیٹ میں ایک خنجر گھونپا گیا ہے جو ابھی بھی ہے اور اخبار میں اس کی تصویر بھی ہے اور اخبار کی تصویر اور تحریر دونوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے چہرے پر سکون کے آثار ہیں اور وہ بالکل مطمئن ہے۔

اللہ پاک نے کھدائی کرنے والوں اور دیکھنے والوں کے لیے ایک زندہ نشانی بھیجی کہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں، لیکن بجائے عبرت کے انہوں نے اس کی ایک تاویل یہ کی کہ اس کے جسم کو زمین کے اندر کچھ کیمیکل مادوں نے محفوظ کر رکھا ہے اور آدمی کو ایک مشہور شہنشاہ کی فوج کی طرف منسوب کر کے حق کی جانب سے اس کا رخ موڑ دیا ہے۔

یہ دنیا پر ظاہر ہونے نہیں دیا کہ یہ اللہ پاک کی راہ میں شہید ہو چکا ہے اور کسی نبی کی صف میں لڑ کر جان دینے والا مجاہد ہی ہے، کیونکہ ہمارا دین تو الحمد للہ ایسا دین ہے جس میں ایسے تاریخی واقعات کافی رونما ہوئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل بہت سارے نبیوں کے ساتھ ان کی امتوں نے [illegible] کفار کا مقابلہ کیا اور شہید ہو گئے۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے:

وکاین من نبی قاتل معه ربیون کثیر
کتنے ہی نبی ہیں جن کے ساتھ بہت سارے اللہ والوں نے مل کر جہاد کیا۔

شہید کی آنکھیں کھلیں اور اشک رواں ہو گئے:

قاری محمد حسین بیس کیمپ میں تین سال عسکری تربیت حاصل کرنے کے بعد کوچہ جہاد کو روانہ ہوئے۔ بڈگام بیرواہ کے مقام پر ان کا بھارتی فوج سے آمنا سامنا ہو گیا۔ قاری محمد حسین اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ مورچہ زن ہوئے اور بہادری سے لڑتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ان کے گھرانے کو جب اپنے پیارے کی شہادت کی اطلاع ملی تو وہ لاش لینے کے لیے بڈگام پہنچے۔

شہید کے ماموں لاش کے سرہانے بیٹھ گئے اور آنسوؤں اور آہوں کے ساتھ شہید سے ایسے باتیں کرنے لگے جیسے وہ زندہ ہو۔ بیٹے ملاقات کے بغیر ہی منزل حاصل کر لی، اتنی بھی کیا جلدی تھی۔ اس جملے سے اردگرد موجود لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ پھر سب نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔ درجنوں افراد کے سامنے شہید کی آنکھیں کھل گئیں۔ جن سے آنسوؤں کا ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔ شہید کو روتا دیکھ کر گھر میں کہرام مچ گیا۔ کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اپنے جذبات پر قابو پا سکا ہو۔ لوگ چیخ چیخ کر کہنے لگے۔ ”اے شہید...... اب بس کرو، خدا کے واسطے بس کرو۔“ اور پھر شہید کی آنکھیں اور آنسو بند ہو گئے۔ اس کے بعد لوگوں نے اس کے جسد خاکی کو اٹھایا اور صورہ میں اس کے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا۔

شہید کی قبر سے نکلنے والی خوشبو نے فضا معطر کر دی:

پیر پنجال کے سلسلے کوہ دامن میں واقع قاضی گنڈ کے جناب عامر الاسلام نے اسلام آباد (اننت ناگ) کے علاقے میں پیش آنے والے ایک ایمان افروز واقعے کا ذکر کیا۔ انہوں نے بتایا کہ اسلام اباد کے مزار شہیداں سے گزرتے ہوئے چند افراد نے عجیب و غریب خوشبو محسوس کی۔ یہ ایسی مہک تھی جو وادی گل پوش کے کسی پھول میں نہ تھی۔

سب نے حیرت سے ایک دوسرے سے پوچھا، یہ کیسی مہک ہے؟ کسی کے پاس اس کا شافی جواب نہ تھا۔ لیکن سب اس پر متفق تھے کہ یہ عجیب مہک کہیں قریب سے آ رہی ہے۔ آخر کار

انہوں نے اسی سمت کا رخ کیا، جس طرف سے خوشبو کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد وہ ایک ایسی قبر کے کنارے پہنچ گئے جو شق ہو چکی تھی۔ انہوں نے ایک ناقابل یقین منظر دیکھا۔ قبر میں ایک تر و تازہ لاش پڑی تھی اس کے جسم سے خوشبو آ رہی تھی۔

حیاتِ شہید کا ایک واقعہ:

خلیفہ ہارون الرشید نے ایک مرتبہ محمد بطال (بہادر) رومی سے ان کا وہ عجیب واقعہ دریافت کیا جو ان کو بلادِ روم میں پیش آیا تھا تو محمد بطال نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ سر پر ٹوپی رکھے ہوئے سر نیچا کیے روم کی چراگاہوں میں چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں پیچھے سے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز آئی۔ اتنے میں دیکھا تو ایک ہتھیار بند سوار نیزہ ہاتھ میں لیے چلا آ رہا ہے جس نے میرے قریب آ کر مجھے سلام کیا اور میرے جواب کے بعد اس نے مجھ سے معلوم کیا کہ ”کیا تم نے بطال کو دیکھا ہے؟“

میں نے کہا ”بطال تو میں ہی ہوں۔“

یہ سن کر وہ اپنے گھوڑے سے اترا اور اس نے مجھ سے معانقہ کیا اور میرے پیر چومنے لگا۔ میں نے کہا ”تم یہ کیا کرتے ہو؟“

تو اس نے جواب دیا۔ ”میں آپ کی خدمت کرنے کو آیا ہوں۔“ یہ سن کر میں نے اس کو دعا دی۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ اچانک چار سوار ہماری طرف دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میرے اس ساتھی نے کہا کہ ”مجھے اجازت دیجیے کہ میں ان کی طرف پیش قدمی کروں۔“

میں نے کہا۔ ”بہت اچھا۔“

چنانچہ کچھ دیر کی مڈبھیڑ کے بعد ان چار سواروں نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا اور پھر میری طرف بڑھ کر مجھ پر حملہ آور ہوئے۔ میں نے کہا۔ ”اگر تم مجھ سے لڑنا چاہتے ہو تو مجھے اتنی مہلت دو کہ میں اپنے ساتھی کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اس گھوڑے پر سوار ہو جاؤں۔“ انہوں نے اس کو منظور کر لیا۔

چنانچہ جب میں مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور انہوں نے میرا مقابلہ کرنا چاہا تو میں نے کہا ”تم چار ہو اور میں اکیلا۔ انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ تم میں سے ایک ایک میرے مقابلے میں آ[illegible]ے۔“ پس ان میں سے ایک سوار میرے مقابلے میں [illegible] میں نے [illegible] قتل کر دیا۔ اس کے

بعد یکے بعد دیگرے دو دوسرے آئے، ان کو بھی میں نے اسی طرح قتل کر دیا۔ اب چوتھا باقی رہا اس سے اس شدت سے جنگ ہوئی کہ ہم دونوں کے نیزے بھی ٹوٹ گئے۔ پھر ہم نے گھوڑوں سے اتر کر اپنی اپنی ڈھال اور تلواریں سنبھالیں۔ حتیٰ کہ دونوں کی ڈھالیں ٹوٹ گئیں اور تلواروں کے قبضے تک الگ ہو گئے۔ جس سے وہ بھی زمین پر گر گئیں۔

پھر آپس میں کشتی ہونے لگی۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی اور آفتاب غروب ہو گیا اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے پر قابو نہ پا سکا۔ اس کے بعد میں نے اس کو مخاطب کر کے کہا کہ ''میرے دین میں جو فرض نماز تھی، آج وہ مجھ سے قضا ہو گئی۔'' وہ بولا کہ ''علیٰ ہذا القیاس میری بھی یہی صورت ہے۔'' کیونکہ وہ نصاریٰ کا پادری تھا۔

میں نے کہا ''کیا ممکن ہے کہ تم واپس ہو جاؤ اور ہم اپنی اپنی فوت شدہ نمازیں قضا کر کے رات میں آرام کر لیں اور پھر صبح مقابلہ ہو۔''

وہ کہنے لگا۔ ''بڑی خوشی سے۔''

چنانچہ میں نے اپنی نمازیں ادا کیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی۔ اس نے بھی جو کچھ اس کو کرنا تھا کیا اور سوتے وقت وہ مجھ سے کہنے لگا کہ ''تم عربی النسل ہو، تم میں بے وفائی ہے، میرے کانوں میں دو جانجھ ہیں، ان میں سے ایک کو تم اپنے کان میں لٹکا لو اور اپنا سر اس پر رکھ لو۔ جب تم کوئی حرکت کرو گے تو تمہارا جانجھ بجے گا اور میں خبردار ہو جاؤں گا۔''

میں نے اس کو منظور کر لیا اور اسی طرح ہم نے رات گزاری۔ صبح کو علی الصباح توحید الٰہی کے ساتھ میں نے اپنی فرض نماز ادا کی اور اس کے بعد پھر ہم دونوں کشتی لڑے اور میں نے اس کو پچھاڑ لیا اور اس کے سینے پر سوار ہو کر چاہا کہ اس کو ذبح کر دوں، مگر اس نے مجھ سے معافی کی درخواست کی اور میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

پھر جب دوبارہ ہم کشتی لڑے تو میرا پاؤں پھسل گیا اور اس نے مجھ پر غالب آ کر میرے سینے پر سوار ہو کر مجھے ذبح کرنا چاہا تو میں نے کہا ''میں تم کو معاف کر چکا ہوں، کیا تم مجھ کو معاف نہیں کرو گے؟'' تو میرے اس کہنے پر اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ پھر جب تیسری دفعہ ہماری کشتی ہوئی تو میں مضمحل تو ہو ہی چکا تھا، اس نے مجھے پھر پچھاڑ لیا اور میرے سینے پر چڑھ کر مجھے ذبح کرنا چاہا، تو میں نے کہا ''پہلے تو احسان میں ہم دونوں برابر ہو چکے، اب تم مجھ پر احسان کرو۔''

یہ سن کر وہ کہنے لگا۔ ''اچھا تیری مرضی۔''

پھر چوتھی مرتبہ بھی کشتی میں اس نے مجھے گرا لیا اور کہنے لگا ''میں نے اب پہچانا کہ تو بطال ہے۔ بس میں تجھ کو ضرور ذبح کروں گا اور سرزمین روم کو تجھ سے نجات دلاؤں گا۔''

میں نے اس سے کہا کہ ''اگر میرے رب نے چاہا تو تو مجھے ہرگز قتل نہیں کر سکے گا۔'' یہ سن کر اس نے میرے قتل کے لیے خنجر اٹھایا اور کہنے لگا ''تو اپنے رب سے کہہ کہ وہ اب مجھے روک لے۔''

پس اے امیر المومنین اتنے میں، میں نے دیکھا کہ میرا وہ مقتول ساتھی کھڑا ہوا اور اس نے تلوار اٹھا کر اس کا سر اڑا دیا اور یہ آیت کریمہ تلاوت کی:

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتاً بل احیآء

''یعنی اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو تم مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔'' (قلیوبی)

سچ ہے شہید فی سبیل اللہ کا بڑا درجہ ہے، جنہوں نے اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو غیر شعوری زندگی عطا فرمادے۔

موضوع نمبر ۳۳

قبر والوں کے حیران کن واقعات

مردے کی بتائی ہوئی باتیں سچ ہوتی ہیں:

روایت ہے ابن سیرین سے کہ مردہ خواب میں جو کچھ بتائے وہ سچ ہے، کیونکہ مردہ ایسی جگہ رہتا ہے جہاں جھوٹ کا گزر نہیں۔

ضروری مسئلے کی نشاندہی پر ایک مردے کا واقعہ:

ابن ابی الدنیا اور ابن جوزی نے عیون الحکایات میں لکھا ہے کہ صعب اور عوف میں بڑی دوستی تھی اور آپس میں بھائی بن گئے تھے۔ صعب نے عوف سے کہا، اے بھائی، ہم دونوں میں سے جو پہلے مرے وہ خواب میں آ کر اپنا حال بیان کرے۔ پہلے صعب نے انتقال کیا۔ عوف نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ پروردگار نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

انہوں نے جواب دیا، میرے گناہوں کو بخش دیا۔ پھر عوف نے پوچھا، تمہاری گردن میں سیاہ داغ کیسا ہے؟ کہا کہ میں نے دس درہم ایک یہودی سے قرض لیے تھے، وہ میرے تیردان میں رکھے ہیں، تم اس کو دے دینا اور جان لو کہ میرے مرنے کے بعد جو کچھ میرے گھر میں ہوا ہے، مجھ کو سب کی خبر ہے، یہاں تک کہ میری بلی جو فلاں روز مری اس کی خبر بھی مجھ کو ملی اور جان لو کہ میری لڑکی چھٹے روز مر جائے گی، تم لوگ اس کو نیک باتیں سکھاؤ۔

عوف کہتے ہیں کہ میں صبح کو صعب کے مکان پر گیا۔ پہلے تیردان منگا کر دیکھا اس میں دس درہم ایک کپڑے میں بندھے ہوئے پائے۔ پھر یہودی کو بلا کر میں نے پوچھا کہ صعب پر تمہارا کچھ قرض ہے۔ یہودی نے کہا، اللہ رحم کرے صعب پر، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیک اصحاب میں سے تھے۔ میں نے دس درہم ان کو قرض دیئے تھے۔ پھر میں نے وہ دس درہم یہودی کے حوالے کیے اور گھر والوں سے میں نے دریافت کیا کہ صعب کے بعد تم پر کیا گذری؟ جو باتیں صعب نے خواب میں مجھ کو بتائی تھیں ان سب باتوں کو گھر والوں نے بیان کیا اور بلی کے مرنے کا

بھی حال بیان کیا۔ پھر میں نے پوچھا کہ میرے بھائی صعب کی لڑکی کو لاؤ۔ جب وہ آئی تو میں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ وہ بخار میں مبتلا تھی۔ میں نے اس کو نیک باتیں سنائیں۔ چھٹے روز وہ انتقال کر گئی۔

قبرستان کے مردوں کا سلام کا جواب دینا:

روایت ہے ہاشم بن محمد سے کہ میرے باپ مجھ کو لے کر مدینہ کے قبرستان میں گئے۔ آفتاب نکلنے سے پہلے جب قبرستان پہنچے تو بلند آواز سے کہا۔ **اسلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار** قبرستان سے جواب کی آواز آئی۔ **وعلیکم السلام یااباعبداللہ**۔ میرے باپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے جواب دیا ہے۔ میں نے کہا، نہیں۔ پھر مجھ کو اپنی داہنی طرف کھڑا کر کے دوبارہ سلام کیا اور جواب سنا۔ اسی طرح تین بار سلام کیا اور ہر بار سلام کا جواب سنا۔

مردے کی معلومات:

حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ نے اسد بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ میرا ایک دوست مر گیا تھا، ایک دن میں نے اسے خواب میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم فلاں فلاں دوستوں کی قبروں پر تو گئے، اور صلوٰۃ وسلام کا تحفہ بھیج آئے۔ مگر میری قبر کے قریب بھی نہیں آئے۔ اس کا یہ شکوہ سن کر میں نے خواب ہی میں اس سے دریافت کیا کہ تمہیں یہ باتیں کیسے معلوم ہو گئیں خاص کر جب کہ تم پر منوں مٹی کا انبار بھی لگا ہوا ہے۔ یہ سنتے ہی متوفی دوست نے فوراً جواب دیا کہ تم نے پانی کو بوتل میں بند نہیں دیکھا؟ میں نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ کہنے لگا کہ بس اسی طرح ہم بھی قبروں کے اندر سے اپنے زائرین کو دیکھ لیا کرتے ہیں۔ (از مولانا عبدالمومن فاروق)

تدفین کے بعد کفن واپس لوٹا دیا جاتا ہے:

حضرت عائشہ بنت اہبان رضی اللہ عنہ کہتی ہیں کہ میرے باپ جو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، جب موت کے قریب ہوئے تو وصیت کی کہ مجھے سلے ہوئے کپڑے میں نہ کفنانا۔ جب ان کا انتقال ہو گیا اور غسل دیئے گئے تو لوگوں نے میرے پاس کہلا بھیجا کہ کفن بھیج دو۔ میں نے کفن کا کپڑا بھیج دیا، لوگوں نے کہا اور قمیص کہاں ہے؟ میں نے کہا میرے باپ نے سلے ہوئے

کپڑے میں کفنانے سے منع کیا ہے۔

لوگوں کے کہنے پر میں نے دھوبی کے پاس سے اپنے باپ کی دھلی ہوئی قمیص منگوا کر دے دی اور اسی قمیص میں کفنا کر لوگ جنازے کو اٹھا لے گئے۔ میں جب جنازے کو رخصت کر کے گھر کے اندر داخل ہوئی تو یہ عجیب بات دیکھی کہ وہ جو قمیص دھوبی کے یہاں سے منگوا کر کفن میں دی تھی وہ گھر میں رکھی ہوئی ملی۔ میں نے جنازے کے پیچھے آدمی کو دوڑایا اور لوگوں کو بلا کر پوچھا کیا تم نے ان کو قمیص میں کفنایا تھا۔ لوگوں نے کہا ہاں! اور گھر کے اندر سے قمیص لا کر دکھائی، اور پوچھا کیا اسی قمیص میں کفنایا تھا؟ لوگوں نے کہا، ہاں۔ (طبرانی)

شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے رونے پر قبرستان والوں پر سے عذاب ٹل گیا:

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ شیخ اسمٰعیل یمن کی بعض قبروں پر گذرے تو ان پر بڑا غم طاری ہوا اور بہت روئے۔ پھر وہ خوشی سے ہنسنے لگے۔ کسی نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ اس قبرستان کے مردوں کا حال مجھ پر منکشف ہوا، میں نے دیکھا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ یہ دیکھ کر میں غم کے مارے رو دیا۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کر کے دعا کی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خوشخبری ملی کہ تیری دعا اس قبرستان کے حق میں قبول ہوئی، اس پر ایک قبر کا مردہ بول اٹھا، میں بھی اس قبرستان میں ہوں، اے اسمٰعیل! مجھ کو بھی اس قبولیت میں شامل کر۔ یہ سن کر مجھے ہنسی آ گئی۔ (روض الریاحین)

قبر میں شاہانہ چار پائی:

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب روض الریاحین میں لکھتے ہیں کہ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک قبر ہے جو کہ کھلی ہوئی ہے۔ میں اس کے اندر گیا تو وہ بہت وسیع تھی۔ مجھے قبر میں کوئی مردہ نظر نہ آیا۔ مگر کچھ پائے سے نظر آئے۔ میں نے دیکھا تو وہ چار پائی تھی جو کہ بہت زیادہ اونچی تھی۔ سر اوپر کر کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس پر کوئی لیٹا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا کہ مالدار لوگ بھی کتنے متکبر ہیں کہ قبروں میں بھی رعونت اور اپنی بڑائی کو نہیں چھوڑتے۔ دیکھو قبر میں بھی چار پائی رکھ دی۔

پھر میں نے دیکھا کہ جو چار پائی کے اوپر لیٹا ہوا ہے وہ مجھے بلا رہا ہے۔ چونکہ چار پائی بہت

اونچی تھی، میں اس پر چڑھ نہ سکا۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک طرف سیڑھی لگی ہوئی ہے۔ میں سیڑھی کے ذریعے اوپر گیا، دیکھا کہ میری والدہ ماجدہ لیٹی ہوئی ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہا۔ میری والدہ ماجدہ نے مجھ پر بڑی شفقت اور مہربانی فرمائی اور انہوں نے خود مجھ کو سلام کیا۔ پھر میری والدہ نے مجھ سے میرے اس بھائی کے متعلق پوچھا جو کہ ابھی زندہ تھا اور جو میرے بہن بھائی والدہ کے بعد فوت ہو چکے تھے، ان کے متعلق نہ پوچھا۔ پھر میری والدہ نے مجھ پر بڑی شفقت فرمائی اور مجھے وداع کیا۔ میری آنکھ کھلی تو میرے دل پر اس شفقت اور مہربانی کا اثر باقی تھا، بلکہ ایک مدت تک وہ اثر باقی رہا۔ (روض الریاحین)

دنیاوی کفن باہر، جنتی غیبی کفن اندر:

ایک صالح سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میرا ایک دوست تھا، اسے خدا تعالیٰ نے جذام میں مبتلا کیا۔ حتیٰ کہ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں گل گئے اور دونوں آنکھیں جاتی رہیں۔ میں نے انہیں مجذوموں کے ساتھ کر دیا اور ان کی نگہداشت کرتا رہتا تھا۔ کچھ دنوں بعد میں غافل ہو گیا، پھر مجھے یاد آیا۔ میں نے جا کر کہا کہ میں بھول گیا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ میرا ایک ایسا سرپرست ہے جو مجھ سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔ میں نے کہا واللہ مجھے تمہارا دھیان ہی نہ رہا۔

فرمایا کہ میرا ایک ایسا سرپرست ہے جو میرا دھیان ہر وقت رکھتا ہے۔ پھر فرمایا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ، تو نے مجھے ذکر اللہ سے روک دیا۔ چند ہی روز کے بعد ان کی وفات ہو گئی۔ میں نے ایک کفن نکالا جو کسی قدر دراز تھا۔ اس زیادت کو پھاڑ کر باقی کا کفن لگایا اور دفنا دیا۔

ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ شخص میرے پاس کھڑا ہے اور ایسا خوبصورت ہے کہ دنیا میں نے کسی کو نہیں دیکھا اور کہہ رہا ہے کہ تو نے لمبا کفن دینے میں بخیلی کی، اپنا کفن لے جا، ہم اسے لوٹاتے ہیں۔ ہمیں سندس واستبرق کا کفن مل گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں جاگا تو وہ کفن میرے سرہانے دھرا تھا۔ (روض)

جنت کا کفن ایک فقیر کے پاس:

امام یافعی یمنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شہر میں ایک قبر دیکھی۔ جس کی زیارت کی جاتی تھی۔ میں نے بھی اس کی زیارت کی اور اہل شہر سے اس کی حالت دریافت کی۔ کہا

اس شہر میں ایک فقیر مسافر تھے، وہ بیمار ہوئے اور انہوں نے وفات پائی تو شہر کے ایک شخص نے جو ان کو جانتے تھے ان کو کفن دیا۔ جب رات ہوئی تو اس کفن پہنانے والے نے انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ ایک ریشمی حلہ ہاتھ میں لیے ہوئے قبر سے نکلے اور کہا یہ اس کپڑے کا عوض ہے جس سے تو نے مجھے کفن پہنایا تھا، اسے لے لے۔ یہ دیکھ کر وہ شخص جاگا تو وہ حلہ اس کے ہاتھ میں تھا۔ یہ حکایت اس شہر میں مشہور ہے۔ تمام اہل شہر جانتے ہیں۔ (روض)

خانہ خدا کی خدمت کا قبر میں اجر:

حضرت عبیداللہ بن مرزوق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بی بی کا انتقال ہو گیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع نہیں ہو سکی تھی۔ کچھ دنوں کے بعد جب اس کی قبر کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا تو پوچھا، یہ نئی قبر کس کی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ قبر ام محجن رضی اللہ عنہ کی ہے۔ پھر آپ نے پوچھا۔ وہی ام محجن جو ہماری مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، جی ہاں۔

یہ سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کی طرف منہ کر کے سوال کیا۔ اے ام محجن! بتاؤ تم نے وہاں کس عمل کو زیادہ قیمتی پایا؟ صحابہ رضی اللہ عنہ پوچھنے لگے۔ یارسول اللہ! وہ کیا اب سن رہی ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، ہاں وہ تم زندوں سے زیادہ سن رہی ہیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب بھی صحابہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ وہ مسجد میں جھاڑو دینے کے عمل کو سب سے بہتر عمل بتا رہی ہیں۔

آخرت کے لیے جو بھیجا وہ قبر میں مل گیا:

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے زمانہ خلافت میں مدینہ منورہ کے ایک قبرستان میں گیا ہوا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سلام پڑھ کر اچانک آواز لگائی۔ ”اے قبرستان والوں! ہم تمہیں اپنی دنیا کی خبریں بتادیں، یا تم لوگ اپنے یہاں کے حالات سناؤ گے؟“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان کلمات کا بہت ہی صاف انداز میں جواب ملا۔ ”اے امیرالمومنین! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پہلے آپ ہمیں بتائیے کہ ہمارے بعد کیا ہوا؟“

امیرالمومنین نے جواب دیا کہ ”تمہاری بیبیوں کا نکاح ثانی ہو گیا ہے، تمہارا مال بٹ گیا اور وہ مکان جسے تم بہت ہی مضبوط اور خوشنما بنا کر آئے تھے تمہارے دشمنوں کے قبضے میں چلا گیا ہے۔ یہ تو ہمارے یہاں کی خبریں تھیں، اب تم ہمیں اپنے یہاں کی باتیں سناؤ۔“

اس کے جواب میں ایک میت بولی۔ ”کفن پارہ پارہ ہو گئے، بال بکھر گئے، بدن کی کھال ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں مل گئی، آنکھیں بہہ بہہ کر گالوں پر آ گئیں، نتھنوں سے پیپ ٹپک رہی ہے، جو آگے بھیجا تھا وہ ہمیں مل گیا اور جو پیچھے چھوڑ آئے وہ نقصان میں ہے۔“

قبر سے کفن واپس:

حضرت اہبان بن صیفی غفاری رضی اللہ عنہ یہ صاحب کرامت صحابی تھے، چنانچہ ان کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ انہوں نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے کفن میں فقط دو ہی کپڑے دیئے جائیں، مگر لوگوں نے ان کی وصیت پر عمل نہیں کیا، اور ان کے کفن میں تین کپڑے شامل کر کے ان کو دفن کر دیا۔ گھر والے جب صبح کو نیند سے بیدار ہوئے، تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تیسرا کپڑا قبر سے واپس ہو کر کھونٹی پر لٹک رہا ہے۔ (اسد الغابہ، ج ا صفحہ ۱۳۸)

موضوع نمبر۴۴

مردے کو ایصال ثواب پہنچنے کے حیران کن واقعات

قبر میں کیا کیا چیزیں میت کے کام آتی ہیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چار چیزیں ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی میت کو ملتا ہے۔

(۱)......مربوط فی سبیل اللہ۔

(۲)......جس نے کسی شخص کو علم سکھایا ہو۔

(۳)......صدقہ جب تک جاری رہے۔

(۴)......نیک اولاد جو ماں باپ کے لیے دعا کرے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مردے بہ نسبت زندوں کے دعا کے زیادہ محتاج ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگوں کے پیچھے نیکیوں کے پہاڑ ہوں گے، وہ پوچھیں گے، یہ کہاں سے آئے؟ تو جواب ملے گا کہ تیرے بیٹے کے استغفار کا ثواب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ میت اپنی قبر میں ایسی ہی محتاج ہوتی ہے جیسے کوئی سمندر میں ڈوبنے کے قریب آ پہنچا ہو۔ پھر فرمایا کہ میت کو قبر میں ان تحفوں کا بڑا انتظار رہتا ہے جو اس کے ماں باپ یا بہن بھائی وغیرہ کی طرف سے پہنچتا ہے۔ جب ایسی کوئی دعا اسے پہنچتی ہے تو وہ دعا اسے دنیا و مافیہا سے بھی زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ دعائیں مرنے والے کے سامنے پہاڑوں کے برابر ثواب کی صورت میں منتقل کر کے عطا کرتا ہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مردوں کے لیے زندوں کا بہترین ہدیہ ان کے واسطے استغفار کرنا ہے۔ (مشکوۃ)

قبر میں مردے حسرتِ عمل کریں گے:

حضرت ابن بینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں قبرستان گیا اور ہلکی دو رکعتیں پڑھ کر ایک قبر کے پاس لیٹ گیا۔ حالت بیداری میں قبر سے آئی ہوئی یہ آواز میں نے سنی تم عمل کرتے ہو، لیکن جانتے نہیں اور ہم جانتے ہیں لیکن عمل نہیں کر سکتے۔ خدا کی قسم! اگر تیری طرح مجھ کو دو رکعتیں نصیب ہو جائیں تو یہ میرے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ (ابن ابی الدنیا، بیہقی)

آگ کے شعلے کو دعا کی طاقت نے بجھا دیا:

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میرے بھائی کا انتقال ہو گیا۔ میں نے ان کو خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ قبر میں رکھنے کے بعد تم پر کیا گزری؟ وہ کہنے لگے کہ اس وقت میرے پاس آگ کا شعلہ آیا۔ مگر ساتھ ہی ایک شخص کی دعا مجھ تک پہنچی۔ اگر وہ نہ ہوتی تو وہ شعلہ مجھ کو لگ جاتا۔ (احیاء)

قبرستان میں ایصال ثواب کا نور چمک رہا تھا:

روایت کی ابن نجار نے اپنی تاریخ میں مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے کہ میں جمعہ کی رات کو قبرستان میں گیا۔ دیکھا کہ وہاں نور چمک رہا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قبرستان والوں کو بخش دیا ہے۔ غیب سے آواز آئی کہ اے مالک بن دینار یہ مسلمانوں کا تحفہ ہے۔ جس کو قبر والے بھائیوں کے پاس بھیجا ہے۔ میں نے کہا تم کو خدا کی قسم ہے، مجھ کو بتاؤ یہ کیسا تحفہ ہے؟ کہا، ایک مومن نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی، پہلی رکعت میں بعد فاتحہ کے قل یاایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ کے قل ھو اللہ احد پڑھا اور کہا اے اللہ اس کا ثواب اس قبرستان کے مسلمان بھائیوں کو میں نے بخش دیا۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم پر روشنی اور نور بھیجا اور ہماری قبروں کو کشادہ کیا۔

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے میں ہمیشہ جمعہ کی رات کو اسی طرح سے دو رکعت نماز پڑھ کر مردوں کو بخشتا رہا۔ پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے مالک بن دینار، جس قدر تم نے میری امت کے لیے نور کا تحفہ بھیجا ہے، اس کی گنتی کے موافق اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت کی اور اسی قدر تم کو بھی ثواب دیا اور

تمہارے واسطے جنت میں ایک مکان تیار کیا ہے جس کا نام منیف ہے۔

اہل قبور کا آپس میں جھگڑنا:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ ایک قبرستان سے گزرے اور دیکھا کہ اہل قبور آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔ آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی۔ الٰہی! مجھے ان کی حالت سے آگاہ فرما۔ ہاتف غیبی سے ندا آئی کہ انہی سے دریافت کر لے۔ آپ نے ان سے دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک ہفتہ ہوا، کسی اللہ کے بندے نے ادھر سے گزرتے ہوئے سورہ فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب ہمیں بخشا۔ وہ ثواب ہم آج سات دن سے آپس میں تقسیم کر رہے ہیں۔

دعاؤں کے تحفہ کا دستر خوان:

بشار بن غالب نجرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت رابعہ بصریہ کے لیے بہت کثرت سے دعا کیا کرتا تھا۔ میں نے ان کو ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ وہ کہتی ہیں کہ بشار تمہارے تحفے ہمارے پاس نور کے خوانوں میں رکھے ہوئے آتے ہیں۔ جن پر ریشم کے غلاف ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کی جو دعا مردوں کے حق میں قبول ہو جاتی ہے تو وہ نور کے خوان پر ریشم کے غلاف سے ڈھکی ہوئی میت کے پاس پیش کی جاتی ہے کہ یہ فلاں شخص نے تمہارے پاس ہدیہ بھیجا ہے۔ (احیاء)

اولاد کی تلاوت قرآن پر باپ کے قبر میں مزے:

ایک عالم نے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ ایک قبرستان کے اندر اہل قبور اپنی اپنی قبروں سے نکل کر باہر آ رہے ہیں اور (میوے کی طرح) کوئی شے وہاں سے چنتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں ہوا کہ وہ کیا شے چنتے ہیں۔ مجھے اس سے بہت تعجب ہوا اور میں نے دیکھا کہ ایک آدمی ویسے ہی بیٹھا ہوا ہے، وہ کچھ نہیں اٹھاتا۔ میں اس کے پاس گیا اور پوچھا کہ یہ لوگ کیا چیز چنتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ مسلمان جو قرآن وغیرہ پڑھ کر اور صدقہ اور دعا کر کے انہیں ثواب پہنچاتے ہیں، یہ اسے چن رہے ہیں۔ میں نے کہا پھر تم بھی تو ان کے ساتھ ہو، تم کیوں نہیں چنتے؟ کہا میرا لڑکا روز ایک قرآن شریف پڑھنے کا ثواب مجھے پہنچا دیتا ہے۔ میں نے

پوچھا وہ تمہارا لڑکا کہاں ہے؟ کہا، ویسے وہ جوان آدمی ہے، فلاں بازار میں تجارت کرتا ہے۔

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ میں فوراً اس بازار میں پہنچا۔ دیکھا تو ایک جوان حلوہ بیچتا ہے اور ہونٹوں کو ہلاتا جاتا ہے۔ میں نے کہا، تم ہونٹوں کو کیوں ہلاتے ہو؟ کہا میں روز ایک قران شریف پڑھ کر اپنے والد کو قبر میں ثواب پہنچاتا ہوں۔ کچھ عرصے کے بعد دوبارہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مردے اپنی اپنی قبروں میں سے نکل کر بدستور کوئی شے چن رہے ہیں اور وہ آدمی بھی جس کو پہلی مرتبہ خاموش بیٹھا ہوا دیکھا تھا، ان لوگوں کے ہمراہ چن رہا ہے۔

بیدار ہونے کے بعد اس واقعہ خواب پر میں تعجب کرتا ہوا اس تاجر لڑکے کی تلاش میں بازار کی طرف گیا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ اس کا انتقال ہو چکا ہے۔ خدا تعالیٰ اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ (از حسین چشتی)

بیٹے کے قرآن مجید پڑھنے اور قبرستان آنے پر ماں کا شکریہ:

اب ایک عابدہ عورت کی حکایت بیان کرتے ہیں۔ لوگ اسے باھیۃ کہتے تھے۔ جس وقت وہ مرنے لگی تو آسمان کی طرف منہ اٹھا کر یہ دعا کی کہ الٰہی تو ہی میرا ذخیرہ اور توشہ ہے۔ مرنے اور جینے میں، میں نے تجھ پر ہی بھروسہ کیا۔ اب مرنے کے وقت مجھے رسوا نہ کیجیو اور قبر کی وحشت سے محفوظ رکھیو۔

جب وہ مر گئی تو اس کے بیٹے نے یہ اہتمام کیا کہ ہر جمعرات اور جمعہ کو اس کی قبر پر جاتا اور کچھ قرآن مجید کی آیات پڑھ کر اپنی والدہ اور دوسرے مردوں کے حق میں دعا کرتا۔ وہ کہتا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنی والدہ کو خواب میں دیکھا۔ پہلے میں نے سلام کیا، پھر پوچھا کہ اماں کس طرح ہو؟ کیا حال ہے؟

کہا اے بیٹے! موت کی سختیاں اور تکلیفیں تو بہت ہیں، میں اللہ کی رحمت سے قبر میں بڑی راحت سے ہوں۔ یہاں فرش بچھے ہوئے ہیں اور سندس واستبرق کے گاؤ تکیے لگے ہوئے ہیں۔ قیامت تک یہی برتاؤ میرے ساتھ رہے گا۔

میں نے پوچھا تمہیں کسی شے کی ضرورت ہے؟

کہا، ہاں بیٹے۔ یہ جو تم میری زیارت کو آتے ہو اور قرآن شریف وغیرہ پڑھ کر ہمارے لیے دعا کر جاتے ہو، یہ وظیفہ نہ چھوڑنا۔ اے بیٹے، جمعہ، جمعرات تمہارے آنے کی بڑی خوشی ہوتی

ہے۔ جس وقت تم میرے پاس آتے ہو، تو یہ سب مردے میرے پاس آتے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں کہ اے باھیثہ، تمہارا بیٹا تمہارے پاس آیا ہے۔ اس سے مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔ اور میرے قریب کے تمام مردے بھی خوش ہو جاتے ہیں۔

وہ کہتا ہے کہ پھر میں ہر جمعہ، جمعرات ان کی زیارت کو جایا کرتا اور قرآن مجید کی کچھ آیتیں وغیرہ پڑھ کر یہ دعا کیا کرتا تھا کہ اللہ تمہاری وحشت دور کرے، انسیت عطا کرے اور تمہاری تنہائی پر رحم کرے، تمہاری خطائیں معاف فرمائے اور تمہاری نیکیاں قبول فرمائے۔

پھر ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ بہت سی مخلوق میرے پاس آئی۔ میں نے پوچھا کہ تم کون ہو، کس لیے آئے ہو؟ وہ کہنے لگے کہ ہم فلاں قبرستان کے آدمی ہیں۔ تمہارا شکریہ ادا کرنے آئے ہیں اور یہ التجا کرتے ہیں کہ قرآن شریف وغیرہ پڑھنا نہ چھوڑ دینا۔ (روض)

دعا وایصال ثواب کا اثر:

روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ برزخی مقام دنیا والوں کی دعا وایصال ثواب سے بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ ابن ابی الدنیا نے عبداللہ بن نافع سے روایت کیا ہے کہ اہل مدینہ میں سے ایک شخص کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ عذاب میں مبتلا ہے۔ ہفتے عشرے کے بعد دیکھا کہ وہ اہل نعیم میں سے ہے تو میں نے کہا کیا تو اہل جحیم میں سے نہیں تھا؟ کہا، ہاں تھا۔ مگر ہمارے پاس ایک مردِ صالح دفن ہوا ہے، اسے چالیس آدمیوں کے بارے میں شفاعت کی اجازت دی گئی۔ جن میں سے ایک میں بھی ہوں۔ اس طرح مجھے نار سے نجات مل گئی۔

ابن ابی الدنیا بھی ایک روایت کرتے ہیں کہ احمد بن یحییٰ کے ایک رفیق کے بھائی کا انتقال ہوا تو احمد بن یحییٰ نے انہیں خواب میں دیکھا اور پوچھا کیا گذری؟ تو اس نے کہا کہ ایک آنے والا میری طرف آگ کا شعلہ لے کر بڑھا، قریب تھا کہ مجھے بھسم کر دے کہ اچانک ایک بھائی نے دعائے مغفرت کی تو میں بخشا گیا۔ اگر یہ دعا نہ ہوتی تو اس شعلہ بردار نے مجھے مار ڈالا ہوتا۔

قبر والوں کے لیے بہترین ہدیہ:

بشر بن منصور کہتے ہیں کہ طاعون کے زمانے میں ایک آدمی تھے، جو کثرت سے جنازوں کی نمازوں میں شریک ہوتے اور شام کے وقت قبرستان کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ دعا

کرتے۔ آنس اللہ وحشتکم ورحم غربتکم وتجاوز عن سیاتکم وقبل اللہ حسناتکم (اللہ جل شانہ تمہاری وحشت کو دل بستگی سے بدل دے اور تمہاری غربت پر رحم فرمائے اور تمہاری لغزشوں سے درگزر فرمائے اور تمہاری نیکیوں کو قبول فرمائے۔)

اس دعا کے بعد اپنے گھر واپس چلے جاتے۔ ایک دن اتفاق سے اس دعا کو پڑھنے کی نوبت نہیں آئی۔ ویسے ہی گھر آ گئے تو رات کو خواب میں ایک بڑا مجمع دیکھا جوان کے پاس گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ کیسے آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم قبرستان کے رہنے والے ہیں۔ تم نے ہمیں اس کا عادی بنا دیا تھا کہ روزانہ شام کو تمہاری طرف سے ہمارے پاس ہدیہ آیا کرتا تھا۔ انہوں نے پوچھا، کیسا ہدیہ؟ وہ لوگ کہنے لگے کہ تم جو دعا شام کو کیا کرتے تھے، وہ ہمارے پاس ہدیہ بن کر پہنچتی تھی۔ وہ شخص کہتے ہیں کہ پھر میں نے کبھی اس دعا کو ترک نہیں کیا۔ (احیاء)

بیٹے کی قبر پر حاضری باپ کی خوشی کا باعث بن گئی:

امام یافعی یمنی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو بعد وفات کے خواب میں دیکھا۔ وہ مجھ پر کچھ غضبناک ہو رہے تھے۔ کیونکہ میں ان کی وفات کے وقت بہت دور دراز مقام پر تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کی مفارقت میں کتنے سال تک صبر کیا؟

فرمانے لگے، اے بیٹے ہمیں انبیاء کے ساتھ مشابہت دیتا ہے۔ یا یہ کہا کہ کیا ہمارا صبر انبیاء علیہم السلام کے مثل ہو سکتا ہے؟

پھر اس کے بعد رجب کی پہلی شب کو جو کہ جمعہ کی شب تھی، میں نے ان کو خواب میں دیکھا۔ میں تلاوت قرآن کے بعد ان کی قبر پر لیٹ گیا تھا۔ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے تین احسان فرمائے ہیں۔ ایک ان میں سے تمہاری ملاقات ہے اور دوسروں کے بیان سے پہلے میری آنکھ کھل گئی۔ (روض)

موضوع نمبر ۳۵

عذاب قبر اور جدید تحقیقات

عذاب قبر پر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم ڈر اور خوف کی وجہ سے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے ورنہ میں اس کی دعا کرتا کہ اللہ جل شانہ تمہیں بھی عذاب قبر سنا دے۔ آدمیوں اور جنات کے سوا دیگر جاندار عذاب قبر کو سنتے ہیں۔

عذاب قبر اور سائنسی تحقیق:

انسان ایک خاص تعداد یا فریکوئنسی کی آواز ہی سن سکتا ہے۔ بیس ہرٹز سے کم اور بیس ہزار ہرٹس (بیس کلو) سے زیادہ تعداد کی آواز انسان کی سماعت سے باہر ہے۔

یہ قدرت کا ایک قانون ہے اور اس قانون کی صورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کو یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ جس طرح انسان بہت سی آوازیں سن نہیں سکتا، ٹھیک اسی طرح قبر میں ہونے والے عذاب کی آواز سننا بھی اس کے بس میں نہیں۔

تاہم جدید آلات کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ بہت حد تک ایسی آوازوں کا ادراک کر لیتے ہیں جو انسانی سماعت میں نہیں آسکتیں۔ زندگی کے بعد موت پر سچے دل سے ایمان رکھنے والا بھی اپنے اندر یہ صلاحیت پیدا کر لیتا ہے کہ عذاب قبر کا ذکر سنتے ہی اسے عذاب قبر کا احساس ہو جاتا ہے۔ ایسا احساس جو روایتی مسلمان یا بے ایمان کے دل میں نہیں سما سکتا۔

عذاب قبر کی ایک دلیل:

حضرت مولانا پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

ایک جگہ چند ڈاکٹر ملنے کے لیے آئے، ان سے بات ہوئی، مذاکرہ ہوا۔ ہماری زبان سے اس موقعے پر عذاب قبر کے بارے میں کچھ نکل گیا۔ ایک ڈاکٹر صاحب ان میں سے بولے کہ

مولوی صاحب مرنے کے بعد بھی عذاب قبر ہوگا یا رحمت ہوگی؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ اس نے اگرچہ مسلمان تھا اور مسلمان کے گھر پیدا ہوا تھا، کہا کہ جی میں نہیں مانتا۔ ہم نے کہا کہ اس لیے نہیں مانتے کہ تمہیں دکھائی نہیں دیتا۔ بس یہی وجہ ہے جی تمہارے نہ ماننے کی۔ اس نے کہا کہ ہاں اگر عذاب یا رحمت ہوتی تو قبرستان جا کر دیکھتے تو دکھائی دیتا۔

پھر ہم نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ انسان جب کھانا کھاتا ہے یا کوئی غذا کھاتا ہے تو اس کے پیٹ میں جا کر کیا کیا بنتا ہے؟

انہوں نے جواب دیا کہ ایک حصہ اس کا شکر بنتا ہے جس کو ڈاکٹری زبان میں کاربوہائیڈریٹ کہتے ہیں۔ یعنی شوگر اور ایک حصہ اس کا نمک بنتا ہے جس کو سالٹ کہتے ہیں اور ڈاکٹری زبان میں اس کو اوشیم اور سوڈیم کہتے ہیں اور ایک حصہ اس کا چونا بنتا ہے، جس کو کیلشیم کہتے ہیں اور ایک حصہ اس کا لوہا بنتا ہے، جس کو ہم آئرن کہتے ہیں۔

میں نے ان سے پوچھا یہ بنتا ہے یا نہیں؟ کہنے لگا کہ بنتا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ ہم چار پانچ آدمی یہاں بیٹھے ہیں، اب تم ذرا میرے بدن سے ایک چمچہ شکر، ایک چمچہ نمک، ایک سریا لوہے کا اور دو تولہ چونا یہ ذرا نکال کر بتا دو چاہے میرے بدن سے یا اپنے بدن سے۔ اب وہ سارے ڈاکٹر چکر میں پڑ گئے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

میں نے ان سے کہا کہ بھئی آپ ڈاکٹر ہی مریض کے بارے میں جو کچھ کہتے ہو ہم اس کو مانتے ہیں، اگر ایک کو شکر کی بیماری ہے تو اس کو کہا جاتا ہے کہ بھئی چاول مت کھاؤ، اب اگر کہا جائے کہ بھئی کیوں تو جواب دیا جائے گا کہ چاول میں شکر ہے، حالانکہ اگر چاول کھائے جائیں تو ان سے منہ میٹھا نہیں ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود ڈاکٹر کی بات مانتے ہیں۔ اچھا چائے میں کیا لیں۔ چائے میں سکرین ڈالو، سکرین میں شوگر نہیں، حالانکہ سکرین سے چائے میٹھی ہوتی ہے۔ جہاں چائے میٹھی ہوتی ہے وہاں کہا گیا کہ شوگر نہیں اور جہاں سے منہ میٹھا نہیں ہوا وہاں کہا گیا کہ شوگر ہے تو مریض اس کو مان لیتا ہے، کیونکہ ڈاکٹر اس لائن کا ماہر ہے۔ وہ جو کچھ کہے گا مہارت کے ساتھ کہے گا، چاہے ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ دو آدمیوں کے سینے میں درد ہے، دونوں کا ایکسرے لیا، ایک کے بارے میں کہا کہ اس کو ٹی بی کی بیماری ہے، دوسرے کے بارے میں کہا کہ بس کچھ ہوا اندر رک گئی تھی، نکل جائے گی تو طبیعت درست ہو جائے گی، دونوں مریض ڈاکٹر کی بات مانتے ہیں، اس لیے کہ وہ اس لائن کا ماہر ہے۔

عذاب قبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہترین دلیل:

ایک مجوسی امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے پاس تین مردہ سروں کی کھوپڑیاں تھیں۔ اس نے کہا، اے عمر! تمہارے صاحب (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین پر مرے گا وہ آگ میں جلایا جائے گا۔ اس مجوسی نے یہ آیت بھی پڑھی النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا (صبح اور شام یہ لوگ آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں)۔ (کشف الرحمن)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بے شک ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان صحیح ہے۔ یہ سن کر اس مجوسی نے وہ تینوں سر نکالے اور کہا یہ سر میرے باپ کا ہے، یہ سر میری ماں کا ہے اور یہ سر میری بہن کا ہے۔ یہ تینوں مجوسی دین پر مرے ہیں۔ میں اپنا ہاتھ ان کی کھوپڑیوں پر رکھتا ہوں تو مجھے گرمی محسوس نہیں ہوتی (یعنی تمہارے پیغمبر کے قول کے مطابق ان کھوپڑیوں کو گرم ہونا چاہئے، کیونکہ یہ آگ پر پیش کی جاتی ہیں)۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خادم کو بھیج کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجوسی سے کہا کہ اچھا اب تو ذرا اپنے اعتراض کو دہرا دے۔ اس نے اعتراض دہرایا۔

اعتراض سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک لوہا اور پتھر منگوایا۔ جب حاضر کیا گیا تو آپ نے مجوسی سے کہا کہ تو اس لوہے اور پتھر پر ہاتھ رکھ کر بتا کہ گرم ہے یا سرد؟ مجوسی نے ہاتھ رکھ کر کہا، یہ تو سرد ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا، اچھا تو لوہے کو پتھر پر مار۔ جب مجوسی نے لوہے کو پتھر پر مارا تو اس میں سے چنگاری نکل پڑی۔

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجوسی کو مخاطب کر کے فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ٹھنڈے پتھر اور لوہے کے درمیان میں آگ پیدا کر دی ہے، اسی طرح وہ اس چیز پر بھی قادر ہے کہ جن کھوپڑیوں میں تجھ کو گرمی محسوس نہیں ہوتی ان کے اندر گرمی پیدا کر دی ہو اور وہ تجھے محسوس و معلوم نہ ہو رہی ہو۔ یہ کھوپڑیاں جن کو تو سرد محسوس کر رہا ہے ان کو اللہ تعالیٰ اس طرح آگ پر پیش کرتا ہے کہ تو ان کی گرمی محسوس نہیں کرتا، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آگ میں جلتی رہتی ہیں۔ یہ بات سن کر مجوسی لاجواب ہو گیا۔

مسلمانوں کی لاش نہ جلنے کا معجزہ ایک سکھ کی زبان سے:

یہ واقعہ ایک مجاہد نے بتایا کہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۶ء کو ہم سرخاب میں خوبانی کی چھاؤں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ شیر محمد نے ہمیں بتایا کہ غزنی کے محاذ پر کمیونسٹ حکومت کے ۲ سکھ فوجیوں نے ہمارے پاس پناہ لی اور پھر ہماری طرف سے لڑنے لگے۔ ایک معرکے میں وہ دونوں مارے گئے۔ ہم نے کابل میں موجود ان کے اہل و عیال کو خبر بھیجی کہ آکر ان کی لاشیں لے جائیں۔

سکھوں کے ہاں رواج ہے کہ وہ اپنے مردوں کو جلاتے ہیں۔ ان کے اہل و عیال بھی انہیں جلانے کے لیے ایندھن لے آئے۔ انہوں نے دونوں کی لاشوں پر لکڑیاں رکھ کر آگ لگا دی، لیکن جب آگ بجھی تو سب نے دیکھا کہ ان کی لاشیں ویسی کی ویسی ہیں، آگ نے انہیں بالکل نہیں جلایا۔ یہ دیکھ کر سکھوں نے کہا کہ یہ ہم میں سے نہیں، تم میں سے ہیں، ہم نے ان کی لاشیں لیں اور انہیں اسلامی طریقے سے دفنا دیا۔

عذابات قبر پر اکابرین کے تحقیقی دلائل:

حضرت علامہ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عذاب قبر کا ذکر قرآن اور سنت میں بہت جگہ آیا ہے۔ اس لیے یہ حق ہے اور دو فرشتوں کا مردوں سے سوال کرنا حق ہے اور اس پر ایمان لانا فرض ہے۔

حضرت ابو عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ قبر کا عذاب حق ہے، اس سے وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو خود گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہو۔

علامہ قرطبی اور حافظ ابن قیم رحمہما اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ زندیق، بے دین اور ملحد لوگ عذاب قبر، قبر کی تنگی اور کشادگی کا انکار کرتے ہیں، اور ان کا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ جب ہم کسی قبر کو کھول کر دیکھتے ہیں تو نہ فرشتے مردے کو گرز سے مارتے ہوئے نظر آتے ہیں، نہ اس میں سانپ وغیرہ ہوتے ہیں اور نہ آگ نظر آتی ہے۔ مردہ اپنی اصلی حالت میں سویا رہتا ہے، جس حالت پر قبر میں سلایا گیا تھا اور قبر کا طول و عرض بھی وہی رہتا ہے جو دفن کرتے وقت تھا، اسی طرح سولی دیا گیا مردہ اور جانوروں کی خوراک بن جانے والا مردہ دونوں سے یہ سب سوال و جواب کب اور کیسے کیے جاتے ہیں؟ ان پر بے دینوں کا اعتراض ہے۔

علمائے حق نے اس کا جواب دیا ہے۔ اللہ خالق بڑا ہی قادر ہے، اس نے مردوں کے احوال کو زندوں کی آنکھوں سے مخفی رکھا ہے، بالکل اسی طرح ہے جیسے کہ فرشتے آتے جاتے ہیں، لیکن ہم ان کو نہیں دیکھ پاتے اور انبیاء علیہم السلام ان کو دیکھتے تھے، ان سے بات چیت کرتے تھے۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے جاتے تھے، وحی کا القاء کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے وحی لیتے اور حاضرین مجلس نہ ان کو دیکھتے تھے اور نہ ان کی بات سنتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بصر و بینائی کی قوت ایک ایسی چیز ہے جو خدا کی قدرت میں ہے۔ انسان کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے، اور اللہ ہی کی قدرت ہے کہ کبھی بہت بڑے مجمعے کو تھوڑا کر کے دکھاتا ہے اور تھوڑی سی جماعت کو بہت زیادہ پیش فرما دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں واقعہ بدر کے متعلق ہے:

واذ یریکموھم اذا التقیتم فی اعینکم قلیلا ویقللکم فی اعینھم لیقضی اللہ امرا کان مفعولا

"اور وہ وقت یاد کرو کہ جب تم بالمقابل ہوئے تو تمہاری آنکھوں میں دشمنوں کو تھوڑا دکھایا اور ان کی نگاہ میں تم کو زیادہ کر کے دکھایا تا کہ اللہ تعالیٰ کے اس کام کو پورا کرو جس کا ہونا طے شدہ تھا۔" (کشف الحسن)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ بدر کے دن کفار ہماری نگاہوں میں تھوڑے کر دیئے گئے، اسی دن کا واقعہ ہے کہ میں نے اپنے پاس کے ایک آدمی سے کہا کہ یہ کفار ہم کو ستر کی تعداد میں نظر آتے ہیں۔ اس نے کہا نہیں بلکہ وہ سو کی تعداد میں ہیں۔ لیکن جب ہم نے کفار کے ایک آدمی کو پکڑ کر پوچھا تو اس نے بتایا کہ ہزار کی تعداد میں تھے۔

اللہ کی قدرت کا کرشمہ بدر کے دن یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ شیطان لعین نے مسلمانوں کی طرف سے فرشتوں کو لڑتے ہوئے دیکھا اور کافروں نے فرشتوں کو نہ دیکھا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابلیس قبیلہ بنی مدلج کے ایک آدمی کی صورت میں شیاطین کے گروہ کے ساتھ گروہ کفار میں آیا، اس کے پاس ایک جھنڈا بھی تھا۔ ابلیس نے کفار کو ہمت دلاتے ہوئے کہا، آج تم پر کوئی جماعت غلبہ نہ پاسکے گی، کیونکہ تمہارا پشت پناہ میں ہوں۔

اسی دوران میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ابلیس کی طرف متوجہ ہوئے، جب اس نے

جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تو پیٹھ پھیر کر سرپٹ بھاگا اور اس کے ساتھ شیاطین کا گروہ بھی بھاگ گیا۔ کفار نے ابلیس کو (جو آدمی کی صورت میں تھا) آواز دی کہ تم تو ہماری مدد کرنے کو کہہ رہے تھے، کیوں بھاگتے ہو؟ ابلیس نے کہا کہ میں وہ چیز دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ (بیہقی)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ عذاب قبر کے بیان میں فرماتے ہیں کہ "تم کو تصدیق کرنا چاہیے کہ قبر میں سانپ کاٹتے ہیں، لیکن ہم تم اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتے، کیونکہ ہماری آنکھیں ملکوتی امور کے مشاہدے کی قوت نہیں رکھتیں، جو چیز آخرت سے تعلق رکھتی ہے وہ عالم ملکوت سے ہے، تم سوچو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نزول جبرئیل علیہ السلام پر کس طرح ایمان لاتے تھے، حالانکہ انہوں نے مشاہدہ نہیں کیا تھا۔ بس وہ ایمان محض اس دلیل سے لایا کرتے تھے کہ اگرچہ ہم جبرئیل علیہ السلام کو نہیں دیکھتے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اگر تم اس بات پر ایمان رکھتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کا مشاہدہ کرتے تھے جن کا ہم نہیں کر سکتے تو پھر اس پر بھی ایمان لانا ضروری ہے کہ قبر میں عذاب اور سوال و جواب برحق ہے، نیز جبرئیل علیہ السلام کو بغیر دیکھے ہوئے اور بغیر آواز سنے ہوئے گر وحی کے نزول پر صحابہ رضی اللہ عنہ کے ایمان کی طرح تم بھی ایمان لاتے ہو تو قبر کے حالات پر ایمان لانا اس سے آسان تر ہے۔"
(احیاء العلوم)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری مثال سے بھی عذاب قبر کو ثابت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص خواب کی حالت میں ہوتا ہے اور خواب میں اگر سانپ دیکھتا ہے تو اس سے ایذاء پاتا ہے اور خواب میں ہی چیختا چلاتا ہے۔ کبھی کبھی اس کی پیشانی عرق آلود ہو جاتی ہے اور کبھی اپنی جگہ سے حرکت بھی کرتا ہے۔ سونے والا جو کچھ ایذا پاتا ہے اپنی جان پر پاتا ہے اور خواب میں اس کا مشاہدہ بھی کرتا ہے، حالانکہ ہم اگر اس عالم میں اس سونے والے کو دیکھیں تو بالکل ساکن نظر آئے گا، نہ اس کے پاس کوئی سانپ نظر آئے گا اور نہ کوئی دوسری چیز نظر آئے گی، خواب میں وہ جو تکلیف محسوس کرتا ہے، جاگنے والے کو اگر نظر نہ آئے تو اسی سے سمجھ لینا چاہیے کہ قبر میں مردے پر جو کچھ پڑتی ہے اس کے ادراک سے زندوں کی نگاہیں عاجز ہیں، وہ ایک دوسرے عالم میں ہوتا ہے، اس عالم کے حالات کو زندوں کی نگاہوں سے مخفی رکھا گیا ہے اور اس مخفی رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ (احیاء العلوم)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تیسرا طرز بھی اختیار کیا ہے اور یہ بھی عذاب قبر کو

ثابت کرتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”سانپ بذات خود ایذا نہیں دیتا، بلکہ وہ زہر ایذا دیتا ہے جو سانپ سے تم کو پہنچتا ہے اور پھر بذات خود زہر موذی نہیں ہے، بلکہ موذی وہ امر و تکلیف ہے جو زہر سے تم کو پہنچتی ہے، بس یہ کہنا چاہئے کہ اصل ایذا تو وہ ہے جو کہ سانپ کے کاٹنے سے پہنچتی ہے۔ اگر یہی اثر بغیر سانپ کے کاٹنے کے اور بغیر زہر کے حاصل ہو جائے تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ لیکن اگر اس اثر کو بیان کیا جائے تو اسی وقت انسانوں کی سمجھ میں آ سکے گا، جبکہ اس کو کسی سبب کی طرف منسوب کر کے بیان کیا جائے۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ فلاں کو اتنی تکلیف پہنچی، جیسے اس کو سانپ، بچھو نے کاٹ کھایا ہو، لیکن اصل تکلیف تو وہ ہے جس کو نہ ہماری آنکھ دیکھ سکتی ہے اور نہ ہم اس کا ادراک کر سکتے ہیں۔ اسی طرح عذاب قبر کا حال ہے کہ ہم اس کے ادراک سے عاجز و بے بس ہیں۔“ (احیاء العلوم)

حضرت حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الروح میں عذاب قبر کو ثابت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں وہ وہ مناظر پیدا کر دیئے ہیں کہ عذاب قبر سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہیں۔ مثلاً حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتے، کبھی آپ ان کو نہ دیکھتے نہ سنتے اور کبھی انسان کی شکل میں آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کلام کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بیٹھنے والے بھی سن لیتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ قریب والے ان کی آواز کو نہ سنتے، نہ ان کو دیکھتے، کبھی کبھی جرس کی آواز کی طرح وحی آتی، لیکن اس کی آواز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا حاضرین میں سے کوئی نہ سنتا۔ یہ جن حضرات ہمارے درمیان زور زور سے بات چیت کرتے ہیں، لیکن ہم ان کی باتوں کو نہیں سنتے۔ بعض موقعوں پر فرشتے کفار کو کوڑوں سے مارتے تھے، ان کی گردنیں مارتے تھے اور ان کو ڈانٹتے تھے، لیکن صحابہ رضی اللہ عنہ وہاں موجود رہتے ہوئے بھی نہ فرشتوں کو دیکھتے تھے اور نہ ان کی باتیں سنتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کے بہت سے حوادث کو بنی آدم سے چھپا کر رکھا ہے۔ ذرا غور کیجئے، جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن شریف کا دور کرتے، لیکن حاضرین مجلس نہیں سنتے تھے، جو شخص اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی قدرت کا قائل ہوگا، وہ اس بات کا بھی قائل ہوگا کہ وہ ایسے حوادث پیدا کر سکتا ہے اور کرتا ہے جس سے مخلوق کی نگاہوں کو باز رکھے، اس میں بھی اس کی کوئی حکمت ہے اور انسانوں کے لیے سراسر رحمت ہے، کیونکہ بندوں کی سماعت و بصارت اتنی کمزور ہے کہ ان حوادث کا ادراک کر کے

پھر صحیح سالم نہیں رہ سکتی۔

قبر کے احوال کو بعض لوگوں پر ظاہر کر کے اس کی تصدیق آسان فرما دی ہے، چنانچہ جن لوگوں نے قبر کے احوال کو سنا ان میں سے بہت سے بیہوش ہو گئے، ان پر غشی طاری ہو گئی اور تھوڑی دیر بھی زندہ رہ کر زندگی سے متمتع نہ ہو سکے۔ بعض کا پردۂ قلب پھٹ گیا اور مر گئے، اللہ تعالیٰ نے یہ پردہ بڑی حکمت سے رکھا ہے اور یہ بندوں پر بڑا رحم و کرم ہے۔ قبر کی وسعت و تنگی کے بارے میں بھی جو لوگ شک رکھتے ہیں وہ محض جہالت کی وجہ سے ہے، جب ہم خود اس پر قادر ہیں کہ ایک قبر اندر ہی اندر دس بیس گز چوڑی کر دیں اور اوپر سے لوگ اس کو نہ دیکھ سکیں تو پھر رب العالمین اور قادر مطلق اس سے عاجز کس طرح ہو سکتا ہے، وہ ذات اقدس جس پر چاہے اور جس قدر چاہے قبر کشادہ یا تنگ کر دے اور لوگوں کی نگاہوں سے اس وسعت و تنگی کو مستور و مخفی رکھے۔

الغرض قبر کی فراخی و تنگی اور روشنی و شادابی اور آگ وغیرہ کا عالم دنیا کے معروف عالم سے الگ ہے، اس لیے اس پر قیاس نہ کرنا چاہئے۔ قبر میں سبزہ، پھول یا آگ وغیرہ ایسے نہیں ہیں جو دنیا میں ہیں، اس لیے زندوں کو اس کا احساس نہیں ہو سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ بعید نہیں ہے کہ قبر کی مٹی کو یا پتھروں کو اس قدر گرم کر دے کہ دنیا کی آگ سے زیادہ اور دنیا کے انگاروں سے زیادہ گرم ہو جائے یا مٹی کو اس قدر خوشگوار کر دے کہ چمن کی راحت حاصل ہو جائے۔

یہ تو قبر کی بات ہے، ہم تو اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ اگر میت لوگوں کے سامنے رکھی ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں یہ بھی ہے کہ دو فرشتوں کو بھیج کر اس سے سوال کرے اور میت ان کو جواب دے اور ان کے سوال و جواب کو حاضرین نہ سن سکیں۔ فرشتے اس کو ماریں اور حاضرین کو اس کا پتہ نہ ہو سکے، جس طرح ایک سونے والا اگر خواب میں اذیت پاتا ہے تو ہم اس کے پاس ہوتے ہوئے بھی بے خبر رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ بھی بعید نہیں ہے کہ قبر کی مٹی اور پتھروں کو شق کر کے فرشتے داخل ہو جائیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پتھر کو فرشتوں کے لیے ایسا ہی لطیف کر دیا ہے جیسے ہوا کو طیور کے لیے سہل کر دیا ہے۔ پتھر مادی جسم والوں کے لیے روک بن سکتے ہیں، لیکن ارواح لطیف کے لیے روک نہیں بن سکتے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے ان احوال کو پوشیدہ رکھا ہے، اپنے بعض بندوں پر ظاہر فرما دیتا ہے، لیکن تمام لوگوں پر ظاہر کرنا حکمت کے موافق نہیں ہے۔ ایمان بالغیب بھی تو ضروری ہے اور یہ اسی طرح حاصل ہوگا جبکہ ان چیزوں کو پوشیدہ رکھا جائے۔ مزید یہ بھی مصلحت ہے کہ اگر یہ ظاہر

ہو جائیں تو لوگ دفن کرنا چھوڑ دیں، جیسا کہ حدیث شریف میں گذر چکا ہے کہ:

''اگر اندیشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ عذاب قبر کو جس طرح میں سنتا ہوں، اسی طرح تم کو بھی سنا دے۔''

اور چونکہ بہائم کے بارے میں یہ حکمت نہ تھی، اس لیے ان کو سنا دیا گیا، جیسا کہ یہ واقعہ ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار ہو کر ایک قبر کے پاس سے گذرے تو چونکہ مردے کو عذاب دیا جا رہا تھا، اس لیے وہ اس قدر بھڑکا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی پشت سے گرتے گرتے بچے۔

موضوع نمبر ۳۶

عذاب قبر کے حیران کن واقعات

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنونجار کے باغ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر تشریف لے گئے، وہاں قبریں تھیں، اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خچر بدکا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مردوں کو عذاب دیا جا رہا ہے، اسی کی آواز سے یہ بدکا ہے۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں تمہیں بھی وہ آواز سنوا دیتا۔'' (مسلم، ابن ابی شیبہ)

گردن کو زنجیروں سے جکڑنے کا عذاب:

ابن عامر کہتے ہیں کہ میں ایک روز بدر کے قریب سے گذر رہا تھا کہ اچانک قبر میں سے ایک شخص برآمد ہوا۔ اس کی گردن میں گرانبار زنجیریں پڑی ہوئی تھیں۔ اس نے مجھے دیکھ کر پکار کر کہا، اے اللہ کے بندے، میں پیاس کے مارے بے تاب ہوں، ذرا سا پانی پلا دے۔ اسی کے پیچھے ایک اور شخص برآمد ہوا۔ اس کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا، خبردار اسے پانی نہ پلانا۔ اس کے بعد یہ شخص اس مردے کو مارتا ہوا قبر میں واپس لے گیا۔

یہ واقعہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ دشمن اسلام ابوجہل تھا، اسے قیامت تک یونہی عذاب دیا جاتا رہے گا۔

عذاب قبر دیکھنے کے بعد سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے:

ایک واقعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا ہے۔ ہشام بن عروہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک روز مکہ و مدینہ کے درمیان سفر کر رہے تھے۔ اثنائے راہ میں ان کا گذر ایک قبرستان پر ہوا۔ اچانک ایک قبر میں سے مردہ برآمد ہوا۔ قبر میں آگ ہی آگ روشن تھی اور وہ لوہے کی زنجیروں سے جکڑ بند تھا۔ اس مردے نے ان سے پانی مانگا۔ اس کے پیچھے ہی پیچھے ایک اور شخص اس قبر سے نکلا اور کہنے لگا، اے اللہ کے بندے اسے پانی نہ پلانا، یہ کافر ہے۔ یہ نظارہ

دیکھتے ہی وہ بے ہوش ہوگئے اور اس درجے ان پر ہیبت طاری ہوئی کہ ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید ہوگئے۔ حضرت عروہ نے یہ واقعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا، تنہا سفر نہ کیا کرو۔

ابوجہل کو قبر میں عذاب:

بروایت ابن قیم شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ میں بدر کے مقام سے گزرا تو میں نے (قلیب بدر میں) دیکھا کہ ایک شخص زمین سے نکلتا ہے کہ نکل بھاگے تو جب ہی ایک دوسرا شخص اسے گرز سے مارتا ہے جس سے وہ زمین میں اتر جاتا ہے۔ پھر نکلنا چاہتا ہے تو پھر یہی ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ابوجہل ہے، جو قیامت تک اسی عذاب میں مبتلا رہے گا۔ جس سے اہل جہنم کا ایک مقام عیاناً ثابت ہوا۔

یہودی پر قبر میں عذاب:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجوروں کے باغ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے کہ ایک قبر سامنے آ گئی اور اس سے کچھ آوازیں سنائی دینے لگیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا، کیا تم بھی ان آوازوں کو سن رہے ہو؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اثبات میں سر ہلایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ اس وقت یہ شخص جو اس قبر میں دفن ہے، سخت عذاب میں گرفتار ہے۔ بعد میں دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ قبر کسی یہودی کی ہے۔

کھوپڑی میں سیسہ بھرا ہوا تھا:

حضرت عبدالمومن بن عبداللہ بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک کفن چور جس نے توبہ کرلی تھی، اس سے میں نے دریافت کیا کہ کفن چوری کے دور میں اگر تم نے کوئی سنسنی خیز چیز دیکھی ہو تو بتاؤ۔ اس نے کہا کہ میں نے ایک شخص کی قبر کھودی تو اس کے تمام جسم میں کیلیں گڑی ہوئی تھیں اور ایک بڑی کیل اس کے سر میں جبکہ دوسری دونوں ٹانگوں کے بیچ میں پیوست تھی۔

ایک اور کفن چور سے دریافت کیا گیا تو اس نے بتایا کہ میں نے ایک کھوپڑی دیکھی جس میں سیسہ پگھلا کر بھرا گیا تھا۔ (شرح الصدور)

قبر میں سے گدھے کی آواز:

ابوقزعہ کا بیان ہے کہ ہم بعض چشموں سے جو ہمارے بصرہ کے راستے میں پڑتے تھے، گزرے، تو گدھے کی سی آواز آئی۔ ہم نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ گدھے کی سی آواز کہاں سے آرہی ہے؟ لوگوں نے کہا ایک شخص ہمارے قریب رہا کرتا تھا، جب اس کی ماں اس سے بات کرتی تھی تو یہ اسے کہا کرتا تھا کہ کیوں گدھے کی طرح چیختی ہے۔ اس کے مرنے کے بعد اب اس کی قبر سے روزانہ گدھے کی سی آواز آتی ہے۔ (کتاب الروح ابن قیم، صفحہ ۳۷)

ایک عورت کی قبر کھولنے کے بعد کا دلخراش منظر:

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک عورت کا انتقال ہوا۔ اس کے بھائی نے کفن دفن کیا۔ اتفاقاً لحد میں اتارتے وقت اس کی جیب سے روپوں کی تھیلی گر گئی۔ یاد آنے پر جب قبر کھولی گئی تو ساری قبر میں آگ ہی آگ تھی۔ فوراً قبر بند کردی گئی۔

عذاب قبر دیکھنے والے شخص کی سزا:

مرثد ابن موشب کہتے ہیں کہ میں یوسف بن عمرو کے پاس بیٹھا تھا اور ایک شخص ان کے پہلو میں تھا۔ جس کے چہرے کا ایک حصہ ایک لوہے کی پلیٹ کی طرح سپاٹ تھا۔ یوسف ابن عمرو نے اس شخص سے فرمایا کہ اپنا واقعہ مرثد سے بیان کردو۔ تو اس نے بیان کیا کہ میں جوانی کے زمانے میں فحش باتوں میں مبتلا رہتا تھا کہ طاعون کی وباء پھیلی۔ لوگ مرنے اور دفن ہونے لگے تو میں نے ایک شخص کی قبر کھودی اور خود ایک دوسری قبر پر چڑھ کر بیٹھ گیا تو دیکھا کہ اونٹ کے برابر دو پرندے سفید رنگ کے مغرب کی طرف سے اڑتے ہوئے آئے۔ ایک اس میت کے سر کی طرف آ گیا اور ایک پیروں کی طرف۔ پھر ایک قبر میں اترا اور ایک باہر قبر کے منہ پر کھڑا رہا۔ تو میں اس واقعے کو دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھا اور اس قبر کے کنارے آ کھڑا ہوا کہ یہ پرندے کیسے ہیں، کیا کرتے ہیں؟

تو میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ وہ پرندہ کہہ رہا تھا کہ تو وہی نہیں ہے جو سسرالی رشتے داروں سے ملنے کے لیے دو قیمتی کپڑوں میں بڑی اتراہٹ اور نخوت کے ساتھ چل کر جایا کرتا تھا؟ تو میت نے کہا کہ میں تو بہت کمزور آدمی ہوں۔ اس پر پرندے نے اس پر نہایت زور کی ضرب لگائی، جس سے قبر میں ایک دم پانی اور تیل بھر گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب قبر اپنی اصلی حالت میں آئی تو پرندے نے پھر وہی کہہ کر پھر ضرب لگائی اور قبر کا وہی حال ہو گیا کہ اس میں پانی اور تیل بھر گیا۔ یہاں تک کہ تین بار ایسی ہی ضربیں پڑتی رہیں۔

اس سے فارغ ہو کر پرندے نے سر اٹھا کر دیکھا اور (غالباً دوسرے پرندے سے) کہا کہ دیکھ وہ کہاں بیٹھا ہوا ہے؟ اور اس نے ایک طمانچے کی ضرب میرے چہرے پر لگائی، جس سے میرے چہرے کی ایک جانب کے سارے خدوخال مٹ کر چہرے کا یہ حصہ سپاٹ ہو کر لوہے جیسا ہو گیا اور میں اس وقت سے اسی حالت میں ہوں۔ اس سے جہاں معذبین کے برزخی مقام کا اندازہ ہوا، وہیں یہ بھی ثابت ہوا کہ بعض دفعہ اس برزخی مقام کے آثار دنیا تک بھی آجاتے ہیں اور عبرت دلانے کے لیے زندوں کو بھی عذاب قبر دکھلا کر اس عذاب سے کچھ مزہ زندوں کو بھی چکھا دیا جاتا ہے۔

بے نمازی عورت کو عذاب:

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ وہ اپنی بہن کو دفن کرنے کے لیے قبر میں اترے، مگر نکلتے وقت ان کی کوئی قیمتی متاع قبر میں رہ گئی۔ جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے ایک ساتھی کی معاونت سے قبر کھولی اور وہ پونجی مل گئی۔ اسے لیتے وقت ساتھی سے کہا کہ ذرا ٹھہرو، میں دیکھوں، بہن کا کیا حال ہے؟ تو لحد کا ایک حصہ کھولا، دیکھا تو قبر آگ سے مشتعل ہے۔ اسی وقت لحد اور قبر بند کر دی اور آ کر ماں سے پوچھا کہ عمل میں اس بہن کا کیا حال تھا۔

انہوں نے کہا کہ وہ نماز بھی تاخیر سے پڑھتی تھی اور گمان غالب یہ ہے کہ اکثر بے وضو بھی پڑھ لیا کرتی تھی اور پڑوسیوں کے گھروں کے دروازوں میں جا کر گھر والوں کی باتیں چوری چھپے سننے کی عادی تھی۔ اس سے بے نمازی اور غیروں کے رازوں کے تجسس کرنے والے کا برزخی مقام عیاناً معلوم ہوا۔

ایک کفن چور کے انکشافات:

حضرت سیدنا حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے دست مبارک پر ایک کفن چور نے توبہ کی، جس نے تقریباً بائیس سو کفن چرائے تھے۔ حضرت سیدنا حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے دریافت کرنے پر اس نے تین قبروں کے واقعات بیان کیے۔

(۱)......آگ کی زنجیریں:

ایک بار میں نے ایک قبر کھودی تو اس میں ایک دل ہلا دینے والا منظر دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مردے کا چہرہ سیاہ ہے، ہاتھ پاؤں میں آگ کی زنجیریں ہیں اور منہ سے خون اور پیپ جاری ہے۔ نیز اس قدر بدبو آ رہی تھی کہ دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ یہ خوفناک منظر دیکھ کر میں ڈر کر بھاگنے ہی والا تھا کہ مردہ بول پڑا:

”کیوں بھاگتا ہے؟ آ، اور سن کہ مجھے کس گناہ کی سزا مل رہی ہے۔“

میں مردے کی پکار سن کر ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا اور تمام ہمت اکٹھی کر کے قبر کے قریب گیا اور جب اندر جھانک کر دیکھا تو عذاب کے فرشتے اس کی گردن میں آگ کی زنجیریں باندھے بیٹھے تھے۔ میں نے مردے سے پوچھا، تو کون ہے؟

اس نے جواب دیا ”میں مسلمان، ابن مسلمان ہوں، مگر افسوس! میں شرابی اور زانی تھا اور بدمستی کی حالت میں مرا اور عذاب میں گرفتار ہو گیا۔“

(۲)......کالا مردہ:

ایک مرتبہ جب کفن چرانے کی غرض سے میں نے قبر کھودی تو ایک کالا مردہ زبان نکالے برہنہ کھڑا ہو گیا۔ اس کے چاروں طرف آگ لپک رہی تھی۔ فرشتے اس کے گلے میں زنجیریں باندھے کھڑے تھے۔ اس شخص نے مجھے دیکھتے ہی پکارا:

”بھائی میں سخت پیاسا ہوں، مجھے تھوڑا سا پانی پلا دو۔“

فرشتوں نے مجھ سے کہا۔ ”خبردار! اس بے نمازی کو پانی مت دینا۔“

پھر میں نے ہمت کر کے اس مردے سے پوچھا ”تو کون تھا اور تیرا جرم کیا ہے؟“ اس نے

جواب دیا" میں مسلمان تھا، مگر افسوس! میں نے اللہ عزوجل کی بہت نافرمانیاں کی ہیں اور میری طرح بہت سے لوگ عذاب میں گرفتار ہیں۔"

(۴)......قبر میں باغ:

اسی طرح ایک دفعہ میں نے ایک قبر کھودی تو قبر کو اندر سے بہت ہی وسیع پایا اور ایک نہایت ہی خوشنما باغ دیکھا، جس میں نہریں بہہ رہی تھیں اور ایک حسین وجمیل نوجوان اس باغ میں مزے لوٹ رہا تھا۔ میں نے اس نوجوان سے پوچھا "تجھے کس عمل کے سبب یہ انعام ملا ہے؟" وہ بولا "میں نے ایک واعظ سے سنا تھا کہ جو شخص عاشورہ کے روز چھ رکعت نفل پڑھے، اللہ عزوجل اس کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ لہٰذا میں ہر سال عاشورہ کے دن چھ رکعتیں پڑھ لیا کرتا تھا۔"

گردن پر کالا سانپ:

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں ایک روز ایک میت کو غسل دینے گیا۔ جب اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو اس کے گلے پر ایک کالا سانپ لپٹا ہوا دیکھا گیا۔

ہاشم بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں ایک میت کو غسل دینے گیا۔ چہرے سے کپڑا اٹھایا تو گلے پر سانپ لپٹا ہوا نظر آیا۔ میں نے سانپ سے کہا تو خدا کی طرف سے مامور ہے تو ہمیں بھی میت کو غسل دینے کا حکم ہے۔ کچھ دیر کے لیے یہاں سے ہٹ جا۔ یہ سنتے ہی وہ سانپ گلے سے اتر کر مکان کے ایک کونے میں جا بیٹھا اور جب میں غسل دے چکا تو وہ پھر اسی طرح اس کے گلے پر آ کر لپٹ گیا۔

میرے ایک دوست کی موت کے وقت آنکھیں باہر نکل آنا:

میرے ایک دوست جو شوگر کے مریض تھے اور اپنے علاقے کے بڑے زمیندار تھے، میرے ہاں داخل ہوئے، ان کی حالت خراب ہوگئی اور سکرات کی حالت شروع ہوگئی۔ نزع کے وقت جو میں نے عجیب چیز دیکھی وہ یہ کہ وقفے وقفے سے وہ ہاتھ اور پاؤں اکٹھے کر لیتے، جیسے کوئی ان کو مار رہا ہو اور وہ اپنے بچاؤ کی کوشش کر رہے ہوں۔ جونہی موت کا وقت قریب آیا، ان کی آنکھیں باہر نکلنا شروع ہوگئیں اور آنکھ کے ڈھیلے باہر آنا شروع ہوگئے اور شکل بہت ڈراؤنی

ہوگئی۔ اسی حالت میں وہ مالک کو جا ملے۔

چند دنوں بعد میں نے اس بات کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ جب وہ تندرست تھے تو ایک آدمی ان کی زمین سے گزر رہا تھا، اس آدمی کو صرف زمین سے بغیر اجازت گزرنے پر بندوق مار کر ختم کر دیا اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا اور مرتے وقت اس کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔ غالباً یہ عذاب اسی بے گناہ کو قتل کرنے کی سزا تھی۔ (از ڈاکٹر نور احمد)

قبر سے آگ کے شعلے بھڑک اٹھے:

ہنجر والی کے علاقے کے قبرستان کی ایک قبر سے مبینہ طور پر آگ کے شعلے اس وقت بلند ہوگئے جب لوگوں نے قبر کے پاس بیٹھ کر کلام پاک کی آیات پڑھنا شروع کیں۔ انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ یہ قبر کس کی ہے؟ یہاں کے مکینوں کے مطابق علی الصبح ۶ بجے کے قریب گاؤں کے دو افراد قبرستان کے قریب سے گزرے اور انہوں نے آگ کے شعلے قبر سے نکلتے دیکھے۔ انہوں نے اس کی اطلاع گاؤں والوں کو دی، اور پھر یہاں لوگوں کا ہجوم ہوگیا۔

بعض لوگوں کے مطابق انہوں نے اپنی آنکھوں سے شعلے بلند ہوتے دیکھے اور گاؤں والے وہاں کلام پاک پڑھتے رہے اور دعا کرتے رہے، جس کے بعد آگ بند ہوگئی۔ اس قبر کے پاس ایک بڑا سوراخ تھا، جسے بعد ازاں بند کر کے اس پر اینٹ رکھ دی گئی۔ لوگوں کے مطابق آگ کے شعلے اس شگاف سے نکلے۔

قبر سے شعلوں کی روشنی آسمان تک پھیل گئی:

مردان کے نواحی علاقے قلاش کے قبرستان کی قبر سے آگ کے زبردست شعلے نکلے۔ جن کی روشنی آسمان تک دیکھی جا سکتی تھی۔ شعلوں کی حدت قبرستان کے تمام ایریا میں پھیل گئی۔

تفصیلات کے مطابق قلاش کے قبرستان کی ایک نامعلوم قبر سے آگ کے زبردست شعلے بلند ہوئے جو ایک گھنٹہ تک جاری رہے۔ شعلے قبر کے ساتھ ایک بڑے سوراخ سے نکل رہے تھے۔ آبادی کے لوگوں نے جب قبر سے شعلوں کو بلند ہوتے دیکھا تو قرآن کی تلاوت اور دعائیں پڑھنی شروع کر دیں جس سے آگ ہلکی پڑ گئی۔ جب لوگ قبر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ قبر سے آگ نکل رہی ہے۔ قبر کے سوراخ پر اینٹ رکھ دی گئی اور اس پر مٹی ڈال دی گئی۔

ایک قبر کھودنے والے مزدوروں کا وحشتناک واقعہ:

ڈاکٹر نور احمد کہتے ہیں کہ کافی عرصہ قبل جب میں نشتر ہسپتال میں میڈیکل وارڈ کا رجسٹرار تھا تو میرے وارڈ میں دو مزدور بے ہوشی کی حالت میں داخل ہوئے، ہوش میں آنے کے بعد دہشت زدہ ہو کر چیخنا چلانا شروع کر دیا، علاج کے بعد جب ان کی حالت کچھ سنبھلی تو انہوں نے بتایا کہ ملتان کے ایک مشہور و معروف آدمی کی قبر کو اس لیے کھودا جا رہا تھا کہ ان کی نعش کو خاص جگہ منتقل کیا جائے، جب قبر کھولی گئی تو مردے کی شکل کو دیکھ کر وہ اتنے خوفزدہ ہوئے کہ بے ہوشی طاری ہو گئی۔ اس مردے کے لواحقین نے جب مردے کی یہ حالت دیکھی تو جلدی سے قبر کو بند کر دیا۔ اس واقعے کا تذکرہ اخبارات میں بھی چھپا تھا۔

قبر سے چیخنے کی آواز:

دو سال قبل ملتان کے ریلوے پل کے نیچے قبرستان میں ایک عورت کو دفن کیا گیا تو قبر کے اندر سے عورت کے چیخنے کی آوازیں شروع ہو گئیں۔ پہلے تو رشتے دار متوجہ ہوئے اور انہوں نے تصدیق کی کہ متوفیہ کی آواز ہے۔ دوسرے دن یہ خبر اخباروں میں آ گئی۔ کافی لوگ وہاں اکٹھے ہو گئے۔ میں بھی خبر سن کر وہاں بھاگا۔ جلد باز لوگوں نے قبر کو کھول دیا تو اتنی بدبو نکلی کہ یہ لوگ بے ہوش ہو گئے۔ لوگوں کو بھگانے کے لیے پولیس نے ڈنڈے مارنے شروع کر دیے۔ میں پل کے اوپر سے یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ اگر ہم اس دنیا میں قبر کی تیاری کر کے نہ جائیں گے تو ہمیشہ کے لیے ناکام ہوں گے۔ اس لیے عقل مند وہ ہے جو مرنے سے پہلے مرنے کی تیاری کر کے جائے۔

مردے کے منہ پر سانپ:

جب منگلہ ڈیم پاکستان تعمیر ہو رہا تھا اور بند باندھا جا رہا تھا اور مٹی ادھر سے ادھر اکٹھی کی جا رہی تھی تو اس کام کے دوران بلڈوزر نے ایک قبر کو کھول دیا۔ اس قبر میں ایک مردہ لیٹا ہوا تھا اور اس کے منہ کے اوپر ایک سانپ بیٹھا ہوا وقفے وقفے سے ڈس رہا تھا۔ یہ نظارہ وہاں کے تمام لوگوں نے دیکھا۔ چنانچہ اللہ والوں نے ذکر اذکار شروع کر دیا اور اس مردے کے تخفیف عذاب کے

لیے درود شریف اور قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد یہ سانپ کہیں غائب ہو گیا۔ یہ واقعہ وہاں کے ایک انجینئر نے بتایا جو ان دنوں بند کے بنانے پر مامور تھا۔

عذاب قبر ایک حقیقت ہے:

ڈاکٹر نور احمد کہتے ہیں کہ چند سال قبل ایک جماعت کے ساتھ جانا ہوا۔ مانسہرہ سے آگے ایک چھوٹے سے قصبے میں پہنچے، مسجد میں سامان رکھا اور تعلیم شروع کی۔ مسجد سے باہر ادھر ادھر کافی لوگ فارغ بیٹھے تھے، ہم لوگ ان کے پاس گئے اور مسجد میں آنے کی دعوت دی تاکہ تعلیم میں شریک ہو سکیں۔

کچھ لوگ ہمارے ساتھ مسجد میں آنے پر تیار ہو گئے۔ ایک صاحب نے کہا کہ میں نماز کے وقت آؤں گا اور نماز کے بعد عذاب قبر کا ایک واقعہ آپ لوگوں کو سناؤں گا۔ چنانچہ ظہر کی نماز کے بعد یہ صاحب ہمارے پاس بیٹھ گئے اور اپنا تعارف کروایا کہ وہ ریٹائرڈ فوجی ہیں، ۱۹۶۵ء کی پاک و ہند جنگ میں ایک قبرستان میں اسلحے کا ایک عارضی ذخیرہ بنایا گیا تھا اور کچھ اور نوجوانوں کے ساتھ اس کی بھی وہاں پہرے پر ڈیوٹی تھی۔

دن کا وقت تھا اور کوئی خاص کام نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے قبرستان میں گھومنا شروع کر دیا۔ ایک پرانی قبر کے پاس سے گزر ہوا تو یوں محسوس ہوا جیسے قبر کے اندر سے ہڈیاں ٹوٹنے کی آواز آ رہی ہے۔ اس فوجی نے بتایا کہ میں نے بندوق کے بٹ کے ساتھ قبر کی اینٹیں ہٹائیں تاکہ دیکھوں کہ یہ آواز کیسی ہے؟

جیسے جیسے میں مٹی ہٹاتا گیا، آواز اور تیز ہوتی گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ قبر کے اندر انسانی ہڈیوں کا ڈھانچہ پڑا ہوا ہے اور اس پر چوہے کی شکل کا ایک جانور بیٹھا ہوا ہے اور جب وہ اپنا منہ اس ڈھانچے پر مارتا ہے تو سارا ڈھانچہ اکڑ جاتا ہے اور ہڈیوں کے ٹوٹنے اور چٹخنے کی آواز آتی ہے۔ میرے سامنے تین مرتبہ اس جانور نے اپنا منہ ہڈی پر مارا۔

مجھے بہت ترس آیا کہ یہ جانور مردے کو تکلیف پہنچا رہا ہے۔ چنانچہ رائفل سے جب میں نے اس جانور کو مارنے کا ارادہ کیا تو وہ مٹی میں چھپ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جانور قبر سے نکل کر میری طرف لپکا۔ میرے اوپر ایسی دہشت سوار ہوئی کہ میں اسے مارنا بھول کر بھاگ کھڑا ہوا۔ کافی دور جانے کے بعد میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ جانور میرے پیچھے تیزی سے بھاگا آ رہا تھا۔

قریب ہی پانی کا ایک جوہڑ تھا، اس جانور سے بچنے کے لیے میں اس جوہڑ میں داخل ہوگیا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ جانور جوہڑ کے کنارے پر آ کر رک گیا اور قدرے توقف کے بعد اس نے اپنا منہ پانی میں ڈال دیا۔ یکا یک پانی کھولنے لگا، میں بھاگ کر جوہڑ سے باہر نکلا، میری ٹانگیں جل رہی تھیں، جلد سرخ ہو چکی تھی اور آبلے بھی پڑ چکے تھے۔ درد کی شدت سے میرا چلنا محال تھا۔

میں نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی۔ چنانچہ مجھے ایبٹ آباد کے ہسپتال میں داخل کروایا گیا اور پھر وہاں سے راولپنڈی کے بڑے فوجی ہسپتال (C.M.H) میں منتقل کر دیا گیا۔ میری ٹانگوں کا گوشت گلنا شروع ہوگیا اور ہر وقت بدبودار پیپ اور خون رستا رہتا تھا۔ کسی علاج سے افاقہ نہ ہوا تو مجھے علاج کے لیے امریکہ بھجوایا گیا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ اس وقت دونوں ٹانگوں کی صرف ہڈیاں بچی ہوئی ہیں۔ گوشت آہستہ آہستہ گل کر علیحدہ ہوتا جا رہا ہے اور ہر وقت مردے کی سی بدبو آتی رہتی ہے۔ پھر اس نے ہمیں اپنی دونوں ٹانگیں دکھائیں، جن پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

قبر کی پکار:

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ ایک سینئر آفیسر کے گارڈ کی قبر کشائی کی گئی۔ دفن ہوئے میت کو دس دن گزر گئے تھے۔ قبر کو جب کھولا گیا تو بدبو اتنی تیز نکلی کہ تمام حاضرین چکرا گئے۔ کافی لوگوں کو قے شروع ہوگئی۔ قبر کے اندر کیڑے ہی کیڑے تھے۔ میت نظر ہی نہیں آ رہی تھی۔ کیونکہ کیڑوں کے انبار تھے۔ رشتے داروں نے میت کو نکالنے سے انکار کر دیا۔

کچھ گھنٹے انتظار کرنے کے بعد مجسٹریٹ اور پولیس کے سمجھانے کے بعد رشتے داروں نے میت کو باہر نکالا تو ہر آدمی توبہ توبہ کر رہا تھا۔ قبر یہ یاد دہانی کرا رہی تھی کہ میرے اندر آنے سے پہلے اچھے اعمال کر کے آؤ تو میں استقبال کروں گی ورنہ ایسے ہی حال ہوگا۔ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عقل مند اور سمجھدار وہ ہے جو مرنے سے پہلے مرنے کی تیاری کرے۔

قبر میں گدھا:

سمندری سے صرف دو کلومیٹر دوری کے فاصلے پر نواحی گاؤں کے پرانے قبرستان سے

گزرتے ہوئے دیہاتیوں نے گدھے کی آواز سنی۔ لیکن قریب کوئی گدھا نہ دیکھ کر پریشان ہوگئے۔ ایک دیہاتی نے دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیکھا کہ ایک پرانی قبر کے ایک طرف تقریباً ایک فٹ چوڑا سوراخ ہے۔ اس سے گدھے کی آواز آتی ہے۔ اس نے دیکھا کہ گدھے نے اپنا منہ باہر نکالا اور اندر دوبارہ چلا گیا۔ دیہاتی نے جا کر گاؤں میں شور مچایا۔ مسجد کے مولوی صاحب سمیت بہت سے لوگ قبرستان گئے اور ایک طرف اکٹھے ہو کر کھڑے ہوگئے تو قبر سے گدھے نے سر نکالا اور اندر چلا گیا۔ لوگ استغفار پڑھتے ہوئے گاؤں واپس آ گئے۔ یہ واقعہ نماز عصر کے بعد پیش آیا۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس کی قبر تھی۔ البتہ قبر کے کتبے پر سوائے اللہ کے نام کے باقی تمام مٹ چکا تھا۔

دفن کے بعد قبر کا گرم ہو جانا:

میرے ایک دوست ڈاکٹر ایک جاننے والے ساتھی کی تدفین میں شریک تھے۔ متوفی کے متعلق ہر کوئی جانتا تھا کہ وہ جھوٹی گواہی دینے سے گریز نہیں کرتا۔ جب تدفین مکمل ہو چکی تو قبر کانپنا شروع ہوگئی اور یہ زلزلہ ہر ایک نے محسوس کیا۔ پھر قبر سے عجیب لڑکھڑاہٹ کی آواز آئی اور تمام موجود لوگ بہت ہی گھبرا گئے۔ سب نے کلمہ، درود و استغفار پڑھنا شروع کر دیا۔ جو نئی چیز اس کے بعد ظاہر ہوئی وہ یہ کہ قبر کا رنگ سرخی مائل ہونے لگ گیا اور قبر گرم ہونا شروع ہوگئی۔ یہ چیز وہاں موجود تمام لوگوں نے دیکھی اور اللہ سے سب نے اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور یقین کر لیا کہ مرنے کے بعد ایک اور زندگی ہے جس کو قبر کی زندگی کہتے ہیں۔

اعمال سانپ کی صورت میں:

سرگودھا شہر کا واقعہ ہے۔ ایک محلے میں جماعت ٹھہری ہوئی تھی۔ جماعت کے کچھ ساتھی محلے میں گشت کے لیے نکلے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک مکان سے بہت سارے مرد اور عورتیں خوفزدہ ہو کر جلدی سے نکل رہے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہاں ایک آدمی فوت ہوگیا تھا اور اس کے تمام رشتے دار اکٹھے تھے۔ ابھی مردے کو نہلانے کی تیاری ہو رہی تھی کہ ایک بہت بڑا سانپ کہیں سے آیا اور اس نے میت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ جس کی وجہ سے میت کے رشتے دار گھر سے باہر بھاگ گئے۔

جماعت کے ساتھی مکان کے اندر گئے تو واقعی ایسا ہی پایا۔ جماعت والوں نے میت کے لواحقین کو بتایا کہ یہ سانپ نہیں بلکہ اعمال کا وبال ہے۔ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ خوب گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی جائے اور میت کے لیے استغفار کی جائے۔

میت کے رشتے دار اتنے خوفزدہ تھے کہ انہوں نے قریب جانے سے انکار کر دیا۔ جماعت والوں نے دعا، استغفار اور ذکر و اذکار کا اہتمام کیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ سانپ غائب ہو گیا۔ چنانچہ میت کو نہلایا اور کفن پہنایا گیا۔ جب میت کو دفن کرنے کے لیے قبر کے پاس لے جا کر رکھا تو دیکھا کہ ایک بڑا سانپ قبر میں موجود ہے جو کہ قبر کھودتے وقت وہاں نہیں تھا۔ بڑی مشکل سے میت کو قبر میں اتارا گیا۔ جونہی میت کو قبر کے حوالے کیا، سانپ پھر میت کے گرد لپٹ گیا۔ چنانچہ وہ لوگ جلدی سے قبر کو بند کر کے واپس آ گئے۔

نماز کی سستی اور قبر میں آگ:

ایک شخص کی بہن فوت ہو گئی۔ جب وہ اسے دفن کر کے لوٹا تو یاد آیا کہ رقم کی تھیلی قبر میں گر گئی ہے۔ چنانچہ وہ اپنی بہن کی قبر پر آیا اور اس کو کھودا تا کہ تھیلی نکال لے۔ اس نے دیکھا کہ بہن کی قبر میں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ چنانچہ اس نے جوں توں قبر پر مٹی ڈالی اور غمگین روتا ہوا ماں کے پاس آیا اور پوچھا، پیاری امی جان! میری بہن کے اعمال کیسے تھے؟

وہ بولی، بیٹا کیوں پوچھتے ہو؟ عرض کی، میں نے اپنی بہن کی قبر میں آگ کے شعلے بھڑکتے دیکھے ہیں۔ یہ سن کر ماں رونے لگی اور کہا، افسوس! تیری بہن نماز میں سستی کیا کرتی تھی اور نماز اوقات گزار کر پڑھا کرتی تھی۔ (یعنی نماز قضا کر کے پڑھتی تھی)۔ (مکاشفۃ القلوب)

قبر کا عذاب، مردہ دفناتے ہی قبر کانپ اٹھی:

کھیالی شاہ پور (گوجرانوالہ) کے قبرستان میں گزشتہ روز دفن کی جانے والی خاتون کی قبر میں لرزش اور دھمک نے علاقے میں خوف و ہراس پھیلا دیا۔ لوگ اسے قیامت کی نشانی قرار دیتے رہے۔ تفصیلات کے مطابق کھیالی کی خاتون کو جب سپرد خاک کیا گیا تو وہاں موجود لوگوں نے محسوس کیا کہ مرحومہ کی قبر لرز رہی ہے۔ اس صورت حال میں مرحومہ کے ورثاء نے مولانا حافظ عبید اللہ غازی سے رابطہ کیا، جنہوں نے کہا کہ قبر کشائی کر کے میت کسی دوسری جگہ دفن کر دی

بعد ۔ لوگوں نے ان کی موجودگی میں قبر کھودنی شروع کی۔ جونہی پہلے تختے کو ہٹایا جانے لگا، قبر کے اندر سے عجیب و غریب قسم کی تیز بو سے ہر شخص کو الٹی کے دورے پڑنے شروع ہو گئے۔ جس پر لوگوں نے تلاوت شروع کرا دی۔ مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت کی اور قبر کو بند کر دیا۔ (نوائے وقت)

قبر کا تنگ ہو جانا:

پچھلے دنوں ایوب میڈیکل کالج کے ایک پروفیسر صاحب نے بتایا کہ ان کے ایک جاننے والے فوت ہو گئے۔ متوفی کی تدفین کے وقت وہ خود موجود تھے۔ جب قبر تیار ہو گئی اور میت کو اندر رکھنے کے لیے جوتے اتارنے لگے تو زمین کا سوراخ بہت تنگ ہو گیا اور مردے کو اندر لے جانا ناممکن ہو گیا۔ تمام لوگوں نے قبر والوں کو کوسنا شروع کر دیا کہ قبر تنگ بنا دی۔ چنانچہ قبر دوبارہ کھلی بنائی گئی اور مردے کو جب اندر داخل کرنے لگے تو قبر تنگ ہونی شروع ہو گئی۔ چنانچہ رشتے داروں نے جلدی سے اندر دھکیل دیا۔ کیونکہ دن کا وقت تھا، اندر ایک بڑا سانپ نظر آ رہا تھا۔ اس منظر نے سب کو پریشان کر دیا۔

بے پردہ عورت کی ٹانگیں سر کے بالوں سے قبر میں بندھی ہوئی تھیں:

غالباً شعبان ۱۴۱۴ھ کا آخری جمعہ تھا کہ ایک بھائی نے حلفیہ بیان کیا کہ میرے ایک عزیز کی نوجوان بیٹی فوت ہو گئی اور جب ہم تدفین (دفن کرنے) سے فارغ ہو کر واپس جانے لگے تو مرحومہ کے والد کو یاد آیا کہ اس کا ہینڈ بیگ جس میں اہم کاغذات تھے وہ غلطی سے میت کے ساتھ قبر میں ہی رہ گیا ہے۔ چنانچہ مجبوراً ہم نے جا کر دوبارہ قبر کھودنی شروع کی۔

جوں ہی ہم نے قبر سے سل ہٹائی تو خوف کے مارے ہماری چیخیں نکل گئیں۔ کیونکہ جس لڑکی کو ہم نے دفنایا تھا وہ کمان کی طرح ٹیڑھی تھی اور اس کے سر کے بالوں سے اس کی ٹانگیں بندھی ہوئی تھیں اور کئی چھوٹے چھوٹے خوفناک جانور اس کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے۔ یہ دہشت ناک منظر دیکھ کر خوف کے مارے ہماری گھگھی بندھ گئی اور ہینڈ بیگ نکالے بغیر جوں توں مٹی ڈال کر ہم بھاگ کھڑے ہوئے۔

گھر میں آ کر میں نے عزیزوں سے اس لڑکی کا جرم دریافت کیا تو بتایا گیا کہ یہ لڑکی فیشن ایبل تھی اور پردہ نہیں کرتی تھی۔ ابھی فوت ہونے سے چند روز پہلے اس کے رشتے داروں میں

ایک شادی تھی تو اس متوفیہ نے فیشن کے مطابق بال کٹوا کر بن سنور کر شرکت کی تھی۔

قبر پھٹ گئی:

ڈیرہ غازی خان کے قصبے الہ آباد میں ایک منہ پھٹ اور انتہائی بدزبان قادیانی ماسٹر رہتا تھا۔ اس شاطر کو جہاں موقع ملتا وہ قادیانیت کی تبلیغ کرتا اور ختم نبوت کے بارے میں بک بک کرتا۔ آخر ایک دن وہ اسی طرح بک بک کرتا مر گیا۔ قادیانیوں نے اسے مسلمانوں کے مقامی قبرستان میں دفن کرنے کا خفیہ پروگرام بنایا۔ لیکن کسی ذریعے سے یہ خبر مسلمانوں تک پہنچ گئی اور مسلمانوں نے اپنے قبرستان میں اس ملعون کی تدفین نہ ہونے کا بندوبست کر لیا اور علاقہ پولیس کو بھی اطلاع کر دی۔

قادیانی خوفزدہ ہو گئے اور انہوں نے مجبوراً اس کو اس کی اپنی زمین میں دفن کر دیا۔ تدفین کے بعد قبر میں زبردست آگ لگ گئی اور یہ کیفیت تین دن تک مقامی لوگ دیکھتے رہے۔ آخر قبر پھٹ گئی اور وہاں ایک بہت بڑا گڑھا بن گیا۔ لوگ دور دور سے اس عبرت گاہ کو دیکھنے آتے۔ قادیانیوں نے اپنی بے عزتی ہوتے دیکھ کر پتھروں سے اس گڑھے کو بھروا دیا اور اس کے اوپر قبر کا پختہ چبوترہ قائم کر دیا، لیکن بدبختوں نے اس ہولناک واقعے سے کوئی عبرت حاصل نہ کی:

دیکھو گے برا حال محمد کے عدو کا
منہ پر ہی گرا جس نے چاند پہ تھوکا

قبر کشائی کے بعد خوفناک منظر:

آج سے تقریباً بیس سال قبل قبر کشائی کے لیے میں ایک میڈیکل آفیسر کے ساتھ گیا۔ یہ قبر کوٹ مٹھن کے قصبے کے باہر ایک قبرستان میں واقع تھی اور قبر والے کو مرے ہوئے پانچ دن گذرے تھے۔ جب قبر کھولی گئی تو میں وہاں موجود تھا۔ قبر، کالی چمکدار موٹی مکھیوں اور موٹے کیڑوں سے بھری ہوئی تھی اور قبر کی تہہ پر سانپ اور بچھو نظر آ رہے تھے۔

نظارہ اتنا ڈراؤنا تھا کہ وہاں سے سب لوگ بھاگ گئے۔ حتیٰ کہ سرکاری افسران جو ہمارے ساتھ تھے۔ وہ بھی اس نظارے کی تاب نہ لا سکے۔ سب سے بڑا مسئلہ مردے کو نکال کر اس کی چیر پھاڑ کرنا تھا۔ مردے کو نکالنے کے لیے بڑے بڑے جتن کیے گئے۔ بڑی مشکل سے دو مزدور پولیس کے

ڈر سے رسیوں کے ذریعے مردے کو باہر نکال کر لائے۔

کیڑوں کے انبار اور مکھیوں کے جھنڈ دیکھ کر ایک مزدور بے ہوش ہو گیا اور شام تک مر گیا۔

جب مجھے یہ منظر یاد آتا ہے تو پسینہ آ جاتا ہے اور سوچتا ہوں کہ میرے ساتھ قبر میں کیا سلوک ہوگا۔ اگر مرنے سے پہلے قبر کی تیاری کر لی تو اچھا سلوک ممکن ہے ورنہ ہمیشہ کے لیے ناکامی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مرنے سے پہلے مرنے کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

میرے ایک دوست ڈاکٹر قانون طب (فارنزک میڈیسن) سے منسلک ہیں اور قبر کشائی کے لیے ان کو سرکار کی طرف سے اکثر جانا پڑتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک جگہ قبر کشائی کے مردے کو بطور امانت رکھا گیا تھا کیونکہ اس کو خاص جگہ منتقل کرنا تھا۔ جب قبر کھودی گئی تو اس قدر سخت بدبو نکلی کہ مردے کے تمام رشتے دار بھاگ گئے اور قبر سے ایک عجیب قسم کا سانپ نکلا جو دنیا میں نہیں دیکھا جاتا۔

پورا دن انتظار کرنے کے باوجود بدبو کم نہ ہوئی تو تنگ آ کر ایسی حالت میں مردے کا معائنہ کیا گیا۔ یہ منظر بھی بہت پریشان کن تھا اور جو لوگ وہاں موجود تھے، سب پریشان تھے۔ یہ واقعات اس لیے لکھے گئے ہیں کہ ہم قبر کی تیاری میں لگ جائیں۔ پتہ نہیں کب بلاوا آ جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعمال صالح کی توفیق عطا فرمائے اور قبر و حشر کے عذاب سے محفوظ رکھے۔ یہ چند روزہ فانی زندگی ہر صورت میں گذر جاتی ہے۔ اصل فکر آخرت کی ہونی چاہئے کہ اصل اور دائمی زندگی آخرت میں ملنے والی زندگی ہی ہے۔ (بحوالہ احقر کی کتاب "ناقابل یقین سچے واقعات)

قبر کی آگ سے ہاتھ جل گیا:

آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے یوپی کے ایک مشہور شہر میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ شہر کے ایک حصے میں وہاں کا وسیع اور قدیم قبرستان ہے۔ اتفاق سے ایک شخص کا انتقال ہوا۔ اس کے جنازے کو لے کر لوگ قبرستان پہنچے۔ جب قبر تیار ہو گئی اور میت کو اس میں اتار کر تختے لگائے جانے لگے تو جو لوگ قبر میں ساتھ اترے تھے، ان میں سے ایک صاحب کے، جو سرہانے کی طرف تھے، کچھ ضروری کاغذات جیب سے نکل کر قبر میں گر گئے۔ ان کو پتہ بھی چل گیا تھا۔ مگر خیال کیا کہ جب تختے لگا کر نکلنے لگیں گے تو یہ چیز اٹھا لیں گے۔ مگر خدا کا کرنا یہ ہوا کہ وہ نکلتے وقت وہ چیز اٹھانا بھول گئے۔ لیکن جوں ہی مٹی دینے کا وقت آیا تو انہیں فوراً یاد آیا اور شور مچایا کہ ٹھہریئے

شہر ہے، میرے کچھ نہایت اہم کاغذات قبر میں رہ گئے ہیں۔ انہیں اٹھانے دو تو بہتر ہے۔

مجمع میں کچھ لوگوں نے اختلاف بھی کیا کہ اب تختے لگ جانے کے بعد یہ مناسب نہیں ہے۔ مگر ان کا اصرار بڑھتا ہی رہا اور بتایا کہ اگر یہ کاغذات نہیں ملیں گے تو مجھے شدید مالی نقصان پہنچ جائے گا۔ غرض اسی افراتفری میں مٹی ڈالنے کا کام ملتوی ہو گیا۔ سب کی رائے ہوئی کہ مفتی شہر سے مشورہ کیا جائے۔ چنانچہ صاحب معاملہ اور دوسرے لوگ فوراً مفتی شہر کے پاس پہنچے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ مفتی صاحب کی رائے ہوئی کہ جن صاحب کا سامان قبر میں رہ گیا ہے۔ وہی خود صرف اسی جگہ کا تختہ ہٹا کر اپنا سامان اٹھا لیں جہاں ان کے خیال میں وہ سامان گرا ہے۔

یہ لوگ فوراً قبرستان واپس آئے جہاں لوگ ان کا انتظار کر رہے تھے اور مفتی صاحب کی رائے سے سب کو مطلع کیا۔

بالآخر سب لوگوں نے صاحب معاملہ کو اجازت دے دی کہ آپ کو جس جگہ اپنا سامان گرا یاد ہو صرف اسی جگہ سے تختہ ہٹا کر اٹھا لیجئے۔ انہوں نے کہا مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ وہ سرہانے گرا تھا۔ چنانچہ انہوں نے سرہانے سے ایک تختہ ہٹا کر جیسے ہی اپنا ہاتھ قبر میں ڈالا فوراً چیختے ہوئے ہاتھ باہر نکال لیا اور یہ کہہ کر تڑپنے لگے کہ ہاتھ جل گیا، آگ لگ گئی، ہاتھ جل گیا، آگ لگ گئی۔

لوگ حیران تھے کہ یہ کیا ہو گیا۔ جیسے تیسے مٹی ڈال کر قبر تو بند کر دی گئی اور لوگوں نے ان کے ہاتھ کو اچھی طرح دیکھنا شروع کیا۔ بظاہر وہ ہاتھ بالکل صحیح و سلامت تھا اور کسی طرح کے جلنے کی کوئی علامت نہ تھی۔ لوگوں نے ان کو سمجھایا بھی کہ بھائی تمہارا ہاتھ تو بالکل ٹھیک ہے۔ پھر تم کیوں اتنا تڑپ رہے ہو، لیکن ان کی چیخ و کراہ کے سامنے کسی کی کوئی بات نہ چل سکی۔ اسی عالم میں چارپائی پر ڈال کر لوگ ان کے گھر لائے اور یہاں بھی بے قراری اور تڑپ کا وہی حال تھا۔

لوگوں کی رائے ہوئی کہ کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھایا جائے۔ اتفاق سے اس زمانے میں شہر کے سول سرجن مسلمان تھے۔ لوگ ان کے پاس لے گئے۔ انہوں نے جدید آلات کی مدد سے سارے ہاتھ کا معائنہ کیا، مگر ان کو جلنے یا آگ لگنے کی کوئی علامت نہیں مل سکی۔ ساری کھال بالکل ٹھیک تھی۔ رگوں میں خون کی آمد و رفت حسب دستور تھی۔ ہڈی اور گوشت وغیرہ سب اپنے حال پر باقی تھے، مگر وہ یہی کہے جا رہے تھے کہ ہاتھ جل گیا اور آگ لگ گئی۔

ان کی تڑپ اور بے چینی کسی سے دیکھی نہیں جا رہی تھی، ایک چیخ اور کراہ تھی جو سارے گرد و

پیش کو ہلائے ہوئے تھی۔ سول سرجن اور ان کے دوا خانے کا پورا عملہ حیران اور سارے عزیز و اقارب ششدر کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ اسی طرح تڑپتے تڑپتے کئی گھنٹے تڑپنے کے بعد وہ بھی اپنے مالک سے جا ملے۔

پانچ قبروں کے چشم دید حالات نے گناہگار کو توبہ پر آمادہ کر دیا:

حدیث میں منقول ہے کہ ایک جوان آدمی نہایت غمگین عبدالملک کے پاس آیا۔ عبدالملک نے اس کے رنج و غم کی وجہ پوچھی تو غمزدہ نے کہا کہ میں اپنے گناہ کے سبب سے غمگین ہوں۔ عبدالملک نے اس سے کہا، تیرا گناہ عرش سے بڑا تو نہیں ہے؟ اس نے کہا، اس سے بھی بڑا ہے۔ عبدالملک نے کہا، تیرا گناہ بڑا ہے، یا اللہ تعالیٰ کی رحمت؟ اس پر اس نوجوان نے خاموشی اختیار کی۔

پھر عبدالملک نے پوچھا، تیرا گناہ کونسا ہے؟ اس نے بتایا کہ میں کفن چور تھا۔ پانچ قبروں کے مردوں نے مجھے توبہ پر آمادہ کیا۔ ان قبروں کے حالات یہ ہیں کہ میں نے ایک قبر کو جب کھودا تو اس کے مردے کو دیکھا کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف سے پھیر دیا گیا تھا اور اس کو دوسرا عذاب بھی دیا جا رہا تھا۔ میں ڈر کر وہاں سے لوٹا۔ ہاتف غیبی نے آواز دی کہ تو اس مردے سے کیوں نہیں پوچھ سکتا کہ وہ عذاب میں کس وجہ سے گرفتار ہے؟ میں نے جواب دیا کہ یہ بات میں نہیں پوچھ سکتا۔ چنانچہ اس ہاتف نے بتایا کہ یہ شخص نماز کو حقیر سمجھتا تھا، اس لیے اس کو عذاب ہو رہا ہے۔

میں نے ایک دوسری قبر کھودی تو دیکھا کہ اس قبر کا مردہ بالکل سور ہو گیا تھا اور طوق اور بیڑیوں سے جکڑا ہوا تھا۔ میں یہ دیکھ کر ڈر سے لوٹنے لگا، ہاتف غیبی نے پکار کر مجھ سے کہا تو اس مردہ سے عذاب کا سبب کیوں نہیں پوچھتا؟ میں نے کہا، یہ سوال میری قدرت سے باہر ہے، ہاتف نے کہا یہ شراب پیتا تھا۔ اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کو اس نے حرام نہیں سمجھا۔

میں نے ایک تیسری قبر کھودی تو دیکھا اس کا مردہ آگ کی میخوں سے بندھا ہوا تھا اور اس کی زبان گدی کی طرف نکلی ہوئی تھی، میں ڈر کر واپس ہونے لگا، تو ہاتف غیبی نے آواز دی کہ میت سے اس کی وجہ کیوں نہیں پوچھتا۔ میں نے کہا، سوال کی مجھ میں طاقت نہیں، اس نے کہا یہ لوگوں کے مال دبانے کی کوشش کرتا تھا۔

میں نے ایک چوتھی قبر کھودی، دیکھا کہ مردہ آگ میں جل رہا تھا اور فرشتے اس کو مار رہے تھے اور وہ چیخ رہا تھا، میں ڈر کر واپس ہونے لگا۔ ہاتف غیبی نے آواز دے کر کہا کہ تو مردہ سے اس

عذاب کی وجہ سے کیوں نہیں پوچھتا؟ میں نے کہا، سوال کی مجھ میں قوت نہیں۔ ہاتف نے بتایا کہ یہ جھوٹا شخص تھا اور جھوٹی قسمیں کھایا کرتا تھا۔

میں نے ایک پانچویں قبر کھودی تو دیکھا کہ فرشتے اس مردہ کو آگ کے ستون سے مار رہے تھے اور مردہ خوب چلا رہا تھا، میں ڈر کر واپس ہونے لگا تو ہاتفِ غیبی نے پکار کر کہا کہ تو اس عذاب کا سبب کیوں نہیں پوچھتا؟ میں نے کہا میرے اندر اتنی طاقت نہیں ہے۔ پھر ہاتف نے خود بتایا کہ یہ ایک کھلنڈرا تھا، شطرنج وغیرہ کھیلا کرتا تھا۔ حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ قبر کا عذاب، دل، آنکھ، کان، زبان، پیٹ، شرمگاہ، ہاتھ، پاؤں اور سارے بدن کے گناہوں کے سبب سے ہوتا ہے، اور ان اعضاء سے جو نیک کام ہوتے ہیں، ان پر اجر ملتا ہے۔

حافظ، قبر اور روپے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کوئی شخص جو سونے کا مالک ہو یا چاندی کا اس کا حق ادا نہ کرے یعنی زکوٰۃ نہ دے تو اس سونے یا چاندی کے پترے بنائے جائیں گے اور ان کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا گویا کہ وہ خود آگ کے پترے ہیں، پھر ان سے اس شخص کا پہلو اور پیشانی اور کمر داغ دی جائے گی۔ بالکل اسی طرح کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

اس واقعہ کے لکھنے والے کا احتیاطاً نام نہیں لکھ رہا۔ واقعہ بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ پچھلے سال اپنی بڑی خالہ کے گاؤں شاہ پور گیا۔ خالہ کے گھر کے پاس ایک موچی کی دکان تھی۔ یہ موچی بڑا ہنس مکھ انسان تھا۔ بازار آتے جاتے اس سے دوستی ہوگئی اور اس کے پاس بیٹھنا شروع کر دیا۔ دو چار دن بیٹھنے سے محسوس ہوا کہ موچی ہر ۲۰۔۲۵ منٹ بعد اپنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی پاس رکھے ہوئے کونڈے کے پانی میں ڈبوتا ہے۔

پہلے تو میں نے سمجھا کہ یہ چمڑے کو نرم کرنے کے لیے کر رہا ہے۔ مگر جب غور سے دیکھا تو اکثر اوقات چمڑے کے بغیر ہی انگلی کو ڈبو رہا تھا اور ایک عجیب چیز یہ میں نے نوٹ کی کہ جب انگلی پانی میں جاتی تو شوں کی آواز پیدا ہوتی، جیسے کسی نے کوئی گرم لوہے کی چیز کو پانی میں ڈبویا ہو۔ میں نے کئی بار اس موچی سے اس کے بارے میں پوچھا۔ مگر وہ ٹال دیتا تھا۔

آخر میں نے بہت اصرار کیا تو اس نے بتایا کہ اس موچی کے محلے میں ایک نابینا حافظ رہتا تھا اور وہ حافظ صاحب اس موچی کے پاس پیسے بطور امانت رکھ جاتا تھا۔ کئی دن گزر گئے، حافظ صاحب نہ آئے۔ پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ حافظ صاحب بیمار تھے اور ان کی حالت کمزور تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ چند دنوں کے مہمان ہیں۔ میں نے حافظ صاحب سے پیسوں کے بارے میں پوچھا جو تقریباً پانچ ہزار روپے تھے۔ حافظ صاحب نے کہا کہ اپنے پاس رکھو، اگر میں مر گیا تو میری قبر میں میرے سرہانے رکھ دینا۔

حافظ صاحب دوسرے دن چل بسے۔ میں ان کے کفن دفن میں شریک رہا اور دفن کے وقت وہ پیسے ایک تھیلی میں ڈال کر میت کے سرہانے رکھ کر گھر چلا آیا۔ رات کے وقت میرے ذہن میں قبر میں رکھے ہوئے پانچ ہزار روپے کا بار بار خیال آتا رہا۔ میں نے سوچا، قبر میں اتنی بڑی رقم رکھنے کا کیا مقصد؟ اس کو تو دیمک کھا جائے گی۔ پھر خیال آیا کہ حافظ کی وصیت تو پوری کر دی، اب رقم نکال لی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

چنانچہ میں نے ٹارچ اور کدال لی اور آدھی رات کے قریب قبرستان چل دیا۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ قبر کو کھود کر جب ٹارچ سے میت پر روشنی ڈالی تو عجیب منظر دیکھا۔ روپے کی تھیلی جو میں بند کر کے حافظ کے سرہانے رکھ آیا تھا، اپنی جگہ خالی پڑی ہوئی تھی اور روپے سب کے سب حافظ کے جسم پر ایک خاص ترتیب سے بکھرے پڑے تھے۔ جس سے حافظ کا مردہ جسم چھپ گیا تھا۔ میں نے قبر بند کر کے واپس آنے کی ٹھانی۔ مگر یکدم دل میں خیال آیا کہ ایک نوٹ تو لے لوں۔

ڈرتے ڈرتے اپنے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے ایک نوٹ پڑے ہٹانے کی کوشش کی تو ایک شدید قسم کی جلن اور چبھن پیدا ہوئی، جیسے زہریلے بچھو نے ڈنگ مارا ہو۔ شدت تکلیف سے میں نے جلدی سے ہاتھ پیچھے ہٹا لیا اور قبر کو بند کر کے گھر کا راستہ لیا۔ گھر آکر میں سخت بیمار رہا۔ جب ٹھیک ہوا تو انگلی کے درد، جلن اور چبھن میں افاقہ نہ ہوا۔ علاج پر بہت پیسے خرچ کیے، البتہ یہ دیکھا کہ انگلی کو پانی میں ڈبونے سے کچھ دیر تک درد، چبھن اور جلن میں کمی آجاتی ہے۔ اس لیے یہ عمل دن رات کرتا رہتا ہوں۔ جب میں نے موچی کی انگلی کو چھوا تو وہ واقعی آگ کی طرف گرم تھی اور چھونے سے میرے ہاتھ میں کافی دیر تک جلن ہوتی رہی۔ اس عجیب داستان نے میرے اوپر بہت اثر کیا۔

فوجی کی ٹانگ گھٹنے تک گلی ہوئی تھی:

جناب محمد حسین خان ایم اے لکھتے ہیں، آج سے تقریباً تین سال قبل کا واقعہ ہے کہ ایک فوجی نوجوان لاہور سے چوبرجی کے پاس بس کے انتظار میں کھڑا تھا۔ ان دنوں رائے ونڈ کا تبلیغی اجتماع ہو رہا تھا۔ تبلیغ والوں کی بسیں گزر رہی تھیں۔ فوجی ہاتھ دیتا رہا، کوئی بس رک نہیں رہی تھی۔ ایک بس والوں نے بس روک کر فوجی کو بٹھا لیا۔ راستہ میں کسی نے اسے تبلیغی اجتماع میں شرکت کی دعوت دی۔ فوجی نوجوان نے خرابی صحت کا عذر پیش کیا۔

دعوت دینے والے نے کہا آپ کی صحت تو بظاہر قابل رشک ہے؟ آپ اجتماع میں شرکت نہ کریں لیکن جھوٹ نہ بولیں۔ اس پر فوجی نے اپنی پتلون کا ایک پائنچہ اونچا کر کے اپنی ٹانگ دکھائی تو معلوم ہوا کہ ٹخنے سے گھٹنے تک ٹانگ گلی ہوئی ہے جیسے جلی ہوئی ہے۔ بس میں سوار سب لوگ متوجہ ہو گئے اور فوجی جوان سے حقیقت حال دریافت کی۔

اس نے بتایا کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران اس کی نائٹ ڈیوٹی چونڈہ کے قبرستان کے پاس تھی۔ سنگین لگی ہوئی رائفل اور بیٹری میرے پاس تھی۔ ایک قبر سے چیخوں کی آواز مجھے سنائی دی۔ تجسس حال کے لیے میں نے سنگین سے قبر میں سوراخ کیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مردہ کی کھوپڑی پر ایک بڑا سا بچھو ڈنک مار رہا ہے۔ جس سے ہڈیوں کا ڈھانچہ اچھلتا ہے اور چیخوں کی آوازیں آتی ہیں۔

میں نے سنگین سے بچھو کو کھوپڑی سے علیحدہ کیا تو بچھو قبر سے باہر نکل آیا اور میرا تعاقب کرنے لگا۔ میں گاؤں کی طرف بھاگا۔ گاؤں سے باہر پانی سے بھرا ہوا چھپڑ (جوہڑ) تھا۔ میں اس میں داخل ہو گیا۔ دوسری طرف میری ٹانگ ابھی چھپڑ میں تھی کہ بچھو بھی چھپڑ پر پہنچ گیا۔ بچھو نے پانی میں ڈنگ مارا تو پانی ابلنے لگ گیا اور میری جو ٹانگ پانی میں تھی وہ گل سڑ گئی۔ حکومت پاکستان کی طرف سے اس کا بہت علاج کیا گیا مگر آرام نہ ہوا۔ پھر بغرض علاج مجھے امریکہ بھیجا گیا مگر شفا نہیں ہوئی۔ عام لوگ جو بس میں سوار تھے، عذاب الٰہی کا یہ نمونہ دیکھ کر سکتے میں آ گئے۔

(فریدیہ میگزین، ۱۳۰، اکتوبر ۱۹۹۲ء)

تین قبروں کے علاوہ سب قبریں آگ سے بھری پڑی ہیں:

احمد پور شرقیہ میں ایک نیک خاتون دینی مدرسہ کی مہتمم تھیں۔ ان کو ایک علاج [illegible]

ہو گیا، ہمارے پاس بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال میں داخل ہوئیں اور وہیں وفات پائی۔ ان کے علاج پر اٹھنے والے اخراجات کراچی سے ایک حاجی صاحب (جو ہمارے ایک پروفیسر صاحب کے سسر ہیں) بھیجا کرتے تھے۔

جب یہ نیک خاتون فوت ہو گئی تو حاجی صاحب کو کراچی میں اطلاع دی گئی۔ وہ تشریف لائے اور سیدھے اس بی بی کی قبر پر گئے۔ واپس آ کر سب سے پہلے مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے بی بی کی قبر میں اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائی ہیں۔ اگلے روز حاجی صاحب پھر قبرستان تشریف لے گئے اور جب واپس لوٹے تو بے حد غمگین تھے، آتے ہی رونا شروع کر دیا۔ کھانا پینا بند کر دیا، مگر نماز کی پابندی جاری رہی۔ ہر وقت استغفار میں مشغول رہتے۔ تین دن کھانا پینا بند کرنے کی وجہ سے کمزور ہو گئے تو ڈاکٹر صاحب جوان کے داماد تھے، مجھے لے گئے۔ جب میں مسجد میں پہنچا تو دیکھا کہ حاجی صاحب مسجد میں پڑے ہوئے آہستہ آہستہ استغفار اور آہ وزاری کر رہے ہیں۔ آواز میں اتنا درد اور سوز تھا کہ پاس بیٹھنے والے پر بھی گریہ طاری ہو جاتا تھا۔

میں نے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ میرے بار بار کے اصرار پر انہوں نے بتایا کہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ نے ان کو کشف قبور کا وظیفہ بتایا تھا۔ میں پہلے روز اس بی بی کی قبر پر گیا تو نہایت اچھی خبر ملی۔ دوسرے روز ساتھ والی قبروں پر وہی وظیفہ پڑھا تو دیکھا کہ سب قبریں آگ سے بھری ہوئی پڑی ہیں اور مردے آگ میں تڑپ رہے ہیں۔ کسی قبر میں آگ کم ہے، کسی میں زیادہ، حتیٰ کہ پورے قبرستان میں صرف تین قبریں اس آگ سے محفوظ تھیں۔

حاجی صاحب نے بتایا کہ یہ منظر دیکھ کر روؤں نہ تو اور کیا کروں؟ اللہ سے ان کے لیے تخفیف عذاب کی دعا مانگ رہا ہوں۔ ایسا دردناک عذاب ہے کہ اگر آپ دیکھ لیں تو ذہنی توازن کھو بیٹھیں یا دہشت سے مر جائیں۔ پھر حاجی صاحب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی سنایا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ عذاب قبر اس قدر دردناک ہے کہ اگر انسان اس کو دیکھ لیں یا آوازیں سن لیں تو پاگل ہو کر جنگلوں میں بھاگ جائیں اور اپنے مردے دفن کرنا بند کر دیں۔

ترکی کے گورنر کے لیے کھودی گئی ۲۹ قبروں میں سانپ:

ہمارے ایک مولانا صاحب ترکی گئے ہوئے تھے۔ وہاں کا گورنر مر گیا۔ اس کی قبر تیار ہو گئی تو اس میں بہت بڑا سانپ آ گیا۔ اس کی دوسری جگہ قبر بنائی گئی مگر اس کا بھی وہی حال ہوا۔ اسی طرح ۲۹

تھی جس کے سبب یہ اس قدر ہولناک عذاب قبر میں مبتلا ہوگیا؟ تحقیق کرنے سے اس کے حالات کچھ یوں سامنے آئے:

مرحوم بچپن ہی سے بہت ذہین تھا۔ لہٰذا ماں باپ نے اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ جب خوب پڑھ لکھ لیا تو کسی طرح سفارش اور رشوت کے زور پر ایک سرکاری محکمے میں ملازمت اختیار کر لی۔ رشوت کی لت پڑ گئی۔ رشوت کی دولت سے پلاٹ بھی خریدا اور خاصا بینک بیلنس بھی بنایا۔ اسی سے حج بھی ادا کیا اور ساری سخاوت بھی اسی مال حرام سے کیا کرتا تھا۔

حسن ظاہر پر اگر تو نہ جائے گا
عالم فانی سے دھوکہ کھائے گا
یہ منقش سانپ ہے ڈس جائے گا
کر نہ غفلت، یاد رکھ پچھتائے گا
ایک دن مرنا ہے، آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے، آخر موت ہے

قبر میں پچاس ساٹھ سانپ:

۱۹۸۶ء کے اخبار جنگ میں کسی دکھیاری ماں نے یہ بیان دیا تھا کہ:

میری سب سے بڑی لڑکی کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے۔ اسے دفن کرنے کے لیے جب قبر کھودی گئی تو دیکھتے ہی دیکھتے اس پر پچاس ساٹھ سانپ جمع ہوگئے۔ دوسری قبر کھدوائی گئی۔ اس میں بھی وہی سانپ آ کر کنڈلی مار کر ایک دوسرے پر بیٹھ گئے۔ پھر تیسری قبر تیار کی، اس میں بھی ان دونوں قبروں سے زیادہ سانپ تھے۔ سب لوگوں پر دہشت سوار تھی، وقت بھی کافی گزر چکا تھا۔ ناچار ہو کر باہم مشورہ کر کے میری پیاری بیٹی کو سانپوں بھری قبر میں دفن کر کے لوگ دور ہی سے مٹی پھینک کر چلے آئے۔

میری مرحومہ بیٹی کے اباجان کی قبرستان سے گھر آنے کے بعد حالت بہت خراب ہوگئی اور وہ خوف کے مارے بار بار اپنی گردن جھٹکتے تھے۔ دکھیاری ماں کا مزید بیان ہے کہ میری بیٹی یوں تو نماز و روزے کی پابند تھی مگر وہ فیشن کیا کرتی تھی۔ میں اسے پیار و محبت سے سمجھانے کی کوشش کرتی تھی۔ مگر وہ اپنی آخرت کی بھلائی کی باتوں پر کان دھرنے کے بجائے الٹا مجھ پر بگڑ جاتی اور مجھے

دفعہ قبر بنائی گئی، مگر ہر قبر میں یہی چیز دیکھنے میں آئی۔ کسی اللہ والے کے پاس یہ مسئلہ پیش کیا گیا تو اس نے فرمایا کہ یہ تو برزخ کا سانپ ہے، ساری زمین کھود ڈالو یہ نہیں جاسکتا۔ چنانچہ اسی حالت میں گور نزکو دفن کیا گیا۔

زمیندار کا واقعہ:

تلمبہ کا زمیندار مرگیا۔ اس کی قبر جب کھودنے لگے تو بڑے کیڑے، بچھو، چھوٹے سانپ بکثرت پائے گئے۔ قبر کھودنے والے بہت پریشان تھے۔ سانپ، بچھوؤں اور کیڑوں نے قبر کھودنے والوں کو کچھ بھی تکلیف نہ دی۔ یہ نظارہ بہت ہی عبرتناک تھا اور اسی مٹی میں متوفی کو دفن کرنا پڑا۔ یہ واقعہ بھی مولانا صاحب نے بتایا۔

قبر میں آگ کے شعلوں کا دلخراش منظر:

وہ پانچوں وقت پابندی سے نماز پڑھتے تھے۔ مالدار ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے سخی بھی تھے۔ دل کھول کر غریبوں اور بیواؤں کی امداد کیا کرتے تھے۔ کئی یتیم بچیوں کی شادیاں بھی کرا دیں۔ حج بھی کیا ہوا تھا۔ ۱۹۷۳ء کی صبح ان کا انتقال ہوگیا۔ بے حد ملنسار اور با اخلاق تھے۔ اہل محلہ ان سے بہت متاثر تھے۔ لہٰذا سوگواروں کا تانتا بندھ گیا۔ ان کے جنازے میں لوگوں کا کافی اژدھام تھا۔ سب لوگ قبرستان آئے۔ قبر کھود کر تیار کر لی گئی۔ جونہی میت قبر میں اتارنے کے لیے لائے کہ غضب ہوگیا۔ یکایک قبر خود بخود بند ہوگئی۔

سارے لوگ حیران رہ گئے۔ دوبارہ زمین کھودی گئی۔ جب میت اتارنے لگے تو پھر قبر خود بخود بند ہوگئی۔ سارے لوگ پریشان تھے۔ ایک آدھ بار مزید ایسا ہوا۔ آخرکار چوتھی بار تدفین میں کامیاب ہو ہی گئے۔ فاتحہ پڑھ کر سب لوٹے اور ابھی چند ہی قدم چلے تھے کہ ایسا محسوس ہوا جیسے زمین زور زور سے ہل رہی ہے۔ لوگوں نے بے ساختہ پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک ہوش اڑا دینے والا منظر تھا۔ آہ! قبر میں دراڑیں پڑ چکی تھیں۔ اس میں سے آگ کے شعلے اور دھواں اٹھ رہا تھا اور قبر کے اندر سے چیخ و پکار کی آواز بالکل صاف سنائی دے رہی تھی۔ یہ لرزہ خیز منظر دیکھ کر سب کے اوسان خطا ہوگئے اور سب لوگ جس سے جس طرف بن پڑا، بھاگ کھڑے ہوئے۔

سب لوگ بے حد پریشان تھے کہ بظاہر نیک، سخی اور با اخلاق انسان کی آخر ایسی کون سی خطا

ذلیل کردیتی تھی۔ افسوس! میری وہ بات میری نادان، دلہن بیٹی کی سمجھ میں نہ آئی۔

سانپ مردے کو دفن نہیں کرنے دیتا تھا:

صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو مولوی محمد ناصر خاں (امام مسجد سول کوارٹرز) نے مجھ سے کہا، شاہ صاحب، ایک مرگ ہوگئی ہے۔ ظہر کی نماز کے بعد اس کا جنازہ ہوگا۔ مگر میں کسی وجہ سے ظہر کی نماز اس مسجد میں نہ پڑھ سکا۔ جب عصر کی نماز سے فارغ ہوئے تو کچھ لوگ ابھی مسجد ہی میں تھے کہ مولوی صاحب نے مجھ سے پوچھا، شاہ جی آپ ظہر کی نماز میں آئے نہ ہی جنازے میں شامل ہوئے۔

میں نے معذرت کی اور بتایا کہ بایں وجہ حاضر نہ ہوسکا۔ انہوں نے دونوں ہاتھ کانوں کو لگا کر کہا۔ شاہ جی، اچھا ہوا۔ اللہ توبہ۔ اللہ توبہ۔ پھر بتایا۔ ایک تو اس میت میں تعفن بہت تھا۔ حالانکہ صبح ہی مرا تھا۔ پھر کہنے لگے۔ اسے جب ہم قبرستان میں لے کر گئے اور قبر میں رکھنے لگے تو فوراً ایک بہت بڑا پھنیر سانپ قبر کے اندر سے نمودار ہوا۔ بل کھا کھا کر پھنکارنے لگا۔ سب کے اوسان خطا ہوگئے۔ میت قبر کے باہر ہی ہاتھوں سے چھوٹ کر گر پڑی۔ تجویز ہوا کہ دوسری قبر یہاں سے ذرا دور فوراً کھود کر اس میں دفن کردیا جائے۔

جلدی جلدی قبر کھودی۔ جب اس میں رکھنے لگے تو وہاں بھی ویسا ہی سانپ غیض وغضب سے پھنکارنے لگا۔ اب سوائے دو چار میت کے قریبی رشتہ داروں کے سب میت کو چھوڑ کر ایسے بھاگے کہ لوٹ کر نہ آئے۔ مولوی صاحب کہتے ہیں، میں نے کہا کم بختو! اس جگہ سے بھی کہیں دور تھوڑا سا گڑھا کھودو اور اس میں ڈال کر بھاگو۔ یہ عذاب الٰہی ہے۔ انہوں نے دور ہٹ کر ایک گڑھا کھودا، جس میں لاش سما سکے۔ مگر اتنے میں وہاں سے پانی پھوٹ پڑا۔ انہوں نے لاش اس میں پھینکی، اوپر سے مٹی ڈالی اور ہراساں و پریشان گھر کو بھاگے۔

ٹی وی لانے پر عذاب قبر:

سعودی عرب میں دو دوست رہتے تھے، ایک ریاض میں، ایک جدہ میں۔ دونوں نیک صالح آدمی تھے۔ دونوں کے درمیان آپس میں گہری دوستی اور محبت تھی۔ ریاض والے دوست نے اپنے بچوں کے بے حد اصرار پر ان کو ٹی وی خرید کر لا دیا۔ اب گھر والے ٹی وی دیکھنے لگے۔ کچھ دنوں کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کے انتقال کے بعد جدہ والے دوست نے خواب میں

ریاض والے دوست کی زیارت کی تو دیکھا کہ وہ تکلیف میں ہے۔

اس نے پوچھا کہ بھائی تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کیا بتاؤں، جب سے میرا انتقال ہوا ہے، اپنے گھر والوں کو ٹی وی لاکر دینے کی وجہ سے اس وقت سے عذاب میں مبتلا ہوں۔ اب وہ تو ٹی وی دیکھ کر مزے اڑا رہے ہیں اور میں عذاب کے اندر مبتلا ہوں، اور میں ہی جانتا ہوں کہ میرا وقت کس طرح مصیبت کے ساتھ گزر رہا ہے۔ میں بہت سخت تکلیف میں ہوں۔ تم گھر جاکر ان کو سمجھاؤ کہ کسی طرح گھر سے ٹی وی نکال دیں تاکہ میرا عذاب دور ہوجائے۔ اس دوست نے کہا کہ اچھا میں تمہارے گھر جاکر ان کو سمجھاؤں گا۔

جب صبح ہوئی تو اس کو رات والا خواب یاد نہیں رہا اور سارا دن اپنے کام کاج میں مشغول رہا۔ جب رات کو سویا تو خواب میں پھر ریاض والے دوست کی زیارت ہوئی۔ اس نے شکایت کی کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے گھر جلدی جاؤ، میں بہت تکلیف میں ہوں۔ تم ابھی تک میرے گھر نہیں گئے۔ اس دوست نے پھر وعدہ کرلیا کہ میں کل صبح ضرور جاؤں گا۔ یہ جدہ والے دوست کہتے ہیں کہ دوسرے دن میرا ریاض جانے کا پختہ ارادہ تھا، لیکن پھر کوئی ایسا کام پیش آگیا جس کی وجہ سے میں ریاض نہ جاسکا۔ جب رات کو سویا تو خواب میں پھر اس دوست کی زیارت ہوئی۔ پھر اس نے شکایت کی کہ تم مجھ سے کہتے ہو کہ میں جاؤں گا، لیکن تم جاتے نہیں ہو۔ اور میں یہاں بہت سخت تکلیف اور عذاب میں ہوں۔ اس دوست نے وعدہ کرلیا کہ کل صبح ضرور ہی جاؤں گا۔

چنانچہ جدہ والا دوست صبح ہوتے ہی جہاز کے ذریعے ریاض اپنے دوست کے گھر پر گیا، اور سب گھر والوں کو جمع کیا اور پھر ان کو اپنا خواب بتایا کہ تمہارے والد صاحب اس طرح سخت عذاب میں مبتلا ہیں اور انہوں نے عذاب کی وجہ یہ بتائی کہ چونکہ میں نے ٹی وی لاکر دیا ہے اس لیے مرنے کے بعد سے عذاب ہو رہا ہے۔ میرے گھر والے تو عیش کررہے ہیں اور میں عذاب میں مبتلا ہوں۔

جب انہوں نے اپنے باپ کے عذاب میں مبتلا ہونے کے بارے میں سنا تو وہ لوگ زار و قطار رونے لگے کہ ہائے ہماری وجہ سے ہمارے والد صاحب کو عذاب ہو رہا ہے۔ اس کے بعد بڑا بیٹا اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے ٹی وی کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا، جس سے ٹی وی کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ وہ ٹکڑے اٹھا کر اس نے کوڑے کے ڈبے میں ڈال دیئے اور اس نے کہا کہ آج کے بعد ہمارے گھر میں یہ لعنت نہیں ہوگی، جس کی وجہ سے ہمارے باپ کو عذاب ہوا ہے۔

جدہ والے دوست کہتے ہیں کہ میں بہت خوش ہوا کہ اولاد ماشاءاللہ سعادت مند ہے۔ انہوں نے بہت جلد اپنے باپ کی تکلیف کا خیال کیا اور اپنا بھی خیال کیا۔ اپنے باپ کو بھی قبر کے عذاب سے بچالیا اور اپنے آپ کو بھی جہنم کے عذاب سے بچالیا۔ پھر میں واپس جدہ اپنے گھر میں آ گیا۔ رات کو سویا تو پھر خواب میں ریاض والے دوست کی زیارت کی۔ اب جو دیکھا تو ماشاءاللہ وہ مسکرا رہا ہے اور ہشاش بشاش ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کہو، کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ بھائی، اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے۔ جس طرح تم نے میری مصیبت دور کی ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری مصیبتیں بھی دور فرمائے، جس وقت میرے بڑے بیٹے نے ٹی وی کو زمین پر پٹخا تھا، اسی وقت سے میرا عذاب بھی ختم ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس عذاب سے نجات عطا فرما دی ہے۔

عذاب قبر کی وجہ سے مردے کی چیخ و پکار:

ایک ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ چند سال قبل ایک جماعت کے ساتھ ایبٹ آباد جانا ہوا، شہر کی ایک بستی کی مسجد میں قیام کیا، مسجد کے ساتھ ہی قبرستان تھا۔ پروگرام کے مطابق ہم لوگوں نے گشت کر کے مقامی لوگوں کو مسجد میں اکٹھا کیا اور قبر و حشر کی بات شروع کی، بات سنتے ہی مقامی لوگوں نے بلند آواز سے رونا شروع کر دیا۔ ہم لوگ پریشان ہو گئے کہ اتنا اثر تو آج تک کسی نے بھی نہیں لیا اور نہ ہی ہمارے اوپر ہوا ہے۔

ہمارے استفسار پر ایک مقامی ساتھی نے بتایا کہ اصل میں اس بستی والے عذاب قبر کا نمونہ دیکھ چکے ہیں۔ پھر اس نے ایک قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ ایک عورت کی قبر ہے جس کو مرے ہوئے تقریباً ساٹھ سال بیت چکے ہیں۔ ایک روز صبح کی نماز کے بعد قبرستان سے چیخنے چلانے کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ تلاش و جستجو کے بعد معلوم ہوا کہ یہ آوازیں اسی قبر کے اندر سے آ رہی ہیں۔ قبر بہت پرانی تھی، جوں جوں دن چڑھتا گیا آوازیں بلند ہوتی گئیں۔ بستی والوں پر عجیب وحشت سی طاری ہو گئی۔ عورتوں اور بچوں نے رونا شروع کر دیا۔

چنانچہ ایک عالم دین کو بلایا گیا تو انہوں نے بتایا کہ قبر کے اندر عورت کو عذاب ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا نمونہ آپ سب بستی والوں کو آخرت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے دکھایا ہے کہ اس دنیا میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مان کے چلو گے تو اس بڑے حادثے سے بچ جاؤ گے۔ چنانچہ سب لوگوں نے ذکر و اذکار و استغفار و درود شریف اور قرآن کریم پڑھ کر مرحومہ

کی روح کو ایصال ثواب پہنچایا اور عصر کی نماز کے وقت وہ خوفناک آواز میں چیخ و پکار بند ہو گئی۔ ہم لوگ جب بھی قبر اور آخرت کی بات کرتے تو بستی والوں پر گریہ طاری ہو جاتا۔

قبر میں آگ کا شعلہ:

سلف میں سے ایک شخص نے ایک قبر کو دیکھا کہ وہ آگ کا شعلہ بنی ہوئی ہے اور شیشے کی مانند ہے کہ اندر کی ساری آگ نظر آ رہی تھی جس کے بیچ میں میت پھنسی ہوئی ہے۔ العیاذ باللہ۔ شہر میں تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ ایک محصل چنگی (مرکاس) کی قبر ہے جو آج ہی مرا ہے۔ اس سے معذبین کا ایک برزخی مقام عیاناً واضح ہوا۔

قبر میں سانپوں نے میت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا:

چند روز قبل پیرودھائی راولپنڈی کے قدیم قبرستان میں رونما ہونے والے ایک عبرت انگیز اور ناقابل یقین واقعے نے ایک میت کی تدفین کے لیے آنے والے سینکڑوں افراد پر رقت طاری کر دی۔ تفصیلات کے مطابق ایک شخص کی میت جونہی قبر میں اتاری گئی۔ لحد کی جگہ والی زمین یوں آپس میں مل گئی جیسے اسے کھودا ہی نہیں گیا تھا۔

وہاں موجود ایک عالم دین کی ہدایت پر دوسری قبر کھودی گئی۔ مگر پھر ویسے ہی ہوا۔ اس پر تمام لوگوں نے استغفار کا ورد کرنا شروع کر دیا۔ مولوی صاحب کی ہدایت پر لحد کو دوبارہ کھودنے کی کوشش کی گئی تو اس جگہ سے سانپ، بچھو اور مختلف قسم کے کیڑے مکوڑے یوں نکلے جیسے کسی چشمے سے پانی نکلتا ہے۔

مولوی صاحب کی ہدایت پر میت کو قبر میں اتار دیا گیا۔ میت کے قبر میں رکھتے ہی ایک سانپ کمر کے نیچے سے اور کندھوں کے اوپر سے اور دوسرا سانپ پاؤں کے نیچے سے ہوتا ہوا اوپر آیا اور دونوں سانپ آپس میں مل گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے میت دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ جیسے اسے آرے سے چیر دیا گیا ہو۔ یہ منظر دیکھتے ہی میت کے ہمراہ آنے والے سینکڑوں لوگوں پر سکتہ طاری ہو گیا۔ (روزنامہ جنگ ۲۲ نومبر ۱۹۹۱ء)

عالم آخرت کا نظام جزا و سزا پردہ غیب میں مخفی ہے۔ عام طور پر اس دنیا کے رہنے والوں پر اسے منکشف نہیں کیا جاتا تاکہ نظام زندگی میں تعطل واقع نہ ہو جائے اور لوگ خوف کی وجہ سے

کہیں اپنے مردوں کو دفنانا ہی نہ چھوڑ دیں۔ مگر پھر بھی کبھی کبھار وہ رحمٰن و رحیم آقا محض انسانوں ہی کی ہدایت کے لیے اس عذاب عظیم کی ہلکی سی جھلک دکھا دیتا ہے تاکہ غافل ہوشیار ہو جائیں اور خاطی و عاصی انسان آگاہ ہو جائیں۔

محمد بن عبدالعزیز کا چشم دید واقعہ:

عمر فرماتے ہیں ولید بن عبدالملک کو قبر میں اتارنے والا میں بھی تھا۔ میں نے دیکھا، ان کے گھٹنے گردن سے لگ گئے تھے، ان کا بیٹا بولا۔ ”رب کعبہ کی قسم، میرے والد اچھی حالت میں ہیں۔“

میں نے کہا۔ ”رب کعبہ کی قسم تمہارے والد کی دنیا ہی میں اچھی حالت گزر گئی۔“ پھر عمر رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعے سے عبرت حاصل کی، جب عمر بن عبدالعزیز نے زید کو عراق کا حاکم بنایا تو یہ نصیحت کی کہ ”اللہ سے ڈرتے رہنا۔“ میں نے جب ولید کو لحد میں رکھا تو میں نے انہیں کفن میں پاؤں ہلاتے دیکھا تھا۔

ایک بصری گورکن کا واقعہ:

ایک بصری گورکن نے اپنا واقعہ سنایا کہ میں نے ایک دن ایک قبر کھودی اور اس کے قریب ہی سو گیا۔ خواب میں میرے پاس دو عورتیں آئیں۔ ایک عورت بولی۔ ”اے اللہ کے بندے خدارا اس عورت کو ہم سے ہٹا لے اور ہمارے پڑوس میں دفن نہ کر۔“

گھبرا کر میری آنکھ کھل گئی۔ اتنے میں اسی قبر کے پاس ایک عورت کا جنازہ لایا گیا۔ میں نے اسے اس میں دفن نہیں ہونے دیا اور دوسری قبر بنا دی۔ رات ہوئی تو پھر وہی دو عورتیں خواب میں دکھائی دیں۔ ان میں سے ایک بولی۔ ”اللہ تمہارا بھلا کرے، تم نے ہمیں ایک طویل شر سے ہٹا دیا۔“

میں نے کہا ”تمہاری یہ عورت بات کیوں نہیں کرتی؟“

بولی ”یہ عورت وصیت کیے بغیر فوت ہو گئی تھی۔ ایسوں پر واجب ہے کہ قیامت تک بات نہ کریں۔“

اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں جو حق تعالیٰ شانہ نے عذاب و ثواب قبر کے سلسلے میں اپنے بندوں کو مشاہدہ کرا دیے ہیں۔ کتاب میں ان کی گنجائش نہیں۔ اس سلسلے میں خواب بھی بے شمار ہیں جو کئی بڑی بڑی کتابوں میں نہ سمائیں۔

مردے کا قبر میں ہاتھ کھانے کا واقعہ:

ابوالحریش کہتے ہیں کہ میری والدہ نے بیان کیا کہ جب ابو جعفر نے کوفہ میں خندق کھدوائی تو لوگوں نے اپنے اپنے مردے منتقل کر دیے۔ ہم نے ان میں سے ایک نوجوان کو دیکھا جو اپنے ہاتھ کاٹ رہا تھا۔

سماک بن حرب کہتے ہیں۔ ایک دفعہ ابوالدرداء قبروں کے درمیان سے گزرے اور فرمایا کہ تمہارے بالائی حصے کتنے پرسکون ہیں اور اندرونی حصوں میں کتنے مصائب ہیں۔

ثابت البنانی کہتے ہیں۔ میں قبرستان میں گھوم رہا تھا۔ اتنے میں پیچھے سے آواز آئی کہ ”اے ثابت! قبروں کے سکون سے دھوکا نہ کھانا۔ ان میں بہت سے غمزدہ بھی ہیں۔“ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو کسی کو بھی نہیں پایا۔

ایک لڑکی کا قبر میں قبلہ سے پھرا ہوا چہرہ:

ایک نیک شخص فرماتے ہیں کہ میری بچی فوت ہو گئی۔ میں نے اسے قبر میں اتارا۔ پھر میں لحد کی اینٹ ٹھیک کرنے لگا تو اسے قبلے سے پھرا ہوا پایا۔ اس سے مجھے سخت صدمہ ہوا۔ ایک دن میں نے اسے خواب میں دیکھا۔ وہ کہہ رہی ہے کہ ”ابا جان، آپ نے مجھے قبلے سے پھرا ہوا دیکھ کر بہت صدمہ کیا۔ عموماً میرے آس پاس والے قبلے سے پھرے ہوئے ہیں۔“ اس کا مقصد یہ تھا کہ جو برے گناہوں پر جمے ہوئے فوت ہوئے، ان کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا ہے۔

موضوع نمبر ۳۷

موت اور جدید سائنسی تحقیقات

موت کی تحقیق میں سائیکالوجی کا کردار:

۱۸۸۲ء میں سوسائٹی برائے نفسیاتی تحقیق قائم ہوئی تو اس مظہر پر سنجیدگی سے تحقیق کا آغاز ہوا۔ ۱۹۲۶ء میں رائل سوسائٹی کے ایک ماہر نفسیات نے اس موضوع پر اپنی ایک کتاب شائع کی۔ اس کتاب میں ایسے لوگوں کے مشاہدات بھی درج تھے جنہوں نے مرنے سے پہلے دوسری دنیاؤں کو دیکھا تھا۔ وہ اپنا مشاہدہ بھی بیان کر رہے تھے اور دوسری جانب رفتہ رفتہ موت سے قریب ہو رہے تھے۔ ایسے واقعات بھی تھے، جنہوں نے مرنے کے وقت مخصوص آوازیں سنیں۔

امریکی ماہر نفسیات چارلس ٹارٹ نے ایک تجربے میں ایک خاتون کو بستر پر لٹا دیا۔ یہ بستر ایسا تھا کہ پانچ بستر اوپر تلے لگے ہوئے تھے۔ رات کو خاتون کو (OUT OF OBE BODY EXPERIENCE) کا تجربہ کرایا گیا۔ سائیکلوجی میں یہ ایک مخصوص طریقہ ہے۔ جس میں مریض کو لاشعوری کیفیات میں پہنچا دیا جاتا ہے اور مریض کے جسم میں سے ایک اور جسم نکل آتا ہے۔ خاتون کو جب OBE سے گزارا گیا تو ان کا غیر مادی جسم ان سے الگ ہو گیا۔ خاتون نے بتایا کہ ان کا غیر مادی جسم اس الجھن میں مبتلا رہا کہ وہ واپس اسی بستر میں آئے جہاں اس کا مادی جسم ہے یا مادی جسم اوپر آ جائے۔

OBE کے حوالے سے سائیکاٹرسٹ شش و پنج میں مبتلا ہیں اور ان میں بہت سے ایسے سوال اٹھ رہے ہیں جن کے جوابات حاصل کرنا ضروری تو ہے لیکن اس وقت تحقیق اس دائرے میں داخل نہیں ہو سکی۔ مثلاً غیر مادی جسم کہاں چلا جاتا ہے۔ اگر اس کی دوسری دنیا بھی اس دنیا کا ہی ایک حصہ ہے تو اس دنیا کو بھی ناپا یا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے؟ جہاں غیر مادی جسم پہنچتا ہے۔ کیا وہ کوئی سیارہ ہے؟ اگر وہ سیارہ ہے تو اس کا زمین سے فاصلہ کیا ہے؟ اور اس سے ہماری زندگی تک کی گزرگاہ کون سی ہے۔ جس سے غیر مادی جسم آتا یا جاتا ہے؟ بہرحال سائیکاٹرسٹ اپنے سوالات کے جوابات کی کھوج میں مصروف ہیں اور موت کی حقیقت اور غیر مادی جسم کی تلاش

میں کوشاں ہیں۔

موت کے وقت آوازیں:

ہم جانتے ہیں کہ آواز لہروں Waves کی صورت میں سفر کرتی ہے۔ آواز ایک تھرتھراہٹ یا ارتعاش ہے جو انسان سمیت دنیا میں موجود لاکھوں اشیاء پیدا کرتی ہے۔ جب ہم بولتے ہیں تو ہمارے نرخرے میں موجود گوشت کے دو ننھے منے ٹکڑے تھرتھراتے ہیں۔ یہ تھرتھراہٹ ہوا میں لہروں کی صورت میں منتقل ہو جاتی ہے۔ یہ لہریں جب خود ہمارے اور دوسروں کے کان کے پردے سے ٹکراتی ہیں تو آواز کانوں کے راستے ذہن کے پردے پر مرتکز ہو جاتی ہے۔ ایک سیکنڈ میں ہوا کے اندر جتنی لہریں پیدا ہوتی ہیں، اسے آواز کی فریکوئنسی کہتے ہیں۔ فریکوئنسی جتنی کم ہوتی ہے آواز اتنی ہی بھاری ہوتی ہے اور جتنی زیادہ ہوتی ہے آواز اتنی ہی باریک اور تیز ہوتی ہے۔ ایک سادہ اور عام مثال لیجیے۔ مردوں کی آواز کی فریکوئنسی عورتوں اور بچوں سے کم ہوتی ہے۔

انسانی کان دنیا کی ہر آواز نہیں سن سکتے۔ ایک عام آدمی کے کان صرف وہی آوازیں سن سکتے ہیں جن کی فریکوئنسی ۱۶ اور ۱۶۰۰۰ کے درمیان ہو۔ ۱۶ سے کم یا ۱۶۰۰۰ سے زیادہ فریکوئنسی کی آوازیں ہمارے کان نہیں سن سکتے۔ لہٰذا سائنسدان انہیں سننے کے لیے مشینی آلات سے مدد حاصل کرتے ہیں۔ لیکن ان کی بھی ایک مخصوص حد ہے، جہاں تک وہ آوازوں کو سن سکتے ہیں۔

NDE کے مشاہدات سے ثابت ہوتا ہے کہ موت کے وقت ایک مخصوص آواز سنائی دیتی ہے، جسے بعض نے گھنٹی سے مشابہ، سیٹی کی مانند، مکھی کی بھنبھناہٹ سے قریب تر یا سمندری لہروں کے سطح زمین سے ٹکرانے کی آواز سے ملتی جلتی قرار دیا ہے۔ ان آوازوں کو سننے کے لیے سائنس ابھی تک کوئی آلات وضع نہیں کر سکی ہے اور یہ بھی نہیں معلوم کہ ان آوازوں کی فریکوئنسی ۱۶ سے کم یا ۱۶۰۰۰ سے زیادہ ہے۔

آیئے اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ موت کے وقت سنائی دینے والی آوازوں کا مآخذ کیا ہے؟ دراصل سماعت اور کان کے افعال کا تعلق دماغ کے خاص حصے Temporal Lobe سے ہے۔ جس طرح ماہرین نے بعد از موت گزرگاہ کا تجزیہ دماغی حصے Visual Cortex سے مطالعہ کیا، اسی طرح بعد از موت آوازوں کو Temporal Lobe سے سمجھا

جا سکتا ہے۔ دماغ کے کثیر سیلز ہم استعمال نہیں کر پاتے ہیں۔ اگر Temporal Lobe کے سیلز صحیح طور پر استعمال میں آ سکیں تو موت سے قبل ہی ان آوازوں کو سنا جا سکتا ہے۔

بعض ماہرین یہ خیال پیش کرتے ہیں کہ موت کے وقت Temporal Lobe میں سیلز کی ہیجان خیزی اچانک تجربے کا باعث بن سکتی ہے جو یادداشتوں کی حیات نو کی مانند محسوس ہوتا ہے۔ اس نظریے کے مطابق جب یادداشتیں تازہ ہوں گی تو اس وقت دکھائی دینے والا نظام بالکل حقیقی ہوگا، یعنی موت کے بعد کی زندگی خیالی یا تخیلاتی نہیں ہے۔

موت کی گزرگاہ:

موت کے بعد آدمی محسوس کرتا ہے کہ دور بہت دور ایک سفید نقطہ ہے اور چاروں جانب اندھیرا ہے اور میں اس سفید نقطے کی جانب بڑھ رہا ہوں۔ یہ نقطہ بڑا ہوتا چلا جاتا ہے۔

گزرگاہوں کا تذکرہ صرف قریب المرگ تجربات میں ہی نہیں ملتا بلکہ ایسی گزرگاہیں مرگی کے دوروں میں، گہری نیند میں، دوران مراقبہ اور بعض اوقات آرام Relex کے دوران بھی نظر آتی ہیں۔ اگر دونوں آنکھوں کے ڈیلوں پر دباؤ ہو اور خاص قسم کی ادویات استعمال کی جائیں تو بھی گزرگاہ کا تجربہ ہوتا ہے۔ ایک ماہر خود اس تجربے سے کئی بار گزرے، وہ لکھتے ہیں:

"اس میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پوری دنیا ایک گرجدار اور ارتعاش پذیر گزرگاہ میں تبدیل ہوگئی ہے اور ہم سب اس کے سرے پر موجود ایک روشنی کی جانب اڑے جا رہے ہیں۔"

آج کل پیدائش سے متعلق ایک نظریہ بہت مقبول ہو رہا ہے کہ جب کوئی ماں کی کوکھ سے جنم لیتا ہے تو وہ ایک مرتبہ پھر پیدائش یا پیدائش نو کا لمحہ ہوتا ہے۔ گزرگاہ ایک پیدائشی راستہ ہے اور سفید روشنی اس دنیا کی روشنی ہے۔ جس میں سے وہ بچہ آیا ہے۔ اس نظریے کی مقبولیت میں مشہور ماہر فلکیات کارل ساگان کا بہت ہاتھ تھا۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ NDE کو واضح نہیں کیا جا سکا ہے۔

اس نظریے کے مطابق یہ کہا جا رہا ہے کہ بچہ جس روشنی کے جہان سے یا راستے سے آتا ہے، مرنے کے بعد واپس چلا جاتا ہے۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ واپسی میں اسے راستے کو سمجھنے کا شعور حاصل ہو سکتا ہے جو بچے کو نہیں ہوتا۔ ماہرین کے مطابق بچوں کو روشنی کی اس گزرگاہ کے

بارے میں معلوم ہوتا ہے، لیکن ان میں لوگوں تک اپنی بات پہنچانے کی صلاحیت نہیں ہوتی یا وہ (بچے) یہ سمجھتے ہیں کہ بڑے بھی ان مظاہر کو اسی طرح دیکھ رہے ہیں۔

عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ یہ صلاحیت خوابیدہ ہوتی چلی جاتی ہے۔ بالآخر بالغ شعور تک پہنچتے پہنچتے دماغ زمانہ طفولیت کی باتیں بھول چکا ہوتا ہے۔ اس لیے اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ یہ اصول ہے کہ اگر دماغ میں کسی یادداشت کو ابھارا نہ جائے یا اسے یاد کرنے کی کوشش نہ کی جائے تو وہ دماغ کے اسٹور (بھول کے خانے) میں چلی جاتی ہے جو موت کے وقت ہی پردہ اٹھنے سے سامنے آتی ہے۔

پیدائش سے قبل کے واقعات کو جاننے کا ماہرین کے پاس ایک طریقہ Hypnoses ہے، جس کی مدد سے ماضی میں ان کی پیدائش کے وقت تک لے جا کر بہت کچھ معلوم کیا جا سکتا ہے۔ یعنی عموماً یہ یادداشتیں بھول کے خانے میں چلی جاتی ہیں تو Hypnoses ایسا طریقہ ہے جس سے اس منظر کو دوبارہ دیکھا جا سکتا ہے۔

آج سائنس نے اس نظریے کی تردید کردی ہے کہ بچے کا ذہن کورے کاغذ کی مانند ہوتا ہے۔ درحقیقت دماغ ہر منظر، ہر عمل اور ہر کام کو ریکارڈ کرتا چلا جاتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ جو منظر دہرایا نہ جائے وہ بھول کے خانے میں محفوظ ہو جاتا ہے۔ لیکن اسے ضائع ہونا نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ NDE کے مبتدیوں نے اس بات کی توثیق کی ہے کہ موت کے وقت پوری زندگی کا ریکارڈ جو دماغ برسوں سے جمع کرتا آیا تھا، سامنے آ گیا۔

کمپیوٹر کی مدد سے موت کا تجزیہ:

CORTEX کے بصری میدان کے مرکز کی نمائندگی کرنے والے بہت سے سیلز ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں سے چند ایک ہی قابل استعمال حالت میں پائے جاتے ہیں۔ دراصل موت کے منظر کا صحیح تجزیہ کرنے کے لیے ان سیلز کا متحرک ہونا بہت ضروری ہے۔ ہم اس سادہ نقطے (یعنی بصری میدان کے مرکز) کو ابتدائی مقام کے طور پر لیتے ہیں اور یہ دیکھنے کے لیے کہ جب Cortex میں بتدریج برقی رفتار بڑھتی ہے یا سیلز بیدار ہوتے ہیں تو کیا ہوتا ہے؟ اس کے لیے کمپیوٹر استعمال کرتے ہیں۔

کمپیوٹر کے ایک سافٹ ویئر سے نظر آتا ہے کہ پھیلے ہوئے روشنی کے باریک نقطوں سے

آغاز ہوتا ہے۔ اس کے بڑھنے یا پھیلنے کی رفتار درمیان میں زیادہ اور کناروں کی جانب نسبتاً کم ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ ان نقاط میں اضافہ ہوتا رہتا ہے جبکہ بڑھتی ہوئی آواز کی باریکی بھی بڑھتی ہے۔ اب مرکز ایک سفید گولے کی مانند نظر آنا شروع ہوتا ہے اور بیرونی کنارے بھی نقطوں سے بھرتے چلے جاتے ہیں اور اس وقت تک مسلسل بھرتے رہتے ہیں جب تک کہ پوری اسکرین سفید نہ ہو جائے۔ یہ منظر بالکل واضح ہوتا ہے، یوں لگتا ہے کہ ایک تاریک داغدار گزرگاہ ہے، جس کے آخری سرے پر سفید روشنی ہے اور یہ روشنی زیادہ سے زیادہ ہوتی رہتی ہے یا قریب سے قریب تر ہوتی جاتی ہے۔ جب تک کہ آپ اس میں داخل نہیں ہو جاتے۔

موت کا بائیو کیمیاوی تجزیہ:

آپ حالت بیداری میں ہوں یا خواب غفلت میں، ہر حال میں اور اس وقت بھی جبکہ آپ ان چند سطور کے مطالعے میں مصروف ہیں، آپ کے جسم کے اندر تغیر و انقلابات کا ایک بحر بیکراں سرگرم عمل ہے۔ یہ بات اب تقریباً سب ہی جانتے ہیں کہ ہر زندہ چیز بہت سے چھوٹے چھوٹے سیلز اور بافتوں سے مل کر بنی ہے، جس طرح مکان کی تعمیر میں اینٹوں اور گارے کی ضرورت پڑتی ہے، اسی طرح ہمارے جسم کی عمارت بھی سیلز کی ننھی ننھی لاتعداد اینٹوں پر مشتمل ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ مکان میں بالعموم اینٹیں ایک ہی شکل وصورت، ایک ہی سائز اور نمونے کی ہوتی ہیں، لیکن سیلز مختلف شکل وشباہت اور جسامت رکھتے ہیں۔ جس طرح دوسرے جانداروں کو زندہ رہنے کے لیے خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح سیلز کو بھی خوراک کی ضرورت ہوتی ہے اور دوسرے بڑے جانداروں کی طرح یہ ننھے اجسام بھی نشوونما، زندگی یا موت سے ہمکنار ہوتے ہیں۔

درحقیقت ایک سیل بھی شعور رکھتا ہے، کیونکہ یہ ہر لمحہ پیدائش، غذائی ذخیرہ اندوزی، مواصلات، نقل وحمل، تعمیر وترمیم، فضلے کے اخراج، جسمانی حرارت پر قابو اور جسم کے دیگر انتظامات پر کڑی نظر رکھتا ہے۔ باوجود یہ کہ جسم میں سیلز لاکھوں، اربوں یا کھربوں کی تعداد میں ہوتے ہیں، مگر ان کی آپس میں ہم آہنگی اور Coordination قابل دید اور فقید المثال ہوتی ہے۔

سیل کے خوردبینی مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے تین اہم حصے ہوتے ہیں۔ ایک مرکزہ Nucleus، دوسرا سائٹو پلازم Cytoplasm اور تیسرا خلوی جھلی Cell

membrane جسم کے اس چھوٹے سے حصے یعنی سیل میں تقریباً وہ تمام صلاحیتیں ہوتی ہیں جو کسی بڑے جسم کے لیے ضروری ہیں۔ سیل جس بیرونی جھلی Cell Membrane سے گھرا ہوتا ہے وہ چھلنی کا کام انجام دیتی ہے۔ اسی کے ذریعے غذا سیل میں داخل ہوتی ہے جہاں سے حقیر ترین نالیوں کے ذریعے ان کی مزید تقسیم عمل میں آتی ہے اور اسی جھلی کے ذریعے فضلات گزر کر نظام اخراج قائم کرتے ہیں۔

فضلے کے اخراج کو سیل کا دوسرا حصہ یعنی سائٹو پلازم Cytoplasm کنٹرول کرتا ہے۔ سیل سانس بھی لیتا ہے جسے Celluler Respiration یعنی سیل کا تنفس کہتے ہیں۔ تنفس کے اس نظام کو سنبھالنا بھی سائٹو پلازم کی ذمے داری ہے۔ تیسرا اور سب سے لازمی جزو مرکزہ Nucleus ہے جو سیل کی تمام ساخت کا ذمے دار ہوتا ہے۔ اسکے اندر چھیالیس دھاگے نما اجسام کروموسوم Chromosomes ہوتے ہیں۔ البتہ Egg Cells اور Sperm Cell اس سے مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ ان میں Chromosomes کی تعداد ڈیڑھ گنا زیادہ ہوتی ہے۔ Chromosomes میں DNA اور اس کی کاپی RNA ہوتی ہے۔ Gene کروموسوم کا وہ حصہ ہے جو ایک مکمل پروٹین بنانے کے لیے احکامات دیتا ہے۔ مرکزہ Nucleus میں پوری شخصیت کا ریکارڈ پوشیدہ ہوتا ہے۔

ہمارے سیلز کی موت یا زندگی:

یہاں تک تو ہم نے سیل کی ساخت اور اس کے افعال کا مجمل خاکہ بیان کیا۔ اب ہم اس کی موت وحیات کا تجزیہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ پچھلی سطور میں ہم نے مطالعہ کیا کہ سیل سانس لیتا ہے، اس میں تغذیہ (غذا کے حصول) اور فضلے کے اخراج کی صلاحیت ہوتی ہے، اس میں جسم کی شخصیت سے متعلق کردار محفوظ ہوتا ہے اور تمام افعال سے متعلق سیلز اپنی ذمے داریوں کا شعور رکھتے ہیں۔ سیل کی ان تمام خصوصیات کو ہم زندگی کہہ سکتے ہیں۔ جہاں زندگی کا تصور در آتا ہے وہیں موت کا تذکرہ بھی زیر بحث آتا ہے۔ سیل میں موت وحیات دونوں کیفیات پائی جاتی ہیں۔ آیئے اس کا سائنسی طور پر جائزہ لیتے ہیں۔

جس طرح ایک عمارت بہت سی اینٹوں سے مل کر بنتی ہے، اسی طرح ہمارا جسم بھی سیلز سے بنا ہے۔ جہاں [illegible] شکست وریخت بھی ہوتی ہے اور نئی تعمیر بھی عمل

میں آتی ہے۔اسی طرح ہمارے جسم میں ایک سسٹم کام کررہا ہے جسے میٹابولزم Metabolism کہتے ہیں۔ یہ نظام نئے سیلز کے قیام اور پرانے سیلز کو ضائع کرنے سے متعلق ہے۔ نئے سیلز بننے کے عمل کو اینابولزم Anabolism اوران کی موت کو کیٹابولزم Catabolism کہا جاتا ہے۔

ہمارے جسم میں ہر لمحے لاکھوں نئے سیلز بلا احساس وعلم پیدا ہوتے ہیں۔یعنی ان سیلز سے ہمارا جسم ہرلحہ تیار ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح سیلز میں تخریب یعنی ٹوٹ پھوٹ کا عمل بھی ہورہا ہے اور ہرلحہ لاکھوں سیلز مر رہے ہیں۔ ہر سیل ایک زندگی ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے جسم میں غیر محسوس طریقے سے زندگی بھی جنم لے رہی ہے اور ہر لمحے موت بھی وقوع پذیر ہورہی ہے۔

درحقیقت انسان ہر لمحے ہی مر رہا ہے۔ ہر لمحے مرتا ہے، پھر دوسرا لمحہ زندگی کا شروع ہوجاتا ہے۔ جب ان سیلز کی تعمیر کا سلسلہ رک جاتا ہے تو اسے ''موت'' کہتے ہیں۔ ہمارے جسم سے اربوں کھربوں سیلز جب ٹوٹتے ہیں تو جسم انہیں مختلف طریقوں سے خارج کردیتا ہے۔ مثلاً فضلہ، پیشاب اور پسینہ وغیرہ وغیرہ۔ان ذرائع کے علاوہ سیلز غیر محسوس طریقے سے بھی ضائع ہوجاتے ہیں۔مثلاً جلد کے خلیات ہر وقت ازخود ضائع ہوتے ہیں۔اسی لیے مہندی کا رنگ چند روز میں خود بخود اتر جاتا ہے۔ کیونکہ نیچے کے سیلز اوپر والوں کو دھکا دیتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جلد کی آخری جھلی سے مردہ سیلز فضا میں اڑ جاتے ہیں۔

آپ جو بنیان صبح کو زیب تن کرتے ہیں، اگر شام کو اسے اتار کر خوردبین کے سامنے رکھ دیا جائے تو اس بنیان کی سطح پر آپ کو ہزاروں مردہ سیلز چپکے ہوئے نظر آئیں گے۔

غیر مادی جسم کیا ہے:

انسان ہمہ وقت موت وحیات کے دو دائروں میں سفر کرتا رہتا ہے۔ایک لمحے میں اس پر موت آتی ہے، پھر اگلے ہی لمحے وہ زندگی کے دائرے میں داخل ہوتا ہے۔جسم میں ہونے والی تبدیلیوں اور تغیرات کو اگر کمپیوٹر کی مدد سے دیکھنے کی کوشش کی جائے تو ایسا محسوس ہوگا کہ جسم ہر لمحے پگھل رہا ہے اور تعمیر ہورہا ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ موت وحیات سے تو ہر شخص لحہ بہ لحہ دوچار ہورہا ہے۔

موت کا مطلب ہرگز نیست ونابود ہونا نہیں [illegible] کے بعد انسان کا ایک اور غیر

مادی جسم نکل کر دوسرے مقام پر چلا جاتا ہے۔NDE اور NBE سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔
اب اس غیر مادی جسم کا سراغ لگاتے ہیں۔اس سلسلے میں قرآن مجید کہتا ہے۔

''اللہ مرنے کے وقت لوگوں کی روحیں قبض کرلیتا ہے، جو مرتے نہیں، ان کی نیند میں، پھر جن پر موت کا حکم کرتا ہے ان کو روک لیتا ہے اور باقی روحوں کو وقت مقررہ تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ جولوگ تفکر کرتے ہیں، ان کے لیے اس میں نشانیاں ہیں۔''(الزمر)

قرآن مجید کی اس آیت میں انسانوں کا دوطرح سے تذکرہ کیا گیا ہے۔یعنی ''لوگ'' اور ان کی ''روحیں''۔ اب اگر اس کلیے کو NDE کے تجربات پر لاگو کریں تو قریب المرگ افراد کے مادی جسم کو ہم لامحالہ ''روح'' قرار دیں گے۔اسی حوالے سے NDE کا ایک خاتون کا مشاہدہ ان ہی کی زبانی بیان کرتے ہیں۔

''یہ میرے آپریشن سے چوتھے روز کی بات ہے کہ مجھے ایک جھٹکا لگا اور میں کئی گھنٹے تک مدہوشی کے عالم میں رہی۔ میں نے محسوس کیا کہ میں اپنے جسم اور روح کے ساتھ بستر پر لیٹی ہوئی تھی، مگر کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں تھی۔ میں نے اپنے سراپے پر نظر ڈالی۔ میں نے محسوس کیا کہ زخم کے مقام پر درد کی وہ اذیت جو پہلے تھی اب ختم ہوچکی ہے اور میں ہشاش بشاش ہوں۔ پھر میں کسی نامعلوم مقام کی طرف چل پڑی۔ میرا راستہ تاریکی کی طرف تھا۔مگر میں بالکل خوفزدہ نہیں تھی۔ وہاں مجھے مکمل آرام میسر تھا۔ پھر اچانک منظر بدلا اور مجھے میرے مادی جسم میں دھکیل دیا گیا۔ میں دوبارہ اسی جسمانی اذیت میں ایک مرتبہ پھر مبتلا ہوگئی۔''

ڈاکٹر سید امجد علی کے واقعات ''موت کے بعد چند مناظر'' کے نام سے جنگ ڈویک اسپیشل میں شائع ہوچکے ہیں۔وہ لکھتے ہیں:

''میں نے دوبار موت کے عمل کو محسوس کیا اور موت کے بعد کی زندگی کی جھلک کو دیکھا ہے۔
پہلی مرتبہ اگست ۱۹۵۵ء میں جب میں پہاڑوں پر پیدل چلنے کے شوقین افراد کی ایک ٹیم کے ساتھ برف پوش درے ''رتی'' کو عبور کرکے پاکستان سے آزاد کشمیر میں داخل ہوا تھا۔

۱۸ اگست کو آبادی سے قریب رات کے قیام کے لیے ایک جگہ کا انتخاب کیا۔ صبح پانچ بجے پہاڑ اپنی جگہ سے سرکا، جس سے ایک قریبی دیوار مجھ پر گر پڑی اور میں منوں ٹنوں مٹی کے تلے دب گیا۔ مجھے اس سے ایسا محسوس ہوا کہ میں جسم کے ہر ہر سیل سے پاؤں سے سر کی طرف ہوتا ہوا

اپنے مادی وجود سے باہر آ گیا ہوں۔ میرے گرد سراپا نور کئی افراد تھے۔ یہ لوگ مجھ سے ہم کلام تھے اور مجھ سے بار بار کہہ رہے تھے کہ "مطمئن رہو، مطمئن ہو۔"

میرے ساتھی گھنٹوں ملبے کے اندر مجھے تلاش کرتے رہے اور یہ سب منظر میں دیکھ رہا تھا۔

جب انہوں نے میرے مادی جسم کے قریب کھدائی کی تو نور سے بنے آدمیوں نے مجھے میرے مادی جسم میں دھکیل دیا اور میرا سانس آنے جانے لگا۔ بعد میں اپنے ساتھیوں کو میں نے بتایا کہ تم یہ یہ باتیں کر رہے تھے تو وہ بڑے حیران ہوئے۔

دوسری بار ایسا ہی واقعہ ۲۳ مارچ ۱۹۸۴ء کو پیش آیا۔ میں ادارہ امراض قلب کراچی میں تھا۔ دوپہر کو مجھے دل کا شدید دورہ پڑا اور مجھے محسوس ہوا کہ میرے دل کی حرکت بند ہونے کو ہے۔ میں نے اپنی رفیقہ حیات سے کہا کہ میں اس دنیا کو خیر باد کہہ رہا ہوں۔ خدا حافظ۔

اس کے بعد اچانک میرے ناخن اور ہونٹ نیلے ہو گئے، نبض بند ہو گئی اور گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی۔ مرنے سے قبل میں نے نور سے بنا ہوا ایک فرد اپنے قریب آتے دیکھا۔ جس کے جسم سے چھوتے ہی میرے اپنے جسم میں میری روح نہایت تیزی کے ساتھ پاؤں کی طرف سے شروع ہو کر سر کی طرف سے نکل گئی اور میں مکمل روشنی کا ایک ہلکا پھلکا سا فرد بن گیا۔

میں اس نور کے آدمی کی رفاقت میں پر سکون تھا۔ میں نے تمام وارڈ اور پھر انتہائی نگہداشت ICU کے کمرے کا جائزہ لیا اور ایک کونے میں کھڑا ہو گیا۔ یہ سب کچھ پلک جھپکنے میں ہوا۔ میں روشنی کے آدمی کے ساتھ ساتھ اپنے مادی جسم کے قریب ہی رہا اور ڈاکٹروں کی کوششوں کو دیکھتا رہا۔ پہلے میرے مادی جسم کے سینے میں انجکشن سے دوائی داخل کی گئی، پھر ہاتھوں سے دباؤ اور مالش سے دل کو حرکت میں لانے کی کوشش کی گئی۔ اس کے بعد بجلی کی مشین سے دل کو متحرک کرنے کی کوشش کی گئی مگر دل ٹس سے مس نہ ہوا۔ پھر میرا چہرہ ڈھک دیا گیا۔

میں یہ سارا منظر کونے میں کھڑا دیکھ رہا تھا۔ میرے دائیں جانب نور کا ایک ہالہ آناً فاناً بن چکا تھا۔ میں پر سکون حالت میں روشنیوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا، جیسے میں اپنے آپ کو ایک نئی دنیا کا فرد محسوس کرنے لگا تھا اور اپنے جسم کے ساتھ کیے جانے والے طبی عمل سے بھی لاتعلق تھا۔

اسپتال کے مختلف حصوں سے توانائی کی لہریں اوپر جا رہی تھیں۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ لوگوں کی دعائیں ہیں۔ پھر مجھے پیغام ملا کہ تمہیں واپس جانا ہے، تو مجھے بالکل اچھا نہیں لگا، مگر اس کے علاوہ کوئی چارہ کا نہیں تھا۔ میں ہوا میں تیرتا ہوا دوبارہ اپنے خالی جسم میں حلول کر گیا۔" (از یم بیگ نمان)

موضوع نمبر ۳۸

موت کے بعد کی زندگی اور جدید سائنسی تحقیقات

قرآن مجید میں موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ویحی الارض بعد موتھا، کذلک تخرجون ○

"وہ زندہ کو مردے سے نکلتا ہے اور مردے کو زندہ سے نکال لاتا ہے اور زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ اسی طرح تم لوگ بھی (حالت موت سے) نکال لیے جاؤ گے۔" (الروم ۳۰ آیت ۱۹)

قرآن میں بہت سی اور آیات ایسی بھی ہیں جو اس آیت سے ملتی جلتی ہیں۔ لیکن ہم اس کی تشریح بطور خاص کریں گے۔ اس لیے کہ وہ لوگ جو حیات بعد الموت پر یقین نہیں رکھتے، اس میں دیئے گئے انتہائی اہم سائنسی پیغامات کو دیکھ سکیں۔ یہ دیکھا جائے گا کہ بطور خاص اس آیت کی ابتداء ان الفاظ سے ہو رہی ہے۔ "وہ زندہ کو مردے سے نکالتا ہے۔" اگر اس کی ابتداء اس کے فوراً بعد آنے والے فقرے سے ہوتی تو ہمیں یہ عام قسم کے حیاتیاتی مظہر قدرت کا بیان نظر آتا۔

موت کے بعد زندہ ہونے کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اے لوگو! اگر تم کو قیامت کے دن موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے امکان پر شک وشبہ ہے کہ ہمارے مردہ جسم سڑ کر مٹی بن جائیں گے تو پھر کیسے دوبارہ جی اٹھیں گے۔ تم ذرا اپنی پیدائش (کے مسلسل تطورات) پر غور کرو کہ ہم نے تم کو خاک دھول سے پیدا کیا۔ یعنی اول تو تمہارے جدِ اعلیٰ کی تخلیق مٹی سے کی اور اس کے بعد ہر آدمی کو قطرے سے پیدا کیا اور نطفہ (قطرہ) خون سے بنتا ہے اور خون غذا سے۔ جس کا مادہ تخلیق عناصر ارضیہ ہیں۔ ذرا سوچو، تمہاری زندگی کا آغاز مٹی ہی سے تو ہوا تھا، جس سے نباتات (غذا) اور خون کی منزلیں طے کر کے نطفہ بنا (جو ایک خوردبینی کیڑا تھا) جو جونک کی طرح چٹ کر رحم مادر میں خون چوستا رہا اور بڑھتا ہوا شکلیں بدلتا رہا۔ پہلے جمے ہوئے خون کا لوتھڑا پھر بوٹی سی بن گئی۔ جس میں بتدریج تغیرات ہوتے گئے۔ پھر ایک وقت آتا ہے جب آدمی کا پورا نقشہ (ہاتھ، پاؤں، انگلیاں، ناخن، کان، آنکھ، ناک، منہ

وغیرہ) سب کچھ تیار ہوتا جاتا ہے اور ایک وقت وہ تھا جبکہ وہ پورا نہیں بنا تھا۔" (۲۲:۵تا۷)

اور ہم نے بنایا آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے، پھر ہم نے رکھا اس کو پانی کی بوند کر کے ایک جمے ہوئے ٹھکانے میں، پھر بنایا اس بوند سے لہو جما ہوا۔ پھر بنائی اس لہو سے گوشت کی بوٹی، پھر بنا ئیں اس بوٹی سے ہڈیاں، پھر پہنایا ان ہڈیوں پر گوشت، پھر کھڑا کیا اس کو ایک نئی صورت میں۔ سو بڑی برکت اللہ کی جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔ پھر تم اس کے بعد مرو گے، پھر تم قیامت کے دن کھڑے کیے جاؤ گے۔ (۲۳:۱۲تا۱۶)

انسانی تحقیقات اور کوشش کے باوجود بھی دنیا کا کوئی سائنسدان، ماہر نفسیات اور محقق کلی طور پر یہ بتانے سے قاصر ہے کہ آخر موت کیا ہے۔ نزاع کا عالم کیسا ہوتا ہے، یہ تو ایک سربستہ راز ہے، جس سے وہی واقف ہے جس نے انسان کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ ہی واقف حیات وموت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"روح اللہ کا حکم ہے۔"

محترم محمد یوسف صاحب لدھیانوی مرحوم نے اپنے ایک مضمون میں حیات بعد الموت کے بارے میں لکھا ہے کہ موت کے بعد انسان ایک دوسرے جہان میں پہنچ جاتا ہے جس کو "عالم برزخ" کہتے ہیں۔ وہاں کے پورے حالات کا اس جہان میں سمجھنا ممکن نہیں۔ اس لیے نہ تو تمام کیفیات بتائی گئی ہیں اور نہ انسان ان کے معلوم کرنے کا مکلّف ہے۔ البتہ جتنا کچھ ہم سمجھ سکتے تھے عبرت کے لیے اس کو بیان کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ:

"میت پہچانتی ہے کہ کون اسے غسل دیتا ہے، کون اسے اٹھاتا ہے، کون اسے کفن پہنچاتا ہے اور کون اسے قبر میں اتارتا ہے۔" (مسند احمد، معجم، اوسط طبرانی)

دفنانے کے بعد روح اپنا وقت آسمان پر گزارتی ہے یا قبر میں یا دونوں جگہ؟ اس کے بارے میں بھی روایات مختلف ہیں اور علمائے کرام کے اقوال بھی مختلف ہیں، مگر تمام نصوص کو جمع کرنے سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ نیک ارواح کا اصل مستقر علیین ہے (مگر اس کے درجات بھی مختلف ہیں) بد ارواح کا اصل ٹھکانا سجین ہے اور ہر روح کا ایک خاص تعلق اس کے جسم کے ساتھ کر دیا جاتا ہے، خواہ جسم قبر میں مدفون ہو یا دریا میں غرق ہو، یا کسی درندے کے پیٹ میں۔ الغرض جسم کے اجزاء جہاں جہاں ہوں گے، روح کا ایک خاص تعلق ان کے ساتھ قائم رہے گا اور اسی

خاص تعلق کا نام برزخی زندگی ہے۔ جس طرح نور آفتاب سے زمین کا ہر ذرہ چمکتا ہے، اسی طرح روح کے تعلق سے جسم کا ہر ذرہ زندگی سے منور ہو جاتا ہے۔ اگرچہ برزخی زندگی کا ٹھیک ٹھیک اس دنیا میں معلوم کرنا ممکن نہیں۔

روح کو دنیا میں گھومنے کی آزادی ہوتی ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں تو بیان کیا جا چکا ہے کہ کفار و فجار کی روحیں تو سجین کے "جیل" میں مقید ہوتی ہیں، ان کے کہیں آنے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نیک ارواح کے بارے میں کوئی ضابطہ بیان نہیں فرمایا گیا۔ اس لیے اس سلسلے میں قطعیت کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ روح اپنے تصرفات کے لیے جسم کی محتاج ہے، جس طرح جسم روح کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا، اسی طرح روح بھی جسم کے بغیر تصرفات نہیں کر سکتی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ موت کے بعد اس ناسوتی جسم کے تصرفات ختم کر دیے جاتے ہیں، اس لیے مرنے کے بعد روح اگر کوئی تصرف کر سکتی ہے تو مثالی جسم سے کر سکتی ہے۔

چنانچہ احادیث میں انبیاء کرام علیہ السلام، صدیقین، شہداء اور بعض صالحین کے مثالی جسم دیے جانے کا ثبوت ملتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جن ارواح کو مرنے کے بعد مثالی جسم عطا کیا جاتا ہے وہ اگر باذن اللہ کہیں آتی جاتی ہوں تو ان کی نفی نہیں کی جا سکتی۔ مثلاً شب معراج میں انبیاء کرام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے لیے بیت المقدس میں جمع ہونا، شہداء کا جنت میں کھانا پینا اور سیر کرنا، اس کے علاوہ صالحین کے بہت سے واقعات اس قسم کے موجود ہیں۔ لیکن جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے، اس کے لیے کوئی ضابطہ متعین کرنا مشکل ہے۔ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "شرح الصدور" میں حیات بعد الموت کے بارے میں بہت سی روایات بیان کی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص بیمار ہو گیا اور اس کے دوست اس کے اردگرد بیٹھے بیمار پرسی کر رہے تھے۔ اچانک وہ شخص بے ہوش ہو گیا۔ دوستوں نے اس کو مردہ سمجھ کر اس کی آنکھیں بند کر کے اس کے منہ پر چادر ڈال دی۔ بعد ازاں جب اس کو کفنانے دفنانے لگے تو اس میں کچھ حرکت ہوئی اور وہ ہوش میں آ گیا۔ اس نے بیان کیا کہ وہ واقعی مر چکا تھا۔ اس کو برزخ میں لے جایا گیا جہاں ایک شخص نے اس کے گزشتہ اعمال ایک ایک کر کے گنوائے، جن پر وہ سخت شرمندہ اور نادم ہوتا رہا۔ ایک خوبصورت ہستی نے آ کر اس کی نیکیاں

گنوانی شروع کیں۔ یہ سن کر ایک ہستی نے آ کر کہا کہ اس کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا، اس کو بروز پیر مرنا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مریض نے انہیں بتایا کہ اگر وہ پیر کو مر گیا تو سمجھیں کہ جو کچھ اس نے دیکھا وہ حقیقت ہے اور اگر وہ نہ مرا تو اس کو ہم وہم کہیں گے۔ بالآخر وہ شخص پیر کو فوت ہو گیا۔

علامہ حافظ ابن قیم "کتاب الروح" میں فرماتے ہیں۔ حدیث لمبی ہے ہم تھوڑی بیان کرتے ہیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب انسان آخرت میں داخل ہونے والا ہوتا ہے اور دنیا میں اس کی آخری سانسیں ہوتی ہیں تو اس کے پاس آفتاب جیسے چمکیلے چہروں والے فرشتے اتر آتے ہیں جو اس کی حد نگاہ تک ہوتے ہیں۔ پھر ملک الموت اس کے سرہانے آ کر بیٹھ جاتا ہے۔"

چودہ صدیوں سے صحابہ رضی اللہ عنہ اور بعد کے بزرگان دین نے آج تک ہزاروں موت کے دوران عالم غائب، فرشتوں اور مرسلین کا مشاہدہ کیا ہے، مگر دماغی امراض کے ڈاکٹر اسے واہمہ قرار دیتے تھے۔ لیکن موجودہ دور کے ڈاکٹروں نے موت کے بعد زندگی کی حقیقت کو ثابت کر دیا اور بیسویں صدی میں عراق میں دو صحابہ رضی اللہ عنہ کی قبر کشائی اور تازہ جسموں کی موجودگی موت کے بعد کی زندگی کی بہترین دلیل اور ثبوت ہیں۔ ذیل میں واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

عراق کے شاہ فیصل اول کے زمانے میں بغداد میں دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا تاریخی واقعہ بھی ایمان کو تازہ کرنے والا اور نہایت حیرت انگیز ہے۔ جس میں بیسویں صدی عیسوی میں سینکڑوں لوگوں نے ان دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی جسمانی زیارت کی۔ جن کی قبریں پانی رسنے کی وجہ سے کھولی گئیں تو ان کے اجسام مطہر موجود تھے اور ان کے چہروں پر نظر ڈالنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں دفنائے ہوئے ابھی چند گھنٹے ہوئے ہیں۔ حالانکہ وہ تقریباً تیرہ چودہ سو برس پہلے دفن کیے گئے تھے۔ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں ایک غیر معمولی چمک تھی۔ وہاں پر موجود اشخاص میں سے کوئی بھی ان سے آنکھیں ملانے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔ ایک جرمن ماہر چشم تو یہ منظر دیکھ کر فوراً ہی مسلمان ہو گیا تھا۔ بعد ازاں اور بھی بہت سے لوگ مسلمان ہوئے اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کا ایمان تازہ ہو گیا۔

اعتراف حقیقت:

موت کے بعد کی زندگی کے بے شمار واقعات ہر دور میں پیش آتے رہے ہیں اور آج بھی پیش آ رہے ہیں۔ موجودہ زمانے میں اس قسم کے واقعات کو جمع کر کے علمی طور پر ان کا تجزیہ کیا گیا ہے اور ان کے مطالعے کے لیے نفسیات کی ایک مستقل شاخ وجود میں آ گئی ہے، جس کو فزیکل ریسرچ Psychical Research کہا جاتا ہے۔ چنانچہ نفسیات کے بڑے بڑے ماہرین جو مذہب پر عقیدہ نہیں رکھتے، سائیکیکل ریسرچ کے نتائج کو مان کر زندگی کے بعد موت کی کسی نہ کسی شکل کا اقرار کرنے لگے ہیں۔ براؤن یونیورسٹی میں فلسفے کے استاد پروفیسر جی ڈوکاس لکھتے ہیں:

کچھ بہت ہی ذہین اور نہایت ذی علم افراد جنہوں نے سالہا سال تک نہایت تنقیدی نظر سے متعلقہ شہادتوں کا مطالعہ کیا ہے، وہ بالآخر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کم از کم کچھ شواہد ایسے ضرور ہیں جن سے صرف بقائے روح کا فریضہ (Survival Hypothesis) ہی معقول اور ممکن نظر آتا ہے۔ اس کی دوسری کوئی توجیہ نہیں کی جا سکتی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے بعد زندگی کا عقیدہ جس کو بہت سے لوگ مذہبی طور پر مانتے ہیں، نہ صرف یہ کہ صحیح ہے، بلکہ وہ ایک ایسا عقیدہ ہے جس کو تجرباتی دلیل (Empirical Proof) سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔

(Aphilosophical Scrutiny of Religion, P-12)

اس طرح کے واقعات کا مطالعہ کرنے سے دو باتیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں۔

(۱) یہ کہ موت کے بعد زندگی کسی اعلیٰ شکل میں باقی رہتی ہے۔

(۲) موجودہ دنیا میں انسان کے اعمال اخلاقی پہلو سے ایسے نتائج پیدا کر سکتے ہیں جو بظاہر مادی آنکھوں سے نظر نہیں آتے، مگر بطور حقیقت وہ موجود ہوتے ہیں اور مرنے کے بعد انسان ان سے دوچار ہوتا ہے۔

یہ وہ حقیقت ہے کہ جو ہمارے اپنے مشاہدے اور تجربے کے ذریعے ہمارے سامنے آتی ہے۔ اس کے ساتھ اگر ان خبروں کو ملا لیا جائے جو قرآن و حدیث کے ذریعے ہمیں دی گئی تو یہ بات مکمل ہو جاتی ہے اور جو چیز گمان کے درجے میں تھی وہ یقین کے درجے میں پہنچ جاتی ہے۔

مثالی جسم کو موت نہیں آتی:

دراصل جب ہم سوجاتے ہیں تو یہ مثالی جسم ہمارے جسم سے الگ ہوجاتا ہے اور مختلف جگہوں کی سیر کرتا ہے۔ بہت سے تجربات سے گزرتا ہے، اسی لیے خواب میں ہمیں ہر چیز حقیقی معلوم ہوتی ہے۔ دراصل یہ مثالی جسم ہی ہے، جس پر گناہ، ثواب، فرحت وانبساط، کرب و اذیت کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ گویا محسوسات کی دنیا کا تعلق صرف اور صرف اسی مثالی جسم (Astral Body) سے ہے۔ مادی جسم تو بیرونی دنیا کے اثرات کو میکانکی طریقے سے اس مثالی جسم تک منتقل کرتا ہے۔

سننے کے لیے کان کے تینوں حصے ایک میکانکی عمل کے ذریعے ہوا کے ارتعاش اندرونی کان تک پہنچاتے ہیں۔ یعنی بیرونی کان، درمیانہ کان اور اندرونی کان تینوں اس میں حصہ لیتے ہیں۔ ہوا کا ارتعاش بیرونی کان کے پردے سے ٹکرا کر اس میں ارتعاش پیدا کرتا ہے۔ درمیانی کان میں رکاب اور ہتھوڑی نما ہڈیاں اس ارتعاش کو بلند کر کے اندرونی کان جو ایک گھونگھے کی طرح ہوتا ہے اور اس کے اندر سیال مادہ اور بال ہوتے ہیں۔ یہاں سے یہ ارتعاش برقی محرکات (Electrical Impulses) میں تبدیل ہوکر دماغ میں چلا جاتا ہے۔ دماغ اس کو سمجھتا ہے، کیونکہ دماغ بھی بجلی سے چلتا ہے جو کیمیائی طریقے سے دماغ پیدا کرتا ہے۔

اسی طرح آنکھ بھی ایک آلہ ہے بیرونی دنیا سے جو روشنی منعکس ہوکر پتلی سے گزر کر قرنیہ اور پردہ شبکیہ پر پڑتی ہے۔ راڈز اور کونز (Rods and Cones) رنگوں کو اس پردہ شبکیہ پر منعکس کرتے ہیں۔ یہ تمام رنگوں کو دیکھنے والے اعصاب تک منتقل کردیتے ہیں۔ یہ اعصاب ان محرکات کو بجلی کی لہروں (Electrical Impulses) میں تبدیل کردیتے ہیں۔ ان برقی محرکات کو دماغ سمجھتا ہے۔ اور اسے پتہ ہے کہ کیا دیکھ رہا ہے۔ بہ الفاظ دیگر ان برقی محرکات (Electrical Impulses) کو یہ مثالی جسم ہی سمجھتا ہے۔

نیند میں یہ مثالی جسم اس مادی جسم کو بستر پر سوتا چھوڑ کر سیر کرتا ہے، خوشی وانبساط، غم واندوہ، کرب واذیت کے تمام اثرات اسی مثالی جسم پر مرتب ہوتے ہیں اور یہی ان تجربات سے گزرتا ہے۔ کیونکہ محسوسات کی دنیا اسی مثالی جسم سے متعلق ہے۔ مادی جسم محسوسات سے عاری ہے۔

جب انسان مرجاتا ہے تو یہ مثالی جسم مادی جسم سے ایسے الگ ہوجاتا ہے جیسا کہ نیند کے عالم میں الگ ہوجاتا ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ جب موت آتی ہے تو نفس بھی ساتھ ہی مرجاتا ہے۔

اس نفس کے ساتھ دوران خون، دل کا دھڑکنا، کھانا ہضم ہونا، معدے کی حرکت، سانس لینا، ڈایافرام کا اوپر نیچے ہونا، پسینہ آنا، پیشاب آنا، بول و براز کا اخراج ہونا، غرضیکہ اور کافی اعمال جو ہم ارادی طور (Consciously) پر بجا نہیں لاتے، دماغ کے اس اندرونی حصے سے منسلک ہوتے ہیں، جسے عرف عام میں لاشعور (Unconscious) یا نفس کہتے ہیں۔ یہ دماغ کی اندرونی تہوں میں محفوظ ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ زندگی کی ڈور بندھی ہوتی ہے۔ ہم اسے قرآن کی زبان میں نفس کہتے ہیں۔

مثالی جسم (Astral Body) نہیں مرتا۔ وہ ویسے ہی عنفوان شباب میں قائم ودائم رہتا ہے، جیسے وہ جنین کے ساتھ تھا۔ موت صرف نفس پر وارد ہوتی ہے۔

كل نفس ذائقة الموت O

تمام نفوس موت کا ذائقہ چکھیں گے، لیکن وہ روحانی یا مثالی جسم موت کی زد سے باہر ہے یا غیر مادی ہے۔ یہ متشکل روحانی جسم ہے، فرحت وانبساط، غم واندوہ، کرب واذیت، غرضیکہ ہر طرح کی کیفیت اس پر طاری ہوتی ہے اور یہی محسوسات کا اصل مرکز ہے۔ بیرونی دنیا سے بذریعہ مادی جسم جڑا ہوتا ہے۔ حواس خمسہ کو ٹھیک حالت میں کام کرنے کے لیے ایک صحت مند مادی جسم کی ضرورت ہے اور یہی حواس خمسہ بیرونی دنیا کے اثرات کو میکانکی طریقے سے دماغ کے اس حصے تک پہنچاتے ہیں جو مرکز حیات ہے اور مثالی جسم کا ٹھکانہ اور گھر۔ (قرآن اور تخلیق کائنات)

موت کے بعد زندگی کا سائنسی ثبوت:

اگر زندگی شعور، یادداشت اور حرکت کا نام ہے تو پھر آدمی کا ذرہ ذرہ ایک زندہ حقیقت ہے۔ نہ صرف یہ کہ ان کی اپنی متعلق یادداشت ہے بلکہ وہ جسم میں دیگر ایٹموں سے بھی اپنے تعلق کو یاد رکھتے ہیں۔ اب یہ نظریہ ایک سائنسی حقیقت کے طور پر بھی ثابت ہوچکا ہے کہ اگر دو ذرات کبھی اکٹھے ہوں اور انہیں علیحدہ کردیا جائے تو اس کے بعد بھی وہ ایک دوسرے کے حالات سے باخبر رہتے ہیں۔

۱۹۹۳ء میں فرانس کی ایک لیبارٹری میں پانی کے مالیکیولوں پر تجربات کیے گئے اور ثابت

ہوا کہ ان کی یادداشت برقرار ہے۔ اسی طرح ۱۹۹۴ء میں یہ ثابت ہوا کہ ایک منبع سے نکلنے والی روشنی کے دو فوٹون ایک دوسرے سے کروڑوں میل کی مسافت تک بھی جدا ہو جائیں تو ان کا کسی نامعلوم نظام کے تحت آپس میں تعلق قائم رہتا ہے۔ مثلاً اگر ان میں سے ایک گھومتا ہے تو دوسرا بھی خود بخود اس کا اثر محسوس کرتا ہے۔

ہمارے سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر روشنی کے ایک منبع سے جدا ہونے والے فوٹون ایک دوسرے کو نہیں بھولتے تو انسانی جسم کے ایٹمی ذرات کیسے ایک دوسرے کو بھول سکتے ہیں۔ چنانچہ انہیں جب بھی مناسب ماحول نصیب ہوگا وہ دوبارہ اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ ایک دوسرے کو باہم بلا سکتے ہیں اور اپنے پرانے ڈیزائن کے مطابق ترتیب پا کر دوبارہ باہم زندگی کا نیا سفر شروع کر سکتے ہیں۔ یعنی حیات بعد الموت کوئی اچنبھا نہیں بلکہ قدرت کے ڈیزائن کا ایک ضروری حصہ ہے، اور یہ ہو کر ہی رہے گا۔

موت کے بعد زندگی کی پہلی دلیل:

مادہ حیات پروٹو پلازم (Protoplasm) ایک بہت ہی پیچیدہ مادہ ہے جو پانی سے مرکب ہوتا ہے۔ یہ بہت سے نامیاتی (Organic) اور غیر نامیاتی (Inorganic) مادوں سے مرکب ہوتا ہے۔ نامیاتی مادوں میں لحمیہ، نشاستہ، چکنائی اور Nuclic Acids ہوتے ہیں اور غیر نامیاتی مادوں میں Phosphorous, Sodium, Magnesium, Clacium, Potassium اور کچھ دیگر مادے شامل ہیں۔

مادہ حیات پروٹو پلازم کے یہ اجزائے ترکیبی بذات خود حیات نہیں رکھتے، لیکن جب یہ ایک متعین طرز پر منظم ہو جاتے ہیں تو زندگی کا ظہور ہوتا ہے۔ جس کی طرف کلام پاک میں نشاندہی کی گئی ہے۔

"اور تو ہی بے جان چیزوں سے جانداروں کو نکالتا ہے۔" (۳:۲۷)

اس کا مطلب یہ ہے کہ پروٹو پلازم کے اندر ایک نہایت ہی منظم نظام موجود ہے۔ اس کے مجموعے کو خلیہ (Cell) کہتے ہیں۔ اس کے اندر ایک مرکزہ یعنی Nucleus اور ایک جھلی پائی جاتی ہے، اور یہ دونوں خلیے کی زندگی کے لیے نہایت اہم ہیں۔ اب ذرا غور کیجئے کہ حیوانوں اور انسانوں کے مادہ حیات کے تمام عناصر ارضیہ ہیں۔ انہی مردہ عناصر کو غذا بنا کر

نطفہ بنا، پھر نطفہ سے کئی درجے طے کر کے انسانی تشکیل و تخلیق ہوئی اور بچہ ظہور میں آیا۔ پھر یہی بچہ دودھ، سبزی، اناج، پھل اور گوشت وغیرہ کھا کے قوت اور توانائی حاصل کرتا ہے اور اس سے پھر وہی نطفہ پیدا ہوتا ہے جس سے بچہ بنتا ہے جو غذا ہضم کر کے جوان ہوتا ہے اور پھر کمال پر پہنچ کر زوال کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بڑھاپے میں نیم جاں ہو جاتا ہے اور بالآخر مر جاتا ہے۔

خوردبینی مشاہدے سے معلوم ہوا کہ انسان کا رقیق مادۂ تخلیق جسے قرآن میں "نطفہ" کہا گیا ہے، ان گنت خوردبینی کیڑوں (Sperms) کا مجموعہ ہے۔ انہی کیڑوں کے اندر قدرت نے تناسل کی وہ اعلیٰ ترین مشینری رکھی ہے جو انسان کے نوعی امتیازات اور موروثی خصوصیات کو ایک فرد سے دوسرے فرد میں منتقل کرتی رہتی ہے۔ یہی کیڑے انسانی وجود کی تخلیق کا ذریعہ ہیں۔ الیکٹرانک خوردبین (Electronic Microscope) میں دیکھنے کے بعد بھی ان کیڑوں میں زندگی کے آثار نہیں ملتے اور یہ باور کرنا مشکل ہے کہ یہ انسانی وجود کا بیج ہو سکتا ہے۔ مگر درحقیقت اسی سے ایک مکمل اور باشعور انسان وجود میں آتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صناعی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

انسان کی تشکیل ایک مرکب خلیے سے ہوتی ہے جو مرد اور عورت دونوں سے حاصل ہوتا ہے۔ جرثومہ حیات (Sperms) مردانہ تناسل میں کسی حرکت کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ لیکن رطوبت منویہ (Semeu) کے اخراج کے ساتھ ہی ان میں نقل و حرکت شروع ہو جاتی ہے۔ عام حالت میں رطوبت منویہ کی تعداد ۳ سے ۴ سی سی (Cubic Centi meter) ہوتی ہے اور ایک سی سی میں ۴۰ سے ۱۵۰ ملین (Million) تک یہ جرثومۂ حیات ہوتے ہیں اور ہر جرثومہ حیات اپنے اندر مکمل انسان بننے کی صلاحیت رکھتا ہے مگر ان میں سے صرف ایک ہی اس عمل میں کام آتا ہے۔ یہ خدا کی حکمت و خلاقیت کا وہ بلند مقام ہے جس کا تصور بھی انسانی ذہن کے لیے محال ہے۔

اب تخلیق کے تدریجی دور پر نظر ڈالیے۔ رحم مادر کے قریب بیضہ دانی (Ovary) ہوتی ہے۔ جس میں بیضہ انثیٰ (Ovum) بنتا ہے۔ یہ سائز میں نطفے سے بڑا ہوتا ہے۔ اس میں بھی نوعی امتیازات اور موروثی خصوصیات کو منتقل کرنے کی پوری مشینری موجود ہوتی ہے۔ بظاہر بے جان ہوتا ہے، یہ دو جھلیوں میں ملفوف ہوتا ہے۔ اندرونی جھلی اور بیرونی جھلی۔ اسی بیرونی

جھلی کو چھید کر جرثومہ حیات بیضہ دانی میں داخل ہوتا ہے اور اس میں موجود بیضہ انثٰی سے مل کر اس کو حاملہ (Fertilize) کر دیتا ہے۔ اس عمل کو (Fertilization) کہتے ہیں۔ نطفہ اور بیضہ انثٰی کے باہم ملاپ سے ایک مرکب خلیہ (Zygote) وجود میں آتا ہے اور یہی حیات کا نقطہ آغاز ہے۔

اس باہم ملاپ کے بعد حاملہ بیضہ دو مساوی خلیوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ ان خلیات میں تقسیم در تقسیم کے نتیجے میں خلیات کا جھنڈ بن جاتا ہے جو بارہ خلیات پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ بارہ خلیاتی مجموعہ استقرار حمل کے ۷۲ گھنٹے بعد رحم (Uterus) کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اس مجموعے میں رطوبت جمع ہونی شروع ہوتی ہے جو پھیل کر ایک جوف کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر بیضہ ۴۰ خلیات پر مشتمل ایک کروی مجموعے میں تبدیل ہو جاتا ہے اور طول میں بڑھنے لگتا ہے اور ایک لمبی چیز کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے جس کو (Embryo) کہتے ہیں۔ اس کے دونوں سرے کسی قدر پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ قرآن نے جس کو علقہ سے تعبیر کیا ہے، وہ جونک کے لیے متعمل ہے۔ جس میں ہڈی نہیں ہوتی محض ایک لوتھڑی کی طرح لمبی ہوتی ہے جو خون پی پی کر ایک نقشہ بنی ہوئی بوٹی کی طرح ہو جاتی ہے۔ یہ رحم کی مخاطی جھلی (Mucous Membrane) میں پیوست ہو جاتی ہے۔ پھر اس میں بڑی تیز رفتاری سے تقسیم در تقسیم کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور خلیے تین تہوں کی شکل میں مرتب ہو جاتے ہیں اور آگے چل کر جنین (Foetus) کے مختلف اعضاء اور نظام بنتے ہیں۔

اوپری حفاظتی تہہ (Ectoderm) سے جلد، دماغ، نخاع اور اعصاب وغیرہ بنتے ہیں۔ درمیانی تہہ (Mesoderm) سے ہڈیاں، عضلات، خون کی نالیاں اور (Connective tissue) بنتے ہیں۔ اندرونی تہہ (Endederm) سے نظام ہضم اور دیگر اعضاء بنتے ہیں۔ ان متعدد خلیوں سے یکساں ساخت اور افعال رکھنے والے خلیے مل کر Tissue بناتے ہیں اور بہت سے Tissue مل کر ایک عضو کی تکمیل کرتے ہیں۔ کئی اعضاء مل کر ایک نظام بناتے ہیں اور اسی متعدد نظاموں کے مجموعے کو جسم کہتے ہیں۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ مختلف قسم کے خلیوں سے مختلف قسم کے Tissue اور متعدد Tissue سے مختلف اعضاء بنے، مگر دل کے خلیے دماغ کے خلیوں سے مختلف، دماغ کے خلیے جگر کے خلیوں سے مختلف، اور جگر کے خلیے ہڈی کے خلیوں سے مختلف ہوتے ہیں، جبکہ

سب میں کاربن، ہائیڈروجن، نائٹروجن، آکسیجن اور کچھ نمکیات موجود ہوتے ہیں۔ مگر انہی جزاء کی الگ الگ ترکیب سے مختلف عضو تکمیل پاتے ہیں جن کا دائرہ عمل بھی دوسرے سے الگ ہوتا ہے۔ جس طرح ان تکوینی تغیرات میں شکل اور ترتیب وقتاً فوقتاً بدلتی رہتی ہے مگر حقیقت وجود نہیں بدلتی یعنی بیج اور نطفے کی شکل تو ضرور بدلی، مگر حیاتی عناصر نہیں بدلے جن سے دوبارہ پھر اسی وجود کی تشکیل ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ سمجھ لینا چاہیے کہ انسانی وجود کا خول یا ڈھانچہ تو ضرور مرنے کے بعد راکھ یا مٹی کا ڈھیر بن جاتا ہے، مگر اس کا کچھ حصہ یعنی روح باقی رہتی ہے اور جو کچھ بھی باقی رہ جاتا ہے اس کا دوبارہ حیات ابدی میں تبدیل ہو جانا کیا خدائے بزرگ و برتر کے لیے کوئی مشکل کام ہے؟ آخر پودا بیج ہی سے تو بنا تھا اور انسان ایک حقیر پانی کی بوند سے۔

میرا ایک ذاتی تجربہ جرثومے سے متعلق ہے۔ جو اپنی تجربہ گاہ میں مجھے ہوا۔ کیونکہ ہمارا کام جرثوموں کے ذریعے مختلف قسم کے کیمیاوی مرکب بنانا ہوتا ہے، لہٰذا ان کو ایسی حالت میں رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ ان کی اصلیت اور کیمیاوی عمل میں کوئی تبدیلی نہ آنے پائے۔ اس کے لیے ان جرثوموں کو ہم مٹی میں محفوظ کر لیتے ہیں۔ اس حالت میں تقریباً پندرہ سے بیس سال تک مٹی میں محفوظ رہتے ہیں اور جب وقت ضرورت ان کو مٹی سے نکال کر مناسب خوراک اور ماحول دیا جاتا ہے تو پھر ان میں زندگی کی وہی سرگرمیاں شروع ہو جاتی ہیں اور تقسیم در تقسیم کے ذریعے مزید نئے خلیے وجود میں آتے ہیں۔ جس سے پھر ان کی نسل چلتی ہے۔

جب ایک حقیر اور ادنٰی سا انسان خدا کے حکم سے ان کو دوبارہ حیات معنوی میں لا سکتا ہے تو خود اس کی قدرت اور حکمت کی کوئی انتہاء ہی نہیں ہے اور یہ کم عقل انسان اس حکومت کا احاطہ کہاں کر سکتا ہے؟ لہٰذا بے اختیار زبان سے نکلتا ہے:

تو ہے محیط بیکراں میں ہوں ذرا سی آبجو!

جب وہ اپنی بارانِ رحمت سے عرب کی مردہ اور بے آب و گیاہ سرزمین سے نور ہدایت کا وہ بیج پیدا کر سکتا ہے جس کے درخت کی شاخیں نہ صرف حجاز و یمن بلکہ تمام عالم پر سایہ فگن ہو گئیں، جس نے عالم کی پیاسی روح کو سیراب کر دیا اور جس کے صرف ایک کن فیکون سے سارا عالم وجود میں آ گیا تو قیامت کے روز دوبارہ جی اٹھنے میں کیا اب بھی کوئی شک ہے؟

(از ڈاکٹر صفیہ بیگم، اسسٹنٹ ڈائریکٹر پی ڈی آر آئی)

موت کے بعد زندگی پر دوسری دلیل:

اس بارے میں ڈاکٹر نور ہلوک باقی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

قرآن کی آیات میں اللہ نے جو اکثر مقام پر یہ اعلان کیا ہے کہ:

''ہم زندہ کو مردہ سے نکالتے ہیں''

وہ اپنے اندر ملحدوں کے لیے ایک انتہائی سنجیدہ جواب رکھتا ہے۔ اس لیے کہ ملحد لوگ ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ ''زندگی تو صرف زندگی ہی سے نکلتی ہے۔'' اوپر کی مثالیں صاف صاف بتاتی ہیں کہ یہ لوگ کس قدر غلطی پر ہیں۔

اس موقع پر میں ایک اہم نکتے کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ ہر جسمیہ کے نمائندہ جینی کوڈ اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ ایک طرح سے سکونی حالت میں (Static) ہوتے ہیں۔ بلکہ بغیر زندگی کے ہوتے ہیں۔ جب تک کہ ان کو حرکت پذیر ہونے کا حکم نہیں مل جاتا۔ درحقیقت بہت باریک ترین جرثومے (مائیکروب) اور وائرس ایک بے جان مردہ حالت میں ایسے چلے جاتے ہیں جیسے جمے ہوئے بلور ہوتے ہیں اور یہ اس وقت تک اسی حالت میں رہتے ہیں جب تک حفاظتی دیوار کے حامل انتہائی چھوٹے اور ایک سیل کے حامل خلیوں (Spores) اور اندرونی خوردبینی ڈھانچے کو پانی نہیں مل جاتا۔

انسانوں میں بھی اسی قسم کی چیزوں کا مشاہدہ ملتا ہے۔ اگرچہ ہر خلیہ مثلاً بیرونی جلد کی تہہ والا خلیہ (Epidermal Cells) ایک مکمل انسان کے جینی کوڈ کا حامل ہوتا ہے۔ یہ خلیے خود اپنے طور پر کبھی بھی ایک انسان کی تشکیل نہیں کر سکتے، کیونکہ سوائے ایک حصے کے دیگر پورا کوڈ چھپا ہوا ہوتا ہے۔ ایک لحاظ سے یہ کتابی علم کی نظر میں سکونی تاریں (Static Wiring) جیسی بات ہے۔ دوسری طرف جرثوموں (مائیکروب) کے حفاظتی دیوار والے خلیوں میں اور کرسٹل (بلور) کی شکل کے وائرس میں زندگی کی لہر کا دوڑ جانا ایسا ہی ہے جیسے مردہ سے زندہ کا نکلنا ہے۔

نسلیہ یا نمونہ کے بارے میں یہی پیغام ہمیں حوا کی تخلیق میں نظر آتا ہے۔ بہت سے لوگ یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ کس طرح حوا کو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا۔ اگر اللہ چاہتا تو حوا کو مٹی ہی سے ایک لمحے میں پیدا کر سکتا تھا۔ پھر اس نے اسے آدم علیہ السلام کی پسلی ہی سے

کیوں پیدا کیا؟

جدید علم حیاتیات کے ذریعے ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ انسانی جسم میں دوبارہ پیدا کرنے کے قابل جو خلیے ہیں، آج کل یہ خلیے گودے سے الگ کر کے لیبارٹری میں دوبارہ پیدا کیے جا سکتے ہیں۔ مگر یہ خلیے بطور خود بھی صرف ہڈی کے گودے کے نئے خلیے ہی بنا سکتے ہیں۔ لیکن اگر ان کے پورے مجموعہ قواعد (کوڈ) کو پوری طرح سمجھا جا سکتا تو ایک انسان کی پوری تقدیر کے متعلق کوئی حتمی فیصلہ کیا جا سکتا تھا۔ پسلی کی ہڈی سے حوا کی پیدائش ہمیں اس عظیم حیاتیاتی اسرار سے آگاہ کر رہی ہے۔ چنانچہ اس فرمان کہ ''ہم مردہ سے زندہ کو نکالتے ہیں'' کا ایک اسرار تو آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کرنے سے تعلق رکھتا ہے، جبکہ حوا کی پیدائش کا اسرار اس کی پسلی سے تعلق رکھتا ہے۔

جہاں تک زندہ سے مردہ کو نکالنے کے راز کا تعلق ہے تو سب سے پہلے جو چیز ذہن میں آتی ہے وہ ہے زندہ چیزوں کے فنا یا مرنے کا تصور۔ ہمیں علم حیاتیات سے معلوم ہوا ہے کہ DNA کے ذرے (مالیکیول) جو بہت ہی چھوٹی اکائیاں ہوتی ہیں، توانائی کی نمائندگی کرتے ہیں اور اپنی ہی قسم کی نقل تیار کرتے ہوئے ہمیشہ کے لیے زندہ رہ سکتے ہیں۔ ان کا موت سے ہمکنار ہونا یعنی ان کے وجود کی ہمیشگی کا ختم ہو جانا صرف اللہ ہی کے حکم سے واقع ہوتا ہے۔

ایک اور معنی انسانی جسم سے متعلق ہے۔ پیدائش کے بعد انسانی جسم دوسرے لفظوں میں آدم علیہ السلام کی تقدیر میں جنت ہے، جو عام دوران زندگی تک محدود نہیں ہے۔ یہ زیادہ تر عام اعتقاد کے برخلاف بات ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسانی جسم دوام کے راز کا حامل ہے۔ جب یہ حکم دیا گیا کہ ''برہنہ ہو جاؤ اور نیچے اترو۔'' تو تب زندگی کا ایک وقت مقرر کیا گیا۔ دوسرے لفظوں میں فنا یا موت، زندگی کے دوام میں سے نکلی ہے۔ اس آیت کے اس حصے میں یہی اہم عرفان اور ادراک ہے جس کا ان لوگوں کی طرف سے اعلان کیا گیا، جو حیات بعد الموت اور زندگی کے دوام میں یقین نہیں رکھتے۔

اللہ کے ''زندہ'' ہونے کی ایک خصوصیت توانائی بھی ہے۔ اور اس کا بنیادی راز اس کا دوام یا ہمیشہ رہنا ہے۔ اس کی طرف سے موت کا بلاوا قادر مطلق کے حکم کا اسرار ہے۔ بہت سے صحت مند لوگ مر جاتے ہیں، جن کی موت کا کوئی جواز نظر نہیں آتا۔ دوسری طرف بہت سے ایسے بیمار لوگ ہوتے ہیں جو اہم جسمانی عمل کی استعداد بھی کھو چکے ہوتے ہیں، مگر پھر بھی

زندہ ہوتے ہیں۔

یہ اس فرمان کی ایک اور مثال ہے کہ ''ہم زندہ میں سے مردہ کو نکالتے ہیں۔'' ایک اور مثال انسان کا اپنے اندر جاندار سالموں (Organic Molecules) کا داخل کرنا یا ہضم کرنا ہے اور پھر ان کو کاربن ڈائی آکسائیڈ کی صورت میں سانس کے ذریعے باہر نکال دیتا ہے۔

کاربن اور نائٹروجن اس وقت ''زندہ'' ہوتے ہیں جب ان کا برقی بار (چارج) منفی ہوتا ہے اور جب یہ برقی بار مثبت ہوتا ہے، اس وقت یہ ''مردہ'' ہوتے ہیں۔ یہ دونوں، تمام جسموں (زندہ مخلوق) کی زندگی کے دوران اپنے اپنے نشان متواتر تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ ہم اس عمل کی تیاری کو مٹی کی لیبارٹری میں دیکھتے رہتے ہیں۔ ''مردہ زمین کو زندگی دینا'' ان مثالوں کی روشنی میں ہمیں بتایا جاتا ہے کہ قادر مطلق کے حکم پر دوبارہ زندہ ہونے کا عمل بڑی آسانی سے واقع ہو جائے گا۔

ان مثالوں کے باوجود بھی یوم آخرت اور دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان نہ لانے پر اصرار کرنا، حیات کے بنیادی حقائق سے لاعلمی ہی ہو سکتی ہے۔ سائنس تو ہمیشہ سے وہ خدائی دانائی اور ادراک ہے جو مردہ دلوں میں، زندہ ایمان کو پیدا کرتی ہے۔

موت سے زندگی پر چند حیاتیاتی حقائق:

مفسرین کی اکثریت نے کفر کو موت سے اور ایمان کو زندگی سے تشبیہ دی ہے۔ یہ بھی قابل قدر خیالات ہیں۔ لیکن ان خیالات کو حیات بعد الموت اور یوم حساب کے بیان کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ اس کے اصلی معنی سائنسی اور حیاتیاتی پہلو کے حامل ہیں۔ آیئے اب ہم ان حیاتیاتی عجائب کا شمار کریں، جہاں زندہ مردے سے نکلتا ہے۔

ا۔ کچھ جیسے (مخلوق) اسی لمحے مرجاتے ہیں جب وہ بچے کو جنتے ہیں۔ اس مخلوق کی یہ نہ ٹلنے والی قسمت ہے۔ مثلاً:

(الف) سانپ نما بام مچھلی دریاؤں کے ڈیلٹا میں پائی جاتی ہے۔ یعنی ان علاقوں میں جہاں دریا، سمندر میں گرتے ہیں۔ ایک قسم کی بام مچھلی، خلیج میکسیکو میں طویل سفر کر کے انڈے دینے کی جگہ تک پہنچتی ہے اور بچوں کی پیدائش سے پہلے ہی مرجاتی ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے وہ بچے مردہ سے نکلتے ہیں۔ ذہن کو چکرا دینے والی بات ہے کہ یہی بچے بحر اوقیانوس میں اس ڈیلٹا

تک پہنچتے ہیں جہاں سے ان کی ماں آئی تھی۔ یہ اسی جگہ رہنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس میں دس ہزار کلومیٹر کا فاصلہ پڑتا ہے۔ قدرت کے اس عظیم راز کی کہانی ابھی حال ہی میں دریافت ہوئی ہے جو کھلے ذہن کے ماہرین حیاتیات کو ایمان لانے پر مجبور کرتی ہے۔

(ب)..... مکڑیوں اور تتلیوں کی کچھ اقسام انڈے دینے سے چند سیکنڈ قبل ہی مرجاتی ہے۔ مکڑیوں کی کچھ اقسام ایسی بھی ہیں جن میں مادہ مکڑی، نر مکڑی کو جوڑا کرنے (ہم بستری) کے عمل کے دوران ہی مار ڈالتی ہے اور نر کا مادہ منویہ اس کی موت کے بعد ہی مادہ مکڑی کے اندر بہہ کر داخل ہوتا ہے۔

(ج)..... انسانوں میں بھی کئی دفعہ ایک بچہ اپنی ماں کی موت کے چوبیس گھنٹے بعد تک بھی پیدا ہوا ہے۔ بلکہ ماں کی موت کے چند گھنٹوں کے بعد بچوں کی پیدائش کے واقعات تو خاصی بڑی تعداد میں ہیں۔

زمین پر گرے ہوئے ایک گلاب کے پھول سے ایک کیڑے یا تتلی کی حیات نو کی حقیقت اس فرمان کے رموز کی حامل ہے کہ وہ زندہ کو مردے سے نکالتا ہے۔ جن لوگوں نے علم حیاتیات کا مطالعہ کیا ہے، ان کے لیے آیت کریمہ کا یہ فرمان ایک سچا معجزہ ہے۔ ایک مرنے والا جسمیہ اپنے جسم کے تمام ذرے (مالیکیول) مٹی کی لیبارٹری کے سپرد کر دیتا ہے۔ درحقیقت آیت کے معنی بھی یہیں سے مل جاتے ہیں۔ ایک جسمیہ اپنے جسم کے ذروں کو ریزہ ریزہ کر کے، ہوا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی شکل میں چھوڑ دیتا ہے۔ یہ ایک طرح سے زندہ میں سے مردے کا نکالنا ہے۔

موت کے بعد زندگی کا تصور...... یورپی محقق کی تحقیق:

یورپ کے بہت سے محقق جنہوں نے ان شواہد کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا ہے، وہ زندگی بعد موت کو بطور واقعہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ براؤن یونیورسٹی میں فلسفے کے پروفیسر سی جے ڈوکاس (C.J.DOUCASSE) نے اپنی کتاب کے سترہویں باب میں زندگی بعد موت کے تصور کا فلسفیانہ اور نفسیاتی جائزہ لیا ہے۔ پروفیسر موصوف اگرچہ مذہب کے معنوں میں اخروی زندگی کے تصور پر عقیدہ نہیں رکھتے، مگر ان کا خیال ہے کہ ایسے شواہد موجود ہیں کہ مذہب کے عقیدے سے الگ کر کے زندگی کے بقاء کو ہمیں ماننا پڑتا ہے۔ اس باب کے آخری حصے میں وہ سائیکیکل ریسرچ کی تحقیقات کا جائزہ لینے کے بعد لکھتے ہیں۔

"کچھ بہت ہی ذہین اور نہایت ذی علم افراد جنہوں نے سالہا سال تک نہایت تنقیدی نظر سے متعلقہ شہادتوں کا مطالعہ کیا ہے، وہ بالآخر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کم از کم کچھ شواہد ایسے ضرور ہیں، جن میں صرف بقائے روح کا فریضہ (Survival Hypothesis) ہی معقول اور ممکن نظر آتا ہے۔ اس کی دوسری کوئی توجیہہ نہیں کی جا سکتی، اس فہرست کے انتہائی نمایاں افراد میں سے چند کے نام یہ ہیں:

- ……الفرڈ رسل ویلس
- ……سر ولیم کروکس
- ……ایف ڈبلیو ایچ، میرس
- ……کیسر لو میرا سوا
- ……کیمل فلیمیرین
- ……سر اولیور لاج
- ……ڈاکٹر رچرڈ ہاگسن
- ……مسز ہنری سڈوک
- ……پروفیسر ہسلوپ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے بعد زندگی کا عقیدہ جس کو بہت سے لوگ مذہبی طور پر مانتے ہیں، نہ صرف یہ کہ صحیح ہو سکتا ہے بلکہ وہ ایک ایسا عقیدہ ہے، جس کو تجرباتی دلیل (Empirical Proof) سے ثابت کیا جا سکتا ہے اور اگر ایسا ہے تو قطع نظر اس من گھڑت کہانی کے جو زندگی بعد موت کی نوعیت کے متعلق اہل مذہب نے فرض کر لی ہے قطعی معلومات بالآخر اس کے بارے میں حاصل ہو سکیں گی، مگر ایسی صورت میں اس کی مذہبی نوعیت کو ماننا ضرور نہیں ہوگا۔

(A PHILOSOPHICAL SCRUTINY OF RELIGION, P.412)

یہاں تک پہنچنے کے بعد موت کے متعلق مذہبی عقیدے کو نہ ماننا ایسا ہی ہے، جیسے کسی دیہاتی آدمی کا اصرار ہو کہ ایسی کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ دو آدمی ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کریں، اس کے بعد اس کے ایک عزیز … شہر سے ٹیلی فون کر کے ریسیور اس کے کان پر لگا دیا جائے، مگر جب وہ بات کر چکے تو … ہے کہ وہ میرے عزیز ہی آواز ہو، ممکن

ہے، کوئی مشین بول رہی ہو۔"

جسم کے کچھ حصے کٹ کر بھی نہیں مرتے تو کیا مرنے کے بعد زندگی قائم نہیں رہ سکتی؟

کچھ ایسے عجیب خلیات بھی ہیں جو اپنی افزائش کے دوران ایسی چیزوں کو جنم دیتے ہیں جو کسی کے لیے موت اور کسی کے لیے حیات کا پیغام بنتی ہیں۔ مثلاً (Penicillium Notatum) جو ایک نہایت حقیر نباتات میں سے ہے، اپنی افزائش کے دوران Penicillin کو جنم دیتی ہے۔ اس Penicillin نے بیماری کے اربوں جراثیم کو موت کا پیغام سنایا اور کروڑوں انسانوں کو موت کے منہ سے بچایا۔

یہ چند مثالیں پڑھنے کے بعد ذرا سوچئے کہ کہاں گیا موت کا وہ تصور جو عام طور پر ذہن نشین ہے۔ اگر جسم کے حصے جسم سے کٹ کر بھی نہیں مرتے اور دوسرے جسم میں جا کر کام کر سکتے ہیں تو پھر موت کیا ہے۔ ایک مردے کا دل جس کا جسم قبر میں جا کر کبھی کا مٹی میں مل چکا ہوتا ہے، کسی دوسرے جسم کے اندر دھڑکتا ہوا زندگی قائم رکھتا ہے تو پھر موت کس چیز کا نام ہے:

موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

پس ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد بھی زندگی قائم رہ سکتی ہے۔ اب چشم بصیرت کھول کر مندرجہ ذیل آیات قرآنی پر غور کیجئے۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیآء ولکن لاتشعرون (۱۵۴/۲البقرۃ)

"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو، وہ حقیقت میں زندہ ہیں، مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا۔"

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون (۱۶۹/۳آل عمران)

"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں، انہیں مردہ نہ سمجھو، وہ تو حقیقت میں زندہ

ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق پا رہے ہیں۔''

اگر پھر بھی دل نہ مانے تو نظر دوڑائیے ان متعدد واقعات کی طرف، جن کے چشم دید گواہ ابھی تک موجود ہیں۔ جنہوں نے چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی شہداء اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے اجسام کو صحیح سلامت پایا۔

جسم زندہ، دماغ مردہ:

جولائی ۱۹۷۷ء میں مائیکل کی پانچ سالہ بچی لورا نے گلے میں سوزش اور شدید درد کی شکایت کی۔ ڈاکٹر سے معائنہ کروانے اور لیبارٹری ٹیسٹ سے معلوم ہوا کہ وہ ایک خاص قسم کے انفیکشن کا شکار ہے جس کا باعث ''سیموفیلس انفلوائنزا ٹائپ ڈی'' نامی جرثومہ ہے۔ یہ گلے میں ہوا کی نالی کے ڈھکنے پر حملہ آور ہوتا ہے اور سوزش کی وجہ سے سانس کی نالی کو بند کر دینے کا باعث بنتا ہے۔

انفیکشن اس قدر تیزی سے پھیلا کہ جب تک وہ بچی کو لے کر بڑے ہسپتال پہنچا، بچی کا سانس بہت حد تک اکھڑ چکا تھا۔ لانگ آئس لینڈ کے بڑے ہسپتال میں ڈاکٹروں نے جب اس کی سانس بند ہوتے دیکھی تو بچی کی جان کے شدید ترین خطرے کے پیش نظر مصنوعی تنفس دلانے والی مشین کے ساتھ منسلک کر دیا گیا۔ پھر بھی اس عمل کے دوران لمحوں تک بچی کا سانس بند رہا تھا۔ اسی بناء پر ڈاکٹروں کو قوی امید تھا کہ اس کا دماغ کچھ زیادہ تباہ ہو چکا ہے۔ کیونکہ دماغ کو چند منٹ تک اگر آکسیجن کی سپلائی منقطع ہو جائے تو دماغ کے خلیات مر جاتے ہیں۔ دماغ کا اندرونی سسٹم جو کہ انسانی حرکات اور افعال وخیال کو کنٹرول کرتا ہے، تباہ ہو جاتا ہے۔

بچی کے دماغ کی اس تباہی کا تعین کرنے اور اس کی شدت جانچنے کے لیے ایک ٹیسٹ (ای ای جی) کروایا گیا تو نتیجہ بالکل صفر۔ بچی کا دماغ بالکل ہی کام نہیں کر رہا تھا۔ دماغی خلیات میں کسی قسم کی کوئی لہر یا حرکت نہ تھی۔ بچی مر چکی تھی، اس کا نظام تنفس مشین کے ذریعے چل رہا تھا۔ ایک دوسری مشین اس کے دل کو چالو رکھے ہوئے تھی، مگر دماغی طور پر وہ مر چکی تھی۔

نیویارک میں قانون بنانے والوں نے کبھی بھی اس ''دماغی موت'' کی اصطلاح کو قانونی طور پر تسلیم نہیں کیا۔ حالانکہ ڈاکٹر ہسپتالوں میں روزانہ ہی یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔ ان ڈاکٹروں کے مطابق مذکورہ بالا بچی دماغی طور پر مر چکی تھی۔ وہ سن سکتی تھی نہ بول سکتی تھی۔ اس کے محسوسات ختم ہو چکے تھے۔ دیکھنے، سونگھنے اور سوچنے کی حسیں بھی نہ تھیں، لہٰذا مشینوں کے ذریعے اس کے

دل اور سانس کو جاری رکھنا بے سود تھا۔

دماغ کو دوبارہ قابل استعمال بنانا کسی بھی صورت ناممکن تھا۔ اس لیے اس مریضہ میں ڈاکٹروں کے لیے دلچسپی کی کوئی وجہ موجود نہ تھی۔ بچی کے باپ نے ہسپتال کے ڈاکٹر اور دوسرے عملے پر اس الزام کے تحت عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا کہ وہ اس کی بیٹی کے بارے میں پوری طرح دلچسپی نہیں لے رہے ہیں اور اس کے جسم سے منسلک دل اور سانس کو چالو رکھنے والی مشین بند کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

مائیکل کا استدلال ہے کہ جب تک اس کی بیٹی کا جسم زندہ ہے وہ اسے زندہ کرنے کی کوشش کرتا رہے گا۔ یہ کیس ابھی تک عدالت میں زیر التواء ہے۔ مائیکل کے خیال میں اس کی بیٹی میں زندگی کی حرارت اور چمک موجود ہے اور کسی بھی وقت کوئی ایسا معجزہ ہو سکتا ہے کہ اس کی بیٹی جی اٹھے۔

اسی طرح کا ایک کیس پچھلے مہینے لندن میں پیش آیا۔ ایک برطانوی عدالت نے ڈاکٹروں کو موت کا پروانہ جاری کرتے ہوئے گزشتہ تین سال سے مصنوعی طریقے سے زندہ رکھے جانے والے نوجوانوں کی زندگی کا چراغ گل کرنے کی اجازت دے دی۔

اکیس سالہ ٹونی بلینڈ ۱۹۸۹ء میں فٹ بال میچ کے دوران تماشائیوں کے ہنگامے میں زخمی ہوا تھا۔ اس واقعے میں ۹۵ افراد ہلاک اور چار سو شدید زخمی ہوئے تھے۔ بلینڈ دماغی طور پر مردہ ہو چکا ہے۔ اس کے والدین نے بھی اس سلسلے میں ڈاکٹروں کی حمایت کی۔ تاہم سرکاری وکیل نے کہا ہے کہ وہ اس فیصلے کے خلاف اپیل کرے گا۔ اپیل کی سماعت آئندہ ہفتے ہوگی۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ نوجوان بلینڈ کو زندہ رکھنے والی مشین کا سوئچ اگر ایک دن کے لیے بند کر دیا جائے تو یہ دن اس کی زندگی کے لیے آخری دن ثابت ہوگا۔

''دماغی موت'' سے کیا مراد ہے؟ ہاورڈ یونیورسٹی کے ڈاکٹروں نے ۱۹۶۸ء میں اس کی وضاحت کر دی تھی۔ مرنے والے شخص کا ای ای جی (دماغی لہروں کو ریکارڈ کرنے والی مشین) پر بننے والا گراف ہموار لائن کی صورت میں ہونا چاہیے اور اگر چوبیس گھنٹوں تک مسلسل ریکارڈ کرنے پر نتیجہ گراف والے کاغذ پر ہموار لائن کی صورت میں ہی ہوا تو مریض کو حتمی طور پر مردہ قرار دیا جائے۔ یعنی ایسا فرد ایک ایسی کیفیت سے دوچار ہو چکا ہے، جس سے واپسی ناممکن ہے۔

اس کیفیت کو ''کوما'' کہتے ہیں۔ کوما ایک طرح کی بے ہوشی کا نام ہے۔ اس کی کئی

وجوہات اور مختلف درجے ہیں۔ کوما کے ابتدائی درجے میں فوری علاج شروع ہو جائے تو مریض ہوش میں آ جاتا ہے۔ مگر انتہائی درجے میں مبتلا ہونے کے بعد مریض کا ہوش میں آنا ناممکن ہوتا ہے۔ مریض پر مکمل بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ مریض بولنا اور سننا بند کر دیتا ہے۔ مگر اس کی سانس، نبض اور دل کی دھڑکن جاری رہتی ہے۔ دماغی چوٹ، شوگر یا دیگر عوارض میں کوما میں جانے کے بعد مریض کے دماغ کے وہ حصے جن کا کام دل اور سانس کے عضلات کو حرکت دیتا ہے، کام کرنا بند کر دیتے ہیں۔

حال ہی میں کیلیفورنیا یونیورسٹی کے شعبہ دماغی و اعصابی امراض کے ماہر معالج ڈاکٹر آرنلڈ کی ایجاد نے دماغی موت کی تعریف کو پیچیدہ بنا دیا ہے۔ بلکہ بعض کیسوں میں تو یہ تعریف بالکل متروک تصور کی گئی ہے۔ ڈاکٹر آرنلڈ کی یہ ایجاد ای ای جی سے کہیں زیادہ کارآمد ہے اور بہت ہی حساس طور پر انسانی دماغ کی گہرائی میں موجود برقی کارکردگی کو بھی محسوس کر لیتی ہے۔ ڈاکٹر آرنلڈ نے تجربات سے یہ ثابت کیا کہ چھبیس افراد جن کو ای ای جی ٹیسٹ کے بعد مردہ قرار دے دیا گیا تھا، نہ صرف زندہ تھے بلکہ ان میں سے چند ایک کو اس سے پیشتر کہ ان کا دماغ مزید تباہ ہوتا فوری طور پر زندہ بھی کر لیا گیا۔ اس طرح تو "دماغی موت" کا یہ موضوع اور زیادہ اہم ہو جاتا ہے۔

(از ڈاکٹر صہیب احمد بٹ)

تین ہزار سال پرانی فرعون کی صحیح سلامت لاش:

تین ہزار برس کے بعد کس طرح برآمد ہوئی؟

مقبرے کی کھدائی کرنے والے تیرہ افراد اچانک مر گئے۔

مصر کے صحراؤں اور چونے کی بے برگ و گیاہ پہاڑیوں میں سورج چمکتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ کائنات نقرئی ورو پہلی کرنوں میں بھیک گئی ہے۔ اس وادی کے ایک کنارے پر ہرم نما چوٹی ہے، اسے فراعنہ مصر کے مدفن بادشاہوں کی وادی کی نگہبان کہتے ہیں۔ اس وادی میں ایک عظیم الشان جلوس رواں دواں ہے۔ مردہ فرعون کے نو عزیز ترین دوست جنازے کو کھینچ رہے ہیں۔

وادی کے عین درمیان ایک کھلا ہوا مقبرہ ہے، اس میں سے رقاصاؤں کا ایک طائفہ رقص کرتا ہوا نکلتا ہے۔ دوسری طرف کاہنوں کا ایک گروہ فسوں پھونک رہا ہے تاکہ مرنے والے کو ابدیت نصیب ہو۔ اب شاہی محل کے اعلیٰ حکام جنازے کو تھام لیتے ہیں اور سولہ سیڑھیاں اتر کر

اسے مقبرے میں لاتے ہیں۔ لاش پیچ در پیچ کمروں سے گزار کر اصل قبر میں لے جاتے ہیں۔ ان کمروں کی دیواروں اور چھتوں پر مختلف رنگ میں تصویریں اور اشکال بنائی گئی ہیں۔ درمیانی کمرے میں قیمتی پتھر کا ایک چبوترا ہے۔ اندر سے خالی ہے۔

یہی اس فرعون کی قبر ہے۔ قبر کا ڈھکنا تیں پینتیس من وزن کا ہے۔ حنوط شدہ لاش خالص سونے کے خول میں بند کر کے قبر میں رکھ دی جاتی ہے۔ پھر لاش پر مقدس تیل چھڑکا جاتا ہے۔ حنوط کا یہ آخری عمل ہے۔ پہلا عمل اس دن سے پورے ستر دن پہلے شروع ہوا تھا۔

فرعون کی بیوہ خاص قسم کے منتر پڑھتی ہے۔ اس کے بعد موسم بہار کے پھولوں کا گل دستہ آخری تحفے کے طور پر پیش کرتی ہے۔ اس کے بعد لاش کو یکے بعد دیگرے تین کفنوں میں لپیٹا جاتا ہے اور لاش کو آخری بار قبر میں رکھ کر ڈھکنا بند کر دیا جاتا ہے۔ معمار اسے مصالحے کے ساتھ بند کر دیتے ہیں۔ اس موقع پر کاہن یہ الفاظ ادا کرتا ہے کہ میں گزرا ہوا کل ہوں، میں آج ہوں، میں آنے والا کل ہوں۔

فرعون کی آخری زندگی کی سہولت کے لیے قبر سے ملحقہ کمروں میں ضروریات زندگی کی دو ہزار چیزیں رکھی گئی ہیں۔ ان میں رتھ اور کشتیاں بھی شامل ہیں۔ اس کے بعد خدام تمام دروازں پر سونے کے مجسمے رکھتے ہیں۔ یہ ان کے دیوتا ہیں جو ان کے خیال کے مطابق تابوت کی حفاظت کریں گے۔ قبر کو جانے والا زمین دوز راستہ کنکروں اور پتھروں سے بند کر دیا گیا۔

یہ مقبرہ فرعون توتن خامن کا ہے۔ یہ اٹھارہویں خاندان کا آخری بادشاہ ہے اور اس نے بڑی مختصر مدت تک بالائی وزیریں مصر پر حکومت کی تھی۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ وہ ۱۳۵۰ ق م میں دفن ہوا تھا۔ اس کے بعد وزیر اعظم فرعون بن بیٹھا اور اس کے بعد فوج کا سالار فرعون رہا۔

اس واقعے کو تھوڑے ہی سال گزرے تھے کہ چوروں نے سرنگ لگائی اور قبر والے کمرے میں پہنچ گئے۔ انہوں نے چیزوں کو الٹ پلٹ کیا، مگر نہایت معمولی چیزیں ساتھ لے گئے۔ مصری حکام کو اس چوری کی خبر ملی تو انہوں نے چیزوں کو ترتیب سے رکھا اور سرنگ بند کر دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اگلی ایک صدی میں نقب زنوں نے مقبرے کا مکمل صفایا کر دیا۔ اس سے پہلے وہاں ۲۷ فرعون دفن تھے۔ نقب زنوں نے انہیں بھی صاف کر دیا تھا۔ کاہنوں نے فرعونوں کی حنوط شدہ لاشیں وہاں سے نکالیں اور ایک نامعلوم جگہ پر دفن کر دیں۔ توتن خامن واحد فرعون تھا، جس کی لاش گمنامی سے بچ گئی تھی۔

فرعون ہورمہب نے حکم دیا کہ توتن خامن اور پیشرو اخناتوں کے تمام مجسمے تباہ کر دیئے جائیں، کیونکہ انہوں نے آبائی مذہب کو چھوڑ کر اتن کو اپنا معبود مان لیا تھا۔ اس کی پاداش میں ان کے تمام آثار، حتیٰ کہ مقبروں کے نقش ونگار مٹا دیئے گئے۔ آخرکار یہ مقبرے بالکل مٹ گئے اور زمانے نے ان پر گرد وغبار کی تیرہ فٹ دبیز تہہ جما دی۔

تین ہزار سال گزر گئے۔ مصریوں کی تہذیب فنا ہوگئی۔ تھوڑی مدت کے لیے رومیوں نے حکمرانی کی۔ پھر انگی حکومت کیا گئی، حکومتیں بنیں اور بگڑیں۔ موجودہ زمانہ آ گیا، جس میں ماہرین آثار قدیمہ پر مصر کی مدفون تہذیب کا سراغ لگانے اور اس کی چھان بین کرنے کا جنون سوار ہوگیا۔ ان کی کوششیں رائیگاں نہ گئیں اور وہ تمیں خالی مقبروں کو ڈھونڈ نکالنے میں کامیاب ہوگئے۔ ان میں سے ایک بھی نقب زنوں کی دستبرد سے نہیں بچا تھا۔

تاہم اکثر مقامات کی دیواروں کے نقش ونگار محفوظ تھے اور ان کے رنگوں پر موجود ان کے نقش ونگار اور تحریروں کا مطلب سمجھ کر ماہرین آثارِ قدیمہ مصریوں کے اسرار ورموز معلوم کرنا چاہتے تھے۔ ۱۹۰۶ء میں امریکی ماہر آثار قدیمہ تھوڈرے ڈیوس نے اعلان کیا کہ ''بادشاہوں کی وادی'' میں اب کوئی مقبرہ باقی نہیں۔ لیکن ایک شخص نے یہ فیصلہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کا نام ہاورڈ کارٹر تھا۔ دنیا کا گراں ترین دفینہ تلاش کرنا اس کے مقدر میں لکھا جا چکا تھا۔

اس اثناء میں قدیم زبانوں کے ماہرین فرعون کی تحریر کو پڑھ لینے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ ان کی تحریروں سے پتہ چلتا تھا کہ ایک فرعون توتن خامن نام کا بھی ہے۔ وہ نو برس کی عمر میں تخت نشین ہوا تھا اور نوجوانی ہی میں مر گیا تھا۔ کارٹر کو یقین تھا کہ اس کا مقبرہ بھی بادشاہوں کی وادی میں کسی نہ کسی جگہ ضرور ہوگا۔ ایک دن وہ ایک ٹیلے کی کھدائی کر رہا تھا کہ ایک پیالہ ملا۔ جس پر توتن خامن کا نام کندہ تھا۔ پھر ایک گڑھے سے ٹوٹے ہوئے برتنوں کے ٹکڑے ملے۔ جن پر اس کی شاہی مہر کے نشانات موجود تھے۔

کارٹر نے اپنی جستجو اور امیدوں کا ذکر ایک متمول برطانوی شخصیت سے کیا۔ جس کا نام ارل آف کارناردن تھا اور جو ۱۹۰۲ء میں بحالی صحت کے لیے مصر آیا تھا۔ مصر میں اسے آثار قدیمہ کی تحقیق کا شوق پیدا ہوا۔ کارٹر نے اسے بادشاہوں کی وادی کی تاریخ سنائی اور بتایا کہ فرعون کی لاشوں کو محفوظ رکھنے کے جو محیر العقول انتظامات کیے گئے تھے، نقب زنوں نے اسے درہم برہم کر کے رکھ دیا۔ لارڈ کارناردن نے کارٹر کی مالی سرپرستی قبول کر لی۔ ۱۹۱۴ء میں مصری آثار قدیمہ

کے ڈائریکٹر جنرل نے ان دونوں اشخاص کو وادی کی کھدائی کی اجازت دے دی۔ پہلی عالمی جنگ کے باعث کھدائی کے پروگرام میں گڑبڑ ہوگئی، تاہم ۱۹۲۰ء میں دوبارہ کھدائی شروع کر دی گئی۔

۱۹۲۱ء میں کارٹر کے کاریگروں نے متعدد قدیم جھونپڑیوں کی بنیادیں کھود نکالیں۔ کارٹر کی باچھیں کھل گئیں۔ ایک دن لارڈ کارناردن نے کارٹر سے کہا کہ ''تمہیں صرف ۱۲ مہینے کام جاری رکھنے دیا جائے گا۔ اس کے بعد مالی امداد بند کر دوں گا۔''

۱۹۲۱/۲۲ء کے موسم سرما میں کارٹر نے منوں بلکہ ٹنوں کے حساب سے ملبہ صاف کیا۔ مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ یکم نومبر ۱۹۲۲ء کو اس نے دوبارہ کھدائی شروع کی اور فرعون کے نقشے کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ایک خاص جگہ کا انتخاب کیا۔ یہ جگہ فرعون ریمیس چہارم کے مقبرے کے عین نیچے تھی۔ اس نے اپنے اوورسیئر سے کہا ''اس وادی میں بس یہی ایک جگہ کھدائی سے بچی ہے، تم اسی جگہ کھدائی شروع کرو۔'' مزدور اور کاریگر تین دنوں تک کھدائی کرتے رہے، مگر کچھ نہ ملا۔ چوتھے دن انہیں مزید جھونپڑیوں کی بنیادیں مل گئیں۔

چوتھے دن وہ موقعے پر پہنچا تو کارکنوں پر عجیب وغریب خاموشی مسلط تھی۔ وہ کام چھوڑ کر ادھر ادھر بیٹھے تھے۔ اس نے سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کسی زینے کے آثار ملے ہیں، انہیں صاف کیا گیا تو سترہ سیڑھیاں نکل آئیں۔ کارٹر سوچنے لگا کہ یہ سیڑھیاں کہاں جا کر ختم ہوں گی۔

سات روز مسلسل کھدائی جاری رہی۔ مگر زینوں کا سلسلہ ختم نہ ہوا۔ ۱۲ ستمبر کو کسی دروازے کا بالائی حصہ دکھائی دیا۔ دروازہ مضبوط مسالے سے بند کیا گیا تھا اور اس پر فراعنہ مصر کے حکام کی مہریں لگی تھیں۔ کارٹر کا جوش ہوش کی حدوں سے نکل گیا۔ مہروں کی موجودگی سے ظاہر تھا کہ اس مقبرے میں کسی مقتدر شخصیت کی حنوط شدہ لاش موجود ہے یا رہی ہے۔ اب سوال یہ تھا کہ مقبرہ محفوظ ہے؟

دروازے کے بالائی حصے پر ایک سوراخ کا بند کیا گیا نشان موجود تھا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ دروازہ بند کرنے کے بعد کوئی شخص اندر داخل ہوا تھا۔ تاہم اس کے بعد دروازے میں داخل ہونے کی کسی کوشش کا سراغ نہیں ملتا تھا۔ کارٹر نے ایک جگہ سے پلستر اکھاڑا اور چھوٹا سا سوراخ کر کے ٹارچ کے ذریعے اندر نگاہ ڈالی۔ دروازہ واقعی کسی مقبرے کا تھا۔ یقیناً یہ کسی اہم شخصیت کا مقبرہ تھا۔ کیونکہ دروازے سے آگے راستہ کنکروں اور پتھروں سے بند کیا گیا تھا۔ کارٹر نے سوراخ بند کر دیا۔ دروازے پر انتہائی معتمد کارکنوں کا پہرہ لگا دیا۔ اور لارڈ کارناردن کو بذریعہ تار برقی اپنی

دریافت سے آگاہ کیا۔

۲۴ نومبر کو لارڈ کارنارون اوران کی بیٹی لیڈی ایویلین ہرٹ انگلستان سے مصر کی اس وادی میں پہنچ گئے۔ اگلے دن وہ کارٹر کے ساتھ ان سیڑھیوں سے نیچے اترے۔ دروازے کا زیریں حصہ بھی صاف کیا تو مزید مہروں کے نشانات دریافت ہوئے۔ ان میں سے ایک پر توتن خامن کا نام لکھا تھا۔ جب دروازے کو روکنے والے پتھر ہٹالیے گئے تو سامنے ایک تیس فٹ لمبا راستہ دکھائی دیا۔ رات تک اس کی صفائی کردی گئی۔ یہ راستہ ایک اور سنگی دروازے پر پہنچ کر ختم ہوگیا۔ اس پر توتن خامن کے افسروں کی مہریں لگی تھیں اور بالکل صاف پڑھی جاتی تھیں۔

۲۶ نومبر کو انہیں گوہر مقصود مل گیا!

'میری زندگی کا حاصل بس یہی ایک دن تھا'' کارٹر نے کہا۔ ''میں نے کانپتے ہاتھوں سے دروازے کے بالائی حصے میں ایک سوراخ کیا۔ برے سے محسوس ہوتا تھا کہ دروازے کے نیچے خالی جگہ ہے۔ میں نے موم بتی کے ذریعے زہریلی گیسوں کا اندازہ لگایا اور اپنی آنکھیں سوراخ پر رکھ دیں۔ لارڈ اوران کی بیٹی بے صبری کے ساتھ میرے مشاہدات کا انتظار کررہے تھے۔ پہلے تو کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ میری آنکھیں اندھیرے سے مانوس ہوگئیں۔ کمرے میں قسم قسم کے جانوروں کے مجسمے دکھائی دیے اور ہر طرف سونا ہی سونا دکھائی دیا۔ اسے حیرت اور مسرت کی انتہاء کہہ لیجیے کہ میری زبان گنگ ہوگئی۔ لارڈ کارنارون کی بے صبری انتہاء کو پہنچ گئی تھی۔ انہوں نے پوچھا'' کیا دکھائی دیا ہے؟'' میں نے کہا کہ ''بس کچھ نہ پوچھیے۔''

اسی اثناء میں ساری دنیا میں دھوم مچ گئی کہ دو برطانوی ماہرین نے ایک محفوظ و مامون مقبرہ تلاش کرلیا ہے۔ آثار قدیمہ کے شوقینوں اور اخباری نامہ نگاروں نے دھاوا بول دیا۔ دنیا کے کونے کونے سے مبارک باد کے تار آنے لگے۔ ۱۷ فروری کو دوبارہ کھدائی شروع ہوئی اور وہ دوسرے کمرے تک پہنچ گئے جو اینٹوں سے بند تھا۔ کارٹر نے کانپتے ہاتھوں سے اینٹیں اکھاڑیں۔ سوراخ سے ٹارچ کی روشنی پھینکی تو وہ سونے کی ٹھوس دیوار سے ٹکرا کر واپس آگئی۔

انہوں نے سوراخ کو بڑا کیا اور یوں ایک عقدہ حل ہوگیا۔ یہ دروازہ مدفن کا تھا۔ دو گھنٹوں کی کوشش سے دروازہ صاف ہوگیا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ فرعون توتن خامن کی لاش محفوظ تھی۔ اس کے پیچھے ایک کمرہ تھا اور اس میں بھی خزانہ رکھا تھا۔ اس خزانے کی مالیت پہلے خزانے سے بھی زیادہ تھی۔

اس کے بعد سوراخ کھلا کیا گیا تا کہ دونوں بیک وقت دیکھ سکیں۔ اندر ٹارچ کی روشنی پڑی تو دونوں مبہوت رہ گئے۔ انہوں نے تین ہزار برس سے بند مقبرہ تلاش کرلیا تھا۔ اس کے باوجود محسوس ہوتا تھا کہ یہ مقبرہ ابھی ابھی بند کیا گیا ہے۔ مصری کھدائیوں کی تاریخ میں اس سے بڑا اور معمور خزانہ کبھی دستیاب نہ ہوا تھا۔ ٹارچ کی شعاعوں نے سونے سے منعکس ہوکر کمرے میں چکا چوند پیدا کردی تھی۔ دروازے کھول کر خزانے کا سرسری جائزہ لیا گیا۔ وہ ایک ایک دریافت پر حیران و پریشان تھے۔ انتہائی جوش وخروش کے عالم میں انہیں بڑی دیر بعد احساس ہوا کہ قبر میں سے حنوط شدہ لاش غائب ہے۔ وہ ایک نئی الجھن میں پڑ گئے کہ یہ مقبرہ ہے یا محض خزانہ ہے۔

اب ضرورت اس بات کی تھی کہ کمرے کی ہر چیز جیسے پڑی ہوئی ہے ویسے ہی اس کا فوٹو لیا جائے۔ نمبر لگایا جائے اور اسے محفوظ کرکے بند کیا جائے۔ یہ کام ماہرین کے کرنے کا تھا اور اس کے لیے مہینوں کا وقت درکار تھا۔ جب تک یہ کام مکمل نہ ہوجاتا تب تک دوسرے کمروں کے دروازے کھولنا نامناسب تھا۔

اپریل ۱۹۲۳ء میں لارڈ کارنارون قاہرہ میں انتقال کرگئے۔ چونکہ وہ مقبرے کی دریافت کے صرف پانچ ماہ بعد اچانک انتقال کرگئے، لہٰذا عام لوگوں نے اڑادی کہ وہ فرعون کی بددعا سے مرا ہے۔ دریافت کے سات سال کے اندر کھدائی کرنے والوں میں سے بارہ افراد مرگئے۔ اس سے لوگوں کے اس خیال کو مزید تقویت حاصل ہوئی کہ یہ سب کچھ فرعونوں کی بددعا کا نتیجہ ہے۔ تاہم اصل شخص کارٹر بڑے عرصے تک زندہ رہا۔

تین سال بعد مقبرے کا اصل اسرار فاش ہوا۔ توتن خامن کی حنوط شدہ لاش برآمد ہوگئی۔

اب دنیاوالے پوچھ رہے ہیں کہ یہ توتن خامن کون ہے؟ باقی فرعونوں کے مقبرے لٹ گئے، مگر اس فرعون کا مقبرہ کیسے بچ گیا؟

توتن خامن فرعونوں میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا، تاہم وہ اپنے ہم عصروں اور اپنے عہد کے کاہنوں کے لیے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ وہ چھوٹی عمر ہی میں مرگیا تھا۔ اس کے مرتے ہی سازشوں کا باب کھل گیا۔ اس کی بیوی نے اپنے شوہر کا تخت وتاج حاصل کرنے کے لیے ایشیائے کوچک کے حطیطی بادشاہ سے مدد طلب کی، مگر اس نے پس وپیش کیا اور یوں فرعون کا وزیر اعظم فرعون بن بیٹھا۔ چار سال بعد فوج کا سالار ہورالہب خود فرعون بن بیٹھا۔

کارٹر کی یہ دریافت آثار قدیمہ کی قدیم میں سب سے بڑی دریافت مانی گئی ہے اور اس نے

فرعون کے زمانے، ان کے رسوم ورواج اور عقائد واضح کر دیئے ہیں۔

ایک جوگی کی قبر میں ۸ دن کی تدفین:

مرنے کے بعد بھی زندگی قائم رہ سکتی ہے۔ اب چشم بصیرت کھول کر مندرجہ ذیل آیت قرآنی پر غور کیجئے:

ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات بل احياء ولكن لاتشعرون (۱۵۴، البقرة)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں، انہیں مردہ نہ کہو، وہ حقیقت میں زندہ ہیں، مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا۔

اس مقام پر یہ مناسب ہوگا کہ میں ایک ایسا واقعہ تحریر کردوں جس سے یہ ثابت ہوجائے کہ زندگی اور موت ایک دوسرے کی تنقیض نہیں بلکہ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہمیشہ ساتھ ساتھ چلتی ہیں اور ان میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔

یہ واقعہ اخبار نوائے وقت بابت ۱۱ اپریل ۱۹۷۹ء میں شائع ہوا۔ تفصیل اس واقعے کی یوں ہے کہ ہندوستان میں ایک ۱۰۴ سالہ بوڑھے جوگی کو اس کی اپنی خواہش کے مطابق ایک پکی قبر میں آٹھ دن کے لیے زندہ دفن کردیا گیا۔ جس میں ہوا کا بالکل گزر نہ تھا۔ لیکن دفن کرنے سے پہلے ڈاکٹروں نے اس کے جسم کے ساتھ برقی تاریں لگا کر اس کے جسمانی نظام کے جائزے اور جانچ کا پورا پورا بندوبست کرلیا۔

دہلی کے نامور معالج ڈاکٹر چندر ماتھر نے بتایا کہ قبر میں دفن کرنے کے انیس منٹ بعد اس جوگی کی حرکت قلب بند ہوگئی، گردش خون رک گئی اور پانچ گھنٹے بعد جسم نے ٹھنڈا ہو کر اکڑنا شروع کردیا۔ آخر اس کی موت کا اعلان کردیا گیا۔ آٹھ دن بعد قبر کھول کر ''مردہ'' جوگی کو باہر نکالا گیا تو جسم بالکل سرد تھا اور اکڑ چکا تھا۔ نہ سانس جاری تھا نہ نبض چل رہی تھی لیکن جب ڈاکٹر نے اس کے بازو کو جھٹکا دے کر سیدھا کیا تو وہ اچانک زندہ ہوگیا اور بڑبڑایا ''کون ہے؟''

اب غور کیجئے کہ اگر ایک غیر مسلم روحانیت نہیں بلکہ ریاضت کے بل بوتے پر آٹھ دن مردہ رہ کر دوبارہ زندہ ہوسکتا ہے تو کیا اللہ کے لیے یہ ممکن نہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا کرے۔ یقیناً یہ ممکن ہے اور ایسا ہی ہوگا۔ وہ جوگی بڑبڑایا تھا ''کون ہے؟'' بالکل اس طرح یوم

حشر جب مردے اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے تو وہ لوگ جنہوں نے اپنی تمام زندگی کفر میں گزاری تھی حیرت اور خوف سے کہیں گے:

قالوا يويلنا من بعثنا من مرقدنا (۲۶_۵۲، یٰسین)

کہیں گے، ہائے ہماری کمبختی، ہم کو کس نے ہماری قبروں سے جگا اٹھایا۔

اس وقت فرشتوں یا مومنین کی جانب سے یہ جواب دیا جائے گا:

هذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون (۲۶_۵۲، یٰسین)

یہ وہی ہے جس کا وعدہ خدائے رحمان نے کیا تھا اور پیغمبروں کی بات سچی تھی۔

لاش میں زندگی کے آثار:

یورپ کے آثار قدیمہ کے ایک رسالے میں ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ہالینڈ کے آثار قدیمہ کے ماہروں کو مصر میں ایک مقبرے سے ساڑھے چار ہزار سال پرانی ممی (حنوط شدہ لاش) ملی ہے جس میں ابھی تک زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ یہ ممی ایک بچے کی ہے اور اس کا دماغ بالکل کام نہیں کررہا ہے، لیکن دل بدستور دھڑک رہا ہے اور لاش بالکل تازہ دکھائی دیتی ہے۔

ماہر آثار قدیمہ ڈاکٹر ٹام میورٹ کا کہنا ہے کہ یہ ممی ساڑھے چار ہزار سال پرانی دکھائی دیتی ہے۔ اس کی رگوں میں خون کی بجائے ایک خاص قسم کا کیمیکل گردش کررہا ہے۔ جس میں آکسیجن کی مقدار بہت زیادہ ہے۔ یہ ممی جس بچے کی ہے اس کو کوئی پراسرار بیماری لاحق ہوگئی تھی۔ جس کا اس زمانے میں کوئی علاج نہیں تھا اور اس کو اس امید پر خاص طریقے سے زندہ رکھا گیا ہے کہ اگر بعد میں کسی زمانے میں اس کا علاج دریافت ہوجائے تو اس بچے کی صحت بحال کی جائے۔

ڈاکٹر میورٹ اس بات پر حیران ہیں کہ آج تک بھی کوئی ایسا طریقہ دریافت نہیں ہوسکا ہے کہ کسی کو اتنے عرصے تک زندہ رکھا جاسکے۔

ڈاکٹر ڈیکر نے کہا ہے کہ حکومت مصر سے درخواست کی گئی ہے کہ اس ممی کو ہالینڈ لانے کی اجازت دی جائے تاکہ اس پر ریسرچ کرکے معلوم کیا جاسکے کہ اس کو اب تک کس طرح زندہ رکھا جاسکا ہے۔

موضوع نمبر ۳۹

موت کے بعد زندگی پر مغربی ماہرین کی جدید تحقیقات

حیات بعد الموت پر ماہرین کی تحقیقات:

حیات بعد الممات کا مسئلہ ہماری زندگی کا اہم مسئلہ ہے۔ ہماری یہ زندگی دو چیزوں سے عبارت ہے۔ نیک کام اور برے کام۔ جہاں تک نیکی کا تعلق ہے، اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ نیکی کے لیے نہ کوئی حد ہے نہ شرط۔ نیک کام کرنا انسان کی اصل فطرت کے مطابق ہے۔ نیکی کرنے میں کسی ذاتی ضرورت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ نیکی کا جذبہ ایک روحانی جذبہ ہے۔ اس فعل یا عمل سے دل و دماغ کو راحت، سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ بدی میں یہ بات نہیں۔ عام طور پر برا کام کرنے کی تحریک ضرورت یا عادت سے ہوتی ہے۔

اگر دل میں خدا کا خوف ہو اور یہ یقین ہو کہ اگر ہم کوئی نیک کام کریں گے تو اس کا نتیجہ اچھا ہوگا، تو طبیعت فوراً نیکی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ کسی دانشور کا قول ہے کہ نیک کام کرنے سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ خدا بھی خوش اور انسان بھی خوش۔ جہاں تک خدا کی خوشی کا تعلق ہے، اس کا مطلب ''جزا'' ہے۔ رہی بدی یا برا کام تو اس کا تعلق زیادہ تر برا کام کرنے والے کی ذات سے ہوتا ہے۔ عاقبت میں سزا کا مسئلہ تو رہا ایک طرف لیکن بدی کی سزا تو عام طور پر اس دنیا ہی میں مل جاتی ہے۔ اگر ہم کو یہ یقین ہو کہ مرنے کے بعد ایک اور زندگی بھی ہے تو انسان طبعاً برائی سے گریز کرے گا۔ سوال صرف عقیدے کا ہے۔

اگر یہ یقین ہو کہ مرنے کے بعد ایک نئی زندگی شروع ہوگی تو جس طرح ہم اپنی اس زندگی کو خوشگوار بنانے کی کوشش کرتے ہیں، اسی طرح اس دنیا کو بھی سازگار بنانے کی کچھ نہ کچھ کوشش ضرور کریں گے۔ جہاں تک کسی دوسری زندگی کا سوال ہے اس کی تصدیق تو ارادی یا غیر ارادی طور پر اس وقت ہو جاتی ہے جب ہم کسی مردے کو قبر میں دفن کرتے ہیں۔ قبر کو دیکھ کر قدرتی طور پر ہمارے دل میں کچھ خوف اور کچھ وہم سا پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ خوف یا وہم اس بات کی دلیل ہے کہ ہم ارادی یا غیر ارادی طور پر حیات بعد الممات پر یقین رکھتے ہیں۔

چونکہ ہم موت کے تصور سے گھبراتے ہیں اور قبر کی تنہائی اور تاریکی سے کچھ خوف محسوس کرتے ہیں تو یہی اس بات کی دلیل ہے کہ ہم یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی کچھ ہوگا۔ رہا یہ کہ ''وہ کچھ'' کیا ہوگا؟ اس کی جستجو میں آج کے سائنسدان مصروف ہیں۔

ایک مدت سے ہم کچھ ایسا سوچتے چلے آ رہے ہیں کہ کیا ہماری زندگی ان ستاروں کی مانند ہے جو فضائے عالم میں ایک خاص وقت میں نمودار ہو کر اور ایک خاص وقت تک اپنی چمک دکھا کر پھر اسی آسمانی فضا میں ہمیشہ کے لیے ڈوب جاتے ہیں، یا ان ستاروں جیسی ہے جو ایک خاص وقت پر اس کرۂ ارض کو منور کر کے آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک مدت کے بعد دوبارہ نمودار ہوتے ہیں۔ کچھ ایسی ہی مثال انسان اور موت کی ہے۔

انسان کی حقیقت بھی اس کرۂ ارض میں ایک ستارے کی ہے جو ایک خاص وقت تک اس دنیا میں چل پھر کر آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ دل یہ ماننے کے لیے مشکل سے ہی آمادہ ہوتا ہے کہ قدرت کا اس دنیا میں انسان کو بھیجنے کا صرف اتنا ہی مقصد ہے کہ وہ ایک خاص وقت تک اس دنیا کو اپنے ہنگاموں سے آباد کر کے پھر ہمیشہ کے لیے قبر کے پردے میں چھپ جائے۔ ہماری زندگی ایک کھیل ہے۔ ہم مختلف اوقات میں اس دنیا میں مختلف قسم کے کھیل کھیلتے ہیں۔ پھر کھیل ختم کر کے کھیل دیکھنے والوں کی نظروں سے روپوش ہو جاتے ہیں۔ جس طرح ڈرامے کے اسٹیج پر ایک ایکٹر نمودار ہو کر اپنا پارٹ ادا کرتا ہے اور پھر واپس چلا جاتا ہے۔ اس دنیا میں اپنے مقررہ وقت تک جو کھیل ہم کھیلتے ہیں اور دوسروں کو دکھاتے ہیں، اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو اس دنیا کا یہ کھیل دوسری دنیا کے لیے ایک قسم کی ''ریہرسل'' ہوتا ہے۔ تاکہ ہم جب عالم بالا کے اسٹیج پر نمودار ہوں تو ہم میں کوئی سقم یا خامی نظر نہ آئے۔

پروفیسر شولمان کی تحقیق:

امریکہ کا مشہور عالم روحانیت پروفیسر شولمان موت کے بعد یا حیات بعد الممات کے متعلق کہتا ہے:

''تمام صحیح الدماغ لوگ حیات روح یا حیات بعد الممات پر یقین رکھتے ہیں۔ بے شک جسم کو ایک روز خاک میں مل کر خاک ہو جاتا ہے، لیکن وہ چیز جسے ہم روح کہتے ہیں اور جس کی کرامت ... حرکت میں رہتا ہے، کبھی بے کار یا فنا نہیں ہوتی۔''

یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ مال وزر سے آرام اور راحت سے رہنے کے ہر طرح کے سامان مہیا کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن وہ چیز یا جذبہ جسے ہم ''حقیقی خوشی'' یا ''روحانی مسرت'' کہتے ہیں حاصل نہیں ہوتی۔

والٹائر کی تحقیق:

والٹائر کی تحقیق ہے کہ:

''ایک مدت سے سائنسدانوں نے جو نظریات، مشاہدات اور انکشافات کیے ہیں، طبیعاتی نقطہ نظر سے بھی انسان کے لیے بہت کارآمد ثابت ہوئے ہیں، لیکن پھر بھی ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ یہ دانشور ابھی تک ان نابینوں کی طرح ہیں جو مختلف رنگوں کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں۔''

ٹیلیفون ابھی حال ہی کی ایجاد ہے۔ اس آلے کے ذریعے لوگ سمندر پار رہنے والوں سے اسی طرح گفتگو کرتے ہیں گویا وہ آمنے سامنے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ حالانکہ خشکی اور سمندر میں ہزاروں میل کا فاصلہ ہوتا ہے۔ صرف اسی ایک ایجاد کے بل پر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر ہماری آواز سمندروں کے اس پار سے سنی جا سکتی ہے تو ہمیں یہ تسلیم کرنے میں کیوں کوئی عذر ہو کہ ہماری دعائیں اور فریادیں آسمانوں تک بھی پہنچ سکتی ہیں اور آسمانوں میں بسنے والے ہماری آواز سن سکتے ہیں۔ اسی ایک ایجاد یعنی ٹیلیفون نے مذہب اور سائنس کو ایک دوسرے کے قریب لا کھڑا کیا ہے۔

اسی طرح ایک اور آلہ جسے وائرلیس یا لاسلکی کہتے ہیں اس کے ذریعے بغیر کسی وسیلے جیسے ''تار'' کے بغیر ایک جگہ سے دوسری جگہ پیغام پہنچایا جا سکتا ہے۔ سمندر میں یا فضا میں جب کوئی جہاز مبتلائے مصیبت ہوتا ہے تو اس آلے سے باہر کی دنیا کو اطلاع دے دیتا ہے۔ اسے تو ابھی ابتداء ہی کہنا چاہیے۔ ابھی تو انسان اپنی دماغی قوتوں سے پوری طرح واقف نہیں ہوا، جب ہم ان قوتوں سے کام لیں گے تو یہ خیال بھی بعید از قیاس نہیں کہ شاید کسی روز قدرت کے اسرار کی نقاب کشائی ہونے لگے۔

مشہور سائنسدان ایشاگر کی تحقیق:

مشہور سائنسدان پروفیسر ایشاگر کا کہنا ہے:

''اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے کافی دلائل موجود ہیں کہ فضا میں آواز اور روشنی کی اس قدر لہریں موجود ہیں جن کی آواز اور حرکت نہ ہم آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں، نہ کان سے سن سکتے ہیں۔ ہماری اس فضا میں ''آواز'' کی چالیس ہزار سے چالیس سنکھ فی ثانیہ حرکت یا آواز موجود ہے اور جہاں تک ہماری نگاہ کی وسعت ہے، اس عالم نگاہ میں ستر سنکھ فی ثانیہ روشنی کی مختلف لہریں پائی جاتی ہیں۔ قدرت نے انسان کو دیکھنے کی قوت، سونگھنے کی قوت، سننے کی قوت، ذائقہ معلوم کرنے کی قوت، قوت احساس اور قوت خیال جس کی بدولت وہ اس دنیا کے آگے کے حالات سے بھی ایک حد تک آگاہ ہو سکتا ہے، عطا کی ہے۔ اگر ہم قدرت کی ان طاقتوں سے جو ابھی تک ہمارے لیے ایک راز ہی ہیں، واقف ہو جائیں تو نہ جانے کیسے کیسے اسرار قدرت کا پردہ بھی اٹھ جائے۔''

لیکن یہ امید یا یقین ہمیں ضرور ہے کہ جب ہم اس عالم اسباب کی حدود سے آگے قدم رکھیں گے تو ایک ایسی دنیا دیکھیں گے جہاں کی دلکشیوں کا ہم ابھی تصور بھی نہیں کر سکتے۔

شاید ہم کو یہ یاد ہی ہوگا کہ جب سائنسدانوں نے برقی رو ''الیکٹرسٹی'' کے ذریعے بغیر کسی تار وغیرہ کے خبر رسانی کا دعویٰ کیا تھا تو اکثر لوگ ان دانشوروں کو دیوانہ یا فاتر العقل کہتے تھے۔ ایک وہ زمانہ بھی تھا جب لوگ ایڈیسن کا جس نے بہت سی ایجادیں کی ہیں، مذاق اڑایا کرتے تھے۔ لیکن آج ایک دنیا اسے موجدوں کا امام سمجھتی ہے۔

سب نبی اور رسول، فلسفہ دان اور علمائے دین ہم کو ہمیشہ یہ بتاتے چلے آ رہے ہیں کہ ہماری اس دنیا کی مثال تو ایک میلے کی ہے، جہاں ہم کچھ عرصہ قیام کرتے ہیں اور میلے سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور پھر یہاں سے چل دیتے ہیں۔

مفکر اسلام علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا کے متعلق کہتے ہیں:

زندگی انسان کی ہے مانند مرغ خوشنوا
شاخ پر بیٹھا کوئی دم چہچہایا اڑ گیا

ایک وہ زمانہ تھا کہ ارواح کا ذکر کرنے والوں کو ''جادوگر'' سمجھا جاتا تھا۔ لوگ ان کی جان لینے کے درپے ہو جاتے تھے۔ بس چلتا تو انہیں زندہ جلا دیتے۔ لیکن آج زمانہ اور زمانے کی اقدار بدل چکی ہیں اور اہل علم حیات روح کے مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرنے لگے ہیں۔ اگر انسان اس

بات کا قائل ہو جائے کہ اسے مر کر پھر زندہ ہونا ہے تو اس دنیا میں بہت سی برائیوں کا خود بخود تدارک ہو جائے اور طبیعت خواہ مخواہ نیکیوں کی طرف مائل ہونے لگے۔

پروفیسر تشار ستنگ کی تحقیق:

پروفیسر تشار ستنگ روح کے متعلق لکھتے ہیں:

"میں ذاتی طور پر بقائے دوام یا حیات بعد الممات کا اس لیے قائل ہوں کہ اگر ہم اس نظریے کو تسلیم کر لیں تو ہماری بہت سی مشکلات حل ہو سکتی ہیں۔ موت کے بعد زندگی کا عقیدہ ہمیں برے کاموں سے روکتا ہے اور نیک کاموں کی تحریک کرتا ہے۔"

"ارواح سے بات کرنا کسی زمانے میں ایک مذاق سمجھا جاتا تھا۔ لیکن آج سائنس نے اسے بھی سچ کر دکھایا ہے۔ آج سائنسدان اس کوشش میں ہیں کہ مرنے کے بعد روح کہاں چلی جاتی ہے۔ اپنے جسم میں اگر واپس آتی ہے تو کیسے آتی ہے؟

یورپ میں جب "روح" کے متعلق تحقیق اور جستجو کا سلسلہ شروع ہوا تو ۱۸۸۲ء میں "دارالعلوم کیمبرج" میں "سوسائٹی فار فزیکل ریسرچ" قائم کی گئی۔ ۱۸۸۲ء سے ہمارے اس زمانے تک "حیات روح" کے متعلق جو نظریات، تجربات، مشاہدات اور تصورات قائم ہوئے ہیں ان کا لب لباب یہ ہے کہ فنا صرف جسم کے لیے ہے، روح فنا سے ناآشنا ہے۔

یورپ کے تمام بڑے بڑے شہروں میں "حیات روح" اور موت کے بعد کیا ہوگا؟ معلوم کرنے کے لیے انجمنیں موجود ہیں اور یہ بات مسلمہ طور پر تسلیم کر لی گئی ہے کہ موت صرف ہمارے جسم کے لیے ہے روح ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔ یہ کیسے زندہ رہتی ہے، یہ سوال نہ کوئی حل کر سکا ہے اور نہ کر سکے گا۔ قدرت کے بعض راز ایسے بھی ہیں جن کے چہرے پر سے ہماری عقل حیلہ کبھی نقاب اتار بھی دیتی ہے لیکن بعض راز ایسے بھی ہیں جو ہمیشہ راز ہی رہتے ہیں۔

لیکن کوشش، فکر اور جستجو چونکہ انسان کی فطرت میں ہے، پھر انسان اس دنیا میں اپنے خالق کا نائب بن کر آیا ہے۔ اگر وہ قدرت کے راز فاش کرنے کی کوشش نہ کرے تو کون کرے۔ حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

زمانہ ایک حیات ایک کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری قصۂ جدید و قدیم

دنیا کے اس پار:

مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ اس سوال کا قطعی اور یقینی جواب صرف قرآن کریم اور متواتر احادیث ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ آج کوئی بھی شخص اپنے مشاہدے کی بنیاد پر اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا، اس لیے کہ جو شخص واقعتاً موت سے ہمکنار ہو جاتا ہے وہ پلٹ کر یہاں نہیں آتا:

کاں را کہ خبر شد، خبرش باز نیامد

حضرت مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم کہتے ہیں کہ چند سال پہلے ایک کتاب میرے مطالعے میں آئی، جس میں کچھ ایسے لوگوں کے دلچسپ تجربات و مشاہدات جمع کیے گئے ہیں، جو موت کی دہلیز تک پہنچ کر واپس آ گئے اور انہوں نے تفصیل سے بتایا کہ انہوں نے موت کے دروازے پر پہنچ کر کیا دیکھا؟ کتاب کا نام Life After Life (زندگی کے بعد زندگی) ہے اور یہ ایک امریکی ڈاکٹر ری منڈ اے مودی کی لکھی ہوئی ہے۔

ڈاکٹر مودی اصلاً فلسفے کے پی ایچ ڈی ہیں، پھر انہوں نے میڈیکل سائنس کے مختلف شعبوں میں کام کیا۔ بالخصوص نفسیات اور فلسفہ ادویہ سے انہیں خصوصی شغف ہے۔ ان صاحب کو سب سے پہلے ایک ماہر نفسیات ڈاکٹر جارج رچی کے بارے میں یہ معلوم ہوا ہے کہ ڈبل نمونیا کے دوران ایک مرحلے پر وہ موت کے بالکل قریب پہنچ گئے اور پھر ڈاکٹروں نے مصنوعی تنفس وغیرہ آخری طریقے (Resuscitation) استعمال کیے۔ جس کے بعد وہ واپس آئے اور صحت مند ہو گئے۔ صحت مند ہونے کے بعد انہوں نے بتایا کہ جب انہیں مردہ سمجھ لیا گیا تھا اس وقت انہوں نے کچھ عجیب وغریب مناظر کا مشاہدہ کیا۔

ڈاکٹر مودی کو اس قسم کے چند مزید واقعات علم میں آئے تو انہوں نے اہمیت کے ساتھ ایسے لوگوں کی جستجو کی اور ان سے ملاقاتیں کیں۔ یہاں تک کہ تقریباً ڈیڑھ سو افراد سے انٹرویو کے بعد انہوں نے یہ کتاب لکھی۔ یہ کتاب جب شائع ہوئی تو اس کی تیس لاکھ کاپیاں ایک ہی سال میں فروخت ہو گئیں۔ ڈاکٹر مودی نے اس کے بعد بھی اس مسئلے کی مزید تفتیش جاری رکھی اور اس کے بعد اس موضوع پر کئی کتابیں لکھیں۔ جن میں سے تین کتابیں میں تین چار سال پہلے امریکہ سے خرید لایا تھا۔ ان کے نام یہ ہیں:

Life After Life-1

The Light Beyond-2

Reflection in Life After Life-3

اور جو کچھ میں آگے بیان کر رہا ہوں، وہ ان کتابوں سے ماخوذ ہے، ان تینوں کتابوں میں صرف ان لوگوں کے حالات بیان کیے گئے ہیں جنہیں بیماری کی انتہائی شدت سے مردہ (Clinically Dead) قرار دے دیا گیا، لیکن ایسی حالت میں آخری چارہ کار کے طور پر ڈاکٹر صاحبان دل کی مالش اور مصنوعی تنفس دلانے کی جو کوشش کرتے ہیں وہ ان پر کامیابی سے آزمائی گئیں اور وہ واپس ہوش میں آ گئے۔ ڈاکٹر مودی کا کہنا ہے کہ جن لوگوں سے انہوں نے انٹرویو کیا، وہ مختلف مذاہب سے تعلق رکھتے تھے اور مختلف جگہوں کے باشندے تھے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنی نظر آنے والی کیفیت کو اپنے اپنے طریقے پر بیان کیا، کسی نے کوئی بات زیادہ کہی، کسی نے کوئی بات کم بتائی، لیکن بحیثیت مجموعی جو مشترک باتیں (Common Elements) ان میں سے تقریباً ہر شخص کے بیان میں موجود تھیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

''ایک شخص مرنے کے قریب ہے، اس کی جسمانی حالت ایسی حد پر پہنچ جاتی ہے کہ وہ خود سنتا ہے کہ اس کے ڈاکٹر نے اس کے مردہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ اچانک اسے ایک تکلیف دہ سا شور سنائی دیتا ہے، اور اس کے ساتھ ہی اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ انتہائی تیز رفتاری سے ایک طویل اور اندھیری سرنگ میں جا رہا ہے۔ اس کے بعد اچانک وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنے جسم سے باہر ہے، وہ اپنے جسم کو فاصلے سے ایک تماشائی بن کر دیکھتا ہے، اسے نظر آتا ہے کہ وہ خود کسی نمایاں جگہ پر کھڑا ہے اور اس کا جسم جوں کا توں چارپائی پر ہے اور اس کے ڈاکٹر جسم پر جھکے ہوئے، اس کے دل کی مالش کر رہے ہیں یا مصنوعی تنفس دینے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے حواس بجا کرنے کی کوششیں کرتا ہے تو اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس نئی حالت میں بھی اس کا ایک جسم ہے، لیکن وہ جسم اس جسم سے بالکل مختلف ہے جو وہ چھوڑ آیا ہے۔ اس کی کیفیات بھی مختلف ہیں، اور اس کو حاصل قوتیں بھی کچھ اور طرح کی ہیں، اسی حالت میں کچھ دیر بعد اسے اپنے عزیز اور دوست نظر آتے ہیں، جو مر چکے تھے اور پھر اسے ایک نورانی وجود Being of Light نظر آتا ہے جو اس سے کہتا ہے کہ تم اپنی زندگی کا جائزہ لو، اس کا یہ کہنا ماورائے الفاظ (Noverbal) ہوتا ہے اور پھر وہ خود اس کے سامنے تیزی سے اس کی زندگی کے تمام اہم واقعات لا کر ان کا نظارہ کراتا ہے۔

ایک مرحلے پر اسے اپنے سامنے کوئی رکاوٹ نظر آتی ہے جس کے بارے میں وہ سمجھتا ہے کہ یہ دنیاوی زندگی اور موت کے بعد کی زندگی کے درمیان ایک سرحد ہے۔ اس سرحد کے قریب پہنچ کر اسے پتہ چلتا ہے کہ اسے اب واپس جانا ہے، ابھی اس کی موت کا وقت نہیں آیا، اس کے بعد کسی انجانے طریقے پر وہ واپس اپنے اسی جسم میں لوٹ آتا ہے جو وہ چارپائی پر چھوڑ کر گیا تھا صحت مند ہونے کے بعد وہ اپنی یہ کیفیت دوسروں کو بتانا چاہتا ہے۔ لیکن اول تو اس کیفیت کو بیان کرنے کے لیے اسے تمام انسانی الفاظ ناکافی معلوم ہوتے ہیں، دوسرے اگر وہ لوگوں کو یہ باتیں بتائے بھی تو وہ مذاق کرنے لگتے ہیں، لہٰذا وہ خاموش رہتا ہے۔''

ڈاکٹر مودی نے ڈیڑھ سو افراد کے انٹرویو کا یہ خلاصہ بیان کرتے ہوئے ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کی ہے کہ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ ڈیڑھ سو افراد میں سے ہر شخص نے پوری کہانی اسی ترتیب کے ساتھ بیان کی، بلکہ ان کا کہنا یہ ہے کہ کسی نے یہ پوری کہانی بیان کی، کسی نے اس کے کچھ حصے بتائے، کچھ چھوڑ دیے، کسی کی ترتیب کچھ تھی، کسی کی کچھ اور بلکہ اس بات کو بیان کرنے کے لیے اکثر افراد نے مختلف الفاظ اور مختلف تعبیرات اختیار کیں اور یہ بات تقریباً ہر شخص نے کہی کہ جو کچھ ہم نے دیکھا ہے اسے لفظوں میں تعبیر کرنا ہمارے لیے سخت مشکل ہے۔

ایک خاتون نے اپنی اس مشکل کو قدرے فلسفیانہ زبان میں اس طرح تعبیر کیا۔

''میں جب آپ کو یہ سب کچھ بتانا چاہتی ہوں تو میرا ایک حقیقی مسئلہ یہ ہے کہ جتنے الفاظ مجھے معلوم ہیں، وہ سب سہ الجادی (Three Dimensional) ہیں (یعنی طول، عرض، عمق کے تصورات میں مقید ہیں) میں نے اب تک جیومیٹری میں یہی پڑھا تھا کہ دنیا میں صرف تین بعد ہیں، لیکن جو کچھ میں نے (مردہ قرار دیے جانے کے بعد) دیکھا اس سے پتہ چلا کہ یہاں تین سے زیادہ ابعاد ہیں۔ اسی لیے اس کیفیت کو ٹھیک ٹھیک بتانا میرے لیے بہت مشکل ہے، کیونکہ مجھے اپنے ان مشاہدات کو سہ ابعادی الفاظ میں بیان کرنا پڑ رہا ہے۔''

بہرکیف ان مختلف افراد نے جو کیفیات بیان کی ہیں ان میں سے چند بطور خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ ایک تاریک سرنگ، دوسرے جسم سے علیحدگی، تیسرے مرے ہوئے رشتے داروں اور دوستوں کو دیکھنا، چوتھے ایک نورانی وجود، پانچویں اپنی زندگی کے گزرے ہوئے واقعات کا نظارہ۔ ان تمام باتوں کی جو تفصیل مختلف افراد نے بیان کی ہے، اس کے چند اقتباسات دلچسپی کا باعث ہوں گے۔

تاریک سرنگ سے گزرنے کے تجربے کو کسی نے یوں تعبیر کیا کہ میں ایک تاریخ خلا میں تیر رہا تھا، کسی نے کہا کہ یہ ایک گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا اور کسی نے اسے اندھیرے غار کا نام دیا ہے۔ میں اس میں نیچے بیٹھا جا رہا تھا۔ کسی نے اسے ایک کنویں سے تعبیر کیا ہے، کسی نے کہا کہ یہ الفاظ اس کیفیت کو بیان کرنے کے لیے ناکافی ہیں، جس مشاہدے کو تمام افراد نے بڑی حیرت کے ساتھ بیان کیا ہے وہ یہ تھا کہ وہ اپنے جسم سے الگ ہو گئے۔

ایک خاتون جو دل کے دورے کی وجہ سے ہسپتال میں داخل تھیں، بیان کرتی ہیں کہ اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرا دل دھڑکنا بند ہو گیا ہے، اور میں اپنے جسم سے پھسل کر باہر نکل رہی ہوں، پہلے فرش پر پہنچی، پھر آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے لگی۔ یہاں تک کہ میں ایک کاغذ کے پرزے کی طرح اڑتی ہوئی چھت سے جا لگی۔ وہاں سے میں صاف دیکھ رہی تھی کہ میرا جسم نیچے بستر پر پڑا ہوا ہے اور ڈاکٹر اور نرسیں اس پر اپنی آخری تدبیریں آزما رہے ہیں۔

ایک نرس نے کہا "اوہ خدایا! یہ تو گئی۔" اور دوسری نرس نے میرے جسم کے منہ سے منہ لگا کر اسے سانس دلانے کی کوشش کی، مجھے اس نرس کی گدی پیچھے سے نظر آ رہی تھی اور اس کے بال مجھے اب تک یاد ہیں۔ پھر وہ ایک مشین لائے جس نے میرے سینے کو جھٹکے دیئے اور میں اپنے جسم کو اچھلتا دیکھتی رہی۔

جسم سے باہر آنے کی اس حالت کو بعض افراد نے اس طرح تعبیر کیا کہ ہم ایسے نئے وجود میں آ گئے تھے جو جسم نہیں تھا اور بعض نے کہا کہ وہ بھی ایک دوسری قسم کا جسم تھا۔ جو دوسروں کو دیکھ سکتا تھا، مگر دوسرے اسے نہیں دیکھ سکتے۔ اس حالت میں بعض افراد نے نظر آنے والے ڈاکٹروں اور نرسوں سے بات کرنے کی بھی کوشش کی، مگر وہ ان کی آواز نہ سن سکے، اور ہم اس بے وزنی کے عالم میں نہ صرف فضا میں تیرتے رہے، بلکہ اگر ہم نے کسی چیز کو چھونے کی کوشش کی تو ہمارا وجود اس شے کے آر پار ہو گیا۔ بہت سوں نے یہ بھی بتایا کہ اس حالت میں وقت ساکت ہو گیا تھا، اور ہم یہ محسوس کر رہے تھے کہ ہم وقت کی قید سے آزاد ہو چکے ہیں۔

اسی حالت میں کئی افراد نے اپنے مرے ہوئے عزیزوں اور دوستوں کو بھی دیکھا اور کچھ لوگوں نے بتایا کہ ہم نے بہت سی بھٹکتی ہوئی روحوں کا مشاہدہ کیا۔ یہ بھٹکتی ہوئی روحیں انسانی شکل سے ملتی جلتی تھیں، مگر انسانی صورت سے کچھ مختلف بھی تھیں۔ ایک صاحب نے ان کی کچھ تفصیل اس طرح بتائی:

"ان کا سر نیچے کی طرف جھکا ہوا تھا، وہ بہت غمگین اور افسردہ نظر آتے تھے، وہ آپس میں ایک دوسرے سے اس طرح پیوست معلوم ہوتے تھے جیسے زنجیروں میں بندھا ہوا کوئی گروہ ہو۔ مجھے یاد نہیں آتا کہ میں نے ان کے پاؤں بھی دیکھے ہوں، مجھے معلوم نہیں وہ کیا تھے، ان کے رنگ اڑے ہوئے تھے، وہ بالکل ست تھے اور مٹیالے نظر آتے تھے، ایسا لگتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ گتھے ہوئے خلا میں چکر لگا رہے ہیں اور انہیں پتہ نہیں کہ انہیں کہاں جانا ہے۔

وہ ایک طرف کو چلنا شروع کرتے، پھر بائیں کو مڑ جاتے، چند قدم چلتے، پھر دائیں کو مڑ جاتے اور کسی بھی طرف جا کر کرتے کچھ نہ تھے، ایسا لگتا تھا کہ وہ کسی چیز کی تلاش میں ہیں، مگر کس چیز کی تلاش میں؟ مجھے معلوم نہیں، ایسا لگتا تھا کہ جیسے وہ خود اپنے بارے میں بھی کوئی علم نہیں رکھتے کہ وہ کون اور کیا ہیں؟ ان کی کوئی شناخت نہیں تھی۔ بعض اوقات ایسا بھی محسوس ہوا کہ ان میں سے کوئی کچھ کہنا چاہتا ہے مگر کہہ نہیں سکتا۔ (Reflection P 19)

جن لوگوں نے اپنے یہ مشاہدات ڈاکٹر موڈی کے سامنے بیان کیے، ان میں سے بعض نے یہ بھی بتایا کہ اس مشاہدے کے آخری مرحلے میں انہوں نے کوئی ایسی چیز دیکھی جیسے کوئی رکاوٹ ہو اور یا تو کسی نے کہا، یا خود بخود ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ ابھی ان کے لیے اس رکاوٹ کو عبور کرنے کا وقت نہیں آیا۔ اور اسی کے معاً بعد وہ دوبارہ اپنے جسم میں واپس آ گئے اور معمول کی دنیا کی طرف پلٹ آئے۔ بعض لوگوں نے بتایا کہ یہ رکاوٹ پانی کے ایک جسم کی سی تھی۔ کسی نے کہا کہ یہ ایک مٹیالے رنگ کی دھند تھی، کسی نے اسے دروازے سے تعبیر کیا، کسی نے کہا کہ وہ اس طرح کی ایک باڑھ تھی جو کھیت کے گرد لگا دی جاتی ہے اور کسی نے یہ بھی کہا کہ وہ صرف ایک لکیر تھی۔

ڈاکٹر موڈی کی یہ کتاب Life After Life سب سے پہلے ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی تھی۔ جس میں انہوں نے آٹھ سال تک تقریباً ڈیڑھ سو افراد سے انٹرویو کے نتائج بیان کیے تھے۔ ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ابھی ان کی یہ ریسرچ نہ پوری طرح سائنٹیفک ثبوت کہلانے کی مستحق ہے اور نہ وہ اس قسم کے واقعات کے ذمہ دارانہ اعداد و شمار دینے کی پوزیشن میں ہیں۔ لیکن ان کی اس کتاب نے دوسرے بہت سے ڈاکٹروں کو اس موضوع کی طرف متوجہ کیا اور ان کے بعد بہت سے لوگوں نے اس قسم کے مشاہدات کو اپنا موضوع بنایا اور اس پر مزید کتابیں لکھیں۔ ان میں سے ایک کتاب ڈاکٹر میلون مورس نے لکھی جو Closer to the Light کے نام سے شائع ہوئی۔

یہ صاحب بچوں کے امراض کے اسپیشلسٹ ہیں۔ اور انہوں نے اس بات کی جستجو شروع کی کہ کیا اس قسم کے مشاہدات بچوں کو بھی پیش آتے ہیں؟ ان کا خیال تھا کہ بالغ لوگ اپنے ذہنی تصورات سے مغلوب ہو کر کچھ نظارے دیکھ سکتے ہیں، اس لیے اگر ان میں بھی ان مشاہدات کا ثبوت ملے تو ان نظاروں کی واقعی حیثیت مزید پختہ ہو سکتی ہے۔

چنانچہ اس کتاب میں انہوں نے بتایا کہ بہت سے بچوں نے بھی اس قسم کے مشاہدے کیے ہیں اور انہوں نے خود ان بچوں سے ملاقات کر کے ان کے بیانات کو مختلف ذرائع سے ٹیسٹ کیا ہے اور ان کا تاثر یہ ہے کہ ان بچوں نے جھوٹ نہیں بولا بلکہ واقعتاً انہوں نے یہ مناظر دیکھے ہیں۔ ۲۳۶ صفحات پر مشتمل یہ کتاب اسی قسم کے بیانات اور ان کے سائنٹفک تجزیے پر مشتمل ہے۔

ایک اور صاحب پالسٹر جارج گیلپ نے پورے امریکہ میں ایسے لوگوں کا سروے کیا جو اس قسم کے مشاہدات سے گزر چکے تھے، ان کے سروے کا چونکا دینے والا خلاصہ یہ ہے کہ امریکہ کی کل آبادی کے تقریباً پانچ فیصد افراد موت کے قریب پہنچ کر اس قسم کے مشاہدات سے گزر چکے ہیں۔

ڈاکٹر مودی نے بھی اپنی تحقیق مزید جاری رکھی اور اپنی دوسری کتاب The Light Beyond میں انہوں نے لکھا ہے کہ پہلے ڈیڑھ سو افراد کے بعد انہوں نے مزید ایک ہزار افراد سے انٹرویو کیا اور اس کے نتائج بھی کم و بیش وہی تھے، البتہ اس دوران بعض افراد نے کچھ نئی باتیں بھی بتائیں۔ مثلاً پہلے ڈیڑھ سو افراد میں سے کسی نے صراحتاً جنت یا دوزخ قسم کی کسی چیز کا ذکر نہیں کیا تھا، لیکن اس نئی تحقیق کے دوران کئی افراد نے ایک ”روشنیوں کے خوبصورت شہر“ کا ذکر کیا۔ بعض نے بڑے خوبصورت باغات دیکھے اور اپنے بیان میں انہیں جنت سے تعبیر کیا۔ بعض افراد نے صاف صاف دوزخ کے مناظر بھی بیان کیے۔

ایک صاحب نے بتایا کہ میں نیچے چلتا گیا نیچے اندھیرا تھا، لوگ بری طرح چیخ چلا رہے تھے، وہاں آگ تھی، وہ لوگ مجھ سے پینے کے لیے پانی مانگ رہے تھے۔ انٹرویو کرنے والے نے پوچھا کہ کیا آپ کسی سرنگ کے ذریعے نیچے گئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا، نہیں، وہ سرنگ سے زیادہ بڑی چیز تھی، میں تیرتا ہوا نیچے جا رہا تھا۔ پوچھا گیا، وہاں کتنے آدمی چیخ و پکار کر رہے تھے؟ اور ان کے جسم پر کپڑے تھے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ”وہ اتنے تھے کہ آپ انہیں شمار نہیں کر سکتے، میرے خیال میں ایک ملین ضرور ہوں گے اور ان کے جسم پر کپڑے نہیں تھے۔“

(The Light Beyond P-26-27)

مرنے کے بعد انسانی شخصیت کسی پراسرار شکل میں ظاہر رہتی ہے:

ایک ہندوستانی محقق نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک واقعہ جو ۲۵ سال پہلے گزرا تھا، یا ایک خیال جو میرے ذہن میں ۲۰ سال پہلے آیا تھا، اور اب میں اسے بالکل بھول چکا تھا، اس کو آج میں خواب میں دیکھتا ہوں تو نفسیاتی نقطہ نظر سے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ میرے حافظے (لاشعور) کے خانے میں بجنسہ موجود تھا، اب سوال یہ ہے کہ یہ حافظہ کہاں ہے؟ اگر وہ خلیوں کے اوپر ثبت تھا، جیسے گراموفون کے ریکارڈ کے اوپر آواز ثبت رہتی ہے، تو وہ خلیے جو ۲۵ سال پہلے ان خیالات کا ریکارڈر بنے تھے، وہ بہت پہلے ٹوٹ کر اور مردہ ہو کر میرے جسم سے نکل گئے۔ اب نہ ان خلیوں کا بحیثیت خلیہ کہیں وجود ہے اور نہ میرا ان سے کوئی تعلق ہے، پھر یہ خیال میرے جسم کے کس مقام پر تھا، یہ ایک تجرباتی شہادت اس بات کی ہے کہ جسم کے ماورا ایک اور دنیا ہے، جو بذات خود اپنا وجود رکھتی ہے، جو جسم کے ختم ہونے سے ختم نہیں ہوتی۔

اسی طرح سائی کیکل تحقیقات (Psychical Research) کے نتائج جو سامنے آئے ہیں وہ بھی خالص تجربات اور مشاہداتی سطح پر موت کے بعد زندگی کے وجود کو ثابت کرتے ہیں۔ اس میں ہمارے نقطہ نظر سے مزید دلچسپی کی بات یہ ہے کہ یہ بقائے محض کو ثابت نہیں کرتے، بلکہ عین اس شخصیت کی بقاء کو ثابت کرتے ہیں جس سے ہم موت سے پہلے واقف تھے۔

انسان کی بہت سی ایسی خصوصیات ہیں جو بذات خود تو پہلے سے موجود تھیں، مگر ان پر سائنسی انداز سے غور و فکر نہیں ہوا تھا۔ مثلاً خواب دیکھنا، جو انسان کی قدیم ترین خصوصیت ہے، مگر جدید دور میں خواب کے مطالعے سے جو نفسیاتی حقائق معلوم کیے گئے ہیں، ان سے قدیم دور کے لوگ ناآشنا تھے، اسی طرح کچھ اور مظاہر ہیں، جن کے متعلق موجودہ زمانے میں باقاعدہ اعداد و شمار جمع کیے گئے اور سائنسی انداز سے اس کا تجربہ کیا گیا۔ اس طرح جدید مطالعہ کے ذریعے ان واقعات سے نہایت اہم نتائج برآمد ہوئے ہیں۔

اسی میں سے ایک سائی کیکل ریسرچ ہے، جو جدید نفسیات کی ایک شاخ ہے، اور جس کا مقصد انسان کی مافوق العادت صلاحیتوں کا تجرباتی مطالعہ ہے۔ اس قسم کی تحقیقات کے لیے سب سے پہلا ادارہ ۱۸۸۲ء میں انگلینڈ میں قائم ہوا اور ۱۸۸۹ء میں اس نے سترہ ہزار اشخاص

سے رابطہ قائم کر کے وسیع پیمانے پر اپنی تحقیقات شروع کر دیں۔ یہ اب بھی مطالعہ نفسیات کا ادارہ (Society of Psychical Research) کے نام سے موجود ہے اور اسی نوعیت کے دوسرے ادارے دوسرے ملکوں میں کام کر رہے ہیں۔ ان اداروں نے مختلف مظاہروں اور تجربات کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی شخصیت کسی پراسرار شکل میں باقی رہتی ہے۔

انسان کبھی فنا نہیں ہوتا، برطانوی ایئر مارشل کی تحقیق:

برطانیہ کے ایئر چیف مارشل لارڈ ڈوڈنگ نے یکم ستمبر ۱۹۴۳ء کو ہاؤس آف لارڈز میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا:

"میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ انسان مر کر دوبارہ زندہ ہوتا ہے۔ چرند، پرند کی موت ان کی مکمل فنا ہوتی ہے، انسان مر جاتا ہے، فنا نہیں ہوتا، کبھی نہ کبھی ہم سے ملتا بھی ہے۔"

نیویارک کے ماہر نفسیات ڈاکٹر کارلس اورسس کی تحقیق:

اسی طرح نیویارک کے ایک ماہر نفسیات ڈاکٹر کارلس اورسس نے مرنے والوں کے متعلق ۸۷۷ ڈاکٹروں اور نرسوں کے مشاہدات جمع کیے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ان مریضوں کے تجربات تو بالکل مختلف ہیں، لیکن ان کی جذباتی کیفیات مشترک ہیں۔ یعنی ایک ناقابل بیان سکون، حسن اور مسرت کا جذبہ۔ بعض مریضوں نے بتایا کہ ذرا سے وقفے میں ان کی زندگی بھر کی یادیں تازہ ہو گئیں، بعض مریضوں کو ایسے لوگوں کی جھلکیاں نظر آئیں جو بہت پہلے مر چکے تھے۔ کئی مریضوں نے دوسری دنیا کے حسین اور دلفریب مناظر دیکھے۔

اس ضمن میں مشہور سائنسدان تھامس الوا ایڈیسن ۱۸۴۷ء تا ۱۹۳۱ء کے انتقال کا واقعہ قابل ذکر ہے۔ وہ اپنے خاندان کو ایک الجھن میں چھوڑ کر مرا۔ اس کے متعلق بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ وہ خدا کو ماننے والا تھا۔ جب ایڈیسن مرنے لگا تو اس کی بیوی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اب ایسا دکھائی دیتا تھا کہ وہ گہری نیند میں سویا ہوا ہے۔ اس کا دل غیر معمولی طور پر دھڑک رہا تھا۔ کمرے میں مکمل طور پر خاموشی طاری تھی۔ اچانک ایڈیسن کسی کی مدد کے بغیر بستر سے اٹھ کھڑا ہوا، اس نے

اپنی آنکھیں کھولیں اور کئی سیکنڈ تک سامنے کی دیوار کو گھورتا رہا، پھر وہ اپنی بیوی کی طرف مڑا اور کہا: "میں حیران ہوں کہ وہاں کتنا خوبصورت منظر ہے۔" اس نے کیا چیز دیکھی تھی؟ ایڈیسن نے یہ نہیں بتایا اور یقیناً کوئی شخص نہیں بتا سکتا۔

ایک اور واقعہ ہنری وارڈ بیچر کا ہے جو اپنے زمانے کا مشہور خطیب تھا۔ اس نے اپنی زندگی میں ہزاروں خطبے دیے تھے۔ وہ لوگوں کو خدا کے عذاب سے ڈرایا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ تمہیں اپنے اعمالوں کی سزا بھگتنے کے لیے ابھی سے تیار ہو جانا چاہیے۔ وہ بہت دردناک لہجے میں حیات اور مابعد حیات کے حالات بیان کرتا تھا۔ جب ہنری بیچر خود مرنے لگا تو اس نے طبیب کو اپنے سرہانے بلا کر کرخت آواز میں سرگوشی کی۔ "ڈاکٹر! دوسری دنیا کا راز تو اب کھلا ہے۔" بیچر پر کیا راز کھلا تھا، یہ اس نے نہیں بتایا۔ لیکن اس کے بیان سے پراسراریت اور بڑھ گئی۔

شکاگو کے ماہر نفسیات ڈاکٹر ایلزبتھ کی تحقیق:

شکاگو کی ایک مشہور ماہر نفسیات ڈاکٹر ایلزبتھ کیلر نے آٹھ سالوں میں بڑی محنت او رجانفشانی سے ہزاروں مرتے ہوئے انسانوں کے تجربات قلمبند کیے ہیں اور بتایا کہ ان میں سے بہت سے لوگوں کی سانس اور دل کی دھڑکن بند ہو چکی تھی۔ لیکن ان کے چہروں، جسم اور دیگر نفسیاتی امور کے ذریعے انہوں نے اندازہ لگایا کہ وہ بھی اپنے گردو پیش سے باخبر تھے۔

اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ انسانی جسم کے تمام اعضاء کسی شخص کے مرنے کے فوراً بعد نہیں مر جاتے بلکہ بعض اعضاء مختلف وقفے تک کام کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً دماغ دس منٹ، دل بیس منٹ، آنکھیں تیس منٹ، بازو چار گھنٹے، کھال پانچ گھنٹے، ہڈیاں تیس دن، بال اور ناخن مرنے کے بعد نہیں بڑھتے۔ آنکھوں کا جو شخص عطیہ دیتا ہے، اس کے بارے میں اس کے لواحقین کے لیے یہ ہدایت ہوتی ہے کہ وہ فوری طور پر متعلقہ ادارے کو مطلع کریں تاکہ ایک مقررہ وقت کے اندر آنکھیں محفوظ کر لی جائیں۔ مقررہ وقت گزر جانے کے بعد آنکھیں "مردہ" (ضائع) ہو جاتی ہیں اور قابل منتقلی نہیں رہتیں۔

انگلستان کے مسٹر ولیم سٹڈ کی ریسرچ:

انگلستان کے مشہور رسالے ریویو آف ریویو کا ایڈیٹر مسٹر ولیم سٹڈ اپنی کتاب "حیات بعد

المات'' میں لکھتا ہے:

''جسم سے الگ ہونے کے بعد روح جب لوگوں کو بے کار اور بے جان جسم کے پاس بیٹھے روتے اور ماتم کرتے دیکھتی ہے تو اسے بہت تعجب ہوتا ہے۔ وہ طرح طرح سے اپنے احباب کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی ہے لیکن وہ رنج وغم کی وجہ سے اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ کیونکہ انہیں روح کی اس کوشش کا احساس یا خیال تک بھی نہیں ہوتا۔ اپنے احباب کی یہ بے اعتنائی دیکھ کر روح اداس ہو کر واپس چلی جاتی ہے۔''

اس قسم کے تمام نظریات اس بات کی دلیل ہیں کہ مرنے کے بعد روح زندہ رہتی ہے۔ اگر روح زندہ ہے تو جسم کا بھی دوبارہ زندہ ہونا بعید از عقل نہیں ہو سکتا۔

موت کے بعد زندگی پر فرانسیسی ہیئت دان فلی میرین کی رائے:

موت کے خیال سے کمزور طبیعت کے لوگ ڈرتے ہیں۔ موت سے دو باتیں بالکل واضح ہو جاتی ہیں۔ ایک فنا، مکمل فنا، دوسری نئی زندگی۔ اگر موت کا مطلب انسان کی مکمل فنا ہے، یعنی نہ نام ونشان تو پھر ڈر کیسا۔ مکمل فنا کی صورت میں تو ڈر کا خیال ایک احمقانہ خیال ہے اور اگر یہ یقین ہو کہ مرنے کے بعد یہ دنیا چھوڑ دینے کے بعد ہم ایک نئی دنیا میں چلے جائیں گے تو پھر موت کے نام یا تصور سے ڈر کے بجائے خوشی ہونی چاہئے۔

رہی قبر اور اس کی تاریکی اور اندھیرا تو اگر دوسری دنیا کا یقین ہو تو ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ ہمارا دوسری دنیا میں جانے کا راستہ اسی اندھیری جگہ سے شروع ہوگا۔ ہماری اس دنیا میں بھی تو جا بجا ایسے راستے ہوتے ہیں جو سنسان بھی ہوتے ہیں، وہاں نام کو بھی روشنی نہیں ہوتی اور قدم قدم پر خوف کا احساس بھی ہوتا ہے۔ آخر ہم منزل مقصود پر پہنچ ہی جاتے ہیں۔ رہا موت سے ڈرنا تو یہ ایک قسم کی بزدلی ہے۔ ہم حیات روح کے قائل ہوں یا نہ ہوں، لیکن موت سے ہم انکار نہیں کر سکتے۔ جب ہمیں یقین ہے کہ ہمیں ایک روز یہ دنیا چھوڑنی ہے تو پھر موت کا ڈر کیوں۔

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ:

اذاں جنازے کی دیتے ہیں وقت پیدائش

ہماری پیدائش کے ساتھ ہی ہماری موت کا وقت مقرر کر دیا جاتا ہے۔ فرانسیسی ہیئت دان فلی

میرین کا قول ہے:

''اگر ہماری موت کا مطلب ہمارا فنا ہو جانا ہے تو پھر موت کا ڈر کیوں؟ فنا کا مطلب ہی یہی ہے کہ:

باقی رہے نہ کوئی، قصہ نہ کوئی جھگڑا

اور اگر یہ خیال بھی ہو کہ ہماری موت صرف اس عالم اسباب سے جدا ہونے کا نام ہے۔ یعنی اس عالم اسباب سے نکل کر ہمیں ایک اور عالم میں جانا ہے تو پھر موت کے بعد کا مسئلہ واقعی قابل غور ہے۔ اس میں تو شاید کسی کو بھی شک نہ ہوگا کہ ایک وقت مقررہ پر ہمارا اس دنیا سے ہر قسم کا رشتہ ناطہ چھوٹ جائے گا اور جسم میں نہ حرکت رہے گی نہ گرمی۔ جو عام طور پر زندگی کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ پھر ہمیں قبر میں ڈال دیا جائے گا اور ہم دنیا والوں کی آنکھوں سے روپوش ہو جائیں گے اور قبر میں کچھ عرصے کے بعد ہمارا گوشت پوست گل سڑ جائے گا اور جسم جو روز اول مٹی سے بنا تھا، لاتعداد ذرات اور مادی اجسام میں تقسیم ہو جائے گا۔ اگر ہم یہ سب کچھ تسلیم کرتے ہیں تو پھر یہ ماننے میں حیل وحجت کیوں کہ یہی ذرات اور اجسام اکٹھے ہو کر ہمیں ایک نیا جنم دیں گے۔ یعنی ہم دوبارہ زندہ ہوں گے۔ رہا یہ سوال کہ ایک اس حیاتِ ثانی کے بعد ہمارا نظام حیات کیا ہوگا؟ اس کے متعلق نہ ہمیں کچھ بتایا گیا ہے نہ ہماری عقل ہماری رہنمائی کر سکتی ہے۔''

ہمارا موت سے ڈرنا محض بزدلی ہے۔ کیونکہ موت کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ہم ایک نظام حیات سے نکل کر ایک دوسرے نظام حیات میں داخل ہو جائیں گے۔ حکیم مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

جوئے سیماب رواں پھٹ کر پریشاں ہوگئی
مضطرب بوندوں کی اک دنیا نمایاں ہوگئی
ہجر ان قطروں کو لیکن وصل کی تعلیم ہے
دو قدم پر پھر وہی جو مثل تار سیم ہے

ایک طالب علم فطرتاً امتحان کے نام سے خائف رہتا ہے اور اکثر دوسروں سے الگ ہو کر امتحان کی تیاری کرتا رہتا ہے۔ لیکن جب وہ اس مرحلے سے گزر جاتا ہے تو پھر نہ اسے کوئی خوف

محسوس ہوتا ہے نہ فکر، یعنی وہ شروع شروع میں ایک ایسے خیال سے خوفزدہ رہتا ہے جو اسے پیش آنے والا ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ پیش آ چکتا ہے، معاملہ ختم ہو چکا ہے تو پھر نہ خوف رہتا ہے، نہ فکر، بعینہ یہی صورت موت، موت کے تصور اور خیال کی ہے۔

موت کے بعد زندگی......امریکی یونیورسٹی میں تجربات:

امریکہ میں مختلف یونیورسٹیوں میں علیحدہ علیحدہ قسم کے تجربات کیے گئے ہیں۔ ماہر نفسیات ریمنڈ موڈی نے ایسے پچانوے افراد کے تجربات قلم بند کیے ہیں جن کو ان کی موت سے زندگی میں دوبارہ واپس آنے کا موقع ملا تھا۔ امریکہ کے مختلف حصوں کے ان لوگوں کے وہ تجربات جو انہیں اس وقت ہوئے جب ان کے دلوں کی کوئی دھڑکن ریکارڈ نہیں ہو سکتی تھی، ہمیشہ ایک جیسے ہی نکلے۔ یعنی وہ لامحدود فضائے بسیط میں ایک دمکتی ہوئی لافانیت تھی۔

کنکٹی کٹ یونیورسٹی کے پروفیسر کینتھ رنگ کی تحقیقات نے بھی اسی قسم کے نتائج ظاہر کیے ہیں۔ کچھ سائنسدانوں نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس قسم کے نتائج اس لیے ملے ہیں کہ متعلقہ اشخاص کی زندگی کا پس منظر عیسائیت سے اثر پذیر تھا۔ مگر جب کارلس اوسس نے اپنی ویت نام اور ہندوستان کی تحقیقات سے بھی یہی نتائج اخذ کیے تو پھر تو ان کو بھی معتبر سائنسی مطبوعات میں شائع کیا گیا۔ ڈاکٹر فریڈ سکونس نے ایسے لوگوں کے ای سی جی کا بغور اور متواتر مطالعہ کیا اور ریکارڈ کرنے والی مشینوں اور آلات کی مدد سے ان کی موت اور پھر زندگی میں ان کی دوبارہ واپسی کی مثالیں اکٹھی کیں۔ چنانچہ یہ بات علم میں آئی کہ جب ان مریضوں نے ایک مخصوص وقت کے متعلق یہ یاد کیا کہ ان کی موت واقع نہیں ہوئی تھی تو عین اسی وقت کے دوران ہی ان کے دلوں کی دھڑکنیں رکی ہوئی پائی گئی تھیں۔

موضوع نمبر ۴۰

آخرت کی زندگی اور جدید تحقیقات

آخرت ایک سائنٹفک نظریہ:

مولانا محمد فاروق خان لکھتے ہیں کہ پہلے جو چیزیں ہمیں گہرے غور و خوض کے بعد معلوم ہوتی تھیں، اس کے برعکس جدید سائنس نے اب متعدد چیزوں کو علم ریاضی کی بنیاد پر ثابت کر دیا ہے۔ سائنٹفک طریقہ کار کی مدد سے حقیقت کی تلاش کرنے والے اب اس نتیجے پر پہنچ رہے ہیں کہ ہماری یہ دنیا حقیقی دنیا نہیں ہے بلکہ اس کے متوازی ایک اور دنیا بھی وجود رکھتی ہے۔

یہ دنیا ہماری دنیا سے کہیں زیادہ باضابطہ اور مبنی بر حقیقت ہے، لیکن یہ ہماری دنیا سے متضاد دنیا (Anti World) ہے۔ اس لیے یہ دوسری دنیا ہمیں اپنی ان آنکھوں سے نظر نہیں آتی۔ موجودہ دنیا میں وسیع پیمانے پر ایک قانون کارفرما نظر آتا ہے کہ یہاں ہر چیز کا ایک جوڑا ہے اور جوڑے کی شکل میں ہی اس کی افادیت کا اظہار ہوتا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ یہ وسیع قانون تمام کائنات پر نافذ نہ ہو۔ تاہم قرآن میں کہا گیا ہے:

ومن کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون ○ (سورۂ ذاریات:۴۹)

''ہم نے ہر چیز کی دو دو قسمیں بنائی ہیں، تاکہ دھیان دو۔''

مئی ۱۹۳۲ء میں سب سے پہلے اینٹی الیکٹرون دریافت کیا گیا۔ کے اینڈرسن (K.Anderson) نے کائناتی شعاعوں (Comic Rays) میں اس کو تلاش کیا اور اس کا نام پوزیٹرون (Positron) رکھا گیا۔ یہ پہلا اینٹی پارٹیکل (Anti Particle) تھا جو انسان کے علم میں آیا۔ ابتک ایٹم کے اندر ۳۵ سے بھی زیادہ ابتدائی پارٹیکل دریافت کیے جا چکے ہیں۔ ایٹم کے ہر ذرے کا ایک اینٹی پارٹیکل ہوتا ہے۔ پروٹون کا ایک اینٹی پروٹون اور نیوٹرون کا ایک اینٹی نیوٹرون ہوتا ہے۔ یہی حال دوسری اشیاء کا بھی ہے۔ اب تک صرف تین مستثنیات دریافت ہو سکے ہیں۔ وہ نوٹون اور دو قسم کے میسون (Meson) ہیں۔ لیکن ان کی حیثیت خود اپنے ہی اینٹی پارٹیکل کی ہے۔

اینٹی پارٹیکل کو تسلیم کرنے کے بعد سائنسی فکر کا رخ قدرتی طور پر اینٹی نیوکلیس اور اینٹی ایٹم کی جانب ہوگیا اور یہ قیاس کیا گیا کہ ایک اینٹی ہائیڈروجن میں منفی (Negative) برقی چارج رکھنے والا ایک اینٹی پروٹون ہوگا اور اس کے گرد مثبت برقی چارج رکھنے والا الیکٹرون (Positron) گردش کر رہا ہوگا۔ کچھ ہی عرصے میں سائنس دانوں کو یہ حقیقت ثابت کرنے میں کامیابی حاصل ہوگئی۔

اس کے بعد ہمارے سامنے مضاد مادہ (Anti Matter) اور مضاد دنیا (Anti World) کی بات آئی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری دنیا میں تمام اینٹی پارٹیکل غیر مستحکم (Unstable) حالت میں ہیں۔ وہ مضاد دنیا میں مستحکم (Stable) حالت میں ہوں گے۔ ان کا عدم استحکام مضاد دنیا کے وجود کا مظہر ہے۔ سب سے پہلے ۱۹۳۳ء میں ڈارک (Dirac) نے اس قسم کی مضاد دنیا کا ذکر اپنی تقریر میں کیا تھا۔ اس مضاد دنیا کی روشنی ممکن ہے کہ فوٹون کی شکل میں ہم تک پہنچ رہی ہو اور تسلسل کے ساتھ پہنچ رہی ہو۔ لیکن ہم اسے اپنی مثبت دنیا (Positive World) کی اشیاء کی روشنی سے الگ کر کے دیکھنے پر قادر نہیں ہیں۔ سائنسی نقطہ نظر سے نیوٹرونو (Neutrono) کو مضاد دنیا کے جاننے میں معاون ہونا چاہئے۔ مگر یہ نیوٹرونو اور اینٹی نیوٹرونو انتہائی گریز پا نوعیت کے ذرات ہیں۔ ان کو گرفت میں لانا بہت ہی دشوار ہے۔

متعدد سائنس دانوں کا خیال ہے کہ مضاد دنیا ہم سے الگ اور ہماری دنیا کے متوازی اپنا حقیقی وجود رکھتی ہے۔ کائنات اگر پارٹیکل اور اینٹی پارٹیکل کے نقطہ نظر ہی سے نہیں بلکہ مادہ (Matter) اور مضاد مادہ (Anti Matter) کے لحاظ سے بھی اضافی (Relative) ہے تو ایسی دنیا ہونی ضروری ہے جو مضاد مادہ کی ہو۔ ایرک کی رائے ہے کہ مضاد دنیا میں صرف مادہ ہی منفی ہے، لیکن الجبراء کے طریقوں کی منفی مقداروں کی طرح ہم منفی وقت اور منفی مقام (Negative Time and Negative Space) کے امکان پر بھی غور کر سکتے ہیں اور سب سے زیادہ قابل یقین وہ مضاد دنیا ہی ہوسکتی ہے۔

ڈاکٹر نان کا خیال ہے کہ مضاف دنیا کی توجیہہ وتوضیح علم طبیعیات کے معروف تصورات و قوانین کے ذریعے نہیں کی جا سکتی۔ انہیں کامل یقین ہے کہ وہ دنیا آج بھی موجود ہے۔ لیکن ہم سے آزاد اور ہماری دنیا کے متوازی اس کا اپنا وجود ہے۔

ڈاکٹر نان کے مطابق مضاد دنیا میں منفی توانائی والی ایٹمیں وقت کی مخالف سمت میں حرکت پذیر ہوتی ہیں۔ اس طرح وہ معکوس زماں دنیا ہے اور شاید دونوں دنیائیں ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔

مندرجہ بالا سطور میں سائنس دانوں کی جس رائے کا ذکر کیا گیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا کے علاوہ کسی دوسری دنیا کا امکان کوئی غیر سائنٹفک بات نہیں بلکہ سائنٹفک نقطۂ نظر ہی سے کسی ایسی مستحکم ومضبوط دنیا کا وجود ناگزیر ہے۔ لہٰذا تصور آخرت کوئی ایسا تصور نہیں جسے ناممکن قرار دیا جا سکے۔ انسانی فکر وجستجو ایسی دنیا کی موجودگی، جو موجودہ دنیا سے زیادہ حقیقی اور پائیدار ہو، کی تصدیق وتوثیق کرتی ہے۔ موجودہ دنیا کا بہ نظر غائر مشاہدہ کرنے والے سائنس دانوں اور مفکروں کو یہ تسلیم کرنا پڑ رہا ہے کہ اس دنیا کو تسلیم کیے بغیر موجودہ دنیا اور زندگی کو صحیح معنوں میں سمجھا نہیں جا سکتا۔ مشہور ومعروف ماہر حیاتیات (Biologist) جے ایس ہالڈین نے لکھا ہے:

''اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں کوئی دشواری نہیں کہ اس مادی کائنات کے پس پشت ایک اور دنیا ہے۔''

میکس پلینک نے بھی اپنی کتاب ''کائنات موجودہ علم طبیعیات کی روشنی میں'' (Universe in the light of Modern Physics) میں لکھا ہے:

''اس عالم محسوسیات کے علاوہ ایک حقیقی دنیا بھی ہے، جس کا احاطہ انسانی علم اور تخیل نہیں کر سکتا۔''

اس نوع کے خیالات کا اظہار ایس ایڈنگٹن نے بھی اپنی تصنیف ''سائنس اور عالم غیب'' (Science and the Unseen World) میں کیا ہے:

مختصر یہ کہ موجودہ دنیا کسی مکمل عالم غیب کی طرف خود ہی اشارہ کرتی ہے۔ اس دنیا کو تسلیم کیے بغیر موجودہ دنیا اور زندگی کے لیے کوئی بنیاد باقی نہیں رہ جاتی اور حقیقی اور غائب دنیا کو مان لینے کے بعد آخرت کو تسلیم کر لینے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ Deaninge نے لکھا ہے:

''زمان ومکان کی دنیا حقیقی دنیا نہیں بلکہ یہ حقیقی دنیا کا جزوی مظاہرہ اور نامکمل اظہار ہے۔''

اگر یہ دنیا کسی حقیقت کا جزوی مظاہرہ ہے تو اس کا مکمل یا نسبتاً مکمل مظاہرہ بھی ممکن ہے اور

آخرت اس حقیقت کے مکمل و مجسم اظہار کا ہی دوسرا نام ہے۔

اغلبیت کا سائنٹفک قانون:

کچھ عرصے پہلے تک سائنس دانوں کا کہنا تھا کہ دنیا مادے سے وجود میں آئی ہے اور مادے کی جبلت ہمیں معلوم ہے۔ نیز یہ کہ کسی بھی معاملے میں یقینی طور پر کوئی رائے قائم کی جاسکتی ہے۔ لیکن اب یہ صورت حال نہیں ہے۔ اب سائنس قطعیت (Certainity) کے بجائے احتمال (Probability) کی بات کرتی ہے۔ اس نے قطعیت پر اصرار ترک کر دیا ہے۔ اب سائنس یہ نہیں کہتی کہ ایسا ہی ہوگا۔ اب اگر وہ کچھ کہتی ہے تو یہی کہ اس کی بہ نسبت اس کا امکان زیادہ ہے۔

سائنس کے موقف میں تبدیلی کی بھی ایک وجہ ہے۔ وہ یہ کہ پہلے مادہ لائق اعتماد سمجھا جاتا تھا، کیونکہ اس میں ایک قسم کی قطعیت تھی، لیکن جوہری توانائی کے جو ذرات حاصل ہوئے ہیں وہ غیر یقینی ہیں۔ ان کے طرز عمل کے بارے میں پہلے سے کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ پہلے سائنس خواہ یہ کہتی رہی ہو کہ ہر چیز یقینی و قطعی ہے، لیکن آج حقیقت منکشف ہوگئی ہے کہ یقینی و قطعی ہونا بہت سطحی تصور تھا۔ اندر بہت احتمالات پائے جاتے ہیں۔

آپ کسی بھی ایٹم کو لیجیے، وہ ٹھوس نہیں ہے۔ ہر ایٹم میں افتراق موجود ہے۔ ایٹم کے ذرات کے درمیان بھی فاصلہ ہے۔ ان فاصلوں کو متصل کرنے والے ایٹم بھی ٹھوس نہیں ہیں۔ وہ دراصل برقی ذرات ہیں۔ انہیں ذرات کہنا بھی درست نہیں۔ ذرے کے ساتھ تو مادے کا تصور وابستہ ہے۔ ذرہ ایک حال پر قائم رہتا ہے، لیکن وہ پیہم بدلتے رہتے ہیں۔ یہ طرز عمل رو جیسا ہے۔ سائنس نے اسے ''کوانٹا'' کا نام دیا ہے۔ کوانٹا کا مطلب بیک وقت ذرہ اور ترنگ ہے۔ کبھی اس کا رویہ ترنگ جیسا ہوتا ہے اور کبھی ذرے کے مماثل اور یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا طرز عمل ہی غیر یقینی و غیر قطعی ہے تو سائنس کس بنیاد پر قطعیت کا دعویٰ کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سائنس نے قطعیت (Certainity) کو ترک کر کے اغلبیت اور احتمال (Probability) کے قانون کو اپنا لیا ہے۔

اب سائنس کا اس امر پر اصرار نہیں کہ کسی چیز کو تسلیم کرنے کے لیے امکان سے بڑھ کر کوئی اور چیز درکار ہے، ورنہ وہ غیر سائنٹفک ثابت ہوگی۔ احتمال و اغلب کے قانون (Law

of Probability) کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے کہ تصور آخرت سائنٹفک تصور نہیں ہے۔

پُرلطف بات یہ ہے کہ احتمال کے اسی قانون کی روشنی میں انسان نے موجودہ دنیا اور زندگی میں کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ تب آئندہ کے لیے مذکورہ قانون کے تحت کوئی امید کیوں قائم نہیں کی جا سکتی؟

احتمال کے قانون میں ایک گہرا راز پنہاں ہے۔ اس راز سے آشنا ہونا بہت ضروری ہے۔ ذرا گہرائی سے سوچا جائے تو یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ غیر قطعیت (Uncertainity) شعور (Consciousness) کا جزو ہے۔ جب کہ قطعیت (Certainity) مادے (Matter) کا خاصہ ہے اور احتمال فی الحقیقت کی نشانی ہے۔ ہم عام طور پر موجودہ دنیا میں احتمال کے رجحان کی صحیح شناخت نہیں کر پاتے۔ اس کی بھی ایک وجہ ہے۔ اسے ہم آسان شکل میں اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ فرض کیجیے کہ ہمیں یہ طے کرنا ہے کہ کسی شہر میں ہر روز مرنے والوں کی تعداد کیا ہے؟

لہٰذا ہم سال بھر کا حساب لگا کر یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ اس شہر میں روزانہ کتنی اموات ہوتی ہیں۔ ہمارا یہ حساب بڑی حد تک صحیح ہوگا اور اگر ہم کسی ملک یا پوری دنیا کی روزانہ کی شرح اموات معلوم کرنا چاہیں تو قطعیت میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ اس اعتبار سے ہمارا حساب زیادہ صحیح ہوا۔ البتہ اگر کسی خاص شخص کے بارے میں ہم یہ طے کرنا چاہیں کہ وہ کب مرے گا تو قطعیت کم سے کم اور احتمال زیادہ ہوگا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اشیاء کی اجتماعیت میں اضافہ ہونے سے مادیت (Materiality) کا احساس ہونے لگتا ہے اور کسی چیز میں جتنی انفرادیت (Individuality) آتی جاتی ہے اس میں شعوریت (Consciousness) کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ مادے کا ایک ٹکڑا تو کروڑوں ایٹموں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم اس کا رویہ متعین کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں قطعیت کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ البتہ اگر ہم الیکٹرون کا مطالعہ کریں تو اس میں وہ کثرت نہیں ہوتی جو پتھر میں پائی جاتی ہے۔ الیکٹرون میں انفرادیت زیادہ ہوتی ہے۔

لہٰذا اگر ہم اس کی جبلت اور طرز عمل کے بارے میں کچھ کہنا چاہیں تو مشکل پیش آئے گی۔ وہ تو اپنے طرز عمل کے متعلق ہر لمحے خود فیصلہ کرتا ہے۔ قبل از وقت اس کے بارے میں کچھ کہنا بہت دشوار ہے۔

احتمال شعور کا خاصہ ہے اور شعور کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے طرز عمل میں آزاد ہوتا ہے۔ احتمال کی حالت میں شعور عملاً کوئی فیصلہ کرتا محسوس ہوتا ہے۔ یہ شعور عالمگیر نوعیت کا ہے۔ تاہم کثرت یا ہجوم میں اس کا احساس نہیں ہوتا۔ یہ ہماری کوتاہی نظر ہے کہ جہاں شعور کارفرما ہوتا ہے وہاں ہمارے لیے امیدوں اور امنگوں کی دنیا آباد ہوتی ہے۔ اندھی بہری طاقت سے کوئی امید وابستہ نہیں کی جاسکتی۔ البتہ باشعور طاقت سے تو آس لگائی جاسکتی ہے۔ وہ آرزو پوری بھی کرے گی، کیونکہ آرزو خود اس کا عطیہ ہے۔ لہٰذا اسے فضول دعبث نہیں کہہ سکتے۔ ہر انسان کی تمام آرزوؤں کا ماحصل آخرت میں نیک مقام کی آرزو ہے، اور یہ آرزو یقیناً پوری ہوگی۔

نظریہ آخرت کی سائنسی تعریف:

اسلام نے آخرت کا نظریہ پیش کیا ہے۔ جس کے مطابق قیامت کے دن تمام لوگوں کو دوبارہ زندگی ملے گی۔ بظاہر یہ نظریہ عقل کے خلاف محسوس ہوتا ہے۔ لیکن جدید تحقیقات کے مطابق نظریہ آخرت کوئی خاص عجیب وغریب نظریہ نہیں ہے۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انسان جو کچھ سوچتا ہے وہ اس کے دماغ میں شعور یا لاشعور کی حالت میں محفوظ رہتا ہے اور انسان کے خیالات جو ایک دفعہ آ گئے، کبھی بھی دماغ سے خارج نہیں ہوتے۔ صاف ظاہر ہے کہ نیت کا اس احتیاط سے انسان کے تحت الشعور میں رہنا دراصل قیامت کے دن کے لیے ہے اور اسے یاد آئے گا کہ میں نے فلاں فلاں نیتیں کی تھیں۔

اسی طرح انسان جو کچھ بولتا ہے وہ آواز کی لہروں کی صورت میں ہوا میں ہمیشہ کے لیے محفوظ رہتا ہے۔ یہ بھی آخرت کے دن کے لیے ہے، جب ہر شخص کو بتایا جائے گا کہ اس نے دنیا میں فلاں فلاں باتیں کیں۔ اسی طرح ثابت ہو چکا ہے کہ ہمارے جسم سے ہر وقت حرارتی لہریں (Heat Waves) خارج ہوتی رہتی ہیں۔ سائنس دانوں نے ایسے کیمرے (Evaporagraph) بنائے ہیں جو کسی جسم کے ہٹنے کے بعد بھی اس کے مقام سے خارج ہونے والی حرارتی لہروں کے فوٹو کھینچ سکتے ہیں۔ حرارتی لہروں کے اس نظام سے پتا چلتا ہے کہ گویا ساری زندگی ہمارے تمام اعمال کی فلم بندی ہو رہی ہے، جو ہمیں آخرت میں دکھائی جائے گی۔

ڈاکٹر شیخ اعجاز اپنے مضمون "پرائنز انسان کا نیا دشمن" کے آخر میں پرائنز (وائرس سے بھی چھوٹے

ہوئے) کے زندہ یا مردہ ہونے پر بحث کرتے ہوئے ضمنی طور پر کہتے ہیں:

"رب العزت کے حکم سے (قیامت میں) پہلے ایک خاص بارش جو کہ لحمیات اور دیگر اجزائے ترکیبی سے مامور ہوگی، وقوع پذیر ہوگی۔ اس کے پڑنے کے بعد مردہ زندہ ہو جائیں گے۔ یعنی مردوں میں موجود مرکزی ترشوں (D.N.A. R.N.A) سے خصوصی بارش کے لحمیات وغیرہ مل کر باہمی عمل کے بعد زندہ انسانوں کو جنم دیں گے۔ کتنا فطرت کے نزدیک ہے دین اسلام۔"

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہوا کہ قیامت کے دن کا آنا اور مردوں کا دوبارہ زندہ ہونا کچھ عجیب بات نہیں ہے۔ (بحوالہ احقر کی کتاب "قرآن کے سائنسی انکشافات")

کیا انسان روز محشر زندہ نہیں ہوسکتا؟

خدائے برحق کا دعویٰ ہے کہ انسان کو مرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر زندہ کیا جائے گا۔ آج وہ لوگ جو اس بات کی حقیقت کو جھٹلاتے ہیں کہ حیات بعد از موت کا کوئی وجود نہیں اور اگر انسان ایک مرتبہ فنا ہو جائے تو دوبارہ زندگی ممکن نہیں تو ان ہی کے تجربات اور انہی کے الفاظ میں ان کے اس دعوے کی تردید بھی ہوتی ہے۔ مگر وہ لوگ ہیں کہ باوجود اپنی تحقیق اور تجربے کے اس حقیقت کو ماننے پر تیار نہیں۔

سائنسدانوں نے جب انسانی خلیوں پر تحقیق کی تو یہ نتیجہ نکالا کہ انسان کا جسم چھبیس پدم خلیوں پر مشتمل ہے۔ پرانے خلیے دس سال کے عرصے میں مر جاتے ہیں اور نئے پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ کام جسم کے اندر ہوتا ہے۔ گویا جو شخص سو برس زندہ رہتا تو وہ دس بار مر کر زندہ ہوا۔ اگر دوبارہ زندہ ہونے کے مخالف حلقے عقلمند ہوں اور حقیقت پسند ہوں تو وہ اپنی ہی اس تحقیق سے آخرت اور زندگی بعد از موت پر یقین لے آئیں کہ انسان کے اندر موجود چھبیس پدم خلیے اگر دس برس میں دوبارہ زندہ ہوسکتے ہیں تو کیا انسان روز محشر زندہ نہیں ہوسکتا۔

زندگی کا خاتمہ قبر پر نہیں ہوتا، جدید تحقیق:

ایک ماہر نفسیات ڈاکٹر رسل جو آیووا یونیورسٹی میں تعینات ہیں، نے بھی ایسے بچاس سے زندوں کے بیانات اور تجربات جمع کیے ہیں، جو موت سے قریب تر تھے۔ [illegible] مت

کے بعد بقاء کو ناممکن تصور نہیں کرتے اور اپنی تحقیقات میں لگے ہوئے ہیں۔

ستمبر ۱۹۷۸ء میں آسٹریلیا کے ایک چھوٹے سے شہر انسبرک میں دنیا بھر کے ایک ہزار چوٹی کے نفسیات دان، علماء، سائنسدان، ڈاکٹر اور ماہرین دینیات جمع ہوئے اور حیات بعد الممات کے موضوع پر ایک ہفتے تک بحث ومباحثے جاری رہے۔ موضوع گفتگو یہ تھا کہ نزع کے عالم میں انسان جن مناظر سے یکا یک دوچار ہوتا ہے ان کی اصلیت کیا ہے؟

ظاہری موت کے بعد جن لوگوں کو طبی امداد سے زندہ کرلیا گیا تھا۔ ڈاکٹروں نے ان کے بیانات کو تفصیل سے قلم بند کیا ہے۔ ان سب کے بیانات میں حیرت انگیز مشابہت پائی جاتی ہے۔ ان سب کو مرنے کے بعد (حالانکہ مرنے کا وقفہ بہت قلیل تھا) یکساں تجربات سے گزرنا پڑا۔ انسبرک کی ہفت روزہ کانفرنس کے بعد اس کے ترجمان نے اعلان کیا کہ ان تحقیقات کے نتیجے میں بہت سے سائنس دانوں اور علماء کو یقین ہوگیا ہے کہ زندگی کا خاتمہ قبر پر نہیں ہوجاتا بلکہ اس کے بعد بھی زندگی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

آخرت کی فطری ضرورت:

انسان کی فطرت میں راحت اور دائمی خوشیوں کا ولولہ فطرتاً موجود ہے۔ اس لیے وہ اپنے لیے ایک ایسی دنیا تلاش کرنا چاہتا ہے۔ جہاں وہ موجودہ دنیا کی محدودیتوں اور مشکلات سے آزاد ہوکر خوشی اور فراغت کی ایک دلپسند زندگی حاصل کرسکے۔ یہی طلب آخرت کا ایک نفسیاتی ثبوت ہے۔ جس طرح پیاس لگنا پانی کی موجودگی اور انسان کے درمیان ربط کا ایک داخلی ثبوت ہے۔ اسی طرح ایک بہترین دنیا کی طلب اس بات کا ثبوت ہے کہ ایسی ایک دنیا فی الواقع موجود ہے اور ہم سے اس کا براہ راست تعلق ہے۔ اسی پر بحث کرتے ہوئے وحیدالدین خان صاحب فرماتے ہیں کہ:

"جو لوگ اتنے بڑے نفسیاتی تقاضے کو یہ کہہ کر نظرانداز کردیتے ہیں کہ غیر حقیقی ہے، مجھے نہیں معلوم کہ پھر اس زمین پر وہ کونسا واقعہ ہے جس کو وہ حقیقی سمجھتے ہیں اور اگر سمجھتے ہیں تو اس کے لیے ان کے پاس کیا دلیل ہے۔ یہ خیالات اگر صرف ماحول کا نتیجہ ہیں تو وہ انسانی جذبات کے ساتھ اتنی مطابقت کیوں رکھتے ہیں؟ کیا دوسری کسی چیز کی مثال دی جاسکتی ہے جو ہزاروں سال کے دوران میں اس قدر تسلسل کے ساتھ انسانی جذبات کے ساتھ اپنی مطابقت باقی رکھ سکی ہو؟"

کیا کوئی بڑے سے بڑا قابل شخص یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ ایک فرضی چیز گھڑے اور اس کو انسانی نفسیات میں اس طرح شامل کردے، جس طرح یہ احساسات انسانی نفسیات میں سموئے ہوئے ہیں۔

انسان کی بہت سی تمنائیں ہیں، جو اس دنیا میں پوری نہیں ہوتیں۔ انسان ایک ایسی دنیا چاہتا ہے جہاں صرف زندگی ہو، مگر اسے ایک ایسی دنیا ملی ہے جہاں زندگی کے ساتھ موت کا قانون بھی نافذ ہے یہ کتنی عجیب بات ہے کہ آدمی اپنے علم، تجربے اور جدوجہد کے نتیجے میں جب اپنی کامیاب ترین زندگی کے آغاز کے قابل ہوتا ہے، اس وقت اس کے لیے موت کا پیغام آجاتا ہے۔

لندن کے کامیاب تاجروں کے متعلق اعداد وشمار سے معلوم ہوا ہے کہ پینتالیس چھیالیس سال کی عمر کے درمیان جب وہ اپنا کاروبار خوب جما لیتے ہیں اور پانچ ہزار تا دس ہزار پونڈ (ایک لاکھ روپے سے) بھی زیادہ سالانہ کمارہے ہوتے ہیں۔ اس وقت اچانک ایک روز ان کے دل کی حرکت بند ہوجاتی ہے اور وہ اپنے پھیلے ہوئے کاروبار کو چھوڑ کر اس دنیا سے چلے جاتے ہیں۔

آخرت کی فطری ضرورت اور ونو دریڈی کی تحقیق:

ونو دریڈی (Winwood Reade) لکھتا ہے:

"یہ ہمارے لیے ایک غور طلب مسئلہ ہے کہ کیا خدا سے ہمارا کوئی ذاتی رشتہ ہے؟ کیا اس دنیا کے علاوہ کوئی اور دنیا ہے جہاں ہمارے عمل کے مطابق ہم کو بدلہ دیا جائے گا۔ یہ نہ صرف فلسفے کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے، بلکہ یہ خود ہمارے لیے سب سے بڑا عملی سوال ہے۔ ایک ایسا سوال جس سے ہمارا مفاد بہت زیادہ وابستہ ہے۔ موجودہ زندگی بہت مختصر ہے اور اس کی خوشیاں بہت معمولی ہیں، جب ہم وہ کچھ حاصل کرلیتے ہیں جو ہم چاہتے ہیں تو موت کا وقت قریب آچکا ہوتا ہے، اگر یہ واضح ہوسکے کہ ایک خاص طریقے پر زندگی گزارنے سے دائمی خوشی حاصل ہوسکتی ہے تو بے وقوف یا پاگل کے علاوہ کوئی بھی شخص اس طرح کی زندگی گزارنے سے انکار نہیں کرے گا"۔ (Martyrdom of man P.414)

دوسری زندگی کی عقلی دلیل:

برطانیہ کے قلمکار ڈاکٹر اوٹیس شیسر نے اپنی کتاب گرواپ اینڈ لو میں ''میں کیا ہوں؟'' (What am I?) اور ''میں کون ہوں؟'' (Who am I?) کے عنوان سے دو باب بھی تحریر کیے ہیں۔ ان دو ابواب میں اس نے اس بات کا تذکرہ بھی کیا ہے کہ ہر انسان اس بارے میں ضرور سوچتا ہے۔ یہ بات بالکل حقیقت ہے۔ ہر شخص کبھی نہ کبھی خود سے یہ سوال ضرور کرتا ہے کہ وہ کون ہے؟ کیا ہے؟ وہ اس دنیا میں کیوں آیا ہے؟ وہ اس دنیا میں کیسے آیا ہے؟ وہ اس دنیا سے مر کر کہاں جائے گا؟

اسلام نے ہمیں بڑے واضح انداز میں ان تمام سوالات کے جوابات دیے ہیں۔ دوسری جانب سائنس کے نام پر دراصل سائنس دان اپنی حقیقت ہی معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ تمام علوم انسان ہی کے گرد گھومتے ہیں۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے ان سوالات کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بنایا۔ پھر اس کو دنیا میں ایک عرصے تک زندگی گزارنے کے لیے بھیجا۔ موت کے بعد انسان کو اپنی اچھی یا بری زندگی کا حساب دینا ہے۔ اس کے بعد یا تو ہمیشہ راحت یا عذاب۔

لیکن اس راحت وعذاب کے بارے میں آدمی ہمیشہ شک وشبے میں گھرا رہتا ہے۔ اس لیے کہ دنیا کی حقیقتیں انسان کے سامنے ہیں اور راحت وعذاب کے حالات اس کی آنکھ سے اوجھل۔ مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دنیا ہی میں بے شمار حالات اور واقعات کے ذریعے ایسے شواہد پیدا کر دیے ہیں کہ دیکھنے والا اگر دل کی آنکھ سے دیکھنا چاہے تو اس کو محسوس ہوگا کہ دنیا کی زندگی جس قدر حقیقی ہے، آخرت کی دنیا اس سے بھی کہیں زیادہ سچی ہے۔

بچپن میں آپ کا جسم یقینی طور پر وہ نہیں تھا جو آج ہے۔ اسی طرح آج سے دس برس کے بعد آج والا جسم آپ کے ساتھ نہیں ہوگا۔ لیکن کیا بات ہے کہ بچپن میں بھی ''آپ آپ تھے'' اور دس برس کے بعد بھی آپ خود کو اپنی ہی ذات میں محسوس کریں گے؟

ہمارا اصل وجود ہمارا یہ جسم نہیں جس کو ہم بظاہر چلتا پھرتا دیکھتے ہیں۔ بلکہ اصل انسان وہ اندرونی انسان ہے جو اگرچہ آنکھوں سے نظر نہیں آتا لیکن ہم اسے اپنے اندر محسوس کرتے ہیں۔ انسان کسی مخصوص جسم کا نام نہیں بلکہ اس روح کا نام ہے، اس سرِّ ربی کا نام ہے جو جسم کے اندر

موجود ہوتی ہے۔

جسم کے بارے میں ہمیں معلوم ہے کہ یہ بہت سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے مل کر بنا ہے۔ ان کو سائنسی زبان میں زندہ خلیہ (Living Cell) کہتے ہیں۔ ہمارے جسم میں خلیوں کی وہی حیثیت ہے جو کسی مکان میں اینٹوں یا بلاکوں (Blocks) کی ہوتی ہے۔ ہمارے جسم کی یہ اینٹیں یا خلیے ہمارے جسمانی عمل کے دوران میں مسلسل ٹوٹتے رہتی ہیں۔ ان کی کمی کو ہم غذا کے ذریعے پورا کرتے ہیں۔ غذا جسم میں پہنچ کر مختلف اجزاء میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ اور پھر جو خلیے ٹوٹ گئے تھے یا مردہ ہو گئے تھے، ان کی جگہ نئے خلیے بن جاتے ہیں۔ یوں انسانی جسم گھٹتا اور بدلتا رہتا ہے۔

پچھلے خلیے ٹوٹ کر فنا ہو جاتے ہیں اور نئے بننے والے خلیے ان کی جگہ لے لیتے ہیں۔ یہ عمل ہر وقت جاری رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اوسطاً دس برس میں پورا جسم بدل جاتا ہے۔ ہمارا جو جسم دس سال پہلے تھا، اس میں سے آج کچھ بھی باقی نہیں۔

جسم اسی طرح بنتا بگڑتا رہتا ہے۔ لیکن آپ کے اندر کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ آپ کے اندر ''میں'' بدستور باقی رہتی ہے۔ یہی وہ اندرونی انسان ہے جو جسم کے ساتھ نہیں بدلتا، بلکہ جسمانی تبدیلیوں کے باوجود ''خود'' کو برقرار رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ دس برس میں پورا جسم بدل جاتا ہے۔ لیکن اس اندرونی انسان میں تبدیلی نہیں آتی۔

اس سے ثابت ہوا کہ انسان کسی خاص جسم کا نام نہیں، جس کے مرنے سے انسان مر جائے، بلکہ وہ ایک ایسی ''روح'' ہے، ایسی ''شے'' ہے، جس کا وجود برقرار رہتا ہے۔ جسم کے بدلنے اور روح کے نہ بدلنے میں اس حقیقت کا صاف اشارہ موجود ہے کہ جسم فانی ہے مگر روح فانی نہیں۔

گویا جسم اگر موجود نہ رہے تو بھی اس کی روح یا بالفاظ دیگر اس کی ذات کو جسمانی موت کے بعد راحت وعذاب کے مراحل سے گزرنا ہے اور اپنے کیے کا حساب دینا ہے۔

موضوع نمبر ۴۱

انسان کو زندہ رکھنے کی سائنس کی ناکام کوششیں

موت کی گرفت:

لوگوں نے طرح طرح سے موت کے اندیشے سے بچنے کی کوشش کی ہے۔ امریکہ کے ایک شخص کو خیال ہوا کہ بڑھاپا موت کا اصل سبب ہے۔ اس لیے بڑھاپے کو روکو۔ اس نے اس موضوع پر زبردست مطالعہ کیا۔ مطالعے سے معلوم ہوا کہ بڑھاپے کا اصل سبب یہ ہے کہ عمر بڑھنے کے ساتھ ہماری شریانوں اور وریدوں میں ایک فاسد مادہ جمع ہونے لگتا ہے۔ جس کو کولیسٹرول (Cholestrol) کہتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ہماری خون کی نالیوں کی قدرتی لچک ختم ہو کر ان میں سختی آ جاتی ہے۔ اسی صورت حال کا دوسرا نام بڑھاپا ہے۔ چنانچہ یہ امریکی محقق اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر جسم کے عضلات پر تناؤ اور ڈھیل کا عمل کر کے شریانوں اور وریدوں میں جمع شدہ مادے کو نکال دیا جائے تو دوبارہ شباب کی واپسی ممکن ہے۔

اب اس نے اس مقصد کے لیے ورزش شروع کی، بلکہ ورزشیں ایجاد کیں اور ۲۵ سال تک وہ اپنے قبل از وقت بڑھاپے کو دوبارہ جوانی کی طرف لوٹانے کے لیے مسلسل کوششیں کرتا رہا۔ اس کوشش کے شاندار نتائج کو اس نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے جس کا نام ہے "بڑھاپا اور اس کا سدباب" اس کتاب میں مصنف کی دو تصویریں ہیں۔ ایک پچاس سال کی اور دوسری ۷۵ سال کی۔

پچاس سالہ عمر کی تصویر ایک ایسے شخص کا منظر پیش کرتی ہے جس کے چہرے پر افسردگی طاری ہے اور ہڈیاں نکلی ہوئی تھیں۔ وہ دیکھنے میں ایک بوڑھا شخص معلوم ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ۷۵ سال کی عمر کی جو تصویر ہے اس میں اس شخص کی صورت اس طرح بدل گئی ہے کہ ایک بالکل دوسرا تر و تازہ نوجوان بیٹھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مگر وہ شخص جس نے چوتھائی صدی کی طویل جدوجہد کے بعد اپنے آپ کو بڑھاپے سے نکال کر دوبارہ جوان بنا لیا تھا عین اس "جوانی" کے عالم میں ایک روز اس طرح مر گیا کہ وہ سوچ بھی نہیں سکا کہ اب اس کو اس سے بچنے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔

ہمیشہ زندہ رہنے کی سائنس کی ناکام کوششیں:

ترقی پذیر ملکوں میں جن مرنے والوں کو مردہ قرار دیا جاتا ہے، یورپ اور امریکہ کے ترقی یافتہ ملکوں میں جہاں بہترین ڈاکٹر، جدید آلات اور حیات بخش ادویات کی کثرت ہے، مرنے کی اس حالت پر مزید کوششیں جاری رہتی ہیں۔ کیا بعید کہ وہ بھی اپنی انتہائی کوششوں کے باوجود ایک زندہ شخص کو مردہ قرار دیتے ہوں۔ مرنے کے قبل کے عوارضات پر قابو پانے کے لیے شاید مزید کوششیں اور معلومات درکار ہوں، جن پر اب تک ان کی دسترس اور علمی رسائی نہ ہو سکی ہو۔ کیونکہ ان کے سامنے کوئی ایسا متعین مقام نہیں، جسے وہ موت کہہ سکیں۔ کبھی قلب اور دوران خون کے بغیر زندگی کا تصور محال تھا، لیکن آج قلب کے بغیر بھی زندگی کا ثبوت ہے۔

ماہرین طب اس فیصلہ کن مقام پر ابھی تک نہیں پہنچ سکے ہیں، جہاں سے زندگی کی واپسی ختم ہو جاتی ہے۔ تحقیق کے آگے بڑھنے سے وہ اس کے قریب ضرور ہو رہے ہیں اور اب وہ اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ جسمانی موت (Somatic Death) کے بعد جب کہ دماغ، پھیپھڑے اور قلب کے افعال ختم ہو جاتے ہیں، خلیاتی زندگی باقی رہتی ہے۔ اس موت کو جس میں تمام خلیے اور نسیجیں حرکتِ عمل بند کر دیں، سالماتی موت (Molecular Death) کا نام دیا گیا ہے اور جب یہ باقی ہے تو زندگی کے واپسی کی آثار بھی ہیں سوائے اس کے کہ موت کا وقت مقرر نہ پہنچ چکا ہو۔

یہی وجہ ہے کہ موت کے بعد جسم کا درجہ حرارت یکا یک کم نہیں ہوتا۔ خلیات جن میں زندگی کے بنیادی تقاضے موجود ہیں، انفرادی شکل میں دیر تک زندہ رہتے ہیں اور ان میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ زندگی کو مکمل شکل میں دوبارہ بحال کر سکیں۔ لیکن ہماری تحقیقی و علمی کمی، آلاتی بےبسی اور تجرباتی کم مائیگی، زندہ کو مردہ کہہ کر خود کو آزاد کر لیتی ہے۔ حالانکہ ہم نے اس خالق موت اور علیم و حکیم کے عطا کردہ علم سے بہت کم ہی اکتساب کیا ہے۔ دنیائے طب خود ایک بحر ذخار ہے، جس کے خزانے ابھی تک ہم سے پوشیدہ ہیں اور اس کی اتھاہ کا ہمیں پتہ نہیں۔

آج نہ صرف خلیہ بلکہ خلیے کے اندر پائے جانے والے اجسام جن میں کروموسوم (Chromosome) اور ماء الحیات (Protoplasm) جیسے عناصر خصوصیت سے شامل ہیں، تحقیق کے شعبوں میں حیرت ناک شکل اختیار کر چکے ہیں۔ خلیے کے مرکزے میں پائے

جانے والے کروموسوم جن میں جینس (Genes) ہوتے ہیں، بہت سی پوشیدہ حقیقتوں کو کھولتے جارہے ہیں، خود جینس کو ایک مستقل سائنس کی حیثیت دے کر زندگی کے اسرار ورموز کو سمجھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

خلیہ میں پائے جانے والے ماءالحیات کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ نہ صرف زندگی کا عنصر ہے بلکہ ماہرین نے اس کے لافانی ہونے تک کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لافانی نہ ہوتے ہوئے بھی ماءالحیات میں بقائے حیات کی اتنی بڑی صلاحیت موجود ہے، جس کے ذریعے موت سے قبل تک کی زندگی زیادہ متحرک بنائی جاسکے۔ اسی رطوبت کی وجہ سے خلیے کو غیر فنا پذیر صلاحیت کا حامل سمجھا گیا۔

خلیے کو زندہ رکھنے کا ایک بڑا تجربہ نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر ایلکس کیلر نے ایک مرغی کے بچے پر کیا، جس میں اس کے دھڑکتے قلب کی جھلی جسے غشاءالقلب (Pericardium) کہتے ہیں، خون کے ماءالدم (Plasma) میں رکھ دیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلیوں میں حیرت نما نمو ظاہر ہونے لگی۔ خلیات بڑھنے لگے۔ ان کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔ دو سے چار اور چار سے آٹھ کی رفتار میں نئے خلیات پیدا ہونے لگے۔ قدرت کا عمل زندگی ایک متعین اور خاص رفتار سے شروع ہوگیا۔ کہا جاتا ہے کہ اگر مختلف وقتوں میں پرتیں تراشی نہ جاتیں تو خلیات کا وزن ایک مہینے میں ۴ پونڈ اور ۳ مہینے میں تقریباً ۶۵ ارب پونڈ تک پہنچ جاتا۔ بعد میں جھلی پھینک دی گئی۔

لحمی خلیات سے متعلق ایک خیال یہ بھی ہے کہ ان کے درمیان پیوستگی اور بندش کو خصوصی انزائم کے ذریعے توڑ کر مزید لحمی مادے جگہ بناتے ہیں۔ لیکن عمر آنے پر باہمی بندش سخت ہوجاتی ہے۔ اردگرد ایسے لحمی مادے جمع ہوجاتے ہیں، جن کے تغذیہ کا قدرتی نظام نہیں ہوتا۔ بالآخر ان میں زہریلا پن آجاتا ہے۔ ماہرین اس حالت کو موت کی پیش بندی کہتے ہیں۔ وہ ایسے مادے بنانے میں مصروف ہیں جن کے ذریعے زہریلے مادے کو گلا دیا جائے۔ اگر اس میں کامیابی ملی تو ان کے مطابق یہ وقت موت سے ہمیشہ کی رہائی کا ہوگا۔

انسانی خلیے کو بنانے کی سائنس کی ناکام کوششیں:

سائنس دانوں کی تحقیق کے مطابق کرہ زمین ۴٫۶ ارب سال قبل وجود میں آیا۔ اس وقت یہ سخت گرم تھا۔ جس پر زندگی کا وجود ناممکن تھا۔ اسے ٹھنڈا ہونے اور بیرونی سطح کے معتدل درجہ

حرارت پر آنے میں ایک ارب سال لگے۔ اس کے بعد ہی زمین اس قابل ہوئی کہ اس پر زندگی پنپ سکے۔ چنانچہ پہلے پہل اس میں شادابی پیدا ہوئی۔ قسم قسم کے خودرو پودے اگنے لگے۔ انواع واقسام کے پھول اور پھل وجود میں آئے۔ اس کے بعد جانور پیدا ہوئے۔ ان میں کیڑے مکوڑے بھی تھے اور رینگنے والے جانور بھی۔ ان میں عظیم الجثہ حیوانات بھی تھے اور خوردبینی جاندار بھی۔ زمین کی خشکی کی طرح اس کے سمندر بھی طرح طرح کی آبی مخلوق سے بھرے ہوئے تھے۔

پھر وہ مرحلہ آیا جس میں زمین پر انسان نما جانور پیدا ہوئے اور سب سے آخر میں عقل وخرد رکھنے والا اور حواس وادراک کی صفات سے مالا مال انسان وجود میں آیا۔ اس کی تاریخ دس بارہ ہزار برس سے زیادہ پرانی نہیں۔ سائنس کرہ ارض کی تخلیق اور آبادکاری کے ان تمام مراحل سے آگاہ ہے، لیکن اس کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں کہ یہ سب کچھ کیسے رونما ہوا؟ نباتات او رحیوانات میں اتنا تنوع کیونکر پیدا ہوا اور وہ کونسی منصوبہ بندی ہے جو لاکھوں جانوروں کی ضروریات ان کو فراہم کررہی ہے۔ اس سوال کا جواب مذہب دیتا ہے۔ لیکن مغربی تہذیب میں چونکہ اسے کوئی اہم مقام حاصل نہیں، اس لیے اس کی بیان کردہ توجیہات پر سائنس دان کان دھرنے کو کسر شان سمجھتے ہیں۔

نباتات اور حیوانات کی شکل میں حیات کا جو وجود ہے اس کی حقیقت پانے کے لیے خوردبینی مشاہدات نے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ ایک سائنس دان نے یہ دیکھنے کے لیے کہ کارک پانی پر کیوں تیرتا ہے اس کا خوردبینی مشاہدہ کیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کی ساخت شہد کے ایک چھتے کی طرح ہے۔ جس میں ایک جیسے ہزاروں خانے باہم جڑے ہوئے ہیں۔ اس نے خانے کو سیل (Cell) یا خلیے کا نام دیا۔ بعد میں علم ہوا کہ نباتات ہوں یا حیوانات، ان کا وجود خلیوں ہی سے عبارت ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہی خلیہ راز حیات ہے۔ یہی چیز ہے جو کسی بھی جاندار جسم کی تعمیر میں اینٹ کی حیثیت رکھتی ہے۔

سائنسدانوں نے خیال کیا کہ اگر انسان خلیے کی حقیقت جان جائے اور سائنسی طریقوں سے خود اس کی تخلیق کرے تو زندگی اور موت پر اس کی گرفت آسان ہوجائے گی، چنانچہ خلیے پر یورپ اور امریکہ کی متعدد یونیورسٹیوں میں کام ہوا۔ اس کے کیمیاوی تجزیے سے یہ بات سامنے آئی کہ اس میں ۵۶ فیصد پانی ہے۔ باقی جو کچھ ہے وہ نامیاتی چیزیں ہیں، جنہیں آگ جلا سکتی ہے۔ وہ پتھر اور ریت یا نمک اور شورے کی طرح جامد نہیں جو آگ سے متاثر نہ ہوتی ہوں۔

خود خلیے کی حقیقت کیا ہے؟ خوردبین کی ایجاد اور اس کے اندر پے در پے ترقیوں نے اس راز سے پردہ اٹھایا۔ جدید ترین الیکٹرانی خوردبین ایک چیز کو کئی ہزار گنا بڑا کر کے دکھا سکتی ہے۔ اس کے ذریعے خلیے کو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ جس طرح انڈے کے اندر ایک جھلی میں بند سفیدی اور اس کے بیچ میں دوسری جھلی میں زردی بند ہوتی ہے، اسی طرح خلیہ پودے کا ہو یا حیوان کا، ایک جھلی میں بند لیس دار مائع پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کے اندر دوسری جھلی میں بند اس کا مرکزہ ہوتا ہے۔ مرکزے کے اندر دھاگہ نما اجسام ہوتے ہیں، جنہیں کروموسوم کا نام دیا گیا۔ اس سے باہر کچھ ایسے ذرات ہوتے ہیں جنہیں طاقتور خوردبینیں کسی کارخانے کے پائپ اور مشینی حصے کی طرح دکھاتی ہیں۔

خلیے کے اندر یہ صلاحیت پائی گئی کہ وہ ایک سے دو، دو سے چار اور چار سے آٹھ خلیوں میں تقسیم ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حیات کا تنوع اور کثرت سے اس کا اظہار خلیے کی صلاحیت تقسیم کے باعث ہے، لیکن یہ سب کچھ کیسے ہو رہا ہے، یہ چیز سائنسدانوں کے لیے اچنبھے کا باعث تھی اور اس کے لیے خلیے کی ساخت کی مزید گہرائی میں اترنے کی ضرورت تھی۔

یونیورسٹی آف میامی کے ایک بائیوکیمسٹ سڈنی فاکس نے عرصہ دراز تک خلیے پر کام کیا۔ اس کا مشاہدہ یہ تھا کہ خلیے میں جس مرکب کی کثرت ہے وہ امائنو ایسڈ ہے جس کی ساخت میں امونیا اور تیزاب کا نمایاں حصہ ہے۔ امائنو ایسڈ سلسلہ وار باہم جڑ کر پروٹین یعنی لحمیات بناتے ہیں، جو گوشت، دودھ اور انڈے میں بافراط پائے جاتے ہیں۔

فاکس نے مشاہدہ کیا کہ بعض حالات میں امائنو ایسڈ اکٹھے ہو کر پروٹین کی ذاتی گولیاں سی بنا لیتے ہیں اور اس کے اندر خلیے کی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر انہیں کچھ عرصے کے لیے چھوڑ دیا جائے تو یہ کائی کی طرح پھیل جاتے ہیں اور کائی ایک خوردبینی پودا ہے۔ خلیے پر مزید تحقیقات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ اس میں استعمال ہونے والے کل امائنو ایسڈ تقریباً بیس ہیں۔ یہ اپنی ترتیب ادل بدل کر ہزاروں قسم کے پروٹین بنانے کے قابل ہیں۔ جس طرح تقریباً دو درجن حروف تہجی کی مدد سے لاکھوں الفاظ پر مشتمل زبان وجود میں آ جاتی ہے، اسی طرح بیس امائنو ایسڈ سے ہزاروں قسم کے پروٹین بن جانا قابل فہم ہے۔

ایک جرمن سوئس سائنسدان فریڈک مائیزنے خلیے کے کیمیاوی تجزیے پر کام کیا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ خلیہ محض پروٹین پر مشتمل نہیں، اس میں ایک ایسا جزو بھی ہے جو خوراک کے معروف

اجزاء کاربوہائیڈریٹ اور چکنائی سے مختلف ہے۔ لیکن ہمیشہ پروٹین کے ساتھ منسلک رہتا ہے۔ فاسفورس کا عنصر اس میں نمایاں ہے۔ اس جز کو نیوکلیوٹائڈ کا نام دیا گیا۔

مزید تحقیق سے پتہ چلا کہ نیوکلیوٹائڈ اصل میں چار نائٹروجنی مرکبات، ایک شوگر اور ایک فاسفیٹ سے مل کر بنتا ہے۔ چار مرکبات میں ایڈنین، گوانین، سائٹوسین اور تھائی مین (یا تھائی مین کے بجائے یوراسل) شامل ہوتے ہیں۔ شوگر رائبوس ہوتی ہے۔ جب نائٹروجنی مرکب یوراسل ہو، ورنہ یہ ڈی اوکسی رائبوس ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ جس طرح امائنو ایسڈ بالترتیب جمع ہو کر پروٹین بناتے ہیں، اسی طرح نیوکلیوٹائڈ جمع ہو کر نیوکلیک ایسڈ بناتے ہیں اور ان کی دو قسمیں ہیں۔ رائبوس اور یوراسل کے ساتھ جو مرکب بنتا ہے وہ زنجیر کی طرح سیدھا ہوتا ہے۔ اسے رائبونیوکلیک ایسڈ (RNA) کا نام دیا گیا۔ ڈی اوکسی رائبوس اور تھائی مین کے ساتھ جو مرکب بنتا ہے وہ دو بل کھاتے ہوئے دھاگوں کے مانند ہے۔ اس میں ایک دھاگے پر شوگر اور دوسرے پر فاسفیٹ ہوتا ہے اور ان دونوں کو نائٹروجنی مرکبات بالکل اسی طرح ملاتے ہیں، جس طرح سیڑھی کے بانسوں کو ڈنڈے ملاتے ہیں۔ اس مرکب کو ڈی اوکسی رائبونیوکلیک ایسڈ (DNA) کا نام دیا گیا۔

اب سائنس دان اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آر این اے (RNA) اور ڈی این اے (DNA) کی خلیے کے اندر تعداد اور ان کی تعمیر و ترکیب ہی میں راز حیات پنہاں ہے۔ اگر مرغی سے مرغی، بطخ سے بطخ اور انسان سے انسان وجود پاتا ہے تو اس کی وجہ ان کے مخصوص ڈی این اے اور ان کی تعداد ہے۔ ان کی تشکیل ہی میں وہ ہدایات موجود ہیں جو موروثی صفات آئندہ نسل کو منتقل کرتی ہیں اور کسی شخص یا چیز کا ناک نقشہ، شکل وصورت، طبعی خواص اور صفات متعین کرتی ہیں۔

ڈی این اے اپنا کام آر این اے کے ذریعے کرتا ہے جو مرکزے سے نکل کر خلیے کے باقی حصوں کے ساتھ کام کرتا ہے اور ان کے عمل کو کنٹرول کرتا ہے۔ جسم کو جہاں اور جس قسم کے پروٹین یا دوسری چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ فوراً اسے مہیا کر دیتا ہے۔

خلیے کے متعلق معلومات میں جس قدر اضافہ ہو رہا ہے، اس پر سائنس دان حیرت زدہ ہیں اور راز حیات کی تہہ تک پہنچنے اور زندگی اور موت پر قابو پانے کے مقصد کو مکمل الحصول نہیں پا رہے ہیں۔ خلیہ اتنی چھوٹی چیز ہے کہ کاغذ کی موٹائی میں کتنے ہی خلیے سمائے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک انسانی جسم میں [illegible] خلیے ہوتے ہیں۔ اتنی چھوٹی خوردبینی چیز میں اتنا زیادہ پیچیدہ نظام جو

دیکھنے میں آیا ہے، اس نے سائنسدانوں کو چکرا کر رکھ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ خلیے کو از خود تخلیق کرنا کیمیا دانوں کی بڑی سے بڑی جماعت کے لیے بھی ممکن نہیں۔ وہ تو خلیے کی صلاحیت کار ہی سے مرعوب ہیں اور کسی طرح ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ چھوٹا سا جسم ایسے کارنامے کس طرح انجام دیتا ہے۔

رحم مادر میں انڈے کے بارآور ہونے کے چند روز بعد ایک خلیے سے ۳۲ خلیے پیدا ہو چکے ہوتے ہیں۔ یہ ایسی ایک ترتیب قائم کر لیتے ہیں کہ ان سے انسانی جسم کی اندرونی، بیرونی اور وسطی سطحیں پیدا ہو سکیں۔ مزید چند ایام گزرنے کے بعد خلیات کی اقسام ۲۰۰ ہو جاتی ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کی خصوصیت الگ اور اس کا فعل دوسروں سے مختلف ہوتا ہے۔ کسی سے ہڈی بنتی ہے تو کسی سے گوشت۔ کوئی اعصاب کی تعمیر کرتا ہے تو کوئی پٹھے تشکیل دیتا ہے۔

ان خلیات نے جو جسم تعمیر کرنا ہوتا ہے اس میں ہر عضو کا اپنا خاص مقام اور ایک مناسب سائز ہوتا ہے۔ بازو کی جگہ ٹانگ لگ جانے اور معدے کی جگہ جگر کے لگنے سے جسم کی ہیئت برقرار نہیں رہ سکتی۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ دل اتنا بڑا بن جائے کہ وہ پسلیوں کے اندر سما ہی نہ سکے اور پیر اتنے چھوٹے رہ جائیں کہ ان کے اوپر جسم کھڑا ہی نہ ہو سکے۔ ان تمام کاموں کو خلیے کنٹرول کرتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر سب خلیے ایک جیسے نظر آتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں ان کا اپنا اپنا کام ہوتا ہے اور وہ مخصوص اعضاء ہی پر کام کرتے ہیں۔ جب تک نشوونما کا تقاضا ہوتا ہے۔ خلیے یہ کام کرتے ہیں۔ لیکن موزوں ساخت حاصل کرنے کے بعد اپنا عمل روک دیتے ہیں۔ اس نظام کو ابھی تک بالکل نہیں سمجھا جا سکا کہ یہ کنٹرول کیسے ممکن ہوتا ہے۔

مڈل سیکس میڈیکل اسکول کے اطلاقی حیاتیات کے پروفیسر لیوس والبرٹ کا کہنا ہے کہ جس طرح تھیٹر میں جانے کے خواہشمند لوگوں کو قطار نمبر اور سیٹ نمبر دے کر ہال میں بھیجا جاتا ہے، معلوم ہوتا ہے ہر خلیے کو بھی اس کا نمبر اور پوزیشن بتا دی جاتی ہے تاکہ وہ اپنے مقام پر پہنچ کر اپنا فعل شروع کر دے۔ ایک خلیہ جنین کے جسم کے ایک خاص حصے پر پہنچ کر انگشت شہادت بنانے لگ جاتا ہے تو دوسرا انگوٹھا بنانے میں مصروف ہو جاتا ہے۔

جنین کا ایک ملی میٹر حصہ ہوتا ہے، جس میں دایاں اور بایاں بازو بنتے ہیں۔ اپنی اپنی جگہ نشوونما پانے اور طویل مدت تک کئی مراحل سے گزرنے کے باوجود دونوں بازو یکساں طوالت پا لیتے ہیں جس کے بعد خلیے اپنا فعل ترک کر دیتے ہیں [illegible] ہے، سائنس دان

... مادی ذرائع سے ایک صدی کی تحقیق کے بعد بھی ان تک نہیں پہنچ سکے۔

شکاگو یونیورسٹی کے آرون ماسکونا کا بیان ہے کہ سائنسی تحقیق میں جہاں تک کامیابی ہو سکی ہے وہ امائنو ایسڈ سے پروٹین بنانا ہے۔ یہ ایک یک خطی تعمیر ہے۔ بات جب ضخامت رکھنے والی تعمیر کی ہوتی ہے تو معاملہ اس قدر پیچیدہ ہو جاتا ہے کہ سائنس دان اسے حل کرنے سے قاصر رہتے ہیں، لہذا جدید حیاتیات میں تحقیق کا ہدف آج یہ ہے کہ معلوم کیا جائے کہ یک خطی تعمیر سے تین ابعاد رکھنے والا جاندار کیسے وجود پذیر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر تحقیق ابھی اسی نکتے پر پہنچی ہے کہ حجم رکھنے والے پروٹین بننے کا نظام کیا ہے تو خلیے کی مصنوعی تشکیل اور اسے تخلیق کا ذریعہ بنانے کا مقصد تو کبھی پورا ہوتا نظر نہیں آتا۔

غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح پوری کائنات میں ایک نظم و ضبط نظر آتا ہے۔ زمین کی گردش، سورج کے طلوع و غروب اور چاند کے گھٹنے بڑھنے میں باقاعدگی ہے، موسموں کے ساتھ زمین غلے اور پھل پھول کے خزانے اگلتی ہے، انسان و حیوان پیدائش سے موت تک ایک خاص طرز کی تبدیلیوں سے گزرتے ہیں ٹھیک اسی طرح حیات کے خورد بینی عنصر، خلیے کی ساخت اور اس کے کردار میں بھی بڑی باقاعدگی اور نظم و ضبط ہے۔ انسان اس کو سمجھ تو سکتا ہے لیکن اسے خود تخلیق کرنے پر قادر نہیں۔

حیات کی طرح موت کی حقیقت بھی سائنس والوں کی گرفت میں نہیں آتی۔ انہوں نے اسے غذا کی ماہیت، ورزش اور بوسیدگی کے اسباب کے ساتھ وابستہ کرنے کی کوشش کی۔ لیبارٹری میں جانوروں کو زیادہ حراروں والی ثقیل غذا بھی کھلائی گئی اور کم حراروں والی ہلکی غذا بھی۔

اس مطالعے کا نتیجہ بس اس قدر سامنے آیا کہ ہلکی غذا جانوروں کو بیماریوں کے حملے سے بچانے میں مد ثابت ہوئی۔ ان پر شوگر کے مرض نے حملہ نہیں کیا اور بڑھاپے کے عوارض کم ہوئے۔ یہی تجربات جب انسانوں پر کیے گئے تو نتائج یکساں نہیں نکلے۔ اوسط سے کم وزن رکھنے والے لوگوں میں شرح اموات کم بھی پائی گئی اور زیادہ بھی۔ امریکہ کے قومی ادارہ کہنگی کے ایک سائنس دان شنائڈر کا کہنا ہے: ''اعداد و شمار یہ بتاتے ہیں کہ زیادہ موٹے اور زیادہ دبلے آدمی جلد مر جاتے ہیں، لیکن ہمارے پاس ایسے اعداد و شمار نہیں جن کی مدد سے یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ غذا کے کتنے حرارے بہترین تصور کیے جائیں۔''

ورزش کے عمل کے تحت چوہوں پر تجربات سے یہ بات سامنے آئی [illegible] چوہوں سے

چھوٹی عمر میں ورزش کروائی گئی ان کی عمر طویل رہی۔ انسانوں میں ورزش کرنے والے افراد میں کولیسٹرول کی مقدار کم پائی گئی اور ان کے اندر دل کی بیماری کے واقعات بھی کم ہوئے۔

موت پر تحقیق کرنے والے سائنسدانوں کا پہلے یہ خیال تھا کہ بڑھاپے کے عمل میں دماغ کا کردار اہم ہوتا ہے اور اس سے حافظہ متاثر ہوتا ہے اور انسان کی عمر کم ہو جاتی ہے۔ سینٹ لوئی میں قائم واشنگٹن یونیورسٹی کے اسکول آف میڈیسن کے شعبہ حافظہ و کہنگی میں کی گئی تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ ۶۵ برس یا اس سے زیادہ عمر کے ۸۵ فیصد افراد میں یا تو حافظے کا فقدان بالکل نہیں تھا یا اگر تھا تو بالکل معمولی۔ لہٰذا دماغ کا یہ کام کہ وہ حواس سے حاصل ہونے والی اطلاعات پر عملی اقدام کرتا ہے، بالعموم بڑھاپے سے سست نہیں پڑتا۔ ۱۵ فیصد افراد میں حافظہ متاثر ہونے کے اسباب دوسرے ہوتے ہیں۔

چوہوں پر تجربات میں ان کے غدہ نخامیہ (Pituitary Gland) نکال کر ان کی غذا میں ہارمون کارٹی سونز کا اضافہ کر دیا گیا تو ان کی عمر بڑھ گئی۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ بڑھاپے کی کیفیت پیدا کرنے میں دماغی غدودوں کا عمل دخل نہیں ہے، تاہم ایسے کوئی اجزاء تلاش نہیں کیے جا سکے جن کو موت کے ہارمون کہا جا سکے۔

بعض سائنسدانوں کا خیال ہے کہ جسم کے خلیے جب پرانے ہو جاتے ہیں تو ان میں کوئی خاص پروٹین پیدا ہو کر بڑھاپے کے آثار پیدا کرتا ہے۔ نیویارک کی راک فیلر یونیورسٹی میں خلیوں پر تحقیق کرنے والی خاتون یوجینیا وانگ نے ایک پروٹین سٹیٹن (Statin) ان خلیوں میں پایا۔ جن کی نشوونما رک چکی تھی۔ ان کا خیال ہے کہ اس پروٹین کا تعلق بڑھاپے سے ہو سکتا ہے، تاہم اس پروٹین کا فعل ابھی تک یقینی طور پر متعین نہیں ہو سکا۔

کچھ سائنسدانوں کا گمان یہ ہے کہ غذا کی جسم میں تحلیل کے دوران ایسے مرکبات بھی پیدا ہو جاتے ہیں جو جسم کے خلیوں کو تلف کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ صحت مند جسم میں ایسے مرکبات کے زہر کا تریاق ایک مخصوص خامرہ ''سپراوکسائیڈ ڈسموٹیز'' کرتا ہے، لہٰذا آدمی مرنے نہیں پاتا۔ جب یہ خامرہ پیدا نہ ہو سکے تو خلیوں کی تلفی موت کا سبب بنتی ہے۔

ان میں سے کوئی بات بھی ابھی حتمی تحقیق قرار نہیں دی جا سکتی۔ انسان جس طرح راز حیات پانے میں خلیے کی پیچیدگیوں کو حل کرنے کی تگ و دو کر رہا ہے اسی طرح موت کا راز پانے میں بھی اس کے عوامل کو جاننے کے جھمیلے میں پڑا ہوا ہے۔ وہ تحقیق پر قادر ہو سکتا ہے نہ موت پر قابو پانے

میں کامیابی ممکن ہے۔

سائنسدان اپنے اعلیٰ سے اعلیٰ سائنسی اسلحے سے مسلح ہو کر جو نئی تحقیق کرتے ہیں، وہ انہیں مزید حیرت زدہ کر کے رکھ دیتی ہے۔ اس کے باوجود مغربی تہذیب چونکہ خدا اور اس کی صفات سے آشنا نہیں اور مادی ترقیوں کے بل بوتے پر اپنے لیے عجز و فروتنی کو برداشت نہیں کرتی، لہٰذا سائنس دان اس بات کا اعتراف نہیں کرتے کہ موت و حیات کا نظام سائنس کی دسترس سے باہر ہے۔ سائنس کی ترکتازیوں کی حدود معین ہیں، ان سے آگے ایک ایسی دیوار حائل ہے جسے وہ کبھی عبور نہیں کر سکتے۔ اس دیوار سے آگے وہ حقائق ہیں جنہیں آسمان و زمین کے خالق نے کھول دیا ہے۔ (از خالد مسعود)

موت سے واپسی...... چند سائنسی تجربات:

فرانسیسی شہر گرستھیم کے السکا میں رہنے والا ۷۶ سالہ ایک شخص حیرت انگیز طریقے پر اس وقت زندہ ہو گیا جب اس کی تدفین کی تمام تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ اس سے پہلے ڈاکٹروں نے اسے اس حالت میں مردہ قرار دیا جب اس کی حرکت نبض بند ہو چکی تھی۔ کسی عمل کے نتیجے میں جوابی حس بیدار نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ قلب اور پھیپھڑوں نے بھی کام کرنا بند کر دیا۔

ٹائمز آف انڈیا مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۸۹ء میں شائع خبر کے مطابق اس کے رشتے دار گیسٹ ہاؤس سے میت قبرستان لے جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ یکا یک اس نے سانس لی اور کھانسنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ دوبارہ زندگی کی طرف واپس ہو گیا۔ اس کی موت دماغ میں چوٹ لگنے سے ہوئی تھی۔ یہ واقعہ صرف ایک مثال ہے۔ اس جیسے کتنے ہی واقعات تصدیق کے ساتھ اکثر ہوا کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں اگر کبھی ماہرین کی کوئی تدبیر کارگر ہو گئی تو یہ موت سے بچانے کے مترادف قرار دی جاتی ہے۔

آج ترقی کے اس دور میں ماہرین طب کے دعوے صرف زیادہ عمر بخشنے ہی کے نہیں، بلکہ ان کے درمیان یہ خیال بھی ہے کہ مستقبل میں انسان موت پر فتح یاب ہوگا۔ وہ موت کو ایک مرض یا مختلف امراض کا مجموعہ سمجھتے ہیں۔ ان کے پیش نظر جسم کے عضوئے خاص دماغ، جگر، پھیپھڑے اور دل کے افعال میں باہمی ربط کا ختم ہو جانا موت کا سبب ہے۔ آخری متنازعہ بحث دماغ اور دل کے آپس کے ربط میں ہے۔ کوئی دل کو مقدم قرار دے کر اس کے

ناکارہ ہونے کو موت کا سبب مانتا ہے اور کسی کے خیال میں قلب موخر ہے اور اس کی حرکت دماغ کی پابند۔ وہ اس لیے بھی کہ ایسے واقعاتی ثبوت موجود ہیں جس میں قلب کی حرکت گھنٹوں بند کردی گئی۔ اذین قلب (Auricles) اور بطنین قلب (Ventricles) کو خون سے خالی کر دیا گیا۔ شرائین (Arteries) اور (Veins) خالی ہوگئیں، قلب کا فعل بھی معطل ہوگیا، لیکن اس کے باوجود موت واقع نہیں ہوئی۔

امریکہ کی ایک خاتون کی دماغی شریان نکالنے کے لیے ایسا ہی ایک آپریشن ڈاکٹر اسٹیون شیڈ نے کیا۔ جس کا تمام خون نکال لیا گیا۔ قلب کی حرکت بند کردی گئی۔ جسم کے درجہ حرارت کو کم کر کے ۴ء۴ ڈگری سیلیس تک سرد کر دیا گیا۔ گویا مردہ، اس حالت میں وہ عورت ۴۰ منٹ تک رہی۔ لیکن اس کے دماغی افعال قلب کے بغیر اتنے لمبے وقفے تک حالت سکون میں رہتے ہوئے بالقوئ قائم رہے۔ ڈاکٹر شیڈ کے مطابق ایسے آپریشن امریکہ کے علاوہ یورپی ملکوں میں بھی کیے جا چکے ہیں۔

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز کامیابی ایک کتے پر ہوئے تجربے سے ہوئی۔ امریکہ کے بال سٹرن برگ نے کتے کے جسم اور خون کو علیحدہ علیحدہ فریزر میں جما دیا۔ خون سے خالی کتے کے قلب، شریانوں اور وریدوں میں ایسے مصنوعی اجزاء ڈل دیئے گئے جن سے ان کی حفاظت ہو سکے۔ یہاں تک کہ کتے کو طبی ماہرین نے تمام طبی اصولوں پر بالکل مردہ قرار دیا۔ درجہ انجماد سے نیچے کے درجہ حرارت پر یہ کتا ۹ مہینے تک اسی طرح مردہ رہنے کے بعد زندہ ہوگیا۔ اس تجربے کو خون کی غیر موجودگی میں سنگین آپریشن کے لیے امید افزا اور حیات انسانی کے لیے نتیجہ بخش قرار دیا گیا۔ ماہرین کے مطابق کامیابی کی یہ اولین منزلیں ہیں۔ (بحوالہ تہذیب الاخلاق ۱۹۸۹ء)

لیکن جس کتے کو سائنس نے زندہ رکھنے کی ناکام کوشش کی ہوگی، یقیناً وہ آئندہ چند دنوں میں موت کا شکار ہوگیا ہوگا۔ پھر سائنس نے کیا کام کیا ہوگا؟ یہ بات سوچنے کی ہے۔